فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (سُورۃ ھود ۱۱ : ۱۱۲)

محبّتِ رسُول کریم ﷺ کی خُوشبو سے مہکتی، آپ ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کی رواں تفسیر

رسُولِ کریم ﷺ کا صبر و استقامت

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صبر و استقامت کے راہنما اُصول

تصحیح و تنقیح :

بریگیڈیئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربّی یوسف زئی

نظرثانی و تہذیب

ڈاکٹر نور حیات خان

تالیف

تفسیر عباس

پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۰ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (سورۃ ھود ۱۱ : ۱۱۲)

محبتِ رسول کریم ﷺ کی خوشبو سے مہکتی، آپ ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کی رواں تفسیر

رسولِ کریم ﷺ کا صبر و استقامت

اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صبر و استقامت کے راہنما اُصول

تصحیح و تنقیح :

بریگیڈیئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربی یوسف زئی

نظرثانی و تہذیب:

ڈاکٹر نور حیات خان

تالیف :

تفسیر عباس

پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

لیکچرار، بارانی انسٹیٹیوٹ، ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی راولپنڈی

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں
2016ء

297.9921
ف ا ل 69

بار اول.....1000
ہدیہ.....690
ناشر.....نجابت علی تارڑ
{لیگل ایڈوائزرز}
محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339
{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز
شوروم
ظہور ہوٹل دکان نمبر 2
دربار مارکیٹ - لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com

صبحِ نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور	0423-7350476
مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ دار القرآن، النساء روڈ، چشتیاں	0300-7548819
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ باب الاسلام، فیضانِ مدینہ، حیدر آباد	0313-4812626
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فریدیہ، ہانی سٹریٹ ساہیوال	040-4226812

Marfat.com

انتساب

صبر و استقامت کے کوہِ گراں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ذاتِ گرامی کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

❁	حرف اوّل	17
❁	تقدیم	19
❁	ہدیۂ تحسین	25
❁	حرف تمنا	30
❁	اظہار تشکر	37
❁	اسلوب تحقیق ونگارش	45
باب اوّل	**صبر واستقامت اہمیت، شرائط اور اقسام**	**49**
فصل اوّل	صبر واستقامت کا مفہوم	51
مبحث اوّل	صبر واستقامت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	51
❁	صبر کی لغوی تعریف	51
❁	صبر کی اصطلاحی اور فنی تعریف	52
❁	استقامت کی لغوی تعریف	54
❁	استقامت کی اصطلاحی اور فنی تعریف	55
مبحث دوم	صبر واستقامت کا وسیع مفہوم	57
❁	صبر کا وسیع مفہوم	57
❁	استقامت کا وسیع مفہوم	60
❁	صبر واستقامت کی چند مثالیں	61

Marfat.com

❁	پانی پر بند باندھنے کی مثال	62
❁	کوہ نورد اور بلند چوٹیوں کی مثال	62
❁	باغبان اور معطر باغ کی مثال	63
❁	شاہ بلوط کی شجر کاری کی مثال	63
فصل دوم	صبر و استقامت قرآن و حدیث کی روشنی میں	65
مبحث اول	صبر و استقامت، قرآن کریم کی روشنی میں	65
❁	صبر قرآن کریم کی روشنی میں	65
❁	استقامت، قرآن کریم کی روشنی میں	68
مبحث دوم	صبر و استقامت، احادیث مبارکہ کی روشنی میں	70
❁	صبر، احادیث مبارکہ کی روشنی میں	70
❁	استقامت، احادیث مبارکہ کی روشنی میں	72
مبحث سوم	صبر و استقامت، اقوال صحابہ و آئمہ کی روشنی میں	74
فصل سوم	صبر و استقامت کی اہمیت، اقسام اور شرائط	81
مبحث اول	صبر و استقامت کی اہمیت اور شرائط	81
❁	صبر و استقامت کی اہمیت	81
❁	صبر و استقامت، مکارم اخلاق کا مرکز و محور	85
❁	اہل ایمان کی زندگی، صبر و استقامت کی تصویر	87
❁	صبر و استقامت، جہاد زندگانی میں سب سے بڑا ہتھیار	88
❁	صبر و استقامت، بلند ترین فضیلت انسانی	90
❁	صبر و استقامت، اسلام کا ایک اساسی حکم	91
❁	صبر و استقامت، ایک عظیم الشان پیغمبرانہ صفت	91

Marfat.com

❁	صبر و استقامت، ترقی کرنے اور مشکلات پر قابو پانے کا ذریعہ	93
❁	صبر و استقامت، عبادت بھی اور جہاد بھی	95
❁	صبر و استقامت دکھانے والوں کے لئے بشارت	95
❁	صبر و استقامت، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ	97
❁	صبر و استقامت، کرامت سے بھی بلند	98
❁	صبر و استقامت کی شرائط	100
مبحث دوم	صبر و استقامت کی اقسام	102
❁	صبر کی اقسام	102
❁	استقامت کی اقسام	107
❁	حوالہ جات / حواشی (باب اول)	111
باب دوم	**محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں**	**121**
فصل اوّل	صبر و استقامت کے چند پیغمبرانہ نمونے	123
مبحث اوّل	انبیائے سابقین علیہم السلام کا اُسوۂ صبر و استقامت	123
مبحث دوم	محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کردار کے چند دلآویز پہلو	144
❁	نبی کریم ﷺ کی امانتداری	148
❁	نبی کریم ﷺ کی صداقت	149
❁	نبی کریم ﷺ کی تواضع	150
❁	نبی کریم ﷺ کا عفو و درگزر	153
❁	نبی کریم ﷺ کا عدل	155
❁	نبی کریم ﷺ کی شجاعت و قوت	156
❁	نبی کریم ﷺ کا تفکر و تدبر اور متحمل مزاجی	158

Marfat.com

❁	نبی کریم ﷺ کی غیرت	159
❁	نبی کریم ﷺ کا ایثار	161
❁	نبی کریم ﷺ کا صبر واستقامت	163
❁	پیارے رسول ﷺ کا غصہ میں اعتدال	168
❁	نبی کریم ﷺ کے غصے کی چند صورتیں	172
فصل سوم	محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ صبر واستقامت	177
مبحث اوّل	قدرتی مصائب وآلام اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ صبر واستقامت	184
❁	قبل از نبوت قدرتی مصائب وآلام اور نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ	186
❁	قبل از بعثت قدرتی مصائب وآلام میں اُسوۂ صبر واستقامت (درس ونصیحت)	195
❁	بعد از بعثت، قدرتی مصائب وآلام اور نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ	198
❁	بعد از بعثت قدرتی مصائب وآلام میں اُسوۂ صبر واستقامت (درس ونصیحت)	205
❁	تکالیف وامراض اور نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ	207
❁	تکالیف وامراض میں اُسوۂ صبر واستقامت (درس ونصیحت)	215
مبحث دوم	مشرکین، یہود اور منافقین کی شیطنت اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ صبر واستقامت	218
❁	مشرکین مکہ کی ناپاک تدبیریں اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	219
❁	۱۔ نبی کریم ﷺ کے پڑوسیوں کی سفاکیاں	220
❁	۲۔ نبی کریم ﷺ سے مشرکین کی قبیلہ جاتی رقابت اور حسد	224
❁	۳۔ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ناپاک منصوبے	228
❁	۴۔ مشرکین کے تمسخر، بیہودہ بکواس اور طعنوں کا محاذ	232
❁	مشرکین کی ناپاک تدبیروں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر واستقامت	238
❁	یہود کی شیطنت وشرارت اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	241

Marfat.com

❁	منافقین کی ریشہ دوانیاں اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	252
❁	منافقین کی ریشہ دوانیوں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت	256
مبحث سوم	دعوت و جہاد کے میدان میں نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت	258
❁	دعوت الی اللہ میں نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	258
❁	دعوت و تبلیغ کے میدان میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	271
❁	میدان جہاد میں نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	279
❁	جہاد کے میدان میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	289
مبحث چہارم	دیگر اعمال خیر کی انجام دہی اور نبی کریم ﷺ کا صبر و استقامت	293
❁	عہد و پیمان اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	293
❁	عہد و پیمان میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	308
❁	غاصب سے تقاضائے حق اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	309
❁	غاصب سے تقاضائے حق اور اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	316
❁	اپنوں کی اذیتیں اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	317
❁	اپنوں کی اذیتوں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	324
❁	فقر و فاقہ میں نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	326
❁	فقر و فاقہ میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	336
❁	اطاعت و عبادت ربانی اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ	338
❁	اطاعت و عبادت ربانی میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)	343
مبحث پنجم	نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت، غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں	346
❁	ہندو اور سکھ دانشوروں کا خراج عقیدت	347
❁	یہودی اور عیسائی دانشوروں کا خراج عقیدت	349

Marfat.com

فصل سوم	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت اور صبر واستقامت کی تلقین	357
مبحث اوّل	صبر واستقامت کی تلقین وتربیت کا نبوی منہج	357
❁	راہ حق میں صبر واستقامت کی تلقین	361
❁	قدرتی مصائب وآلام کے مقابلے میں صبر واستقامت کی تلقین	371
❁	ا۔ پیاروں کی جدائی پر صبر واستقامت کی تلقین	371
❁	۲۔ معذوری اور بیماری پر صبر واستقامت کی تلقین	376
❁	فتنوں اور گناہوں کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین	381
❁	ا۔ گناہوں کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین	381
❁	۲۔ فتنوں کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین	383
❁	ظلم وستم کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین	387
❁	صبر واستقامت کی تلقین کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات	389
مبحث دوّم	صحابہ وصحابیات (رضی اللہ عنہم) اور صبر واستقامت نبوی کی اقتداء	392
❁	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ صبر واستقامت	393
❁	صحابیات رضی اللہ عنہن کا اُسوہ صبر واستقامت	412
❁	حوالہ جات وحواشی (باب دوّم)	420
باب سوم	اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صبر واستقامت کے موانع، محرکات اور ثمرات	457
فصل اوّل	صبر واستقامت کے موانع	459
مبحث اوّل	صبر واستقامت کے داخلی موانع	463
❁	اخلاص کا نہ ہونا	463
❁	شرعی علم کی کمی یا جہالت	465
❁	دُنیا کی محبت میں آخرت کو فراموش کر دینا	465

Marfat.com

❁	غیر اللہ کا خوف	468
مبحث دوم	صبر واستقامت کے خارجی موانع	469
❁	اہل وعیال اور مال کا فتنہ	469
❁	بُرے اور عجلت پسند ہم نشین کی مصاحبت	471
❁	معاصی، منکرات اور حرام خوری	473
❁	شیطانی وسوسے	475
مبحث سوم	صبر واستقامت کے تکنیکی موانع	477
❁	ہدف مقرر نہ کرنا	477
❁	حقیقت پسندی کا فقدان	478
❁	قابل مذمت غصہ اور جذباتیت	479
❁	کمزور تربیت	480
❁	عمل اور فطری صلاحیت میں عدم مطابقت	481
مبحث چہارم	صبر واستقامت کے تربیتی موانع	482
❁	بے صبری، جلد بازی وعجلت پسندی	482
❁	انفرادیت اور فرقہ بندی کا فتنہ	483
❁	طویل انتظار اور ممد ومعاون اسباب کی قلت	485
❁	مایوسی وناامیدی	487
❁	جزع وبے تابی	487
فصل دوم	حصولِ صبر واستقامت کے محرکات	490
مبحث اوّل	حصول صبر واستقامت بذریعہ ایمانیات	493
❁	کلمۂ توحید پر کاربند رہنا	493

Marfat.com

❁	تقدیر پر ایمان لانا	494
❁	ایمان کی تجدید	497
❁	اللہ تعالیٰ سے مدد اور پناہ طلب کرنا	500
❁	اخلاص اور تقویٰ	502
❁	قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا	504
❁	موت کی یاد اور غم آخرت	505
❁	اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد رکھنا	508
مبحث دوّم	حصول صبر و استقامت بذریعہ اعمال	508
❁	ذکر اللہ کی کثرت	508
❁	رسول اللہ ﷺ کے احکام پر سر تسلیم خم کرنا	511
❁	عزم و ہمت کی بلندی اور عزیمت پر عمل	512
❁	صبر و استقامت کی مشق اور تلقین	513
❁	گہری سوچ اور کامل غور و فکر	514
❁	روزہ، صبر و استقامت کا بہترین معلّم	515
❁	کثرت سے نیک اعمال انجام دینا	517
❁	اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کے حصول کی دعائیں	519
مبحث سوّم	حصول صبر و استقامت بذریعہ اُسوۂ حسنہ	532
❁	انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک سیرت کا مطالعہ	532
❁	دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر رہنا	534
❁	اعتدال پسندی اور میانہ روی	536
❁	صالح پیشوا یا گریٹ آئیڈیل	538

Marfat.com

❁	دُنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنا	539
❁	مصائب ومشکلات کے خفیہ فوائد پر یقین	540
مبحث چہارم	حصول صبر واستقامت کے دیگر محرکات	542
❁	دل کی پاکیزگی اور روحانی لطافت	542
❁	صالحین وصابرین کی صحبت اور مشابہت	544
❁	درست منہج کا انتخاب اور اس کی حقانیت پر یقین	546
❁	دینی تعلیم وتربیت کا حصول	549
❁	دین اسلام کے روشن مستقبل کا پختہ یقین	552
فصل سوّم	صبر واستقامت کے فوائد وثمرات	555
مبحث اوّل	صبر واستقامت کے دُنیوی فوائد وثمرات	557
❁	اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضامندی	557
❁	دُنیوی فلاح وکامیابی	558
❁	پیشوائی اور حکمرانی	560
❁	دشمن کے مکروفریب سے بچاؤ	561.
❁	ایمان ویقین میں اضافہ	562
❁	اللہ کی مدد اور فرشتوں کے نزول کی خوشخبری	563
❁	فضل وکمال کا حصول	563
❁	حفاظت ایمان اور حرام سے بچاؤ	564
❁	اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمتیں	564
❁	بہترین نعم البدل کا حصول	565
❁	جسمانی ونفسیاتی صحت	566

Marfat.com

❁	قوت وقدرت میں اضافہ	567
مبحث دوم	صبر واستقامت کے اُخروی فوائد وثمرات	568
❁	اُخروی نجات اور حصول جنت کا ذریعہ	568
❁	مغفرت اور اجر عظیم	570
❁	خوش کن بشارتیں	571
❁	عزت وشرف اور بلندیٔ درجات	572
❁	جنت کی شاہراہ اور فرشتوں کا درود وسلام	573
فصل چہارم	محمد رسول اللہ ﷺ نوجوانوں کے لئے اُسوۂ صبر و استقامت کے پیکر اور لمحۂ فکر وعمل	576
مبحث اوّل	نوجوان اور صبر واستقامت	576
❁	جوانی کی نعمت اور اُسوۂ حسنہ	576
❁	جوانی، صبر واستقامت کا بہترین دور	579
❁	جوانی اور بے صبری	582
مبحث دوم	عصر حاضر میں مسلم نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکر وعمل	585
❁	عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کو اندرونی و بیرونی خطرات اور نوجوانوں کی ذمہ داری	585
❁	اجتماعی صبر واستقامت، عصر حاضر کی ضرورت	590
❁	مسلم نوجوانوں کے آئیڈیل محمد رسول اللہ ﷺ	592
❁	حرف آخر!	599
❁	حوالہ جات/حواشی (باب سوم)	603
❁	مصادر ومراجع	621

❁❁❁

Marfat.com

حرفِ اوّل

محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ صبر و استقامت کی ایک طویل داستان ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں مصائب و مشکلات آسمان کے ستاروں کی طرح جا بجا بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انسان ہونے کے ناطے اس قدر شدید ذہنی، روحانی اور جسمانی دباؤ کا برداشت کر لینا انسانی عقل کے حیطۂ فکر سے باہر ہے۔ یہ تو نبوت و رسالت کی برکات کا صدقہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس طرح برداشت کر لیا کہ رُوئے انور عموماً متبسم ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پہاڑوں سے بلند صبر عطا فرمایا تھا اور سمندروں سے زیادہ وسیع اور عمیق قوت برداشت سے نوازا تھا۔ اس وجہ سے دشمنانِ دین آپ ﷺ کو کسی مقام اور کسی لمحہ پر زک پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ ﷺ نے تیئیس سال تک فریضۂ رسالت نبھایا۔ یہ سارا عہدِ تبلیغ صبر آزما مراحل سے بھرپور تھا۔ آپ ﷺ نے تمام مراحل میں صبر و استقامت کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا، ایک دن بھی قلب مبارک میں شکوے کا خیال تک نہ آیا۔ ایک دن بھی فریضۂ دعوت میں خلل نہیں آیا، یہاں تک کہ پیغام رسالت آفاق عالم پر چھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت کارگاہِ حیات میں ہر مومن اور مومنہ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے پی ایچ ڈی اسکالر عزیزم تفسیر عباس کی نہایت خوبصورت اور بصیرت افروز کتاب [محمد رسول اللہ ﷺ صبر و استقامت کے کوہِ گراں] کا ہر ورق عصر حاضر کے مصائب و مشکلات میں ہمارے لیے پند و نصائح کا ایک ایسا چراغ ہے کہ اس سے روشنی حاصل کر کے ہماری افسردہ و ناکام زندگیاں حسرت و یاس، ناکامی و نامرادی اور عزم و ہمت کی پستی سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔ بلاشبہ رسول کریم ﷺ اس دین کی عملی اور تطبیقی صورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور جنت کی طرف جانے والی ساری کی

Marfat.com

ساری راہیں مسدود ہیں ماسوائے محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ کے۔آپ کی ذات گرامی طالبان حق کے لئے ثبات علی الحق اور دعوت الی الحق کی مثل اعلیٰ ہے۔آئیے اُسوۂ حسنہ سے رہنمائی کا نور حاصل کیجئے۔اس طرح ہماری معیشت، معاشرت، اخلاق اور عبادات کا ہر گوشہ چمک اُٹھے گا اور جدید دُنیا کی وہ تمام تاریک راہیں روشن ہو جائیں گی جو اُسوۂ نبوی سے مستفید ہونے کی محتاج ہیں۔

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری
صدر شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد

Marfat.com

تقدیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ اما بعد:

رسول کریم ﷺ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے "اُسوۂ حسنہ" ہیں۔ آپ کی اتباع کے بغیر دُنیا و آخرت میں کوئی کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی۔ آپ کی سیرت طیبہ ایک ایسا بہار آفریں اور کیف آگیں موضوع ہے کہ ایک باشعور انسان اس کی طرف ضرور متوجہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر جتنا بھی لکھا جائے تشنگی باقی رہتی ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کی عظمت و فضیلت اور دلائل النبوۃ میں سے ہے کہ آپ کی زندگی کے ہر گوشہ پر اسلام کے صدر اول سے اب تک کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت کبریٰ نصیب ہوئی۔ شہرت عام اور بقاءِ دوام کے اس تاریخی دربار میں اپنے بیگانے، دیوانے فرزانے، مخالف موافق سبھی شامل ہیں۔ بیسویں صدی کا معروف یہودی مستشرق ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ لکھتا ہے:

> "نبی محمد (ﷺ) کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کا اختتام کو پہنچنا، ناممکن ہے مگر اس میں جگہ پانا باعثِ اعزاز ہے۔"

بلاشبہ یہ سلسلہ لامتناہی جاری و ساری ہے، رہے گا اور اس میں شمولیت باعثِ صد اعزاز ہی رہے گی۔ رسول کریم ﷺ کی سیرت طاہرہ پر کوئی نئی طویل، مفصل، علمی کتاب لکھنا بلاشبہ ایک زبردست چیلنج ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں سیرت نگاروں نے آپ کی حیات مقدسہ کے تمام گوشوں پر اس شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ اس متنوع موضوع پر کسی با توقیر علمی کتاب کا

Marfat.com

اضافہ سچی عبقریت کا تقاضا کرتا ہے۔ کتب سیرت کے اس ہجوم نجوم میں عزیزم تفسیر عباس کی کاوش [محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] اپنی نوعیت کی نہایت منور، منفرد اور ممتاز علمی و تحقیقی ارمغانِ عقیدت ہے۔ بلا شبہ نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر ورق صبر و استقامت کا ایک دفتر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے نبی رحمت ﷺ کے صبر و استقامت کی جن تصاویر کو پیش کیا ہے، واقعات کے لئے جو پیرایہء بیان اختیار کیا ہے، عقیدت و ارادت کے جو گلدستے سجائے ہیں، حقائق کی جس طرح سے نقاب کشائی کی ہے، وقائع سیرت کی پیش کش میں مراجع اور مصادر میں جو تنوع ہے، نبی رحمت ﷺ کی عظمت و عزیمت کو جس اسلوب میں لکھا ہے، عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے لئے صبر و استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اُن سے نبرد آزما ہونے کے لئے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں جو ذرائع بیان کیے ہیں۔ یہ سب ایسے توازن کی مثالیں ہیں جو سیرت نگاری کے لئے ناگزیر ہیں۔ کتاب کا اسلوب نگارش انتہائی خوبصورت اور مبلغانہ پیرائے میں ہے۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بکھرے ہوئے موتیوں کو نہایت خوش سلیقگی اور عمدگی سے مستند حوالوں کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے ریسرچ اسکالر تفسیر عباس اگرچہ علمی و ادبی حلقوں میں ابھی متعارف ہو رہے ہیں لیکن سیرت نگاری میں ان کی تحقیقاتی اور پیشہ ورانہ اہلیت مسلم ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس تالیف کے بعد وہ ثنا نگارانِ مصطفی ﷺ میں ضرور شمار کیے جائیں گے۔ بقول شاعر ؎

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیری ذات نے بنا دی میری زندگی فسانہ

رسول کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ، انسانیت کے لئے ہر مصیبت میں تعزیت و تسلی کا پیام، اور ہر آزمائش کے سامنے عزم و استقلال اور صبر و استقامت کی ایک طویل داستان ہے۔ ۶۱۰ء میں عرب کے تہذیبی مرکز مکہ میں اس دعوت کا آغاز بڑا جوکھم کا کام تھا۔ آپ ﷺ کی ولادت قریش کے اس معزز خانوادہ میں ہوئی جس کا منصب بیت اللہ کی ولایت اور اصنام کی رِعایت کی بنا پر عربوں کی پروہت کا سا تھا۔ تعظیم و تقدیس کی اس میراث کو خیرباد

Marfat.com

کہہ کر سرے سے اس نظام کے انہدام کا عزم جو اس میراث کا بنیادی ستون تھا، بڑے دل گردے کا کام تھا، اور بہت بڑا امتحان تھا۔ موروثی شوکت و سطوت پر ضرب کاری لگانے کے لئے عظیم عزم و ایثار کی ضرورت تھی، مگر محمد عربی ﷺ کے قدم ذرا بھی نہ لڑکھڑائے، دعوت حق کی راہ میں یہ گراں قدر میراث کچھ بھی آڑے نہ آئی، محمد ﷺ کے پائے ثبات نے کہیں بھی لغزش نہ کھائی۔ بلاشبہ یہ سنّت ابراہیمی کا انقلاب آفریں اِحیاء تھا۔

خالق کائنات نے آپ کے ذکر کو بلند رکھنے کا جو اعلان فرمایا ہے وہ پوری قوت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے ایک ایک بول کو شغف و اہتمام اور تحقیق و استناد کے ساتھ یوں جمع کیا گیا ہے کہ دُنیا کی کوئی تاریخ، کوئی تذکرہ، کوئی ملفوظ اور کوئی سوانح عمری اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ آپ کی سیرت اور آپ کی تاریخ اس تفصیل و جامعیت کے ساتھ دُنیا کے حافظہ میں محفوظ رکھی گئی ہے جس کی مثال نہ کسی بادشاہ کشور کشا کی سیرت میں ملے گی، نہ کسی نبی و ولی کے تذکرے میں۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا ہنسنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، الغرض سب کا ایک ایک جز محفوظ رکھا گیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں سیرت نگاری کے جدید اسلوب کی بنیاد رکھی گئی۔ واقعات سیرت نگاری کے تحقیقی اسلوب کے ساتھ ساتھ صفاتی و تجزیاتی انداز پر بھی لکھا گیا۔ اُردو زبان کا دامن، سیرت النبی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر شاندار تصانیف سے مزیّن ہے اور بعض کتابیں تو یقیناً اس پایہ کی ہیں کہ ان کی نظیر کسی اور زبان میں نہیں ملتی۔

رسول کریم ﷺ آج چشم ظاہر سے مستور ہیں، لیکن اُسوہء رسول مستور نہیں۔ وہ قدم جن پر پیشانیوں کو رگڑنا ہمارے لئے اوج سعادت تھا، آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن "نقل قدم" موجود ہیں۔ صاحب خلق عظیم آج "رفیق اعلیٰ" کی رفاقت میں ہیں لیکن "خلق عظیم" کی امانت انسان کے سینوں اور کتب خانوں کے سفینوں میں آج بھی محفوظ ہے۔ پیامبر کا پیام زندہ ہے، کام زندہ ہے، نام زندہ ہے اور آج خاک کا ہر پتلا اپنے ظرف اور بساط کے مطابق اس گنج نور سے کسب فیض کر سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کی زندگی میں مصائب اور مشکلات آسمان کے ستاروں کی طرح جا بجا

Marfat.com

بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انسان ہونے کے ناطے اس قدر شدید ذہنی، روحانی اور جسمانی دباؤ کا برداشت کر لینا انسانی عقل کے حیطۂ فکر سے باہر ہے۔ یہ تو نبوت و رسالت کی برکات کا صدقہ ہے کہ آپ نے ان کو اس طرح برداشت کر لیا کہ رُخ انور عموماً متبسم ہی رہا۔ بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو صبر و استقامت کا کوہِ گراں بنایا تھا اور سمندروں سے زیادہ وسیع اور عمیق قوت برداشت سے نوازا تھا۔ اس وجہ سے دشمنانِ دین آپ کو کسی مقام اور کسی لمحہ پر زک پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کی حیات طیبہ پر وارد ہونے والی مشکلات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسا حوصلہ اور عزم عطا فرمایا کہ انہوں نے محیر العقول کارناموں سے تاریخ عالم میں انمٹ نقوش ثبت دیئے اور آئندہ نسلوں کے لئے یہ پیغام چھوڑا کہ جب سرورِ دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات پر مشکلات کا اس قدر ہجوم ہو سکتا ہے تو ہم کون ہیں جو کرب و اذیت کا شکوہ کریں۔

رسول کریم ﷺ کے صبر و استقامت کا ہر لمحہ ہمارے لیے پند و نصائح کا ایک ایسا مرقع ہے کہ اس سے روشنی حاصل کر کے ہماری افسردہ و ناکام زندگیاں حسرت و یاس، ناکامی و نامرادی اور عزم و ہمت کی پستی سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔ ضرورت صرف مضبوط ایمان اور قوت عمل کی ہے تاکہ اُسوۂ حسنہ کو اپنایا جا سکے۔

یہ رسول کریم ﷺ کے اُسوہء صبر و استقامت ہی کا ثمرہ تھا کہ نیتوں کے رُخ پلٹ گئے اور دلوں کے اقلیم میں انقلاب برپا ہو گیا۔ جو گردنیں اکڑی ہوئی تھیں، وہ جھکیں اور جو زبانیں انکار پر اڑی ہوئی تھیں، وہ اقرار کا کلمہ پڑھنے لگیں۔ جو قلوب اپنی سختی و شقاوت میں پتھر کو شرما رہے تھے، وہ پانی ہو گئے اور جو جہنم کے شعلوں کے لئے تیار ہو رہے تھے، وہ جنت کے ٹکٹ کی خریداری کو لپک لپک کر بڑھے۔ مکہ مکرمہ کی سرزمین جو توحید کی منادی کرنے والے پیغمبر اعظم و آخر (ﷺ) پر تنگ ہو چکی تھی، اب اسی بے بس و بے کس دُرِ یتیم کے جاہ و جلال، فتح و اقبال کے سامنے اپنی ساری وسعتوں اور پہنائیوں کے ساتھ پیش ہوئی اور خانہ کعبہ کا دروازہ اسی ہجرت کر جانے والے پردیسی (ﷺ) کے ہاتھوں نہیں بلکہ اس کے خادموں اور خدمت گزاروں کے ہاتھوں کھل کر رہا۔ جس اللہ کا نام زبان پر لانا منع تھا، اب

۱۲۴۶۱۱
Marfat.com

اُس کی بڑائی کی پکار عرب کے گوشہ گوشہ میں گونجی۔ اور اللہ کے بندے اور رسول (ﷺ) جن کو مکہ نے حقیر جانا اور طائف نے جن پر تمسخر کیا تھا، اس کی سچائی اور عظمت کی شہادت دینے پر اب مکہ و طائف، نجد و حجاز، یمن و عمان، دشت و جبل کے پیر و جوان، زن و مرد، غول کے غول جھپٹ جھپٹ کر آگے بڑھنے لگے۔ جس مجبور و بے کس کو اپنا عزیز و محبوب وطن مکہ مکرمہ، راتوں رات صرف ایک رفیق طریق کی معیت میں چھوڑنا پڑا تھا اور جس کے در و دیوار اُن کی عداوت کا عہد کر چکے تھے، اس کے آٹھویں ہی برس اس شان سے داخل ہوا کہ دس ہزار آہن پوش اس کے جلَو میں تھے اور لشکر اسلام کا منظر اس جاہ و جلال کا تھا کہ بڑے سے بڑے دشمن اسلام کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔

اسی فکری پس منظر کے ساتھ عزیزم تفسیر عباس نے ایک ضخیم جلد میں [محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کے ناقابل شکست عزم اور صبر و استقامت کو منتخب واقعاتِ سیرت کی روشنی میں آشکار کیا گیا ہے۔ نیز قرآنی ہدایت اور اُسوۂ نبوی کے حوالے سے صبر و استقامت کے جو موانع، محرکات اور ثمرات بیان کیے ہیں وہ عصری مسائل میں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ مؤلف نے اپنے مطالعہ کے نتائج کو صاف ستھری زبان اور مؤثر طرز استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کہیں الجھاؤ، تصنع اور لفاظی نہیں معلوم ہوتی، طرز بیان سادہ لیکن موثر ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کی یہ دستاویز اپنے مواد و معلومات، استدلال و مطالعہ، طرزِ تحریر و تاثیر اور لکھنے والے کے خلوص و حسن نیت، ہر اعتبار سے پڑھے جانے اور اشاعت پانے کی مستحق ہے۔ اس کے ذریعے سیرت محمدی کا خلاصہ اور اس کا نہایت دلآویز پہلو اور گوشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے، اور عصر حاضر کے لئے اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔ ان شاء اللہ شائقین سیرت اور مشتاقان جمال و کمال نبوت کو اس میں اپنی تسکین ذوق کے لئے کافی روح پرور لوازمہ دستیاب ہوگا۔

ہمیں پیشانی اس لئے دی گئی ہے کہ یہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کے حضور جھکی رہے اور آنکھیں اس لیے عطا کی گئی ہیں کہ ہم سید البشر رحمت عالم سیدنا محمد ﷺ ہی کی سیرت کا حسن و

Marfat.com

جمال دیکھتے رہیں۔ اُسوۂ حسنہ کا مطالعہ فکر و عمل کی ہر بیماری کا واحد اور کامل علاج ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ سیرت نبوی کی بے کراں وسعتوں میں نبی کریم ﷺ کے عظمت کردار کا یہ دل رُبا پہلو سیرت نگاروں اور قارئین ہر دو کے لئے بصیرت، حکمت، موعظت اور رہنمائی کا سامان ہو گا۔ حق یہ ہے کہ اس کتاب کو بار بار پڑھا جائے اور ہر خاص و عام تک پہنچایا جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولف کی اس بصیرت افروز کاوش کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے، ٹوٹتی اُمیدوں اور پست ہوتے حوصلوں کے لئے نئی اُمنگ پیدا کرنے کا وسیلہ ہو اور بالخصوص اُمت مسلمہ کے نوجوان نئے عزم و جذبے کے ساتھ اُسوۂ حسنہ کی تقلید کے قابل ہو جائیں۔ آمین!

بریگیڈیئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربی یوسف زئی
چیف ایسوسی ایٹ اکیڈمکس، فاؤنڈیشن یونیورسٹی اسلام آباد
مکان نمبر ۲۰۳، سیکٹر بی، عسکری ۱۴، راولپنڈی
۱۸ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

ہدیۂ تحسین

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ کی مبارک زندگی کا اہم ترین عنصر آپ کا بے پناہ جذبہء صبر واستقامت، اُولوالعزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی۔ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کو مصیبتوں، صعوبتوں، مشقتوں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو کرنا پڑا، اور پھر وہ اس حال میں بھی صابر و محتسب رہا ہو۔ آپ ﷺ نے یتیمی، فقر و فاقہ اور ضروریات کی عدم فراہمی پر صبر ہی فرمایا۔ آپ کو جھٹلایا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو شاعر، کاہن، جادوگر، مجنون اور جھوٹی باتیں گھڑنے والا کہا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو ستایا گیا اور گالیاں دی گئیں، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے پیارے چچا سردار ابو طالب اور غمگسار زوجہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو اپنے وطن سے نکالا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے خلاف جنگیں لڑی گئیں، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے پیارے چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے صاحبزادے اور نواسے وفات پا گئے، آپ نے صبر کیا۔ آپ کی طاہرہ و عفیفہ زوجہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فحش بہتان لگایا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے اقرباء کو قتل کیا گیا، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر ظلم کیا گیا، دعوت حق کے راستے میں پیارے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادتیں ہوئیں، اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن کو دفنایا اور انتہائی رنجیدہ ہوئے لیکن صبر سے کام لیا، آپ کے متبعین کو جلاوطن کیا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ نے قریب کی بدمزاجی اور بعید کے حملے، باطل مخالف قوت اور جھٹلانے والوں کی زیادتی پر صبر فرمایا۔ آپ نے دُنیا کی زینت اور اس کے سنگھار سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ آپ زندگی بھر ہر طرح کے حالات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ جب بھی دشمنوں کی باتوں سے رنجیدہ ہوئے تو آپ کو

Marfat.com

یاد دہانی کرائی گئی:

{فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ} (سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۳۰)

''سو اس پر صبر کیجئے جو وہ کہتے ہیں۔''

جب بھی دشمن کا خوف محسوس ہوا اور دشمنوں کے منصوبوں کے باعث آپ کی نیند اُچاٹ ہوگئی تو آپ کو یاد دہانی کرائی گئی:

{فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ}

(سورۃ الاحقاف ۴۶:۳۵)

''پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا۔''

وسیع الظرفی، عظمتِ صبر و استقامت، تکالیف کی برداشت اور ثباتِ قلبی میں آپ ضرب المثل تھے اور آپ صابرین کے قائد اور شاکرین کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کا اسمائے مبارکہ میں آپ کا ایک صفاتی نام ''صابر'' بھی ہے۔ صابر کے معنی ہیں صبر کرنے والا، تحمل والا، بردبار۔ طائف میں بنو ثقیف اور ان کے چھوکروں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ درشتی کا معاملہ کیا اور آپ کو سنگریزے مارے لیکن آپ نے صبر کیا اور فرمایا مجھے اُمید ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا:

{وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ} (سورۃ النحل ۱۶:۱۲۷)

''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

((ما رایت اشد وجعا من رسول اللہ ﷺ))

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۶۴۷)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی تکلیف سے زیادہ سخت تکلیف کسی کی نہیں دیکھی۔''

رسول اللہ ﷺ کو ہی زیبا تھا کہ وہ لب کشائی فرماتے:

((الصبر ردائی)) (میزان الحکمۃ)

Marfat.com

"صبر میری ردا (چادر) ہے۔"

آپ ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر خواہ وہ رضامندی یا ناراضگی کا ہو، امن و سلامتی یا جنگ کا ہو، فراخ دستی یا فقر کا ہو، ان تمام مقامات پر صبر جمیل اور استقامت و ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ "امام الصابرین" صبر کرنے والوں کے امام بھی کہلائے اور ساتھ ہی "قدوۃ الشاکرین" شکر گزاروں کے لئے نمونہ بھی بنے۔

مکہ میں جو شخص بھی اسلام لایا، اس پر مظالم ڈھائے گئے۔ آپ جب کسی غلام پر ظلم ہوتا دیکھتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس کا اندازہ اس سے لگانا مشکل نہیں کہ جب سیدنا عمار بن یاسرؓ انگاروں پر لٹائے گئے تو آپ نے گزرتے ہوئے ان کے لئے تخفیف عذاب کی دعا یوں فرمائی:

((یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ عمار کما کنت علی ابراھیم)) (الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۱۸۸)

"اے آگ عمارؓ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی۔"

ایسے حالات میں آپ ہر ممکن مداوا فرماتے۔ اُنہیں صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ خاندان یاسر پر ظلم ہوتے دیکھ کر فرماتے:

((اصبروا ال یاسر فان موعدکم الجنۃ))

(مجمع الزوائد، دار الکتاب، ج ۸، ص ۲۲۷)

"اے آل یاسر! صبر کرو، تم سے جنت کا وعدہ ہے۔"

سیدنا خباب بن الارتؓ نے دشمن کے مظالم کا ذکر کیا جو اِن پر روا رکھے جاتے تھے تو اُن کو صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((کان الرجل فیمن قبلکم یحفر لہ فی الارض فیجعل فیہ، فیجاءُ بالمنشار فیوضع علیٰ راسہ فیشق باثنتین، وما یصدہ ذلک عن دینہ، و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم او عصب، وما یصدہ ذلک عن دینہ، واللہ! لیتمن ھذا الامر حتیٰ یسیر الراکب من صنعاء الیٰ حضر موت لا

Marfat.com

یخاف الا اللہ، او الذئب علی غنمہ، ولٰکنکم تستعجلون))

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۱۲، ۶۹۴۳)

''(تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزر چکے ہیں، ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں) ان میں سے ایک آدمی کو لایا جاتا تھا، اس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اُس کے سر پر آرا چلا کر اُس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے۔ یہ سارا ظلم بھی اس کو اس کے دین سے روک نہ سکتا تھا۔ اسی طرح کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسائے جاتے اور ہڈیوں اور پٹھوں تک گوشت نوچ لیا جاتا تاکہ وہ ایمان سے باز آجائیں۔ اللہ کی قسم! یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہوگا جس کا وہ خوف کرے، صرف بھیڑیئے کا ڈر ہوگا کہ کہیں اس کی بکری نہ پھاڑ کھائے لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔''

دعوت الی اللہ کے معاملے میں آپ کا صبر واستقامت اُسوہ حسنہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی عمارت کی تکمیل فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اللہ کی راہ میں ایسے ستایا گیا کہ کوئی دوسرا نہیں ستایا گیا۔ مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر خوف زدہ کیا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا، مجھ پر تین سالوں کے دن اور راتیں اس طرح گزریں کہ میرے اور میرے عیال کے لئے کوئی چیز کھانے کو نہ تھی سوائے اس کے جو بلال رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں چھپائے رکھتے۔''

(مسند أحمد (مجلد واحد)، حدیث نمبر: ۱۱۸۰۲)

اُحد کے دن آپ کے مبارک دانتوں کی رباعی ٹوٹ گئی، آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا، زخموں نے آپ کو کمزور کر دیا۔ مگر میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ صبر واستقامت سے جمے رہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک نبی علیہ

Marfat.com

السلام کو مارا اور لہولہان کر دیا۔ وہ اپنی خون آلود پیشانی صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

((اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون))

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۷)

''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے، یہ لوگ (مجھے) جانتے نہیں ہیں۔''

آپ ﷺ کا صبر ختم نہیں ہوا اور آپ کی استقامت ماند نہیں پڑی۔ آپ ایک صابر اور ثابت قدم مجاہد کی صورت میں ایک معرکے سے دوسرے معرکے اور ایک مشقت سے دوسری مشقت کی طرف چلتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مراحل دعوت میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ کوہِ گراں کی طرح جمے رہے اور پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور نہ ہی اس کی شکایت کی بلکہ فرمایا:

''میرے رب! اس حال میں اگر تو راضی ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔''

المختصر یہ صبر ہی کا نتیجہ تھا کہ نہایت ہی قلیل عرصے میں سرزمین حجاز کے بدو اور بے تہذیب انسان موم کی طرح پگھل کر ایک نئے نظام میں ڈھلتے گئے اور دُنیا میں تہذیب و شائستگی کے منارۂ نور اور امام بنے۔ ان کے امام اور قائد، صبر و استقامت کے کوہِ گراں محمد رسول اللہ ﷺ پر لاتعداد درود و سلام ہو جو اس کے مستحق اور سزاوار ہیں اور اس نسبت سے پیارے پیارے تلمیذ رشید تفسیر عباس ہدیہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی زندگی میں دین اسلام کی خدمت کیلئے برکتیں نصیب فرمائے۔ (اللھم آمین!)

وصلی اللہ علی نبینا الکریم وعلی آلہ الطیبین الطاھرین و علی اصحابہ اجمعین ومن تبعھم الی یوم الدین۔

ڈاکٹر نور حیات خان
کوآرڈینیٹر شعبہ علوم اسلامیہ
معاون: ششماہی تحقیقی و علمی مجلہ ''البصیرہ''
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

Marfat.com

حرفِ تمنا

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على المبعوث رحمة للعٰلمين محمد بن عبدالله الصادق الامين و على اٰله و صحبه و التابعين و بعد!

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی گرامی شخصیت انبیاء و مصلحین عالم میں اس لحاظ سے مسلمہ طور پر شان امتیاز کی حامل ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو تاریخ کی پوری روشنی میں ہے۔ شمع رسالت کے پروانوں نے آپ کے احوال و اخبار اور شمائل و فضائل ہی نہیں ہر ہر ادا کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا اور ہر دور میں حاملین علم کا ایک معزز و محترم گروہ نسلاً بعد نسلٍ ابلاغ کے اس مقدس فریضہ پر سرفراز ہوتا رہا۔ زہے نصیب اس اُمت کے جس کا نور بصیرت ابدی ہدایت کا نسخۂ کیمیا (قرآن کریم) اور جس کے ہادی و مولا کا اُسوۂ حسنہ و کاملہ مثل آئینہ مصفّا۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے بنی نوع انسان کو ایک ہمہ گیر اخلاق کی تعلیم دی۔ اسلامی نظامِ اخلاق کے عنوانات میں سچ بولنا، عہد پورا کرنا، عفو و درگزر، حسن سلوک، رحم و کرم، نرمی، عدل و انصاف، محبت و شفقت، صلح پسندی، تواضع و انکسار، مہمان نوازی، امانتداری، شرم و حیاء، سخاوت، ایثار، زہد و قناعت اور صبر و استقامت وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ پھر صرف محاسن اخلاق ہی کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ ان رذائل سے بھی منع کیا گیا جو انسان کو اسفل السافلین کے زمرہ میں شامل کر دیتے ہیں۔

[محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] کے عنوان سے نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد (شعبہ علوم اسلامیہ) کے پی ایچ ڈی اسکالر تفسیر عباس نے سیرت نبوی کا ایک دلفریب مجموعہ مرتب کیا ہے۔ ایسے موضوع پر قلم اٹھانا آج کے تقاضوں

Marfat.com

کے عین مطابق ہے۔

راہِ دین میں صبر و استقامت، نبوی عظمتِ کردار کے ان گنت دلآویز پہلوؤں میں سے ایک زیباترین پہلو ہے جسے نبی کریم ﷺ نے روح عطا کر کے زندہ کیا، جسے پامال ہونے سے بچایا اور انسانیت کے لئے متعارف کروایا۔ صبر و استقامت جیسی عظیم الشان صفت جسے عرب کے جنگجو اور عصیان و تمرّد میں اپنی مثال نہ رکھنے والے باشندوں نے کچل دیا تھا اور اس سے روح نکال لی گئی تھی۔ لات و عزّٰی کے گمراہ پجاری سرتاپا کفر و شرک اور نفس پرستی میں غرق تھے۔ ان کو دعوتِ حق دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا تھا، لیکن میرے ماں باپ قربان جائیں اس یگانہء روزگار ذات اقدس ﷺ پر کہ ظلمت کدہء عرب میں یکہ و تنہا دعوتِ توحید لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ساحر، مجنون اور کاہن جیسے بیہودہ الفاظ سے یاد کیے گئے، سینہء اطہر ظلم و ستم کے تیروں کا ہدف بنا، سرِ اقدس پر جور و جفا کے پتھر برسائے گئے، چودھویں کے روشن چاند کی طرح جگمگاتا چہرہ خوں میں نہلایا گیا، اولوں کی طرح چمکدار دندان مبارک معرکے میں شہید کئے گئے، پشتِ مبارک پر اونٹ کی اوجھ اور غلاظت ڈالی گئی، راہ دین میں مقدس پاؤں کانٹوں سے چھلنی ہوئے مگر آپ ﷺ نے ہر موقع پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور بڑی خندہ پیشانی سے ان کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ کے صبر و استقامت پر دُنیا کی عقلیں حیران رہ گئیں سآپ نے صبر و استقامت کے ایسے باب رقم کیے جن کی نظیر نہیں ملتی اور اس کا صحیح مفہوم متعارف کرا کے اس کو ہدیہ کے طور پر بشریت کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر مصائب و آلام میں صبر و استقامت دکھانے والا کوئی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾} (سورۃ النحل ۱۶:۱۲۷)

"اور آپ صبر کیجئے اور نہیں ہے صبر کرنا آپ کا مگر اللہ (کی توفیق) سے ہی، اور نہ غم کریں آپ ان پر اور نہ ہوں آپ تنگی میں اس سے جو وہ سازشیں کرتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ یتیمی، فقیری، احتیاجی، بھوک اور حاجت و مشقت کی حالت میں صابر

Marfat.com

رہے۔ آپ سے کوئی حسد کرتا، گالی دیتا، دشمن کبھی غالب ہوتا تو صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے۔ آپ نے وطن چھوڑنے، گھر سے نکالے جانے اور اپنے اہل سے دور کیے جانے پر صبر کیا۔ آپ نے عزیزوں کے قتل، اصحاب رضی اللہ عنہم کی خون ریزی، پیروکاروں کے ستائے جانے، دشمن کے اجتماع، مکار لوگوں کے جھوٹ، جبار لوگوں کے تکبّر، اعراب کی جہالت، بادیہ نشینوں کی زیادتی، یہودیوں کے مکر و فریب، نصرانیوں کی سرکشی، منافقوں کی خباثتوں اور مختلف افواج کے حملوں پر صبر کیا اور استقامت سے اپنے مشن پر جمے رہے۔ آپ قریبی لوگوں کی ترش روئی، دور والوں کی فوج کشی، باطل کے چڑھ آنے اور منکرین کی سرکشی پر صابر رہے۔ آپ نے دنیا کی زیب و زینت، اس کے سونے اور چاندی سے صبر کیا اور ان میں سے کسی کے ساتھ کچھ تعلق نہ رکھا۔ آپ ولایت کی چمک، منصب کی دھمک، ریاست کی خواہش سے صابر رہے اور ان تمام باتوں میں اپنے رب کی رضا کے طالب رہے۔ آپ زندگی کے ہر موڑ پر صابر و شاکر رہے۔ صبر و استقامت آپ کی زرہ اور ڈھال ہے اور آپ اس کے صاحب و حلیف ہیں۔ جب بھی دشمنوں کی باتیں اذیت کا باعث بنتیں تو آپ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے:

{فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ} (سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۳۰)

"سو اس پر صبر کیجئے جو وہ کہتے ہیں۔"

اور جب بھی کوئی معاملہ شدید اور تنگ ہو جاتا تو آپ کے وردِ زبان ہوتا:

{فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱} (سورۃ یوسف ۱۲:۱۸)

"پس صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔"

اور جب آپ دشمن کی ہولناک سخت گیری کا معائنہ فرماتے اور کفّار کی چالیں پریشانی کا باعث بنتیں تو آپ یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے:

{فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ}

(سورۃ الاحقاف ۴۶:۳۵)

"پس تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا۔"

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا صبر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد، اس کے وعدے پر اطمینان، اس کی طرف جھکنے اور اس سے ثواب کی اُمید کرنے کی وجہ سے پکا و سچا صبر تھا۔ آپ کا صبر اُس شخص کا سا صبر ہے جو یہ جانتا ہے کہ عنقریب اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا، آخر کار فتح اسی کی ہے، اللہ اس کے ساتھ ہے اور اللہ اسے کافی ہے۔ آپ نازیبا کلمات پر صبر کرتے، پریشان نہ ہوتے۔ تکلیف دہ بات پر صبر کرتے، اس سے بے قرار نہ ہوتے اور ارادی ایذا پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے، اس سے نالاں نہ ہوتے۔ آپ کے شفیق چچا ابو طالب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے صبر کیا۔ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا فوت ہوئیں تو آپ نے صبر کیا۔ آپ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے آپ نے صبر کیا۔ مکہ مکرمہ سے دور ہوئے تو آپ نے صبر کیا۔ آپ کے بیٹے اور نواسے فوت ہوئے تو صبر کیا۔ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو آپ نے صبر کیا۔ آپ کی تکذیب کی گئی تو آپ نے صبر کیا۔ کافر و بے دین لوگ آپ کو شاعر، کاہن، جادوگر، مجنون، کاذب، مفتر (افترا و جھوٹ بنانے والا) کہتے تو آپ صبر کرتے۔ کافروں نے آپ کو وطن سے نکالا، تکالیف دیں، گالیاں دیں، لڑائی کی اور محصور کیا لیکن آپ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ کیا صبر کی تعلیم آپ ہی سے نہیں ہے؟ کیا آپ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے کہ صبر و استقامت میں اس کی اتباع کی جائے؟ رسول اللہ ﷺ وسیع الصدر، عظیم، عمدہ حسن سلوک اور شجاعت و بہادری میں ضرب المثل ہیں۔ آپ صابروں، شاکروں اور استقامت دکھانے والوں کے امام ہیں۔

صبر و استقامت انسانی زندگی کا وہ کمال ہے جس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تعریف کرتے ہوئے صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کو نوازشوں اور رحمتوں کی نوید سنائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝}

(سورۃ البقرہ ۲: ۱۵۵۔۱۵۷)

Marfat.com

"اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے، جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والے جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا والہانہ استقبال کیا جائے گا، بہشت ان کے قدموں کی منتظر ہو گی، ملائکہ حتیٰ کہ رضوان بھی ان کے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔ ملائکہ جب ان کے استقبال کے لئے سامنے آئیں گے تو ان کلمات کے ساتھ صابرین کو خوش آمدید کہیں گے:

{سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ} (سورۃ الرعد ۱۳: ۲۴)

"سلام ہو تم پر اس صبر کی وجہ سے جو تم نے دُنیا میں اختیار کیا تھا۔"

قرآن کریم کی رُو سے صبر و استقامت عظیم ترین فضیلت انسانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اور سیرت طیبہ میں بھی جس قدر صبر و استقامت پر تاکید کی گئی ہے کسی اور فضیلت پر اتنی تاکید نہیں ہوئی۔

سیرت طیبہ کی اس کتاب [محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] میں جن واقعات کو پیش کیا گیا ہے اُن کا استناد اس تحریر کو ایک علمی وقعت عطا کرتا ہے۔ تمام حوالہ جات کی تخریج بھی موجود ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک مسلکی تعصبات کی چھاپ سے کلی طور پر مبرا ہے۔ میری رائے میں تو اِس کتاب کو ہر طالب علم کے ہاتھ میں دینا چاہیئے۔ الحمد للہ! کتاب کا اسلوب بہت سادہ، رواں اور شگفتہ ہے چنانچہ ایک دفعہ آدمی پڑھنا شروع کرے تو پڑھتا ہی چلا جائے پھر رکنے کو جی نہیں چاہتا اور قاری کی دلچسپی شروع سے آخر تک برقرار رہتی ہے۔ کتاب اللہ کے بعد سیرت نبوی اور اُسوۂ محمدی ہی وہ واحد منبع ہے جس سے مسلمانوں کی زندگی سنورتی اور انسانی معاشرے میں سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اُسوۂ حسنہ کے خلق عظیم بالخصوص صبر و استقامت کی جتنی ضرورت اس عہد انتشار و نفاق میں ہے شاید اتنی ضرورت پہلے کبھی نہ رہی ہو۔ ہماری دینی، اخلاقی اقدار ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ہم سستی، کاہلی،

Marfat.com

جزع، بے صبری، ضد اور ہٹ دھرمی میں گرفتار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کے خوشہ چین ہی حسن معاشرت و معاملت کا سبب بن سکتے ہیں اور دُنیا و آخرت کی بھلائیاں سمیٹ سکتے ہیں۔

کاش! یہ صفحات اُن قوموں تک پہنچیں جن سے انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ قرطاس ان کی ہدایت کا سبب بن جائیں اور وہ لوگ جو جہالت اور اندھے تعصب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کرنے والوں کے پیچھے چل رہے ہیں، رک جائیں اور صراط مستقیم کو اپنا کر راہ یاب ہو جائیں۔ اس کتاب کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل کو نبی کریم ﷺ کے اُسوہ صبر و استقامت سے متعارف کرایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات باعثِ تکوین روزگار تھی۔ آپ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تھے۔ رحمت دو عالم تھے، فخرِ موجودات تھے۔ جس عظیم مقصد کے لئے آپ مبعوث ہوئے اس کی خاطر پہلے انبیاء علیہم السلام بھی قربانیاں دیتے چلے آئے تھے۔ راہ حق میں بلاکشی انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔ آپ ﷺ جب امام الصابرین اور قدوۃ الشاکرین ٹھہرے تو لازم تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں بلاکشی کی دستارِ فضیلت بھی آپ کے سرِ اقدس پر رکھی جائے۔ جاہلیت زدہ لوگوں کو روشنی کی راہ پر لانے کے لئے آپ نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں؟ تبلیغِ حق کی پاداش میں کیسے کیسے مصائب اور ظلم و ستم کا آپ کو سامنا کرنا پڑا؟ لیکن آپ نے بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور اُمت کو یہ درس دیا کہ جان جائے تو جائے لیکن راہِ حق میں تمہارے قدم ڈگمگانے نہ پائیں۔ آخر اس کا انجام حق کو فتح اور باطل کو شکست نصیب ہوئی۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساٹھ بُت تھے، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ چھڑی کی نوک سے اُن بتوں کو مارتے جاتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے جاتے تھے۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۷۲۰)

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

{جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۸۱}

(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۱)

"حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نیست و نابود ہونے والا۔"

{جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝۴۹} (سورۃ سبا ۳۴:۴۹)

"حق آگیا اور باطل پہلی بار اُبھر سکا نہ دوبارہ ہی اُبھرے گا۔"

آج بھی اُمت مسلمہ کا احیاء اور اسلامی تحریکوں کی فتح، میری رائے میں اسی دعوت کو اسی انداز میں لے کر کھڑے ہو جانے پر منحصر ہے جس کی جھلک ہمیں [محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] میں نظر آتی ہے۔ مجھے بے حد مسرت ہے کہ میں تفسیر عباس کی کتاب کے لئے یہ سطور لکھ رہی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بھائی کو اس کاوش کا پورا فائدہ عطا فرمائے اور اس کے نامۂ اعمال میں اس کا اجر و ثواب لکھ دے اور اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرما دے اور اس کتاب کو ایک نفع مند علم اور عمل صالح کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو ایسا عمل بنائے جس کا اجر و ثواب اس کی موت کے بعد بھی منقطع نہ ہو۔ نیز رسول کریم ﷺ کا پیغام صبر و استقامت گھر گھر پہنچے اور یہ تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور نوجوان نسل کے لئے بالخصوص نسخہء کیمیا ہو۔ آمین یارب العالمین!

عافیہ مہدی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

الحمد لله الذی یفعل ما یشاء جعل أمر المؤمن خیرا فی السراء والضراء،وأشهد أن لا اله الا الله وحده لا شریك له، رب الارض والسماء، وأشهد أن سیدنا محمداً عبده و رسوله، الشاکر لله فی السراء، والصابر فی الضراء، صلی الله علیه وعلی آله وصحبه۔ أما بعد!

رب علیم وحکیم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھ جیسے کمزور بندے کو تمام دُنیا کے مقاصد ومشاغل سے یکسو بنا کر اپنے دین کی خدمت لی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے اس پرکشش اور عظیم پہلو کے متعلق یہ اوراق ترتیب دینے کی توفیق عنایت فرمائی۔

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ} (سورۃ الاعراف ۷:۴۳)

”تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہماری اس بارے میں راہ نمائی فرمائی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا، تو ہم ہدایت نہیں پانے والے تھے۔“

ان اوراق میں موجود خیر محض اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کوئی شر ہے تو وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک فتویٰ دینے کے بعد کتنی خوبصورت بات فرمائی:

((فان یك صوابا فمن الله۔ وان یك خطا فمنی ومن الشیطان، والله ورسوله ﷺ بریئان)) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:۲۱۱۶)

Marfat.com

"سو اگر وہ صحیح ہوا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر وہ غلط ہوا تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔"

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا راقم الحروف پر خصوصی کرم اور احسان عظیم ہے کہ اس نے زمانہء طالب علمی ہی میں سیرت النبی جیسے نازک و شیریں اور پُرکشش موضوع کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرما دیا اور ایم فل علوم اسلامیہ میں [درس گاہ صفہ کا نظام تعلیم و تربیت] کے موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ مرتب کیا جس میں مدنی عہد نبوت میں علوم و فنون اور تعلیم و تعلم کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔ اس تحقیقی مقالہ کو زاویہ پبلشرز لاہور نے اعلیٰ علمی اور طباعتی ذوق سے شائع کیا۔ نبوی نظام تعلیم و تربیت کا یہ گلدستہ جب اہل علم کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے بندہ کی اس کاوش کو پذیرائی بخشی، جس سے راقم کا حوصلہ بہت بلند ہوا اور سرور دو عالم ﷺ کی سیرت پر لکھنے کا شوق بڑھ گیا۔ جسے بندہ اپنے لیے دُنیا و آخرت کی پونجی سمجھتا ہے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خاص کرم ہوا کہ سیرت پر لکھی گئی کتب میں مذکورہ کتاب، سال ۲۰۱۵ء کی بہترین کتاب قرار پائی اور حکومت پاکستان کی جانب سے قومی سیرت النبی کانفرنس کے موقع پر اوّل صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ بندہ نے محض غلاموں میں نام لکھوایا تھا، تاہم انہوں نے نواز دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت میں کبھی کوئی محروم نہیں رہا۔

قطرہ مانگے جو کوئی تو اُسے دریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے، اپنی تمنا دے دے

محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دوسری کتاب [محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ تو فطری بات ہے کہ انسان کی کوئی علمی و دینی کاوش منظر عام پر آئے تو اُسے خوشی و مسرت کا احساس ہوتا ہے، لیکن اس کتاب کی اشاعت میرے لیے خاص طور پر باعثِ مسرت اور اس سے بڑھ کر باعث سعادت ہے کیونکہ اس کی نسبت بھی آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی و امی و نفسی و کل شیء عندی) کی حیات طیبہ سے ہے۔ کیا عجب کہ ایک گناہ گار غلام کی

Marfat.com

یہ بے سواد تحریر اُس کے آقا کی بارگاہ کرم میں مقبول ہو جائے اور قیامت کے دن پیش گاہ ربانی میں ان کی طرف سے اشارہ ہو جائے کہ اس کا شمار بھی میرے غلاموں میں کر لیا جائے۔

مجھے یہ دعویٰ ہر گز نہیں ہے کہ میں نے کوئی ایسی چیز پیش کی ہے جو پہلے لوگوں کی استطاعت سے باہر تھی۔ رسول کریم ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے اور آپ کی سیرت کے بہت سے نمایاں پہلوؤں کو روشناس کروانے کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو رقیق القلب ہو، زُود فہم ہو، اعلیٰ ذہانت کا مالک اور پختہ ایمان کا حامل ہو۔ اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ میری یہ جدو جہد اکمل اور ہر عیب سے پاک ہے کیونکہ یہ تو انبیاء اور رسولوں کا مقام ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس نے تمام علوم کا احاطہ کر لیا وہ جاہل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

{وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵} (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۵)

"اور تمہیں تو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

اپنے اُن بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت و محبت اور امتنانِ تشکر پیش کرتا ہوں، جن کی نگاہِ لطف و کرم اور ذرہ نوازی نے خاکسار کو آدمی بنایا اور جن کی دُعائیں، رہنمائی اور تعاون ہر لمحہ شامل حال رہا۔ خصوصاً بریگیڈیئر ڈاکٹر فضل ربی جنہوں نے میری فرمائش پر اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا اور اس کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں نہایت محبت و شفقت سے راہنمائی فرمائی، نیز بڑی محبت سے کتاب کے لئے بابرکت کلمات تحریر فرمائے، جو ان کے رسول کریم ﷺ سے والہانہ عشق اور نئے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی کی دلیل ہے۔

شکر گزار ہوں ڈین فیکلٹی آف ہائر اسٹڈیز، ڈاکٹر شذرہ منتور کا جو ریسرچ اسکالرز سے ہر ممکن تعاون اور اُن کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتی رہتی ہیں۔ صدر شعبہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری جن کا سایہ شفقت ہر علمی و تحقیقی کام میں ہمیشہ میرے اُوپر قائم رہتا ہے اور قدم بہ قدم میری علمی و فکری رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ میں اپنے اُستاد گرامی ڈاکٹر نور حیات

Marfat.com

خان کا ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے لئے اپنی مصروف ترین زندگی سے وقت نکالا اور اس کی تیاری میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ اُن کی معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایات میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایۂ افتخار ہیں۔ نیز بے حد شکر گزار ہوں اُستاذہ عافیہ مہدی کا جنہوں نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔

نیز میرے شکریے کے لائق شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے تمام اساتذہ کرام ہیں جنہوں نے نہایت فراخ دلی سے استفادہ کے مواقع فراہم کئے، جس کے نتیجے میں میرے لئے تحقیق کے مراحل آسان ہو گئے۔ حق تشکر ادا نہیں ہو سکتا جب تک اُن مصنفین کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں نے زیر تحقیق موضوع سے متعلقہ اپنی تصنیفی یادگاریں چھوڑیں، جو رات دن میرے مطالعہ میں رہیں اور میرے لئے رہنمائی کا سامان بنیں۔ (فجزاهم الله خير الجزاء)

ادارہ ''زاویہ پبلشرز'' نے ایک قلیل مدت میں جن علمی آثار کے انبار لگائے ہیں، ان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شائع ہونے والی کتابوں کو ایک تخصیص حاصل ہے۔ یہ خوش آئند ہے کہ یہ ادارہ معیاری کتب سیرت کی اشاعت میں ایک امتیاز حاصل کر رہا ہے، جو ایک ایسی سعادت ہے جو لائق رشک ہے۔ اس کتاب کی طباعت کے تمام مراحل کی نگرانی بھی زاویہ پبلشرز لاہور کے مدیر برادر محترم نجابت علی تارڑ نے ہی کی ہے۔ اس گرانقدر کوشش پر میں ان کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔

عزیزان القدر محمد طٰہٰ اقبال حسینی اور شان زے حسین اقبال حسینی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اُن کی شرارتوں سے گھر کا ماحول خوبصورت بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی عمر دراز فرمائے اور نیک بنائے۔ میں اپنی اہلیہ اُم طٰہٰ حسینی کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنے اللہ سے اجر و ثواب کی اُمید لگائے، میری ہر طرح کی مدد اور ہمت افزائی کی، میرے لیے لکھنے پڑھنے کا بڑا خوبصورت ماحول فراہم کیا، یہاں تک کہ میں نے

Marfat.com

رب العالمین کی توفیق و تائید سے اس مبارک کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد، وہ میرے ارادوں کی تکمیل کے لئے، میرے ساتھ بہت ہی تعاون کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں ایسا اچھا بدلہ دے جیسا وہ اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔

آخر میں اہل علم سے گزارش کروں گا کہ وہ جہاں کہیں سقم پائیں آگاہ فرمائیں تاکہ اس کاوش کو مزید بہتر انداز میں پیش یا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتجی ہوں کہ وہ سیرت طیبہ کے متعلق اس کاوش کو میرے والدین، سرپرستوں، اساتذہ اور طلبہ سب کے لئے نفع بخش بنائے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی معطر و پاکیزہ سیرت کی اتباع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، ہم سب کے دماغوں اور دلوں کو علم و عرفان سے روشن کر دے، زندگی کے آخری لمحات تک ہمیں حق پر صبر و استقامت دے، اور دعوت الی اللہ کی راہ پر گامزن رکھے۔ (انه قریبٌ مجیبٌ)

یہ صفحات قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اس امر کا اقرار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کی شانِ رفیع کو جس طرح بیان کرنا چاہیئے یہ گنہگار اس کا معمولی سا حصہ بھی بیان نہیں کرسکتا۔ پھر اس مسئلے پر جو جلیل القدر علماء اور ائمہ مجتہدین کے ہاں زیر قلم رہا ہے، مجھ جیسا کم علم، ناتواں اس پر کیا لکھ سکتا ہے۔ یہ تو بس چند تصویریں ہیں جو مطالعہ سیرت کے دوران بندہ ءناچیز کے ذہن پر نمودار ہوئی ہیں جنہیں جذب و شوق کے ساتھ محفوظ کیا لیا گیا ہے۔ البتہ اتنا ضروری ہے کہ جو لکھا ہے وہ اس عشق اور محبت سے متاثر ہو کر لکھا ہے جو اس گنہگار کے دل میں محبوبِ کبریا ﷺ کے متعلق پایا جاتا ہے۔ (اللھم تقبل و بارك و زدفزد)

اُمید کرتا ہوں کہ رسول کریم کے اُسوہ ءصبر و استقامت کی یہ تحریر پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں کو روشنی سے معمور کرنے کے ساتھ ساتھ قوت و حیات عطا کرے گی، ایمان کو پروان چڑھائے گی، اخلاق کو پاکیزگی بخشے گی، نبرد آزمائی کا شعلہ روشن کرے گی، سچائی کو سینے سے لگانے اور اس کے ساتھ وفا کا حق ادا کرنے کا جذبہ عطا کرے گی۔ ان شاء اللہ!

Marfat.com

بقول علامہ محمد الغزالی:

((انّنی اکتب فی السیرۃ کما یکتب جندیٌّ عن قائدہ او تابعٌ عن سیّدہ او تلمیذٌ عن استاذہ، ولست..... الصلۃ بمن یکتب عنہ۔ ان المسلم الذی لا یعیش الرسول فی ضمیرہ ولا تتبعہ بصیرتہ فی عملہ و تفکیرہ، لا یغنی عنہ ابدا ان یحرك لسانہ بالف صلاۃ فی الیوم واللیلۃ))

(فقہ السیرۃ، ص ص ۴۔۶)

''میری تحریر کا انداز وہی ہے جو اس سپاہی کا ہوگا جو اپنے قائد کے بارے میں لکھ رہا ہو یا ایک خادم اپنے آقا یا ایک شاگرد اپنے مرشد کے بارے میں، میں کوئی غیر جانبدار مؤرخ نہیں ہوں جس کا اُس ذات سے کوئی رشتہ نہ ہو جس کی تاریخ وہ لکھ رہا ہے۔ بے شک وہ مسلمان جس کے قلب وضمیر میں رسول اللہ ﷺ نہیں بستے اور جس کی بصیرت فکر و عمل میں اُن (ﷺ) کے اتباع میں نہیں چلتی، ایسا شخص دن رات میں ہزار بار درود اپنی زبان پر لائے، اس کے کسی کام کا نہیں۔''

میرے اللہ! آپ سے ملاقات کا بے حد شوق اور اشتیاق ہے۔ جب میں اس دُنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان میں جاؤں تو اپنی رحمت، چاہت اور فضل کے ساتھ اپنا دیدار نصیب فرمانا۔ میرے مولا! تیرے قرآن نے بتلایا ہے کہ جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی۔ میں خواہش کروں گا کہ مجھے اپنے والدین کے ہمراہ کر دے نیز میری والدہ محترمہ جنہوں نے میرے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ، اہل بیت رسول علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی محبت اپنے دودھ کے ساتھ ہی ودیعت کر دی اور میرے والد محترم، جن کی تربیت نے میرے دل میں اِس محبت کو راسخ کر دیا، اس کتاب کا اجر اُن دونوں کے میزان میں رکھ دے جس دن نہ دولت نفع بخش ہوگی اور نہ ہی اولاد۔ پھر میں یہ خواہش کروں

Marfat.com

گا کہ مجھے اس کتاب کا ایک نسخہ یہاں جنت میں فراہم کر دے۔ پھر میں وہ نسخہ لے کر، اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کے محل کے باہر دستک دوں گا۔ پیارے رسول ﷺ سے بغل گیر ہو کر ملوں گا۔ آپ کی جبین مبارک چوموں گا اور پھر [محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے کوہِ گراں] کا نسخہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہاں جی بھر کے آپ ﷺ کے رُخ زیبا کا دیدار اور باتیں کروں گا۔

اے مولائے کریم! ہم سب کو اپنے پیارے رسول ﷺ کے ہاتھوں سے قیامت کے دن حوض کوثر کا فرحت بخش جام نصیب فرمانا، اُس دن جب آپ مسکراتے ہوئے وہاں رونق افروز ہوں گے اور اپنے اُن اصحاب کا جنہیں آپ پہلے دیکھ چکے تھے اور اُن کا بھی جنہیں پہلے نہیں دیکھا تھا اور اُن سے ملنے کے مشتاق تھے، استقبال کریں گے۔ اور فردوس بریں میں اُن کا پڑوس نصیب فرمانا۔ آمین یارب العالمین!

لوگ تو حسن عمل لے کے چلے روز حساب
سرورا (ﷺ) ہم تو فقط تیرے سہارے ہوں گے

یہ کتاب اس کی صحت و استحکام کے سلسلے میں کی گئی تمام تر کوششوں کے باوجود یقیناً عیب و نقص سے خالی نہیں ہوگی، لہٰذا محقق اور نکتہ سنج حضرات سے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ ایسے مقام پر عفو و درگزر سے کام لیں اور اپنی تعمیری تنقید اور آراء سے مستفیض فرمائیں۔ اور اگر موضوع کتاب سے متعلق کوئی نیا مطلب دریافت کریں تو بذریعہ ای میل / فیس بک / فون آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اسے شامل کر کے آپ کا مشکور و ممنون رہوں۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں:

((احب اخوانی الی من اهدی الی عیوبی))

"میرے نزدیک سب سے محبوب بھائی وہ ہے جو مجھے میرے عیوب کا تحفہ دے۔"

((سبحانك اللهم! وبحمدك، اشهد ان لا اله الا انت استغفرك، واتوب اليك))

Marfat.com

”اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے اور تیری ہی تعریفیں ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔“

الفقیر الی عفو ربہ

تفسیر عباس بن محمد اقبال
گاؤں/ڈاکخانہ گاہی، تحصیل کلر کہار، ضلع چکوال
فیس بک/ای میل: islamicplus@yahoo.com
سیل فون: +92 336 522 5183

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ بمطابق ۳۰ مارچ ۲۰۱۶ء

Marfat.com

اسلوب تحقیق و نگارش

اس کتاب کی تالیف میں جو اسلوب پیش نظر رکھا گیا ہے اُس کا تعارف درج ذیل ہے:

☆.....تحقیق کی تمام اقسام اپنی علیحدہ حیثیت رکھنے کے باوجود ایک مشترکہ پہلو بھی رکھتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یہ تمام اقسام اکثر اوقات تحقیقی عمل کے دوران اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ کوئی محقق کسی ایک قسم کو مدنظر رکھ کر اپنی تحقیق مکمل نہیں کر سکتا بلکہ اسے بسا اوقات دو اقسام کو ملا کر اور اکثر اوقات اس سے زیادہ اقسام کو ملا کر اپنی تحقیق مکمل کرنی پڑتی ہے۔ کتاب ہذا کو تحریر کرتے ہوئے یورپین ماہرین تحقیق کی بیان کردہ تحقیق کی قسم اوّل یعنی کیفیاتی یا اوصافی تحقیق (Qualitative Research) کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔ برصغیر کے ماہرین کی زبان میں ہم اسے بنیادی تحقیق (Basic Research) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اکثر مقامات پر بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) کو بھی ساتھ ملایا گیا ہے۔

☆.....سیرت کے ماخذ و مراجع میں تین چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم، کتب احادیث اور کتب سیرت و مغازی۔ وضاحت اور تفصیلات کے لئے قرآن کریم کی تفاسیر، شروح احادیث، کتب تاریخ، کتب شمائل اور کتب دلائل و معجزات کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔

☆.....زیر تحقیق موضوع سے متعلق بنیادی مآخذ سے استفادہ کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔ بعض نادر کتب کی عدم دستیابی کی صورت میں ثانوی مآخذ سے مدد لی گئی ہے۔

☆.....متن میں جہاں اقتباسات آئے ہیں، انہیں واوین (Inverted Commas) میں درج کیا گیا ہے جبکہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو انڈینٹ (Indent) دے کر نمایاں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

☆.....قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور واقعات سیرت ومغازی کی تخریج کا اہتمام اس طرح کیا گیا ہے:

- (ا) قرآن کریم: سورت کا نام، نمبر اور آیت کا نمبر

(ب) احادیث: صحیحین اور سنن اربعہ کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کا نام اور حدیث نمبر درج کیا گیا ہے، جبکہ اصول اربعہ اور دیگر کتب احادیث کی تخریج میں کتاب کی جلد نمبر، صفحہ نمبر اور بعض اوقات حدیث کا نمبر بھی دیا گیا ہے۔

(ج) شروحات احادیث، کتب سیرت، کتب مغازی، کتب شمائل اور کتب دلائل و معجزات میں سے جو کتاب ایک جلد میں ہے، وہاں کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج کر دیا گیا ہے اور متعدد جلدوں والی کتاب میں اس کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

☆.....حوالہ جات کے دوران مصنف کا نام درج کرنے کے لئے یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس کے نام کا مشہور حصہ شروع میں درج ہو اور پھر نام کا باقی حصہ۔ حوالہ درج کرنے کے لئے درج ذیل ترتیب اختیار کی گئی ہے۔

(نام مصنف، عنوان کتاب، ناشر، مقام اشاعت، سن اشاعت، جلد نمبر، صفحہ نمبر)

☆.....حوالہ میں جس مصنف اور کتاب کی مکمل تفصیل ایک دفعہ دے دی گئی ہے تو آئندہ کے صفحات میں تکرار سے بچنے کے لئے کتاب کا مختصر نام، جلد نمبر، اور صفحہ نمبر ہی درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر کتاب کی تاریخِ اشاعت درج نہیں ہے تو حوالہ میں اس کے لئے (سن ندارد) لکھا گیا ہے۔ اگر حوالہ میں صفحہ نمبر ۳ سے ۵ تک درج کرنا مقصود تھا تو (ص ص ۳۔۵) درج کیا گیا ہے۔ اس طرح جلد نمبر کے لئے (ج:)، صفحہ نمبر کے لئے (ص)، سن ہجری کے لئے (ھ)، اور سن عیسوی کے لئے (ئ) لکھا گیا ہے۔ حوالہ جات کو ہر باب کے اختتام پر درج کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

☆.....مصادر ومراجع میں کتابوں کے علاوہ انٹرنیٹ سے بھی مدد لی گئی ہے اور اس کی ویب سائیٹ کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ الیکٹرانک ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کے تمام مندرجات مستند نہیں مانے جاتے، اس لیے ان سے صرف وہ

Marfat.com

معلومات لی گئی ہیں جو سہولت اور وضاحت کے لئے ضروری تھیں اور جن کی دیگر مستند ذرائع سے تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

☆.....اقتباسات سے استفادہ مقالہ کا نمایاں حصہ ہے جس میں بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طریقوں سے اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔ تاہم اقتباسات سے نتائج کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ براہِ راست اقتباس کی صورت میں کسی جگہ نامطلوب عبارت کو اگر حذف کیا گیا ہے تو اس کے لئے یہ علامت (۔۔۔) لگائی گئی ہے۔ مذکورہ ہر دو طریقوں کے اقتباسات کے حوالہ جات کے اندراج کو یقینی بنایا گیا ہے۔

☆.....گنجلک عبارات سے گریز کرتے ہوئے سیدھے سادھے عام الفاظ میں مقالہ تحریر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ کے لئے تین ابواب مقرر کئے گئے ہیں اور ہر باب کے فصول قائم کر کے ان کے ذیلی مباحث کو جلی عنوانات دیئے گئے ہیں۔

☆.....کتاب کے مختلف موضوعات کے متعلق حسب استطاعت انبیائے سابقین علیہم السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ نیز اہل بیت علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر سلف صالحین کے اقوال حسب ضرورت تحریر کیے گئے ہیں۔

☆.....رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر و استقامت کے مختلف موارد ذکر کرتے ہوئے اس بارے میں تمام شواہد ذکر نہیں کئے گئے، بلکہ اختصار کے پیش نظر چند ایک شواہد ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلی معلومات جاننے کے خواہشمند حضرات کے لئے کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں تا کہ اُن سے استفادہ میں آسانی رہے۔

☆.....اپنی سی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ صبر و استقامت کی صحیح اور سچی تصویر پیش کر دوں۔ اس سلسلے میں صبر و استقامت کے موارد کی حکمتوں کو نمایاں کرنے کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے تا کہ صاف شفاف حقائق قارئین کے دل پر انصاف و شعور کے ساتھ اپنا اثر چھوڑیں۔

Marfat.com

میرا مقصد یہ رہا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت سے ایمان کی افزائش ہو، اخلاق و کردار کا تزکیہ ہو اور حق کے لئے جانثاری اور وفاداری کا جذبہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنے محبوب رسول اور رہبر اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کے صبر و استقامت کی ہر ادا کو اس طرح پڑھیں، دیکھیں اور سمجھیں گویا ہم رسالت مآب ﷺ ہی کے عہد مبارک میں سانس لے رہے ہیں۔

Marfat.com

باب اوّل

صبر واستقامت اہمیت، شرائط اور اقسام

فصل اوّل: صبر واستقامت کا مفہوم

فصل دوّم: صبر واستقامت قرآن وحدیث کی روشنی میں

فصل سوّم: صبر واستقامت کی اہمیت، شرائط اور اقسام

Marfat.com

Marfat.com

باب اوّل:

صبر واستقامت اہمیت، شرائط اور اقسام

فصل اوّل: صبر واستقامت کا مفہوم

مبحث اوّل: صبر واستقامت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

صبر کی لغوی تعریف

اَلصَّبر کے معنی ہیں: کسی کو تنگی کی حالت میں روک رکھنا چنانچہ صَبَرتُ الدَّابَّةَ کے معنی ہوں گے: میں نے جانور کو کھلائے بغیر باندھ رکھا۔ صَبَرتُ فُلاناً: میں نے اسے زبردستی قسم کھلائی۔[۱] نیز نفس کو شدت اور سختی میں کاربند رکھنا۔ اس کا باب ضرب یضرب ہے۔[۲] کہا جاتا ہے: ((قُتِلَ فُلان صبرا)) مراد یہ ہے کہ اسے قتل کرنے کی غرض سے قید کرلیا گیا ہے اب اسے اس وقت تک قید و بند کی صعوبت برداشت کرنی پڑے گی حتیٰ کہ قتل کر دیا جائے۔ میزان صرفی کے اعتبار سے کہا جائے گا (صبر، یصبر، صبرا) نیز زبان وادب کے اعتبار سے صبر، جزع وفزع کی ضد ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے معنی ایک دوسرے کے برعکس ہوا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے (رجل صابر، و صبار، و صبیر، و صبور) اور عربی زبان میں مونث کا صیغہ بھی (صبور) ہی آتا ہے اور جب کہا جائے (التصبر) تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے مشقت اور صعوبت برداشت کر کے صبر کیا۔[۳] بعض اہل علم نے صبر کی لغوی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

((حبس النفس عن الجزع والتسخط، و حبس اللسان عن

Marfat.com

الشکوی، و حبس الجوارح عن التشویش)) [۴]

''اپنے آپ کو گھبراہٹ اور ناگواری سے روکنا، زبان پر حرفِ شکایت نہ لانا اور باقی اعضاءِ جسم کو اُلجھن اور پریشانی میں مبتلا ہونے سے بچانا۔''

عربی زبان میں صبر کے معنی حبس یا قید و بند اور روکے رکھنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ} [۵]

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ اس طرح کے مومنین کو اپنی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیے اور ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ مت کیجئے بلکہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھئیے۔ مختصر یہ کہ مزاج کے استقلال، اپنے نفس کو اضطراب و گھبراہٹ سے روکنے، اپنے مقصد میں ثابت قدم رہنے اور کسی بھی کام کو جم کر کرنے کا نام صبر ہے۔ اس لحاظ سے تحمل، بردباری، پامردی، دل کی مضبوطی اور اخلاقی جرأت وغیرہ سب صبر کے مفہوم میں داخل ہیں۔

صبر کی اصطلاحی اور فنی تعریف

امام راغب اصفہانیؒ صبر کی اصطلاحی تعریف کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

((حبس النفس علی ما یقتضیه العقل، والشرع او عما یقتضیان حبسها عنه)) [۶]

''عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہے ان پر نفس کو جمائے رکھنا اور جن سے وہ منع کرتی ہے ان سے نفس کو باز رکھنا۔''

نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رکھنے کے حوالے سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

{وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ} [۷]

''اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لئے صبر کیا''

قرآن وسنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں۔ (اول) اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا، (دوم) اطاعت وعبادت کی پابندی پر مجبور کرنا، (سوم) مصائب و آفات پر صبر کرنا، یعنی اگر کوئی مصیبت آئے تو اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا اُمیدوار ہونا۔ [۸] قرآن کریم کی اصطلاح میں اُنہیں لوگوں کو صابرین کہا جاتا ہے جو مذکورہ تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہوں۔

☆ امام ابن القیمؒ نے صبر کی تعریف میں لکھا ہے:

''صبر، منفعت بخش کاموں کی طرف پیش قدمی اور ضرر رساں کاموں سے پرہیز کا نام ہے۔'' [۹]

☆ علامہ مناویؒ رقمطراز ہیں:

((الصبر: قوة مقاومة الاهوال والآلام الحسية والعقلية. وقال بعضهم: تجرع مرارة الامتناع من المشتهى الى الوقت الذى ينبغى فيه يعاطيه)) [۱۰]

''حسی وعقلی خوف وتکلیف کے برداشت کرنے کی قوت وطاقت کو صبر کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چاہت والی چیز سے رُکے رہنے کا کڑوا گھونٹ اس وقت تک کہ وہ اچھی لگے۔''

☆ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

''جہاں تک صبر (کا تعلق) ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر نفس کو ناپسندیدہ باتیں برداشت کرنے اور اسے مشقتیں برداشت کرنے اور جزع وفزع سے دور رہنے کا عادی بنانا۔'' [۱۱]

☆ کچھ ایسی ہی تعریف خواجہ نصیر الدین طوسیؒ نے بھی کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''صبر سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی مشکل و ناگوار صورتحال پیش آئے تو انسان

Marfat.com

جزع (بے صبری اور اضطراب) سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ صبر دل کو مضطرب ہونے سے، زبان کو شکایت سے اور دوسرے اعضاء کو نامناسب حرکات سے منع کرتا ہے۔"[۱۲]

☆ جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ صبر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بندگی کی راہ میں آدمی کڑواہٹ کا گھونٹ یوں بھر جائے کہ ماتھے پر بل نہ آئے، یعنی آدمی اپنی بندگی کا بھرم نہ جانے دے۔[۱۳] اسی طرح عمرو بن عثمان مکیؒ کا قول ہے کہ صبر یہ ہے کہ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کھڑا رہے اور بُرے سے بُرے وقت میں بھی آدمی کا قدم نہ ڈگمگائے۔[۱۴]

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ نفس کو مرغوبات ومحبوبات سے روکنے کی مشقت وصعوبت برداشت کرنا اور ہوائے نفس کے چنگل میں پھنس جانے سے نفس کو بچائے رکھنا "صبر" ہے۔ نفس کے اندر اللہ تعالیٰ نے دو قوتیں ودیعت کر رکھی ہیں۔ قوتِ اقدام اور قوتِ توقف۔ 'صبر' اس ہنر کو پانے کا نام ہے جس کی بدولت آدمی اپنی قوتِ اقدام کا تمام تر رُخ سود مند اشیاء کی جانب پھیر دے جبکہ اپنی قوتِ توقف کو نقصان دہ امور پر مرکوز رکھے۔ گویا یہ 'تلوار' اور 'ڈھال' کا بیک وقت استعمال ہے جس میں 'حوصلہ' اور 'دانش' بھرپور طور پر برتی گئی ہو۔ زندگی کی جنگ لڑنے کا یہی طریقہ 'صبر' کہلاتا ہے۔

استقامت کی لغوی تعریف

"استقامةٌ" (بروزن استفعال) استقام کا مصدر ہے۔ بمعنی سیدھا ہونا۔ اس کا اصل مادی (ق و م) ہے جو کہ دو معانی پر دلالت کرتا ہے۔ ایک لوگوں کی جماعت اور دوسرا معنی سیدھا کھڑا ہونا یا عزم کرنا اور اعتدال کے معنی میں لفظ "استقامة" اسی سے متعلق ہے۔ کہا جاتا ہے۔ "قام الشیء واستقام" یعنی معتدل اور برابر ہوئی۔ اور "استقام له الامر" یعنی معاملہ اس کے لئے معتدل ہو گیا۔[۱۵] اور فرمان الٰہی ہے: {فَاسْتَقِيمُوٓا اِلَيْهِ} [۱۶] یعنی معبودان باطل کو ترک کر کے اکیلے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف توجہ سے سیدھے ہو جاؤ۔ اور فرمان الٰہی ہے: {اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا} [۱۷] یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہی ہے پھر استقامت اختیار کی۔ یہاں استقامت کا معنی ہے کہ انہوں نے اس کی اطاعت اختیار کی اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کو لازم کیا۔ ابن اثیرؒ کے بقول استقامت، دوام اور ثابت قدمی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (اگرچہ اس کے اور بھی معنی ہیں)۔ [۱۸]

ابو اسحاقؒ نے کہا: "استقام الشعر" یعنی شعر صحیح وزن پر ٹھہرا اور "قوام الامر" نظام الامر اور اس کی بنیاد کو کہتے ہیں۔ جبکہ "القوام" (بالفتح) عدل کو کہتے ہیں۔ اور "القائم" ثابت کو کہتے ہیں۔ "کل من قام علی شی فھو ثابت علیه مستمسك به" یعنی جو بھی کسی چیز پر کھڑا ہے تو وہ اس پر ثابت اور اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والا ہے۔ [۱۹]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ} [۲۰]

"یعنی وہ جماعت دین پر (اعمال صالحہ میں) مداومت کرنے والی اس کا قیام کرنے والی ہے۔"

امام راغب اصفہانیؒ استقامت کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

"اعتدال، ایک حالت پر قائم رہنا، ثابت قدم رہنا، درست ہونا، سیدھا کھڑا ہونا، مضبوط ہونا، قیمت لگانا، استقامت سیدھے راستے پر چلنے کو کہتے ہیں اور انسان کی استقامت یہ ہے کہ وہ سیدھے راستے کو اختیار کرے۔" [۲۱]

استقامت کی اصطلاحی اور فنی تعریف

"استقامة" صراط مستقیم پر چلنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ (صراط مستقیم) وہ سیدھا دین ہے کہ اس کے نہ دائیں ٹیڑھا پن ہے اور نہ بائیں۔ اور ظاہری و باطنی طاعات، نیکیاں بجالانا اور نافرمانیوں کو چھوڑنا بھی اسی کو شامل ہے۔ [۲۲]

Marfat.com

استقامت کے اصطلاحی مفہوم کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر علمائے کرام رحمہم اللہ کے متعدد اقوال موجود ہیں:

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ای استقاموا علی اداء فرائضه))[۲۳]

"استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن فرائض کی ادائیگی کا انہیں حکم فرمایا ہے، وہ انہیں پوری طرح ادا کرتے ہیں۔"

☆ امام جرجانی رحمہ اللہ استقامت کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

((وفی اصطلاح اهل الحقیقه: هی الوفاء بالعهود کلها، وملازمة الصراط المستقیم برعایة حد التوسط فی کل الامور، من الطعام والشراب واللباس، وفی کل امر دینی و دنیوی، فذلك هو الصراط المستقیم))[۲۴]

"اہلِ علم کی اصطلاح میں "استقامة" کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کو لازم کرنا، سیدھے راستے پر ہمیشگی اختیار کرنا اور سارے امور میں اعتدال کی حد کا لحاظ کرنا (یعنی کھانا پینا لباس اور تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں)، سو یہی صراط مستقیم ہے۔"

☆ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((الاستقامة کنایةٌ عن التمسك بامر الله فعلا و ترکا))[۲۵]

"استقامت امر الٰہی کو مضبوطی سے تھام لینے کا نام ہے معروف پر عمل کرتے ہوئے منہی و منکر کو ترک کرتے ہوئے۔"

☆ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اعتدلوا علی طاعة عقدا و قولا و فعلا و داموا علی ذالك))[۲۶]

"عقائد، اقوال اور اعمال، سب میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا، اسی پر جمے رہنا اور اسی راہ پر قائم رہنا استقامت کہلاتا ہے۔"

Marfat.com

☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں استقامت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"استقامت سے مراد ہے اعتدال، کسی طور پر حق سے منحرف نہ ہونا، کج راہی اختیار نہ کرنا، نہ اعتقاد میں، نہ اخلاق میں اور نہ اعمال میں۔ استقامت کا لفظ مختصر اور جامع ہے، تمام احکامِ شرعیہ کو حاوی ہے۔ مامورات کی ادائیگی ہو یا منہیات وممنوعات سے اجتناب، اگر یہ پابندی اور دوام کے ساتھ ہو تو استقامت کے مفہوم میں یہ سب معنی شامل ہیں۔"[۲۷]

استقامت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی توحید کا اقرار کرنے کے بعد حسنِ سیرت اختیار کرے اور اچھا کردار اپنانے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی ایسی موافقت کرے جس میں کوئی افراط وتفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو۔ استقامت ہی سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی نے جو عقیدہ تسلیم کیا ہے، اس کی جڑیں صاحبِ عقیدہ کے دل میں کتنی مضبوط اور پائیدار ہیں۔

مبحث دوّم: صبر و استقامت کا وسیع مفہوم

صبر کا وسیع مفہوم

اپنے نفس کو اضطراب وگھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا ہی صبر کی معنوی حقیقت ہے، یعنی اس کے معنی بے اختیاری کی خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری کے نہیں، بلکہ پامردی، دل کی مضبوطی اور اخلاقی جرأت اور ثبات قدم کے ہیں۔ سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہما السلام کے قصے میں ایک ہی آیت کریمہ میں تین جگہ یہ لفظ آیا ہے اور ہر جگہ یہی معنی مراد ہیں۔ سیدنا خضر علیہ السلام فرماتے ہیں:

{اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾} [۲۸]

"تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے، اور کیسے اس بات پر صبر کر سکتے ہو جس کا علم تمہیں نہیں۔"

Marfat.com

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جواب میں فرماتے ہیں:

{سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا} [۲۹]

''اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔''

اس صبر سے مقصود لاعلمی کی حالت میں غیر معمولی واقعات کے پیش آنے سے دل میں اضطراب اور بے چینی کا پیدا نہ ہونا ہے۔اسی طرح کفار اپنے پیغمبروں کے سمجھانے کے باوجود پوری تندہی اور مضبوطی کے ساتھ اپنی بت پرستی پر قائم رہتے ہیں۔تو اس کی حکایت ان کی زبان سے قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

{اِنۡ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِہَتِنَا لَوۡلَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَیۡہَا ؕ} [۳۰]

''یہ شخص (پیغمبری کا مدعی) تو ہم کو اپنے خداؤں (بتوں) سے ہٹا ہی چکا تھا، اگر ہم ان پر صابر نہ رہتے۔''

قرآن کریم میں صبر کا لفظ اسی ایک معنی میں مستعمل ہوا ہے، گو حالات کے تغیر سے اس کے مفہوم میں کہیں کہیں ذرا ذرا فرق پیدا ہو گیا ہے، بایں ہمہ ان سب کا مرجع ایک ہی ہے، یعنی ثابت قدمی اور استقامت۔صبر کو قرآن کریم نے جن مختلف مفاہیم میں استعمال کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وقت مناسب کا انتظار کرنا

۲۔ بے قرار نہ ہونا

۳۔ مشکلات کو خاطر میں نہ لانا

۴۔ درگزر کرنا

۵۔ ثابت قدم رہنا

۶۔ ضبط نفس

۷۔ ہر طرح کی تکلیف اٹھا کر فرض کو ہمیشہ ادا کرنا[۳۱]

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، صبر کی معنوی حقیقت کو ان خوبصورت الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

Marfat.com

''صبر کا مطلب ہے اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھنا، لالچ اور حرص کے مقابلے میں ایمانداری اور راست بازی پر ثابت قدم رہنا، صداقت و دیانت سے جو نقصان بھی ہوتا ہو، جو فائدہ بھی ہاتھ سے جاتا ہو اسے برداشت کر لینا، ناجائز تدبیروں سے جو منفعت بھی حاصل ہو سکتی ہو اسے ٹھوکر مار لینا، حلال کی روزی خواہ تھوڑی ہی ہو اس پر قانع و مطمئن رہنا۔ حرام خوروں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر رشک و تمنا کے جذبات سے بے چین ہونے کی بجائے اس پر ایک نگاہ غلط انداز میں بھی نہ ڈالنا اور ٹھنڈے دل سے یہ سمجھ لینا کہ ایماندار آدمی کے لئے اس چمکدار گندگی کی نسبت وہ بے رونق طہارت ہی بہتر ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو بخش رکھی ہے۔''[۳۲]

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صبر کا معنی ہے بدبختیوں کو گوارا کرنا، اپنے آپ کو ناگوار حوادث کے سپرد کرنا اور عوامل شکست کے سامنے ہتھیار ڈال دینا۔ لیکن صبر کا مفہوم اس کے برعکس ہے۔ صبر و شکیبائی کا معنی ہے ہر مشکل اور حادثے کے سامنے استقامت۔ اسی لئے بعض علمائے اخلاق نے صبر کے تین پہلو بیان کئے ہیں۔

۱۔ اطاعت پر صبر: یعنی ان مشکلات کے مقابلے میں صبر کرنا جو اطاعت پروردگار کی راہ میں پیش آئیں۔

۲۔ گناہ پر صبر: یعنی سرکش و طغیان خیز گناہ اور شہوات پر اُبھارنے والے اسباب کے مقابلے میں قیام کرنا۔

۳۔ مصیبت پر صبر: یعنی ناگوار حوادث کے مقابلے میں ڈٹے رہنا، پریشان نہ ہونا اور حوصلہ نہ ہارنا۔[۳۳]

بندہ صبر کامل کا اُس وقت تک مستحق نہیں ہوتا جب تک صبر کی مذکورہ تینوں اقسام کا حق ادا نہ کر دے۔

Marfat.com

استقامت کا وسیع مفہوم

''استقامت'' لفظ تو چھوٹا سا ہے مگر اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتائے ہوئے راستے پر سیدھا چلتا رہے۔ اگر ان میں سے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی یا زیادتی ہو جائے تو استقامت باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا} [۳۴]

''وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر استقامت اختیار کی۔''

امام ماوردیؒ نے اس فرمان الٰہی میں چھ توجیہات ذکر کی ہیں:

۱۔ پھر اس بات پر ثابت قدم ہو گئے کہ اللہ اکیلا ہی ان کا رب ہے۔ (یہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور امام مجاہدؒ کا قول ہے)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فرائض کی ادائیگی پر ثابت قدم رہے۔

۳۔ موت تک دین و عمل کو خالص کرنے پر مستقیم رہے۔

۴۔ اپنے اقوال کی طرح افعال میں بھی استقامت اختیار کی۔

۵۔ ظاہر کی طرح باطن میں بھی استقامت اختیار کی۔

۶۔ نیکی کرنے اور معاصی سے اجتناب کرنے کو جمع کیا۔ کیونکہ تکلیف نیکی کے لئے امر پر مشتمل ہے جو کہ اسے رغبت دلاتا ہے اور معصیت سے روکنے پر مشتمل ہے جو کہ اسے اللہ کے خوف کی دعوت دیتی ہے۔ [۳۵]

ڈاکٹر علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی کہتے ہیں:

''استقامت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر انسان ڈٹ جائے، فرائض و واجبات کی ادائیگی کرے اور حرام کاموں سے بچ کر رہے۔'' [۳۶]

اس سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے۔ مشکلیں پیش

Marfat.com

آئیں، مخالفتیں ہوں، ستایا جائے، ہر خطرہ کو برداشت کیا جائے مگر حق سے منہ نہ پھیرا جائے اور اس راستہ پر ثابت قدمی کے ساتھ چلا جائے۔[۳۷] دُنیا میں جتنی گمراہیاں اور خرابیاں آتی ہیں وہ سب اسی استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مثلاً عقائد میں استقامت نہ رہے تو بدعات سے شروع ہو کر کفر و شرک تک نوبت پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کے متعلق جو معتدل اور صحیح اصول نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے، ان میں افراط و تفریط یا کمی بیشی کرنے والے خواہ نیک نیتی ہی سے اس میں مبتلا ہوں وہ گمراہ کہلائیں گے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی عظمت و محبت کی مقرر حدود میں کمی کرنے والے گمراہ اور گستاخ ہیں اسی طرح ان میں زیادتی اور غلو کر کے رسول کو خدائی صفات و اختیارات کا مالک بنا دینا بھی گمراہی ہے۔ یہود و نصاریٰ اسی گمراہی میں کھوئے ہوئے تھے۔ جس طرح عبادات اور تقرب الیٰ اللہ کے لئے جو طریقے قرآن کریم اور اللہ کے رسول نے متعین فرما دیئے، ان میں ذرا سی کمی یا کوتاہی انسان کو استقامت سے گرا دیتی ہے۔ اسی طرح ان میں اپنی طرف سے کوئی زیادتی بھی استقامت کو برباد کر کے ان کو بدعات میں مبتلا کر دیتی ہے۔[۳۸]

صبر و استقامت کی چند مثالیں

صبر اور استقامت کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی اور مترادف ہیں۔ کیونکہ جو معنی ہم استقامت سے لیتے ہیں، وہی صبر میں بھی موجود ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں صبر کو استقامت کے معنی میں زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ انسان کی کامیابی صبر و استقامت ہی میں مضمر ہے۔ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی مشکلات اور غمِ روزگار کا مقابلہ جہدِ مسلسل اور استقامت سے کر سکتا ہے اور استقامت کے ذریعے اپنے ہدف تک پہنچ سکتا ہے۔ عزم کی سستی اور ارادے کی کمزوری کی وجہ سے انسان اپنے مقصد سے دور اور کامیابی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مشکلات انسان کی زندگی کا حصہ ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے انسان کے پاس ایک ہی کارگر ہتھیار ہے یعنی صبر و استقامت۔ اسی کے ذریعے مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے اور انسان مشکلات کی بھٹی

Marfat.com

سے کندن بن کر نکلتا ہے۔ صبر و استقامت کی وضاحت کے لئے ذیل میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

پانی پر بند باندھنے کی مثال

صبر و استقامت کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ بارش اور ندی نالوں کے بے قید پانی کو دریا کی صورت میں روک کر اس پر بند باندھ دیا جاتا ہے۔ اب یہ پانی زراعت، اکل و شرب حتیٰ کہ بجلی بنانے کے کام آتا ہے۔ یہ پانی زندگی کا سراپا ہے۔ اگر خدانخواستہ بند ٹوٹ جائے اور باقی نہ رہے تو یہی پانی سیلاب ہے بلکہ موت کا پیغام۔ صبر و استقامت، انسان کی نفسانی قوتوں کے سیلاب کو روکنے اور اس پر مستقل بند باندھنے کا دوسرا نام ہے۔ جب انسان کی اس قوت کو صبر و استقامت کے ذریعے قابو میں لایا جاتا ہے، تو یہی روحانیت، تصوف اور عرفان کا روپ دھار لیتی ہے۔ یہی شاعری اور فن کی دُنیا میں معراج کا باعث ہے۔[۳۹]

کوہ نورد اور بلند چوٹیوں کی مثال

ایک کوہ نورد کی سرگرمی کو دیکھیں۔ اسے پہاڑ کی بلند چوٹی تک پہنچنے کے لئے رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ یہ رکاوٹیں چاہے ان کا تعلق انسان کے وجود کے اندر سے ہو، یا چاہے باہر سے ہو سب کی سب اس کی حرکت اور سفر میں ایک قسم کی مزاحمت اور رکاوٹ ہیں۔ داخلی رکاوٹیں جیسے راحت طلبی، خوف، نا اُمیدی اور طرح طرح کی خواہشات اسے آگے بڑھنے سے روکتی ہیں اور وسوسوں کی شکل میں اس کے اندر بلندی اور ترقی کے محرک کا گلا گھونٹ دیتی ہیں اور باہر پتھر، چٹانیں، بھیڑیے، چور اور کانٹے وغیرہ عملاً اس کے قدموں کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ ایسا شخص جسے اس قسم کی رکاوٹوں کا سامنا ہے، وہ یا تو اس خطرناک، تکلیف دہ سفر کو شروع کرنے اور اسے جاری رکھنے سے بری ہو جاتا ہے یا ان کے مقابل ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے حوصلے اور ارادے کی مدد سے ہر رکاوٹ کو عبور کر لیتا ہے اور اپنا کام اور اپنا سفر جاری رکھتا ہے تو یہ دوسری صورت "صبر و استقامت" ہے۔[۴۰]

Marfat.com

باغبان اور معطر باغ کی مثال

ایک باغبان چاہتا ہے کہ اس کے باغ کے احاطے میں اتنے پھول اُگے ہوئے ہوں کہ پورا ماحول خوشبو سے معطر رہے اور پھولوں کے مختلف رنگ آنکھوں کو خیرہ کریں اور باغ کا ماحول اچھا لگے۔ باغبان اگر یہ آرزو رکھتا ہے تو اسے محنت کرنی چاہیئے۔ سردی، گرمی برداشت کرنی چاہیئے۔ کانٹوں کی چبھن کا عادی ہو جانا چاہیئے۔ وقت بہ وقت باغ کا معائنہ کرنا چاہیئے۔ ایک بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی تکالیف کو برداشت کرنے کا نام "صبر و استقامت" ہے۔[۴۱]

شاہ بلوط کی شجر کاری کی مثال

شاہ بلوط کی دو قلمیں جو ایک ہی درخت سے حاصل کی گئی ہوں اور آپس میں تقریباً مشابہ ہوں دو مختلف جگہوں پر بو دیجئے یعنی ایک کو کسی پہاڑ پر اور دوسری کو کسی گھنے جنگل میں۔ پھر ایک عرصے بعد ان کی جڑوں کو دیکھئے۔ وہ درخت جس کی نشوونما پہاڑ پر ہوئی اور جسے طوفان باد و باراں اور برف باری کا سامنا کرنا پڑا اس کی جڑیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوں گی اور وہ ایک تناور اور سایہ دار درخت میں تبدیل ہو چکا ہوگا لیکن شاہ بلوط کی وہ قلم جسے گھنے جنگل میں بویا گیا تھا کیونکہ اس کی پرورش دوسرے درختوں کے زیر سایہ ہوئی ہے لہٰذا وہ ایک کمزور اور لاغر درخت کی صورت میں ہوگا۔[۴۲] صبر و استقامت کے فوائد و ثمرات کی یہ ایک خوبصورت مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مثل المومن مثل سبیکة الذهب ان نفخت علیها احمرت وان وزنت لم تنقض))[۴۳]

"مومن کی مثال سونے کی ڈلی کی سی ہے کہ اگر اس کا رنگ سرخ ہونے تک اسے آگ کی بھٹی میں پکایا جائے تب بھی اس کے وزن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔"

ظاہر ہے جتنی دیر سونے کو آگ کی تپش برداشت کرنا پڑے وہ اپنے میں کمی ہونے

Marfat.com

نہیں دیتا۔ اسی طرح ایک مومن مشکلات میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے باطل کے سامنے استقامت دکھاتا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے ایک مکتوب میں صاحبانِ صبر و استقامت کو اُن درختوں سے تشبیہ دی ہے جو گرم و خشک بیابانوں میں اُگتے ہیں اور ان کی لکڑی سخت ہوتی ہے: آپ فرماتے ہیں:

((الاوان الشجرة البرية اصلب عوداوالروائع الخضرة ارق جلوداوالنباتات البدوية اقوى و قوداوابطاء خمودا)) [۴۴]

''جو درخت گرم و خشک بیابانوں میں اُگتے ہیں، اُن کی لکڑ سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ لیکن جو پھول اور پودے گلستانوں میں باغبانوں کی زیرِ نگرانی پرورش پاتے ہیں اور اُن کے لئے تمام وسائل حیات مہیا ہوتے ہیں وہ انتہائی نازک اور ناتواں ہوتے ہیں۔''

مجتبیٰ موسوی لاری، کانٹ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

''ایک کبوتر دوران پرواز جب ہوا کو اپنی پرواز میں رکاوٹ محسوس کرتا ہے تو خود سے کہتا ہے کہ اگر یہ ہوا نہ ہوتی تو میں نہایت آسانی اور بہت تیزی کے ساتھ پرواز کر سکتا تھا درحالانکہ اگر ہوا نہ ہوتی تو کبوتر خلا میں پرواز سے عاجز رہتا اور زمین پر آپڑتا۔ پس وہی عنصر جو پرواز کے دوران کبوتر پر دباؤ ڈالتا ہے خود اس کی پرواز کے لئے بنیادی عامل ہے یعنی وہ کوشش جو صعود و بلندی کے لئے عمل میں آتی ہے خود بہت اہم ہے۔ خواہ ہم خود کو مطلوب ہدف تک نہ پہنچا سکیں اس کے باوجود ان کوششوں کے ذریعہ ہم اپنی قوت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔'' [۴۵]

یقیناً جب اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی انسان کی صلاحیتوں کو جِلا دے اور اسے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کرے تو اسے توفیق و آسائش کی دُنیا سے احتیاج و ضرورت کی دُنیا میں بھیج دیتا ہے۔

Marfat.com

فصل دوّم: صبر و استقامت قرآن و حدیث کی روشنی میں

ایسے موضوعات بہت کم ہیں جن کی صبر و استقامت کی طرح قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں تکرار و تاکید ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً نوے مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے جن میں دس مقامات خود پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح متعدد مقامات پر راہِ دین میں استقامت دکھانے والوں کے لئے انعامات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح صبر و استقامت کی فضیلت و اہمیت میں کثرت سے احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ بعض علمائے اخلاق کا کہنا ہے کہ صبر کی فضیلت میں جو احادیث مبارکہ ہم تک پہنچی ہیں اُن کی تعداد نو سو (۹۰۰) کے قریب ہے۔ ذیل میں صبر و استقامت کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرتی چند منتخب آیات و احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

مبحث اوّل: صبر و استقامت، قرآن کریم کی روشنی میں

صبر قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم میں "صبر" کا لفظ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے، قطع نظر ہر مقام پر مقصود ایک ہی ہے۔ یعنی ثابت قدمی اور استقامت۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صبر کو فتح و ظفر کا زینہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝} [۴۶]

"اے نبی! ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلائیے۔ اگر تم میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے، تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے۔ اس لئے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔"

Marfat.com

۲۔ اسی طرح دشمن کے مکر و فریب، اس کے حیلوں، تدبیروں اور اس کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ایسے مواقع پر صبر و تقویٰ کو اختیار کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ط} [۴۷]

"اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

۳۔ جو کوئی فعل حرام سے پرہیز کرتا ہے، آلام و مصائب پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کے اعمالِ حسنہ کو ضائع نہیں فرماتے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

{اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰} [۴۸]

"بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو ڈرے اور صبر کرے تو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

{وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵} [۴۹]

"اور صبر کر کہ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اس چیز کی ترغیب دی ہے جو انہیں فوز و فلاح کی منزل یعنی سعادت اور کامیابی پر پہنچاتی ہے۔ اس سعادت تک پہنچانے والا راستہ صبر کا التزام ہے۔ صرف صبر، صبر پر دوام اور دشمن سے ہمیشہ ہوشیار رہنا ہی فلاح کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ق وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰} [۵۰]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور ڈٹے رہو اور کمر بستہ رہو، اور ڈرو اللہ سے، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

۵۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اپنے موقف، یعنی دین قیم، صراط مستقیم، اور

Marfat.com

دعوتِ دین پر نہایت ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہیے۔ آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کا انجام اسی طرح اچھا ہے جس طرح سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے مقابلے میں اُن کا انجام اچھا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

{فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹} [۵۱]

"پس صبر کر، بے شک اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔"

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ جھٹلانے والوں کی قولی اذیتوں پر صبر کریں اور اس کے مقابلے میں ان اوقاتِ فاضلہ میں رب کی تسبیح و تحمید سے مدد لیں۔

{فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝۱۳۰} [۵۲]

"پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ، بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے۔"

۷۔ جو شخص بھی نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اور صرف اولو العزم لوگوں کو اس کی توفیق ہوتی ہے، اس لئے سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو صبر کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

{يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷} [۵۳]

"اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

۸۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا جو محبوب و مرغوب کے حصول کا ذریعہ ہے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا جو مکروہ کو دور کرنے کا

Marfat.com

ذریعہ ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

{فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾} [۵۴]

"پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کے لئے بخشش مانگ اور دن کے پچھلے اور پہلے پہر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔"

۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راہِ دین میں اپنی قوم کی طرف سے جھگڑالو پن اور ذلیل ہتھکنڈوں کی شکل میں جو تکالیف پہنچتی ہیں، ان باتوں اور حرکتوں پر صبر کرنے کا حکم نازل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾} [۵۵]

"پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو یہ لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

استقامت، قرآن کریم کی روشنی میں

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو اپنے ہر کام کے دوران اور ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

{فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾} [۵۶]

"پس تو خوب ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔"

۲۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

Marfat.com

{قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط} [۵۷]

"کہہ دے میں تو تمہارے جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، سو اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو۔"

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اپنی تکمیل کے لئے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لئے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم ان الفاظ میں فرمایا:

{فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ط} [۵۸]

"سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر۔"

۴۔ جو لوگ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رہتے ہیں اور مخالفین کی مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہیں لاتے، قرآن کریم نے ان کو ان الفاظ میں خوشخبری سنائی ہے:

{اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝} [۵۹]

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ہمت بڑھاتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

{اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝} [۶۰]

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ

Marfat.com

جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔"

۶۔ اگر ظالم لوگ سیدھے راستے پر رہتے، تو وہ مزے سے بستے لیکن ان کے ظلم و عدوان نے انہیں روک دیا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾} [۶۱]

"اور (یہ وحی کی گئی ہے) کہ اگر وہ راستے پر سیدھے رہتے تو ہم انہیں ضرور بہت وافر پانی پلاتے۔"

۷۔ قرآن کریم ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے، جو صراط مستقیم پر چل کر دنیا و آخرت کی سعادت کو پانا چاہے۔

{اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾} [۶۲]

"یہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ اس کے لئے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔"

۸۔ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کو دعوتِ دین پر جمے رہنے اور جہلاء کے راستے کی پیروی نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

{فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾} [۶۳]

"پس دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستے پر ہرگز نہ چلو جو نہیں جانتے۔"

مبحث دوّم: صبر و استقامت، احادیث مبارکہ کی روشنی میں

صبر، احادیث مبارکہ کی روشنی میں

"صبر" کی فضیلت و اہمیت میں کثرت سے احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ بعض علمائے اخلاق کا کہنا ہے کہ صبر کی فضیلت میں جو احادیث مبارکہ ہم تک پہنچی ہیں اُن کی تعداد نو سو (۹۰۰) کے قریب ہے۔ [۶۴] ذیل میں کچھ منتخب احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ سیدنا ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يقول الله تبارك و تعالىٰ يا ابن آدم ان صبرت و

Marfat.com

احتسبت عند الصدمة الاولى لم ارض لك ثواباً دون الجنة)) [٦٥]

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر تو نے صدمے کے شروع میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لئے جنت سے کم بدلے پر راضی نہیں ہوں گا۔''

۲۔ سیدنا صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عجبا لامر المومن، ان امرہ کلہ خیر، ولیس ذاك لاحد الا للمومن: ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ۔ وان اصابتہ ضرا صبر، فکان خیرا لہ)) [٦٦]

''مومن کا معاملہ باعثِ تعجب ہے۔ بلاشبہ اس کا ہر کام (سراپا) خیر ہے اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کے لئے بھی نہیں۔ اگر اُسے خوشی پہنچے اور وہ شکر کرے، تو (اس خوشی کی آمد) اُس کے لئے خیر ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچے (اور) وہ اس پر صبر کرے، تو (اس کی آمد) اس کے لئے سراسر خیر ہے۔''

۳۔ ''صبر'' سب سے بڑی خیر ہے اور اس سے بہتر کوئی خیر نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مال طلب کیا، جو آپ نے انہیں عطا فرما دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا فرما دیا، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس مال ختم ہوگیا تو آپ نے فرمایا:

((ومن یتصبر یصبرہ اللہ۔ وما اعطی احد عطا خیرا و اوسع من الصبر)) [٦٧]

''اور جو شخص صبر کرنے کی خاطر خوب کوشش کرے، اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتے ہیں۔ کسی ایک کو صبر سے بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔''

۴۔ سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبر کے قریب بیٹھی روتی ہوئی ایک خاتون کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا:

Marfat.com

((اتقی اللہ واصبری))

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔''

اُس نے کہا: مجھ سے چلے جائیے، کیونکہ آپ کو تو میری مصیبت نہیں پہنچی (یعنی آپ میری مصیبت کی شدت کو نہیں جانتے)۔ اور اُس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اُس سے کہا گیا: بلاشبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئی، تو اُس نے وہاں دربانوں کو نہ پایا، تو اُس نے عرض کی: ''میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((انما الصبر عند الصدمة الاولی)) [٦٨]

''بلاشبہ صبر تو پہلی ہی چوٹ پر (یعنی باعثِ صدمہ بات سے آگاہ ہوتے ہی) ہے۔''

۵۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((یقول اللہ تعالیٰ ما لعبدی المومن عندی جزاء اذا قبضت صفیه من اهل الدنیا ثم احتسبه، الا الجنة)) [٦٩]

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے جس مومن بندے سے اس کی پسندیدہ چیز لے لیتا ہوں، اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرتا ہے، میرے پاس اس کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔''

۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((الصبر ضیاء)) [٧٠]

''صبر مینارہ نور (روشنی) ہے۔''

۷۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الصبر من الایمان کالراس من الجسد)) [٧١]

''صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔''

استقامت، احادیث مبارکہ کی روشنی میں

۱۔ سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے

Marfat.com

رسول ﷺ! اسلام کے سلسلے میں مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ آپ کے بعد پھر مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قل امنت باللہ فاستقم)) [۷۲]

"کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو۔"

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((قل ربی اللہ ثم استقم)) [۷۳]

"کہو میرا رب اللہ ہے اور اسی پر کاربند رہو۔"

۲۔ ابن ابی حاتمؒ اور ابو الشیخؒ نے حسنؒ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ {فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ...} نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((شمّروا، شمّروا!! فمارُوی ضاحکا)) [۷۴]

"آستینیں چڑھا لو اور کمر بستہ ہو جاؤ! اس کے بعد کسی نے آپ کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔"

۳۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

((قل ربی اللہ ثم استقم))

"یہ کہو کہ میرا رب اللہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہو۔"

اس پر سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے عرض کیا:

((ربی اللہ وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت و الیہ اُنیب))

"میرا رب اللہ ہے، میری توفیق اللہ ہی سے وابستہ ہے، میرا اسی پر توکل ہے اور میں اسی کی طرف لوٹ کر جاؤں گا۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لیھنك العلم ابا الحسن، لقد شربت العلم شُرباً و نھلتهُ نھلاً)) [۷۵]

"ابو الحسنؓ! تمہیں علم مبارک ہو، کیونکہ تم علم کے سرچشموں سے سیراب ہو چکے ہو۔"

Marfat.com

۴۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

((ان تستقیموا تفلحوا))[۷۶]

''اگر استقامت دکھاؤ گے تو کامیابی حاصل کرو گے۔''

۵۔ سیدنا معاذ بن جبلؓ نے سفر کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ سے نصیحت کے طالب ہوئے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

((استقم ولتحسن خلقك))[۷۷]

''اسلام پر استقامت اختیار کر اور اپنے اخلاق کو اچھا بنا۔''

مبحث سوّم: صبر و استقامت، اقوال صحابہ و آئمہ کی روشنی میں

صبر و استقامت اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

۱۔ سیدنا عمر بن خطابؓ کا فرمان ہے:

''ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر و استقامت میں پائی۔''[۷۸]

ایک اور موقع پر فرمایا:

((لو کان الصبر والشکر بعیرین، ما بالیت ایھما رکبت))[۷۹]

''اگر صبر اور شکر دو اونٹ ہوتے، تو مجھے کوئی پرواہ نہ ہوتی میں ان میں سے کس پر سوار ہوا ہوں۔ (یعنی نعمتوں کے ملنے پر شکر اور نعمتوں کے نہ ملنے پر صبر میرے لئے برابر ہے)۔''

۲۔ سیدنا عمر بن خطابؓ ہی کا قول ہے:

''ہمیں مصیبتوں کے ذریعے آزمایا گیا تو ہم نے استقامت دکھائی، اور ہمیں راحتوں کے ذریعے آزمایا گیا تو ہم نہ جم سکے (یعنی راحتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف وہ توجہ نہ رہی جو مصیبتوں میں تھی)۔''[۸۰]

۳۔ صبر و استقامت کی اہمیت و فضیلت کے حوالے سے سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے متعدد اقوال مروی ہیں۔ ''نہج البلاغۃ'' میں منقول ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

((العمل العمل، ثم النهاية النهاية، والاستقامة الاستقامة... الا و ان القدر السابق قد وقع، والقضاء الماضى قدر تورَّدَ، و انى متكلّم بعدة الله و حجته، قال الله تعالىٰ:))[۸۱]

عمل کرو، عمل کرو اور عاقبت وانجام کو دیکھو۔ استوار و برقرار رہو۔ دیکھو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا وہ سامنے آگیا۔ میں الٰہی وعدہ و برہان کی رُو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝۳۰}[۸۲]

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔“

(اس کے بعد فرمایا)

و قد قلتم: "ربنا الله" فاستقيموا على كتابه، و على منهاج امره، و على الطريقة الصالحة من عبادته، ثم لا تمرقوا منها، ولا تبتدعوا فيها، ولا تخالفوا عنها...))[۸۳]

”اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ تمہارا رب اللہ ہے تو اس کی کتاب، اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر قائم رہو۔ اس سے نکل نہ بھاگو اور نہ ہی اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔“

۴۔ اسی طرح آپ، حق اور اہل حق کی ولایت پر استقامت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اعلموا ان الله تبارك و تعالى يبغض من عباده المتلوّن، فلا تزولوا عن الحق، وولاية اهل الحق...))[۸۴]

Marfat.com

''تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اس شخص کو سخت ناپسند فرماتا ہے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے، لہٰذا حق اور اہلِ حق کی ولایت سے کبھی نہ ہٹو۔''

۵۔ اسی حوالے سے آپ کے کچھ مزید اقوال حسب ذیل ہیں۔

آپ نے دین میں استقامت کو سب سے بڑی سعادت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((افضل السعادة استقامة الدّين۔۔۔ كيف يستقيم من لم يستقيم دينه))[۸۵]

''سب سے بڑی سعادت، دین میں پائیداری (استقامت) ہے۔۔۔جس کا دین ناپائیدار ہے، وہ خود کیونکر پائیدار ہوسکتا ہے۔''

((من استقام فالى الجنة، ومن زلّ فالى النّار))[۸۶]

''جو استقامت دکھائے گا، وہ جنت میں جائے گا اور جو ڈگمگا جائے گا وہ جہنم میں جا پڑے گا۔''

((من لزم الاستقامة لزمته السّلامة۔۔۔ السّلامة مع الاستقامة))[۸۷]

''جو استقامت کو اختیار کرے گا، سلامتی اسے اختیار کرے گی۔۔۔سلامتی استقامت ہی سے وابستہ ہے۔''

((عليك بمنهج الاستقامة فانه يكسبك الكرامة و يكفيك الملامة۔۔۔ لا مسلك اسلم من الاستقامه، لا سبيل اشرف من الاستقامة))[۸۸]

''استقامت کی راہوں کو اختیار کرو کہ اس سے تمہیں عزت و شرف حاصل ہوگا اور ہر طرح کی ملامت سے بچے رہو گے۔۔۔استقامت سے بڑھ کر کوئی اور رستہ پرامن نہیں، نہ ہی استقامت سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف ہے۔''

۶۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں صاحبانِ صبر و استقامت کو اُن درختوں سے تشبیہ دی

Marfat.com

جو گرم و خشک بیابانوں میں اُگتے ہیں اور ان کی لکڑی سخت ہوتی ہے: فرمایا:

((الاوان الشجرة البرية اصلب عوداوالروائع الخضرة ارق جلودا والنباتات البدوية اقوى و قوداوابطاء خمودا))

[۸۹]

''جو درخت گرم و خشک بیابانوں میں اُگتے ہیں، اُن کی لکڑی سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ لیکن جو پھول اور پودے گلستانوں میں باغبانوں کی زیر نگرانی پرورش پاتے ہیں اور اُن کے لئے تمام وسائل حیات مہیا ہوتے ہیں وہ انتہائی نازک اور ناتواں ہوتے ہیں۔''

۷۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ کے نزدیک صبر کی کس قدر اہمیت تھی اس کی وضاحت اس قول سے ہوتی ہے:

((الا ان الصبر من الايمان بمنزلة الراس من الجسد، فاذا قطع الراس باد الجسد۔۔۔الا انه لا ايمان لمن لا صبر له))

[۹۰]

''سن لو! صبر ایمان میں وہ درجہ رکھتا ہے جو سر جسم میں رکھتا ہے۔ جب سر کاٹ دیا جائے جسم بیکار ہو جاتا ہے۔۔۔(پھر بلند آواز سے فرمایا) سن لو! جس کا صبر نہیں اُس کا ایمان نہیں۔''

۸۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ ہی کا قول ہے:

''اے ابن آدم! مال داری پر خوش مت ہو اور غریبی سے مایوس مت ہو اور مصیبت سے پریشان مت ہو اور فراخی پر مت اتراؤ۔ کیونکہ سونے کو آگ سے پرکھا جاتا ہے اور نیک بندے کو مصیبت سے آزمایا جاتا ہے۔ تم اپنی چاہت کو اسی وقت حاصل کر سکتے ہو جب اپنی خواہشات کو چھوڑ دو اور ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کر کے ہی تم اپنی امیدوں کو حاصل کر سکتے ہو اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے استقامت دکھاؤ۔''[۹۱]

Marfat.com

۹۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صبر و استقامت کے متعلق مختلف اقوال مروی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

"صبر تو آدھا ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔"[۹۲]

۱۰۔ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ صبر کی وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"صبر و استقامت کی عادت ڈالو، ہوسکتا ہے تم پر مصیبتیں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے ہوئے ہم پر جو مصیبتیں آئیں، ہوسکتا ہے کہ تم پر اس سے بھی زیادہ سخت مصیبتیں آئیں۔"[۹۳]

۱۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں زیادہ محبوب "غربائ" ہیں۔ پوچھا گیا: "غرباء" کون ہیں؟ فرمایا:

"جو راہِ دین میں استقامت دکھائیں گے اور اپنے دین کو لے کر بھاگتے ہوئے قیامت کے دن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوں گے۔"[۹۴]

۱۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے صبر کی فضیلت ان الفاظ میں مروی ہے:

"قرآن میں صبر کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرائض پر جمنا اور صبر کرنا، اس کے تین سو درجے ہیں۔

ب۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رکے رہنا، اس کے چھ سو درجے ہیں۔

ج۔ صدمہ پہنچنے کے عین وقت صبر کرنا، اس کے نو سو درجے ہیں۔[۹۵]

۱۳۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، اللہ تبارک و تعالیٰ کے خالص دوستوں کی پہچان ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق میں سے کچھ خالص دوست ہیں۔ جب وہ نیک عمل کرتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور جب ان سے گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور جب انہیں نعمتیں ملیں تو شکر کرتے ہیں اور جب کوئی

Marfat.com

آزمائش آجائے تو صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔"[۹۶]

صبر واستقامت اقوال آئمہ رحمہم اللہ کی روشنی میں

۱۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں:

((ان المومن اشد من زبر الحدید ان زبر الحدید اذا دخل النار تغیر و ان المومن لو قتل ثم نشر ثم قتل لم یتغیر قلبه))[۹۷]

"ایمان دار شخص لوہے سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔لوہے کو جب آگ میں ڈالتے ہیں تو وہ متغیر ہو جاتا ہے لیکن مومن اگر ایک دفعہ قتل ہو کر زندہ ہو اور پھر قتل ہو تو بھی اُس کا قلب نا قابل تغیر ہے۔"

۲۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

((المومن له قوة فی دین... و برّ فی استقامة))[۹۸]

"مومن کے دین میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔۔۔اور وہ نیکی میں ثابت قدم رہتا ہے۔"

۳۔ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"جو شخص صبر کرتا ہے تو اس کا یہ صبر تھوڑی سی مدت کے لئے ہوتا ہے (اس کے بعد کامیابی ہوتی ہے) اور جو شخص بے تابی کرتا ہے تو اس کی بے تابی بھی مختصر مدت کے لئے ہوتی ہے (آخر کار شکست ہے)۔"[۹۹]

۴۔ اللہ کے لئے صبر واستقامت اختیار کرنے کے حوالے سے فرمایا:

((فمن صبر و احتسب لم یخرج من الدنیا حتیٰ یقر الله له عیناً فی اعدائه مع ما یدخر له فی الاخرة))[۱۰۰]

"جو شخص صبر کرے اور اس صبر کو اللہ تعالیٰ کے کھاتے میں ڈال دے، وہ دنیا سے اس وقت تک خارج نہیں ہوگا جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی آنکھوں کو اس کے دشمنوں کی شکست کے ذریعے ٹھنڈا نہیں کر دیتا۔اور آخرت کا وہ اجر

Marfat.com

اس کے علاوہ ہے جو اس کے لئے ذخیرہ کیا جا چکا ہے۔"

۵۔ ابوحمزہ ثمالی، امام ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لما حضرت ابی علی بن الحسین علیهما السلام الوفاة، ضمنی الی صدره، وقال: یا بنی: اوصیك بما اوصانی به ابی حین حضرته الوفاة، و بما ذکر ان اباه اوصاه به، یابنی: اصبر علی الحق و ان کان مرا)) [۱۰۱]

"جب میرے والد گرامی علی بن حسین (زین العابدین) علیہما السلام کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اس دم آخر مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا: بیٹا! میں تمہیں وصیت کرنا چاہتا ہوں، وہ وصیت جو مجھ سے میرے والد نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کی تھی، اور یہی وصیت انہوں نے اپنے والد سے سنی تھی۔ اے بیٹے! حق پر قائم رہنا اور صبر کرنا، خواہ وہ تلخ اور ناگوار ہی ہو۔"

۶۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

((الصبر کنزٌ من کنوذ الخیر، لا یعطیه الله الا لعبد کریم علیه)) [۱۰۲]

"صبر خیر کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ خزانہ اس کو عطا فرماتے ہیں جو ان کے ہاں عزت والا ہوتا ہے۔"

۷۔ امام اوزاعیؒ اُمت مسلمہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اصبر نفسك علی السنة، وقف حیث وقف القوم، وقل بما قالوا، و کف عما کفوا عنه، واسئلك سبیل سلفك الصالح، فانه یسعك ما وسعهم)) [۱۰۳]

"سنت پر ڈٹ جا، وہیں ٹھہر، جہاں (سلف) لوگ ٹھہرے ہیں، وہی کہہ جو انہوں نے کہا، جس قول وفعل سے وہ رکے ہیں، اُس سے تو بھی رک جا اور اپنے سلف صالحین کی راہ پر چلتا رہ، وہی چیز (قرآن وسنت) تجھے کافی ہو

Marfat.com

جائے گی، جوان کو کافی ہوئی تھی۔"

فصل سوّم: صبر و استقامت کی اہمیت، اقسام اور شرائط

مبحث اوّل: صبر و استقامت کی اہمیت اور شرائط

صبر و استقامت کی اہمیت

ہر کام میں کامیابی کے لئے صبر و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور بغیر استقامت و پائیداری کے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اکثر دانشوروں نے علم و دانش کے حصول اور عالم فطرت کے رازوں کے انکشاف کے لئے صبر و استقامت سے کام لیا اور ٹھوس قدم بڑھائے جس کے نتیجے میں انہوں نے اعلیٰ علمی مقام حاصل کئے۔ اسی طرح مضبوط ارادوں کے حامل لوگ صبر و استقامت اور سعی و کوشش سے بری صفات و عادات کی جگہ نیک اور اچھی صفات کو جاگزیں کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح کے افراد نے گمراہ کنندہ نفسانی خواہشات کے مقابل استقامت و پائیداری سے کام لیا اور قوی ارادوں اور محترم انسانوں میں تبدیل ہو گئے۔ معاشرے کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے بھی صبر و استقامت کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو معاشرے کی اصلاح کے لئے مثبت اور مفید قدم اٹھا کر انہیں سعادت و بھلائی کی طرف ہدایت کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ مخالفین کی جانب سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں، اُن کی اذیتوں اور نازیبا حرکتوں کے سامنے ڈٹ جائیں اور کامیابی ملنے تک مختلف مشکلات کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کریں۔

انسانی زندگی کے دو پہلو نہایت اہم ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اس بندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ انسان اپنا تزکیہ کرے، یعنی وہ اپنے جسم کو پاک رکھے، لباس کو پاک رکھے، اپنے کھانے پینے، رہنے سہنے، اپنی زبان و بیان اور نیتوں اور ارادوں کو پاک و صاف رکھے اور ظلم و زیادتی کے ہر کام سے اپنے آپ کو بچائے۔ اس تزکیے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

روئے زمین کو خود ساختہ خداؤں کی آقائی و فرمانروائی کی گندگی و غلاظت سے پاک کرے اور مالکِ کائنات کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتا رہے تاکہ ایک پرسکون منصفانہ معاشرہ وجود میں آسکے۔ یہی اقامتِ دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی راہ ہے۔ اس سے ابلیسی قوتوں کے مفاد پر زد پڑتی ہے۔ اس لیے وہ ظلم و استبداد اور دجل و فریب کے سارے ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس کی مزاحمت پر اتر آتی ہیں۔ یوں حق اور باطل کی دائمی اور مستقل آویزش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کشمکش میں اہلِ حق کی اصل قوت ان کی سیرت و کردار کی پختگی ہوتی ہے۔ وہ اس کے بل پر طاغوتی قوتوں اور ابلیسی لشکروں کو زیر کرتے اور حق کو غالب کرتے ہیں۔ اس میدان میں ان کی کمزوری باطل کے مقابلے میں ان کی ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ اخلاقی قوت کی اس کمزوری کا باعث بننے والے عوامل میں عدمِ صبر و استقامت کو بڑا دخل ہے۔ اسی لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس سے بچنے کی بطورِ خاص تاکید و تلقین فرماتے تھے اور اس کی بجائے اقامتِ دین کے کام میں صبر و ثبات اور استقامت کے اوصاف کو اپنانے پر زور دیتے تھے۔ صبر و استقامت کی اہمیت واضح کرنے کے لئے مختصر ترین اور پرمغز ترین یہی جملہ ہے جو امام علی بن موسیٰ الرضاؒ نے بیان فرمایا ہے:

((ونروی ان وصایا الانبیاء اصبر علی الحق وان کان مرا)) [۱۰۴]

"ہم روایت کرتے ہیں (یعنی یہ بات ہمارے خاندان کی میراث اور یادگار ہے) کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے وارثوں کو جو وصیتیں فرمائیں اُن میں سے ایک یہ ہے: حق پر استقامت و پائیداری سے قائم رہو خواہ وہ تلخ اور ناگوار ہی ہو۔"

ڈاکٹر عائض القرنی لکھتے ہیں:

"صبر و استقامت ایک ایسا محفوظ قلعہ ہے جس میں کوئی لشکر یا دشمن داخل نہیں ہو سکتا اور صبر و استقامت انسان کی حفاظت کرنے والی ایسی ڈھال کا نام ہے جس سے کوئی تیر یا کوئی نیزہ پار نہیں ہو سکتا۔ صبر و استقامت دہکتے انگاروں کو

Marfat.com

ہتھیلی پر رکھنے، زخموں کو چھپانے اور مصیبتوں کو ڈھانپ لینے کا نام ہے۔ صبر و استقامت ایک نہ ختم ہونے والا توشہ ہے اور ایسا معین و مددگار ہے جو امداد کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اُکتانے والا دوست ہے۔"[۱۰۵]

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے حق کی راہ میں صبر و استقامت اختیار کرنے کو سب سے اچھی صفت قرار دیا ہے۔ آپ ؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

((وعود نفسك التصبر على المكروه ونعم الخلق التصبر فى الحق))[۱۰۶]

"اپنے نفس کو عادی بناؤ کہ پریشانیوں پر صبر کرے، اور سب سے اچھی صفت حق کی راہ میں صبر و استقامت اختیار کرنا ہے۔"

جس طرح صبر و استقامت کی ضرورت انفرادی زندگی میں مسلّم ہے اسی طرح انسان کی اجتماعی زندگی میں بھی اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ، رسول اللہ ﷺ کے اسوہء صبر و استقامت کو اُمت کے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((أن الصبر على ولاة الامر مقروض لقول الله عزوجل لنبيه ﷺ فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل، وايجابه مثل ذلك على اوليائه و اهل طاعته، لقوله، لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة))

"صبر و شکیبائی اسلامی حکام پر واجب ہے کیونکہ اللہ اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے، صبر کرو جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر و شکیبائی اختیار کی ہے اور اسی چیز کو آپ ﷺ کے دوستوں اور اطاعت گزاروں پر آپ کی پیروی کرنے کے حکم کے ساتھ واجب فرمایا ہے۔"

اسی طرح سیدنا حسن بن علی ؓ اپنے ایک خطبے میں ہدف تک پہنچنے کے لئے صبر کو مستقیم راہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((فلستم ايها الناس نائلين ما تحبون الا بالصبر على ما

Marfat.com

تکرھون۔۔۔))[۱۰۷]

''اے لوگو! تم جسے چاہتے ہو اُس تک نہیں پہنچ سکتے مگر یہ کہ جس چیز سے تمہیں کراہت ہو اُس پر صبر کرو۔''

بڑے بڑے جوانمردوں کے حالاتِ زندگی گواہ ہیں کہ ان کی کامیابی کا اہم ترین یا واحد عامل صبر و استقامت تھا۔ جو لوگ اس خوبی سے بے بہرہ ہیں وہ بہت سے مصائب و آلام میں شکست کھا جاتے ہیں بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی پیش رفت اور ترقی میں جس قدر کردار صبر و استقامت کا ہے۔ اتنا اسباب، استعداد اور ہوشیاری کا عمل دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نہایت تاکیدی انداز میں اس کا ذکر آیا ہے۔

ایسے موضوعات بہت کم ہیں جن کی صبر و استقامت کی طرح قرآن کریم میں تکرار و تاکید ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً نوے مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے جن میں دس مقامات خود پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح متعدد مقامات پر راہِ دین میں استقامت دکھانے والوں کے لئے انعامات کا تذکرہ ہے۔ مومن کی زندگی اور اُس کے کردار میں استقامت کی حیثیت محض اخلاقی زیور کی نہیں ہوتی کہ اسے اس سے آراستہ ہونے نہ ہونے کا اختیار ہو، بلکہ یہ ایسا کردار ہے جسے اپنانے اور اختیار کرنے کا اللہ اور اُس کے رسول نے حکم دیا ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیات کریمہ میں اس کا درجہ ایمان باللہ کے بعد دیا گیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾}[۱۰۸]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ

Marfat.com

جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔"

صبر واستقامت اختیار کرنے والے اہلِ ایمان کتنے زیادہ ثواب کے مستحق ہیں! قیامت کے دن ان کا کتنا اعزاز واکرام ہوگا! اور کتنی اچھی اور خوش کن بشارت ہے جسے لے کر فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں۔ صبر واستقامت کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے چند نکات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

صبر واستقامت، مکارم اخلاق کا مرکز ومحور

مسلمان کی شخصیت جو قرآن کریم کی تعلیمات سے روشنی حاصل کرتی ہے اور سنت نبویہ مطہرہ کے سرچشمہ سے سیراب ہوتی ہے، ایک بے مثل اور عدیم النظیر شخصیت ہے جسے کسی ایسی مدنی الطبع شخصیت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جس نے عصرِ حاضر کے خود ساختہ نظاموں کے تحت پرورش پائی ہو۔ مسلمان کی شخصیت ایک ترقی یافتہ معاشرت پسند شخصیت ہے جس کی تربیت و پرداخت مکارمِ اخلاق کے اس بڑے مجموعے سے ہوئی ہے جن کا اس دین حنیف کی نصوص میں تذکرہ آیا ہے اور ان کے اختیار کرنے کو باعث ثواب قرار دیا گیا ہے اور ان کے ترک پر گرفت کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس طرح ایک سچے مسلمان کی شخصیت ایک معاشرتی ترقی یافتہ، مہذب ومتمدن، متقی، صاحب خیر اور پاکیزہ انسان کا بہترین نمونہ ہوگئی ہے۔

مسلمان کی زندگی اور اس کے کردار میں صبر واستقامت کی حیثیت محض اخلاقی زیور کی نہیں ہوتی کہ اسے اس سے آراستہ ہونے نہ ہونے کا اختیار ہو، بلکہ یہ ایسا کردار ہے جسے اپنانے اور اختیار کرنے کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صبر کی اہمیت ان الفاظ میں واضح کی ہے:

((علیکم بالصبر، فان الصبر من الایمان بمنزلة الراس من

Marfat.com

الجسد، ولا خیر فی جسد لا راس معه، ولا فی ایمان لا صبر معه)) [۱۰۹]

''تمہارے لئے صبر لازم ہے کیونکہ ایمان کے پیکر میں صبر کا مقام ایسا ہے جیسا سر (دماغ) کا مقام جسم میں ہوتا ہے اور ایسا جسم بے کار ہے جس میں سر نہ ہو، اسی طرح اس ایمان سے کوئی فائدہ نہیں جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔''

انسانی جسم میں ''سر'' یا ''دماغ'' زندگی کی قطعی ضمانت کا حامل ہے، بدن میں باقی اعضاء کے نہ ہونے کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ وغیرہ، لیکن ''سر'' جو اعضاء کو کنٹرول کرتا ہے اگر نہ ہو یا مفلوج ہو جائے تو جسم کے تمام اعضاء مفلوج ہو جاتے ہیں۔ دین میں استقامت کی اسی اہمیت کے پیش نظر امام مسلمؒ نے ''باب الاستقامہ'' کو باب جامع اوصاف الاسلام (اسلام کے مجموعہ اوصاف کا بیان) سے موسوم کیا ہے۔ اس لیے کہ ایمان باللہ سے صادر ہونے والی استقامت تمام فضائل کا مجموعہ اور تمام مکارم اخلاق کا مرکز و محور ہوتی ہے، اور استقامت ہی سے خیر کے کام اور نیک اعمال صادر ہوتے ہیں۔

اگر صبر و استقامت نہ ہو تو دین کی حق و منطق پر مبنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی، اور اس دین کے علوم و معارف دنیا میں بہترین انسانی علوم کے طور پر سامنے نہیں آسکتے اور نہ ہی اہلِ ایمان اور شائقین کو دین کی کامیابی کے دن کے انتظار میں ثابت قدم رکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی دین کے وہ قوانین نافذ ہو سکتے ہیں جو انسانی خواہشات کے قطعاً موافق نہیں ہیں۔

اگر صبر و استقامت نہ ہو تو اللہ اور دین کی خاطر لڑی جانے والی جنگ کا میدان نظریاتی قبرستان میں تبدیل ہو جائے۔ حج کا بین الاقوامی اجتماع جس میں دور دور سے مسلمان جمع ہوتے ہیں، خالی رہ جائے۔ آدھی رات کو خلوت میں پرجوش مناجات کرنے والوں کی گنگناہٹ خاموش ہو جائے۔ نفس کے ساتھ جہاد یعنی روزہ داری اور خود انضباطی کے مناظر کی رونق ختم ہو جائے۔ اسلامی معاشرے کی معیشت کی رگ خشک ہو جائے اور انفاق فی سبیل اللہ ختم ہو جائے۔ اگر صبر و استقامت اور ثابت قدمی نہ ہوتی تو اسلام کی تمام علمی اور اخلاقی قدریں، تقویٰ، پرہیزگاری، امانت، صداقت پس پشت ڈال دیئے جائیں۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ دین اور انسانیت کا ہر وہ شعبہ جس میں کوشش اور عمل کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس بنیادی شرط سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ دین عمل ہے اور عمل صبر و استقامت ہے۔ پس جو چیز اس عظیم قوانین کے مجموعے کو توانائی مہیا کرتی ہے اور اس کاروان کو متحرک رکھتی ہے، وہ صبر و استقامت ہے۔

اہل ایمان کی زندگی، صبر و استقامت کی تصویر

صبر و استقامت ایک مومن کی زندگی کا وہ آبدار موتی ہے جو اس کے آئینہء حیات کو صیقل کرتا ہے اور اس کو رعنائی و زیبائی اور تابندگی عطا کرتا ہے۔ ایک مومن کی زندگی صبر و ثبات کا پیکر ہوتی ہے۔ حوادثِ روزگار کیسے ہی صبر آزما ہوں، حالات کیسے ہی ناموافق اور ہمت شکن ہوں اور اسبابِ مدافعت کتنے ہی کمزور اور ناکافی ہوں، وہ نہ تو ہمت ہار کر بیٹھتا ہے اور نہ اس پر کوئی خوف و غم طاری ہوتا ہے اور نہ وہ کم ہمتی اور بزدلی ہی کا مظاہرہ کرتا ہے، غرض یہ کہ کہیں سے بھی اس کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہر ابتلاء و آزمائش کے وقت ایک سنگی دیوار کی طرح ثابت و قائم رہتا ہے۔ قرآن کریم میں اس حالت ایمانی کا نقشہ ایک جگہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

{وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝} [۱۱۰]

"اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انہوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہمت ہاری جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

ابوالکلام آزادؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"سچا مومن وہ ہے جو شدتوں اور مصیبتوں میں نہ تو بے ہمت ہو، نہ کمزور پڑے

Marfat.com

اور نہ کسی حال میں بھی ظالموں کے آگے عجز و بے چارگی کا اظہار گوارا کرے۔
قرآن کہتا ہے وھن، ضعف اور استکانت للخصم اس میں نہیں ہو سکتی۔ وھن یہ ہے کہ بے ہمت ہو کر بیٹھ رہے، ضعف یہ ہے کہ میدان میں نکلے مگر کمزوری دکھائے، استکانت للخصم یہ ہے کہ لاچار ہو کر حریف کے آگے گڑگڑانے لگے۔"[۱۱۱]

حقیقت یہ ہے کہ عجز و تذلل اور بے بسی و بے چارگی کا نام صبر نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم جس صبر کی تعلیم دیتا ہے اس میں علوئے ہمت، جراءت و جواں مردی، قوت برداشت اور ثبات و استقامت جیسی صفات داخل ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں صبر کے مفہوم پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

((لا تتمنو القاء العدو واسئلوا الله العافية فاذا لقيتمو هم فاصبروا واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف))[۱۱۲]

"دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت چاہو، مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور خوب سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔"

صبر و استقامت، جہاد زندگانی میں سب سے بڑا ہتھیار

جہاد زندگانی میں ایک مومن کی متاع گراں بہا یہی صبر و استقامت ہے۔ یہی اس کا وہ ہتھیار ہے جس سے وہ مصائب و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔ وہ مصائب و آلام کے ہر جرعہء تلخ کو اس طرح گوارہ کر لیتا ہے جیسے یہ مصائب نہ ہوں، شہد و شکر کے جامِ شیریں ہوں۔ وہ حزن و غم کی یورش میں بھی اس طرح مسرور و شاداں رہتا ہے جیسے غم کی ہواؤں نے اس کے غنچہء قلب کو چھوا تک نہیں، نامساعد سے نامساعد حالات میں بھی وہ اس طرح آسودہ قلب اور مطمئن خاطر رہتا ہے جیسے لیل و نہار کی کوئی گردش بھی اس کے خلاف نہ ہو۔ امام ابن تیمیہؒ سے منقول ہیں:

"سب سے بڑی کرامت استقامت کو لازم کرنا ہے۔"[۱۱۳]

الطاف احمد اعظمی نے مومن کی زندگی کو ایک سپاہی کی زندگی سے تشبیہ دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''ایک مومن کی زندگی دراصل ایک صابر سپاہی کی زندگی ہوتی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ میدان کارزار میں ایک کامیاب سپاہی کون ہوتا ہے؟ کیا وہ جس کے قدم بندوق کی ایک گولی اور توپ کے ایک گولے کی آواز سن کر پیچھے ہٹ جائیں؟ کیا وہ جو سروسامانِ جنگ کی قلت اور جنگ آزماؤں کی قلتِ تعداد کے باعث ہمت ہار کر راہِ فرار ڈھونڈنے لگے؟ کیا وہ جو چند گھنٹوں کے لئے بھی بھوک اور پیاس کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکے؟ آپ یقیناً یہی کہیں گے کہ ایسا سپاہی ناسزاوار جنگ ہے۔ سپاہی تو حقیقی معنوں میں وہی ہے جو بندوق کی گولیوں اور آگ اگلتی ہوئی توپوں کی گولہ باری میں بھی ثابت قدم رہے، جو افراد اور سامان جنگ کی قلت سے ہراساں نہ ہو اور جو بھوک اور پیاس کی اذیتوں کو برداشت کر سکے، دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ ایک کامیاب سپاہی وہ ہے جو صبر و استقامت دکھانے والا ہو۔''[۱۱۴]

اہل صبر و استقامت کی عظمت اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوتی ہے جسے علامہ محمد بن حسن العاملیؒ نے نقل کیا ہے:

((انه من صبر نال بصبره درجة الصائم القائم، ودرجة الشهيد الذى ضرب بسفينه قدام محمد ﷺ))[۱۱۵]

''جو شخص صبر و استقامت اختیار کرے، وہ اپنے صبر و استقامت کی بدولت شب بیداری کرنے والے روزہ دار اور اُس شہید کے درجہ کو پالیتا ہے جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تلوار سے جہاد کیا ہو۔''

میدان کارزار میں ایک مومن کا ترانۂ جان فزا یہی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

{رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝۲۵۰ۧ}[۱۱۶]

''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ان کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

Marfat.com

صبر و استقامت، بلند ترین فضیلت انسانی

حقیقت یہ ہے کہ صبر و استقامت اور پامردی انسان کے بلند ترین فضائل میں سے ہے اور اس کے بغیر باقی فضائل کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ کا قول ہے:

((علیکم بالصبر فان الصبر من الایمان کالراس من الجسد ولا خیر فی جسد لا راس معه ولا فی ایمان لا صبر معه))[۱۱۷]

''صبر و استقامت تمہارے لئے لازمی ہے، کیونکہ ایمان کے لئے صبر کی وہی اہمیت ہے جو بدن کے لئے سر کی۔ جیسے سر کے بغیر بدن کا کوئی فائدہ نہیں ایسے ہی صبر و استقامت کے بغیر ایمان میں کوئی پائیداری نہیں اور نہ اس کا کوئی نتیجہ ہے۔''

اسلامی روایات میں صبر کو اسی لئے اعلیٰ ترین قرار دیا گیا ہے تاکہ انسان گناہ کے وسائل مہیا ہونے کے باوجود استقامت دکھائے اور لذتِ گناہ سے آنکھیں بند کر لے۔ قرآن کریم میں نافرمان لوگوں کو جہنم کے ایندھن سے تعبیر کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں استقامت کا مظاہرہ کرتے اور گمراہ نہ ہوتے تو ہم انہیں بکثرت پانی سے سیراب کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾} [۱۱۸]

''اور اگر لوگ راہِ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔''

ابتدائی انقلابی مسلمان چاروں طرف سے طاقتور، خونخوار اور بے رحم دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مختلف حوادث کے مقابلے میں صبر و استقامت کا حکم دیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان کی صورت میں نتیجہ شخصی استقلال، اعتماد اور اپنی مدد آپ کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ تاریخِ اسلام نے اس حقیقت کی بڑی وضاحت سے

Marfat.com

نشاندہی کی ہے کہ یہی تمام کامیابیوں کی حقیقی بنیاد تھی۔

صبر و استقامت، اسلام کا ایک اساسی حکم

صبر جو کہ اسلام کا ایک اساسی حکم ہے قرآن کریم میں کئی مواقع پر اس کا ذکر نماز کے ساتھ آیا ہے۔ شاید ایسا اس بنا پر ہے کہ نماز انسان میں حرکت پیدا کرتی ہے اور صبر کا حکم استقامت کو ضروری قرار دیتا ہے، اور یہ دونوں یعنی حرکت اور استقامت جب دوش بدوش ہوں تو ہر قسم کی کامیابی کا اصل عامل بن جاتے ہیں۔ اصولی طور پر کوئی نیکی صبر اور استقامت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نیک کاموں کے اختتام پذیر ہونے پر حتمی طور پر استقامت لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٥﴾} [۱۱۹]

''اور صبر کر کہ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

نیز فرمایا کہ:

{إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾} [۱۲۰]

''صرف کامل صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

یعنی اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم اور اس کی نافرمانی سے باز رکھیں اور اس کا ہمیشہ التزام کریں اور تنگ دل نہ ہوں۔ دوسرے لفظوں میں جب نفوس ضعیفہ، صبر و استقامت کا دامن چھوڑ دیں اور انقطاع اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر کمزور پڑ جائیں تو آیت کریمہ میں ان کو صبر کے التزام کی ترغیب اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا شوق دلایا گیا ہے۔

صبر و استقامت، ایک عظیم الشان پیغمبرانہ صفت

اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نیک و مقرب بندے انبیاء علیہم السلام ہیں جنہوں نے انتہائی نامساعد اور اذیت رساں ماحول میں صبر و استقامت سے کام لے کر ہدایت کی شمعیں روشن کیں، پھر بتدریج کفر و الحاد نے سر اٹھایا اور ایک بار پھر ساری دنیا ظلمت و گمراہی کے غار میں گر گئی تو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول سرورِ کائنات ﷺ دینِ کامل لے کر اس دنیا میں

Marfat.com

تشریف لائے اور الٰہی تعلیمات اور اپنے کمالات و اخلاقِ فاضلہ سے رُشد و ہدایت کی ایسی مضبوط و مستحکم بنیادیں قائم فرمائیں جن پر ملّتِ اسلامیہ کی رہتی دُنیا تک تعمیر ہوتی رہے گی۔ ان پیغمبرانہ اوصافِ جلیلہ میں صبر و استقامت وہ عظیم صفت ہے جس سے متصف ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فلاح و کامرانی کی بشارت دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

{اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾} [۱۲۱]

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہنے والے، اس کے بدلے کے لئے جو وہ کیا کرتے تھے۔"

ظاہر ہے جس صفت کے اختیار کرنے پر خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فلاح و کامرانی کا مژدہء جاں فزا سنایا ہو، اُس سے بڑھ کر کوئی دوسری صفت نہیں ہو سکتی، اور لازمی طور پر اُس کے نتیجہ میں ایسی نصرت و کامیابی حاصل ہوگی جس کا کوئی تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

"صبر و استقامت" انبیا علیہم السلام اور ان کے اتباع اہل ایمان کے اوصاف میں سے ایک نہایت ہی اہم وصف ہے اور بہت سے اوصاف کو جامع ہے۔ اس وصف کی وجہ سے ایک مومن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی اور اس کی رضا کے حصول کے نصب العین کی طرف اطمینان اور جرأت سے پیش قدمی کرتا ہے۔ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتا ہے، ہر معصیت سے رُکتا ہے، ہر طرح کے حالات میں پامردی دکھاتا ہے، وہ جان قربان کر دیتا ہے لیکن میدانِ جہاد سے پیٹھ نہیں پھیرتا، وہ تنہا ہو تو بھی ساری دنیا سے ٹکرا جاتا ہے۔ اسی واسطے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کا حکم دیا۔

{وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾} [۱۲۲]

"اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ

Marfat.com

اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اپنے ہر کام اور ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

{فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۲} [۱۲۳]

"پس تو خوب ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔"

صبر و استقامت اہل ایمان کی بھی ایک نمایاں صفت ہے۔ عمرو بن شعیبؒ اپنے جد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((خصلتان من كانتا فيه كتبه الله شاكرا صابرا و من لم تكونا فيه لم يكتبه الله شاكرا ولا صابرا...)) [۱۲۴]

"دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے، اور جس میں یہ نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھتا۔ جو شخص دین میں اپنے سے برتر کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور دنیا میں اپنے سے کم تر کو دیکھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے اس پر شکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص دین میں اپنے سے کم تر کو دیکھے اور دنیا میں اپنے سے برتر کو دیکھ کر اپنی کمی پر افسوس کرے، اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر نہیں لکھتا۔"

صبر و استقامت، ترقی کرنے اور مشکلات پر قابو پانے کا ذریعہ

ترقی کرنے اور مشکلات پر قابو پانے کے لئے دو بنیادی ارکان کی ضرورت ہے۔ ایک طاقتور اور مضبوط اندرونی قلعہ اور دوسرا بیرونی محکم سہارا۔ قرآن کریم نے ان دونوں

Marfat.com

اساسی ارکان کو صبر اور صلوٰۃ سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط} [۱۲۵]

"اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔"

اس آیت کریمہ میں صبر و استقامت اور اندرونی خواہشات پر کنٹرول کر کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف توجہ سے قوت حاصل کرنے کا حکم ہے۔ صبر و استقامت، بردباری کے ساتھ مشکلات کے محاذ پر ڈٹ جانے کا نام ہے۔ اور نماز، اللہ تعالیٰ سے رابطے اور تعلق کا وسیلہ ہے جو ایک محکم اور مضبوط سہارا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نماز انسان کو قدرتِ لایزال سے مربوط کر دیتی ہے جس کے ہاں تمام مشکلات سہل و آسان ہیں اور یہی احساس باعث بنتا ہے کہ انسان حوادث کے مقابلے میں طاقتور اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے صبر و استقامت کی اہمیت اس طرح بیان فرمائی:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳} [۱۲۶]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس آیت کریمہ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی معیت کی خوشخبری سنائی ہے جو اپنے مصائب اور پریشانیوں میں ان دو قوتوں صبر و استقامت اور نماز سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو پھر اس کو کسی چیز کی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہتی۔ تاریخ اسی حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ دنیا میں فتح و کامرانی اور انقلاب برپا کر دینا صرف ان لوگوں کو نصیب ہوا جو صبر و استقامت کی صفت میں ایک مقام حاصل کر گئے۔ جو لوگ صبر و استقامت کی عظیم صفت سے محروم ہیں اُن کے لئے دنیا و آخرت میں کچھ نہیں اور صبر و استقامت والوں کے لئے بے حساب اجر ہے۔

{اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰} [۱۲۷]

"صرف کامل صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔"

Marfat.com

صبر واستقامت، عبادت بھی اور جہاد بھی

صبر واستقامت کی جامعیت کو بعض نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ عبادت بھی ہے اور جہاد بھی اور دونوں کے نتیجے میں آدمی رضا بالقضاء کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ، سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((الصبر صبران، صبر عن معصية الله فهذا مجاهد و صبر على طاعة الله فهذا عابد، فاذا صبر عن معصية الله و صبر على طاعة الله اورثه الله الرضا بقضائه و علامة الرضا سكون القلب بما ورد على النفس من المكروهات)) [۱۲۸]

بعض نے یوں فرمایا:

((الصبر الثبات على احكام الكتب والسنة)) [۱۲۹]

گناہ کے مقابلے میں صبر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((ومن صبر عن معصية الله فهو كالمجاهد فى سبيل الله)) [۱۳۰]

''جو شخص اللہ کی نافرمانی کے مقابلے میں صبر کرتا ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی مانند ہے۔''

صبر واستقامت دکھانے والوں کے لئے بشارت

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور مصیبتوں کے ساتھ آزماتا ہے، تاکہ سچے کی جھوٹے اور جزع کرنے والے کی صبر کرنے والے سے تمیز ہو سکے، نیز صابرین کے لئے بشارت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝} [۱۳۱]

''اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں

Marfat.com

سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر و استقامت دکھانے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اپنے بندوں کو مصائب ومحن کے ذریعے آزماتا ہے، تاکہ سچے اور جھوٹے، صابر اور بے صبرے کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ اپنے بندوں کے معاملے میں یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اور چونکہ یہ کامیابی صبر و استقامت کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا:

{وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵} [۱۳۲]

"اور صبر و استقامت دکھانے والوں کو خوشخبری دے دے"

اور یہ ایسے افراد ہیں جو ان سخت آزمائشوں سے خوبصورتی سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ انہیں بشارت دینا چاہیئے۔ باقی رہے سست مزاج اور عدم استقامت والے لوگ تو وہ آزمائشوں کے مقامات سے رُوسیاہ ہو کر واپس آتے ہیں۔ بعد کی آیت صابرین کے بارے میں زیادہ تشریح کرتی ہے۔ اس واقعیت کی طرف توجہ رکھتے ہوئے کہ ہم سب اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جائیں گے، ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ یہ ہمیشہ رہنے کا گھر نہیں ہے۔ ان نعمتوں کا زوال اور ان کی کمی بیشی بہت جلد گزر جانے والی چیزیں ہیں اور یہ تکامل کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا ان دو بنیادی اصولوں کی طرف توجہ کرنا صبر و استقامت کے جذبے کو بہت تقویت بخشتا ہے۔ زیر بحث آخری آیت کریمہ میں عظیم امتحانات میں صبر کرنے والوں اور پامردی دکھانے والوں کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عظیم لطف و کرم کو بیان کیا گیا ہے۔

کچھ لوگ مصائب وحوادث کے مقابلے میں والہانہ جدوجہد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ایسا جہاد شروع کر دیتے ہیں کہ تھکنے کا نام نہیں لیتے اور جب تک کہ مشکل کو سامنے سے ہٹا نہیں دیتے چین نہیں لیتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے صابروں کے لئے کامیابی کا وعدہ

Marfat.com

فرمایا ہے۔

{اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ} [۱۳۳]

"اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔"

نیز ان کے لئے آخرت کی جزا جنت کی نعمتوں کو قرار دیا۔

{وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۙ۱۲} [۱۳۴]

"اور انہیں ان کے صبر کرنے کے عوض ریشم اور جنت کا بدلہ عطا فرمایا۔"

صبر واستقامت، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ

جامع ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان عظيم الجزاء مع عظيم البلاء، ان الله تعالىٰ اذا احب قوماً ابتلاهم فمن رضا فله الرضا و من سخط فله السخط)) [۱۳۵]

"بڑی جزا بڑی آزمائش کے ساتھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند کرتے ہیں تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ سو جو اس آزمائش پر اللہ سے راضی ہو (اس پر صبر واستقامت دکھائے) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو اسے ناپسند کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔"

مجمع الزوائد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب بندے کے مقدر میں کوئی مرتبہ لکھا ہوا ہوتا ہے اور اس بندے کے اعمال ایسے نہیں ہوتے کہ وہ مرتبہ اسے ملے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن یا مال یا اولاد میں کچھ مصیبت پہنچا دیتے ہیں۔ وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اس صبر کی بدولت اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔" [۱۳۶]

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور مصیبتوں کے ساتھ آزمائیں گے، تاکہ سچے کی جھوٹے اور جزع کرنے والے کی صبر کرنے والے سے تمیز ہو سکے۔

Marfat.com

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵} [۱۳۷]

"اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مولوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری د ے دے۔"

اللہ تعالیٰ کا بندوں میں یہی دستور ہے۔ کیونکہ اگر اہلِ ایمان کے لئے ہمیشہ خوشی رہے اور اس کے ساتھ آزمائش نہ ہو، تو خلط ملط ہوگا، جو کہ فساد ہے۔ حکمتِ الٰہی یہ ہے کہ اہلِ خیر اور اہلِ شر کے درمیان حدّ فاصل قائم ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے، کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزمائیں گے۔

محدث عبدعلی الحویزیؒ نے اہلِ ایمان کی آزمائش کے حوالے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ اصول بیان کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ، انبیاء کی آزمائش اس لئے کرتا ہے کہ کہیں لوگ ان کے معجزات دیکھ کر انہیں خدا نہ سمجھنے لگ جائیں اور خدا کی اس آزمائش میں ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگ کسی فقیر کو اس کے فقر اور کسی ضعیف کو اس کے ضعف کی وجہ سے حقیر نہ سمجھیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ وہ آزمائش کی غرض سے ابلیس کو اہلِ ایمان کے اجسام پر تسلط دے دیتا ہے، لیکن اُن کے دین پر اسے غلبہ نہیں دیتا۔" [۱۳۸]

صبر و استقامت، کرامت سے بھی بلند

صبر و استقامت کا درجہ کرامت سے بلند تر ہے۔ یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے۔ علامہ عبدالکریم بن ھوازن القشیریؒ نے "الرساله القشيرية" میں ایک باب "الاستقامة اشد من الكرامة" قائم کیا ہے۔ اس میں وہ ابویزید بن طیفور بن عیسیٰ البسطامیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

Marfat.com

((لو نظرتم الیٰ رجل اعطی من الکرامات حتی یر تقی فی الھواء، فلا تغترّوا به، حتیٰ تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنھی، و حفظ الحدود، واداء الشریعة؟)) [۱۳۹]

''اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اُسے بہت کرامات عطا کی گئی ہیں حتیٰ کہ وہ ہوا میں اُڑتا ہو پھر بھی اُس سے دھوکہ نہ کھاؤ (کہ وہ مردِ کامل ہے)، بلکہ دیکھو کہ دین کے اوامر ونواہی پر عمل، حدود الٰہی کی حفاظت اور شریعت کی ادائیگی میں کس معیار پر ہے؟ (قرآن وسنت پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہے تو وہ مردِ کامل ہے ورنہ نہیں)''

سیدنا علی بن ابی طالبؓ راہ استقامت کو کرامت کا باعث قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((علیك بمنھج الاستقامة، فانه یکسبك الکرامة، ویکفیك الملامة)) [۱۴۰]

''تمہارے لئے راہِ استقامت ضروری ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے کرامت مہیا کرتی ہے اور تمہیں ملامت سے بچائے رکھتی ہے۔''

صبر واستقامت ہر قسم کی سعادت اور خوش بختی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بغیر انسان دُنیا اور آخرت میں کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((الصبر خیر مرکب ما رزق الله عبدا خیرا له ولا اوسع من الصبر)) [۱۴۱]

''صبر بہترین سواری ہے، اللہ نے کسی بندے کو صبر سے بہتر اور کھلا رزق نہیں دیا۔''

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ومن یستعفف یعفه الله، ومن یستغن یغنه الله، ومن یتصبر یصبره الله، وما اعطی احدٌ عطاء خیرا واوسع من الصبر)) [۱۴۲]

''جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اُسے بچا لیتا ہے۔ جو بے

Marfat.com

نیازی اختیار کرتا ہے اللہ اُسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اللہ اُسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔"

پس "صبر و استقامت" کو اُس کے سارے گوشوں کے ساتھ اُسوہ حسنہ کی روشنی میں سمجھنا اہلِ اسلام کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ مولائے کریم سے التجا ہے کہ وہ ہمیں بھی رسول کریم ﷺ کے اُسوہء حسنہ کی سچی تصویر اپنے عمل سے کھینچنے کی توفیق عطا فرما دیں تاکہ ہم صبر و استقامت جیسی عظیم پیغمبرانہ صفت سے باوصف ہو کر بلند کرداری اور حقیقی بہادری کا سچا نمونہ پیش کر سکیں۔

صبر و استقامت کی شرائط

صبر و استقامت کی اہمیت کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح معنوں میں صبر کیسے ہوتا ہے؟ صبر و استقامت کے فوائد سے حقیقی معنوں میں مستفید ہونے کے لئے اس میں تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر و استقامت

پہلی شرط یہ ہے کہ صبر و استقامت دکھانے والا محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾} [۱۳:۲۲]

"اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا کو طلب کرتے ہوئے صبر کیا، نماز قائم کی اور ہم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس سے پوشیدہ طور پر اور دکھلا کر خرچ کیا۔ اور وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں (یا گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں) تو انہی لوگوں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔"

Marfat.com

نیز فرمایا:

{وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝} [۱۴۴]

"اور اپنے رب کی خاطر ہی صبر کیجئے۔"

۲۔حرف شکایت زبان پر نہ لانا

دوسری شرط یہ ہے کہ بندہء مومن ہر قسم کی آزمائش میں اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ لائے اور کسی کے سامنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکوہ مت کرے۔سیدنا ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قال اللہ تعالیٰ: اذا ابتلیت عبدی المومن ولم یشکنی الی عوادہ اطلقتہ من اساری، ثم ابدلتہ لحما خیرا من لحمہ، ودما خیرا من دمہ، ثم یستانف العمل)) [۱۴۵]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں جب اپنے بندہء مومن کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ عیادت کے لئے آنے والوں کے سامنے میری شکایت نہیں کرتا تو میں اسے اپنی قید سے آزاد کر دیتا ہوں، پھر اسے پہلے سے بہتر گوشت اور بہتر خون عطا کرتا ہوں۔پھر وہ نئے سرے سے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔"

۳۔آزمائش کی ابتدا میں صبر واستقامت

تیسری شرط یہ ہے کہ بندہء مومن ابتدائے آزمائش سے ہی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرے۔ایسا نہ ہو کہ ابتدا میں خوب روئے پیٹے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ کرے کہ میں صبر واستقامت والا ہوں۔سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبر کے پاس بیٹھی روتی ہوئی ایک خاتون کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا:

((اتقی اللہ واصبری))

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔"

اس نے کہا: مجھ سے چلے جائیے، کیونکہ آپ کو تو میری مصیبت نہیں پہنچی (یعنی آپ

Marfat.com

میری مصیبت کی شدت کو نہیں جانتے)۔ اور اُس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اُس سے کہا گیا: بلاشبہ وہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئی، تو اُس نے وہاں دربانوں کو نہ پایا، تو اُس نے عرض کی: ''میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انما الصبر عند الصدمة الاولی)) [۱۴۶]

''بلاشبہ صبر تو پہلی ہی چوٹ پر (یعنی باعثِ صدمہ بات سے آگاہ ہوتے ہی) ہے۔''

مندرجہ بالا تین شرائط کی روشنی میں صابر اور ثابت قدم مومن، صبر و استقامت کا مکمل اجر وثواب اور اس کے فوائد وثمرات حاصل کر سکتا ہے۔

مبحث دوّم: صبر و استقامت کی اقسام

صبر کی اقسام

صبر کا کوئی ایک مرتبہ یا قسم نہیں جس پر اکتفا کر لیا جائے، بلکہ اس کے مختلف مراتب واقسام ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے افضل و برتر ہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الصبر ثلاثةٌ: صبرٌ عند المصيبة، و صبرٌ على الطاعة، وصبرٌ عن المعصية)) [۱۴۷]

''صبر کے تین درجے ہیں: مصیبت پر صبر، اطاعت پر صبر اور معصیت سے صبر۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اسی حدیث مبارکہ کی روشنی میں صبر کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

''صبر کی تین قسمیں ہیں: اوامر الٰہی پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا، اس کی نواہی سے ہمیشہ پرہیز کرنا اور قضاء وقدر پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا۔'' [۱۴۸]

مندرجہ بالا تینوں اقسام کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے:

۱۔ مصیبت پر صبر

مصیبت وابتلا ایک غیر اختیاری چیز ہے۔ یہ بندے کی دسترس سے بالاتر بات ہے بلکہ اس کی وقوع پذیری اجباری ہے۔ قضا و قدر کی رو سے اسے وقوع پذیر ہونا ہی ہوتا

Marfat.com

ہے۔ ابتلا و آزمائش پر صبر کی قرآن کریم میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے انداز بدل بدل کر صبر کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵} [۱۴۹]

"اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا:

((اتقی اللہ واصبری))

"اللہ سے ڈر اور صبر کر۔"

اس نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تو کہہ دیا: مجھے میری حالت پر رہنے دے، تجھے مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس کو کہا گیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ تھے۔ وہ آپ کے دروازے پر آئی، دیکھا وہاں کوئی دربان بھی نہیں۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (مجھے معاف فرما دیں اب میں صبر کرتی ہوں)۔ آپ نے فرمایا:

((انما الصبر عند الصدمة الاولی)) [۱۵۰]

"بلاشبہ صبر تو پہلی ہی چوٹ پر (یعنی باعثِ صدمہ بات سے آگاہ ہوتے ہی) ہے۔"

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مصائب پر انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر عظیم لوگوں کے مثالی صبر کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں ہمارے لئے زبردست نصیحت و عبرت اور راہنمائی ہے۔

۲۔ اطاعت پر صبر

صبر کے سلسلے میں یہ بڑا ہی بلند ترین مرتبہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پر جیسے

Marfat.com

بھی حالات واقع ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کے بارے میں نفس پر قابو پا کر اس کی انجام دہی کی صعوبت اور مشقت برداشت کرے اور نیکی کو ہرگز نہ چھوڑے۔ امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ''عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین'' میں قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ صبر کی تینوں قسموں میں یہ قسم سب سے افضل ہے کہ انسان نیکی واطاعت پر صبر یعنی استقامت اختیار کرے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾} [۱۵۱]

''پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔ اور اپنے رب کا نام صبح اور پچھلے پہر یاد کیا کر۔ اور رات کے کچھ حصہ میں پھر اس کے لئے سجدہ کر اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔''

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات)) [۱۵۲]

''جنت کو ایسی چیزوں نے گھیر رکھا ہے جنہیں انسان کا نفس ناپسند کرتا ہے اور جہنم کو ایسی چیزوں نے گھیر رکھا ہے جو نفس کو مرغوب ہیں۔''

روایات میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بلا ناغہ ضحی کی آٹھ رکعتیں نماز ادا کیا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں:

((لو نشر لی ابوای ما ترکتها)) [۱۵۳]

''اگر میرے والدین زندہ ہو کر آجائیں تو میں تب بھی ان رکعتوں کو نہیں چھوڑوں گی۔''

نیکی پر صبر اور ہمیشگی کی تلقین کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

((ان احب الاعمال الی الله ادومها)) [۱۵۴]

''اللہ تعالیٰ کی طرف پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو استقامت اور ہمیشگی سے ادا کئے جائیں۔''

Marfat.com

۳۔ معصیت سے صبر

جہاں تک معصیت سے صبر کا معاملہ ہے تو یہ اختیاری ہے۔ اس میں بندے کو اختیار ہوتا ہے چاہے تو یہ کام کرے اور چاہے تو نہ کرے اور نفس سے محاذ آرائی کرتے ہوئے ذنوب ومعاصی سے اجتناب کرے۔ خاص طور پر اس موقع پر جبکہ اسباب ووسائل بھی مہیا ہوں اور اس کے کر گزرنے کا داعیہ بھی پایا جاتا ہو اور طبیعت کا میلان بھی اس طرف ہو سکتا ہو۔ اس سلسلے میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے واقعہ سے ایک عظیم مثال لی جا سکتی ہے۔ جب عزیز مصر کی بیوی سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی اور انہیں دعوتِ گناہ دینے لگی۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ} [۱۵۵]

"اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: لو آجاؤ (اور میرے جذبات کی تسکین کا اہتمام کرو)۔"

اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فوراً شیطان کے وساوس اور بہکاوے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

{قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳} [۱۵۶]

"یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔"

یوں سیدنا یوسف علیہ السلام نے معصیت سے صبر کیا اور کمالِ صبر وضبط کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔

آئمہ محدثین رحمہم اللہ نے مزید وضاحت کے لئے صبر کی قسموں کو مزید صورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب "عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین" میں جو وضاحت فرمائی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"صبر" کی دو قسمیں ہیں: جسمانی اور ذہنی۔ پھر اس تقسیم کے بعد صبر کی یہ دونوں قسمیں مزید

Marfat.com

دو قسموں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ صبر اختیاری اور صبر اضطراری۔

۱۔ جسمانی صبر جیسے محنت مشقت سہنا، بیماری، چوٹ، درد، گرمی، سردی برداشت کرنا۔

۲۔ ذہنی صبر جیسے دکھ، افسوس، پریشانی، کسی عزیز کی فرقت یا کسی نقصان کا برداشت کرنا۔

۳۔ اختیاری صبر یعنی جہاں صبر کرنے نہ کرنے اور حوصلہ دکھانے نہ دکھانے کا آپ کو اختیار ہو۔ یعنی شرعاً و عقلاً نامناسب فعل سے خود کو باز رکھنا۔ وہ صبر جو آپ اپنی مرضی سے اور اپنے اختیار کردہ راستے میں کرتے ہیں چاہے وہ جسمانی ہو یا ذہنی۔ یہ بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے۔

۴۔ صبر اضطراری یعنی جہاں تک صبر اضطراری کا معاملہ ہے تو یہ وہ صبر ہے جو آپ کو کرنا ہی پڑتا ہے اور جہاں آپ بالکل بے بس ہوتے ہیں۔ صبر کی یہ قسم انسانوں اور جانوروں میں مشترک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صبر کی اس قسم میں، یعنی جہاں بے بسی ہو اور کوئی چارہ ءکار اور جائے فرار ہی نہ ہو، بعض جانور، انسان کی نسبت کہیں زیادہ ہمت برداشت کے مالک ثابت ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگ صرف انہی معاملات میں صبر و حوصلہ اور ہمت و برداشت کا مظاہرہ کر پاتے ہیں جن میں وہ اور چوپائے برابر کے شریک ہیں۔ [۱۵۷]

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں میں صبر کی وہ قوت تو ہوتی ہے جو جانوروں میں ہے مگر انسان کی امتیازی قوت صبر ان میں نہیں ہوتی۔ اس لئے انہیں اگرچہ صابر شمار کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں وہ صابر نہیں ہوتے۔" [۱۵۸]

اسی طرح امام ابوالحسن ماوردیؒ نے اپنی کتاب "البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین" میں صبر کی چھ اقسام بیان کی ہیں اور ہر قسم قابل تعریف ہے:

"صبر کی پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا اور ممنوعات سے رُکنا۔ صبر کی دوسری قسم حوادثات و نقصانات پر صبر ہے جس پر غم نے نڈھال کر دیا ہو۔ صبر کی تیسری قسم مرغوب و محبوب چیز کے فوت ہونے یا نہ ملنے پر صبر ہے۔

Marfat.com

صبر کی چوتھی قسم آئندہ آنے والے حوادث کے خوف یا مصیبت سے صبر کرنا اور کل کے غم کو آج پر سوار کرنا۔ صبر کی پانچویں قسم کسی نعمت کے ملنے کی توقع پر صبر کرنا جس میں اُمید حیران ہوتی ہے اور نظر اسی طرف لگی رہتی ہے اور پانے کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ صبر کی چھٹی قسم کسی ناپسندیدہ چیز یا خوف زدہ کرنے والے معاملے پر صبر کرنا کیونکہ صبر کی وجہ سے آرا سمجھ میں آتی ہیں اور دشمن کی تدبیروں کو دور کیا جا سکتا ہے۔"[۱۵۹]

استقامت کی اقسام

۱۔ استقامتِ قلب

استقامتِ قلب تمام طرح کی اقسامِ استقامت میں سے اہم ترین اور ضروری ہے۔ اسے استقامتِ عقیدہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ دل ایمان کی جڑ ہے۔ اگر دل کا عقیدہ صحیح اور مضبوط ہو تو جسم کے دوسرے تمام اجزاء اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((... الا و ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله، و اذا فسدت فسد الجسد کله، الا و هی القلب))[۱۶۰]

"سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو گا تو سارا بدن درست ہو گا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔"

استقامتِ قلب سے مراد یہ ہے کہ آدمی یقین کے ساتھ ایمان (صحیح اسلامی عقیدہ) کو قبول کر لے اور اسی پر موت تک ڈٹا رہے۔ ایمان کا بیان سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی مشہور حدیث میں صراحت سے موجود ہے۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

((ما الایمان؟))

"ایمان کیا ہے؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

((الایمان ان تومن باللہ و ملائکتہ و کتابہ و لقائہ و رسلہ و تومن بالبعث الاخر))[۱۶۱]

"ایمان، اللہ، اُس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کی ملاقات، اس کے رسولوں، دوبارہ اٹھائے جانے یا آخرت (اور اچھی بری تقدیر) کے ماننے کا نام ہے۔"

امام ابن رجبؒ فرماتے ہیں:

"اصل استقامت قلب کا توحید پر استقامت اختیار کرنا ہی ہے۔"[۱۶۲]

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ اس آیت کریمہ {اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا} کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ گناہ سے رُکے رہے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا کہ آپ نے اس آیت کریمہ کو صحیح جگہ پر محمول نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے:

((ثم استقاموا علی ان اللہ ربھم وحدہ ولم یلتفتوا الی غیرہ))[۱۶۳]

"انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر انہوں نے اس ذات پاک کے سوا کسی اور معبود کی طرف التفات نہ کیا۔"

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ))[۱۶۴]

"بندے کا ایمان اُس وقت تک مستقیم نہیں ہوسکتا جب تک اُس کا دل مستقیم نہ ہو۔ اور اُس کا دل مستقیم نہ ہوگا جب تک اُس کی زبان سیدھی نہ ہو۔"

جب انسان کا دل، اللہ کی معرفت، خشیت، اجلال، ہیبت، محبت، اُمید، دُعا، اس پر توکل اور اس کے سوا ہر چیز سے اعراض کرنے میں ثابت قدم رہے گا تو زبان اور دوسرے اعضاء

Marfat.com

جسم اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں استقامت اختیار کریں گے۔ کیونکہ دل ہی اعضاء کا بادشاہ ہے اور وہ اس کے لشکر ہیں۔ اس لئے جب بادشاہ استقامت اختیار کرے گا تو اس کا لشکر اور رعیت بھی استقامت اختیار کرے گی۔

۲۔ استقامتِ قول و عمل

استقامتِ قول و عمل سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی زبان سے ایمان کا اقرار اور اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو عملی جامہ پہنائے۔ پھر اقرار اور عمل کے بعد ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ کہے اور ایسا کوئی عمل اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے خلاف یا اس کے احکام کے منافی ہو۔ اس کا دوسرا نام مداومت ہے۔ یعنی جس بھلائی اور خیر کے کام کو اختیار کیا جائے اُس پر مرتے دم تک مداومت ہو اور اُسے ہر حال میں کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنا انسان کے اچھے کاموں میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تعریف اُن مسلمانوں کی کی ہے جو اس پر مداومت کرتے ہیں۔ کبھی کبھی نماز پڑھنا کوئی قابلِ تعریف کام نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝} [۱۶۵]

"لیکن وہ نمازی جو اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں (یعنی ہمیشہ پڑھتے ہیں)۔"

اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی بار بار تاکید اور تلقین فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اُنہوں نے جواب دیا:

"وہ نیکی جس پر مداومت کی جائے۔" [۱۶۶]

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ ہے جس کو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔" [۱۶۷]

پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ استقامتِ قلب کے ساتھ ہی استقامتِ قول و عمل پر بھی توجہ

Marfat.com

دے اور خصوصی طور پر اپنی زبان کی حفاظت کرے، کیونکہ دل کے بعد انسان کی استقامت کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنے والی چیز اس کی زبان ہے کیونکہ یہی دل کی ترجمان ہے اور اس کی تشریح کرنے والی ہے اور جو اعضاء ایمان کو برباد کر سکتے ہیں ان میں سب سے آگے ہے۔ سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ روایت کرتے ہیں:

((قلت: یا رسول الله! ما اکثر ما تخاف علی؟ فاخذ رسول الله ﷺ بطرف لسان نفسه، ثم قال: هذا)) [۱۶۸]

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لئے کس چیز کا سب سے زیادہ خوف رکھتے ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان کے کنارے کو پکڑتے ہوئے فرمایا: ''یہ''

سیدنا ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

((اذا اصبح ابن آدم فان اعضاءه تکفر للسان تقول اتق الله فینا فانك ان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا)) [۱۶۹]

''جب ابن آدم کی صبح ہوتی ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان کو ڈانٹتے ہیں کہ ہمارے متعلق اللہ سے ڈر جا، اگر تم استقامت پر رہو گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تم ٹیڑھی ہو جاؤ گی تو ہم بھی استقامت سے ہٹ جائیں گے۔''

بسا اوقات ہماری زبان ایسے کلمات کہہ جاتی ہے جس کے خوفناک انجام کی ہمیں خبر تک نہیں ہوتی۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ میں زبان کو بے لگام اور آزاد چھوڑنے کے خطرات کا تذکرہ اور اس کی ممانعت کثرت سے موجود ہے، چنانچہ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ان العبد لیتکلم بالکلمة من رضوان الله لا یلقی لها بالا یرفع الله بها درجات، و ان العبد لیتکلم بالکلمة من سخط الله، لا یلقی لها بالا یهوی بها فی جهنم)) [۱۷۰]

Marfat.com

"بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اور اُسے وہ کوئی خاص اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے اور وہ اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اُس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔"

سیدنا سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من یضمن لی ما بین لحییه، وما بین رجلیه اضمن له الجنة))[۱۷۱]

"مجھے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے، میں اُس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

حوالہ جات/حواشی (باب اوّل)

[۱] راغب اصفہانیؒ، حسین بن محمد بن مفضل بن محمد (امام) م ۵۰۲ھ، مفردات القرآن، ترجمہ وحواشی، مولانا محمد عبدہ فیروزپوریؒ، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۳۹۰ھ، ج ۲، ص ۴

[۲] ابن منظورؒ، محمد بن مکرم، افریقی (علامہ) م ۷۱۱ھ، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۶ء، مادۃ صبر، ج ۴، ص ۴۳۷

[۳] لسان العرب، مادۃ صبر، ج ۴، ص ۴۳۷

[۴] زاہد، حافظ محمد اسحاق (ڈاکٹر)، زاد الخطیب، مرکز الفلاح الخیری، لاہور، ایڈیشن: ۴، ۲۰۱۰ء، ج ۲، ص ۲۵۶

[۵] سورۃ الکہف ۱۸:۲۸

[۶] مفردات القرآن، ج ۲، ص ۴

[۷] سورۃ الرعد ۱۳:۲۲

[۸] محمد شفیعؒ (مفتی) م ۱۳۹۶ھ، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۶ء، ج ۲، ص ۳۹۴

[۹] ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲

Marfat.com

[۱۰] المناوی، محمد عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین (علامہ) م ۱۰۳۱ھ، التوقیف علی مہمات التعاریف، تحقیق، الدکتور محمد رضوان، دار الفکر المعاصر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۰ھ، ص ۴۴۷

[۱۱] الرازی، محمد بن عمر فخر الدین (امام)، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ تہران، ایڈیشن: ۳، سن ندارد، ج ۴، ص ۱۴۴

[۱۲] طوسی، محمد بن محمد بن حسن نصیر الدین (خواجہ) م ۶۷۲ھ، اوصاف الاشراف، دار المرتضیٰ، مشہد مقدس، ایڈیشن: ۲، ۱۹۸۲ء، ص ۴۶

[۱۳] ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، دار الاشاعت، کراچی، سن ندارد، ص ۳۴

[۱۴] ایضاً، ص ۳۵

[۱۵] ابن حمید، صالح بن محمد (امام الحرم المکی) والآخرون، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۰ھ، ج ۱، ص ۴۴۷

[۱۶] سورۃ حم السجدۃ ۶:۴۱

[۱۷] سورۃ حم السجدۃ ۴۱:۳۰

[۱۸] ابن الاثیرؒ، عز الدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، النہایہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد، ج ۴، ص ۱۲۵

[۱۹] نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، ج ۱، ص ۴۴۷

[۲۰] سورۃ آل عمران ۳:۱۱۳

[۲۱] مفردات القرآن، ج ۲، ص ۴۱۸

[۲۲] ابن رجبؒ، جامع العلوم والحکم، ص ۱۹۳ بحوالہ: نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، ج ۱، ص ۴۴۸

[۲۳] ناظم، محمد سلطان (الشیخ)، قواعد و فوائد من الاربعین النوویہ، دار الحجرۃ الثقبہ، الخبر، سن ندارد، ص ۱۸۵

[۲۴] الجرجانیؒ، علی بن محمد بن علی السید الزین ابی الحسن الحسینی الحنفی (السید) م ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات، مکتبہ حقانیہ، ملتان، سن ندارد، ص ۲۰

[۲۵] ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ج ۱۳، ص ۲۵۷

Marfat.com

[۲۶] القرطبیؒ، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری (امام) م ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ج ۱۵، ص ۳۵۸

[۲۷] پانی پتیؒ، محمد ثناء اللہ عثمانی (قاضی) م ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مجلس اشاعت العلوم، حیدرآباد، دکن، سن ندارد، ج ۸، ص ۲۹۲

[۲۸] سورۃ الکہف ۱۸:۶۷_۶۸

[۲۹] سورۃ الکہف ۱۸:۶۹

[۳۰] سورۃ الفرقان ۲۵:۴۲

[۳۱] شبلی نعمانیؒ (علامہ) م ۱۳۳۲ھ و سلیمان ندویؒ (سید) م ۱۳۷۳ھ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ادارہ اسلامیات، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء، ج ۴، ص ص ۲۵۶_۲۶۸

[۳۲] مودودیؒ، ابو الاعلیٰ (سید)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ایڈیشن: ۱۱، ۱۹۸۱ء، ج ۳، ص ص ۶۶۳_۶۶۴

[۳۳] شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ) والآخرون، تفسیر نمونہ، ترجمہ، سید صفدر حسین نجفیؒ، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۱۴۱۷ھ، ج ۱، ص ۳۶۸

[۳۴] سورۃ حم السجدۃ ۴۱:۳۰

[۳۵] نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، ج ۱، ص ۴۴۸

[۳۶] الحذیفی، علی بن عبدالرحمٰن (ڈاکٹر)، خطبات حرمین، ویب ایڈریس (www.forum.mohaddis.com) موضوع: اطاعت پر استقامت، ۱۳ فروری ۲۰۱۶ء

[۳۷] سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ج ۴، ص ۵۶۷

[۳۸] تفسیر معارف القرآن، ج ۴، ص ۲۷۰

[۳۹] غلام مرتضیٰ شہید، ملک (ڈاکٹر)، خطبات حرم، ڈاکٹر مرتضیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۵

[۴۰] خامنہ ای، سید علی حسینی (آیت اللہ العظمیٰ)، صبر، ترجمہ، شہید سید سعید حیدر زیدی، دار الثقلین، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۳۶ھ، ص ص ۱۲_۱۳

[۴۱] سبحانی، جعفر تبریزی (استاد)، عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز، ترجمہ، مولانا اسد علی شجاعتی، دار الثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۷ھ، ص ص ۳۷_۳۸

Marfat.com

[۴۲] مدنی، انصار الدین (ڈاکٹر)، سیرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، مرکز علوم اسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ص ۳۴۵_۳۴۶

[۴۳] نہج الفصاحۃ، ص ۵۶۴ بحوالہ: لاری، سید مجتبیٰ موسوی (آیت اللہ)، انسان کے کمال میں اخلاق کا کردار، مترجمین، اسد علی شجاعتی و سید سعید حیدر زیدی، دار الثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۵

[۴۴] الشریف الرضیؒ، ابو الحسن محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ و الآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، مکتوب نمبر: ۴۵

[۴۵] مجتہدی، سید مرتضیٰ سیستانی (آیت اللہ)، اسرار موفقیت، انتشارات الماس، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ص ۵۹

[۴۶] سورۃ الانفال ۸:۶۵

[۴۷] سورۃ آل عمران ۳:۱۲۰

[۴۸] سورۃ یوسف ۱۲:۹۰

[۴۹] سورۃ ھود ۱۱:۱۱۵

[۵۰] سورۃ آل عمران ۳:۲۰۰

[۵۱] سورۃ ھود ۱۱:۴۹

[۵۲] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۳۰

[۵۳] سورۃ لقمان ۳۱:۱۷

[۵۴] سورۃ المومن ۴۰:۵۵

[۵۵] سورۃ المومن ۴۰:۷۷

[۵۶] سورۃ ھود ۱۱:۱۱۲

[۵۷] سورۃ حم سجدہ ۴۱:۶

[۵۸] سورۃ شوریٰ ۴۲:۱۵

[۵۹] سورۃ الاحقاف ۴۶:۱۳

[۶۰] سورۃ حم سجدہ ۴۱:۳۰

[۶۱] سورۃ الجن ۷۲:۱۶

[۶۲] سورۃ التکویر ۸۱:۲۷_۲۸

Marfat.com

[۶۳] سورۃ یونس ۱۰:۸۹

[۶۴] شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ)، علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ترجمہ، ڈاکٹر نیاز محمد ہمدانی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء، ج ۲، ۴۲۹

[۶۵] ابن مبارکؒ، ابو عبد الرحمٰن عبداللہ الحنظلی التمیمی المروزی (امام)، کتاب الزھد، ترجمہ، لجنۃ المصنفین، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ۹۴

[۶۶] القشیریؒ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشا پوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۲۹۹۹

[۶۷] البخاریؒ، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، صحیح البخاری، دار السلام، الریاض، حدیث نمبر: ۱۴۶۹

[۶۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۳

[۶۹] النوویؒ، ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدمشقی (امام) م ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین، دار السلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور، سن ندارد، حدیث نمبر: ۳۲

[۷۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۳

[۷۱] تفسیر نمونہ، ج ۹، ص ۵۳۰

[۷۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۲،۳۸

[۷۳] المنذریؒ، عبد العظیم بن عبد القوی الشامی المصری (امام) م ۶۵۶ھ، الترغیب و الترہیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۳، ص ۵۲۷

[۷۴] السیوطیؒ، ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دار الفکر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ، ج ۳، ص ۳۵۱

[۷۵] برہانپوریؒ، علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی (علامہ) م ۹۷۵ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حیدر آباد، دکن، سن ندارد، حدیث نمبر: ۳۶۵۲۴

[۷۶] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث نمبر: ۵۴۷۹

[۷۷] طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المعجم الاوسط، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ایڈیشن: ۱، سن ندارد، حدیث نمبر: ۸۹۹۲

[۷۸] اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ،

Marfat.com

بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۱، ص ۷۱

[۷۹] عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، ص ۱۲۴

[۸۰] رسالۃ المسترشدین (حاشیہ)، ص ۵۲

[۸۱] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر: ۱۷۶

[۸۲] سورۃ حم سجدہ ۴۱: ۳۰

[۸۳] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر: ۱۷۶

[۸۴] مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ) م ۱۱۱۱ھ، بحار الانوار، مؤسسۂ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد، ج ۱۰، ص ۱۰۵

[۸۵] ری شہری، محمدی (آیت اللہ)، میزان الحکمۃ، ترجمہ، مولانا محمد علی فاضل، مصباح الہدیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۳۲ھ، ج ۸، ص ۴۷۵

[۸۶] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر: ۱۹۹

[۸۷] بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۹۱ و ج ۷۷، ص ۲۱۳

[۸۸] غُرر الحکم و دُرر الکلم، بحوالہ میزان الحکمۃ، ج ۸، ص ۴۷۵

[۸۹] نہج البلاغۃ، مکتوب نمبر: ۴۵

[۹۰] عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، ص ۱۲۴

[۹۱] رسالۃ المسترشدین، ص ۵۱

[۹۲] الزھد الکبیر، حدیث نمبر: ۹۸۵

[۹۳] اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۱، ص ۲۸۱

[۹۴] الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد (امام) م ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، مطبع الامیریہ، بولاق، مصر، ۱۴۲۳ھ، ج ۴، ص ۶۱

[۹۵] احیاء العلوم، ج ۴، ص ۳۲۳

[۹۶] السمرقندیؒ، ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم، تنبیہ الغافلین، ترجمہ، عبد النصیر علوی، مکتبۃ العلم، لاہور، ص ۳۵۲

[۹۷] صدوقؒ، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین (الشیخ) م ۳۸۱ھ، صفات الشیعہ، اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد، ص ۳۲ بحوالہ معجم المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۱۲۷

Marfat.com

[۹۸] بحارالانوار، ج ۶۷، ص ۲۷۱

[۹۹] تفسیر نمونہ، ج ۹، ص ۵۲۹

[۱۰۰] کلینیؒ، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، ۱۴۰۱ھ، ج ۲، ص ۷۲

[۱۰۱] اصول کافی، ج ۲، ص ۵۱

[۱۰۲] بصریؒ، ابو محمد حسن (امام)، کتاب الزھد، ص ۱۲۲ بحوالہ ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، الصبر والثواب علیہ، ترجمہ، مفتی امداد اللہ انور، دار المعارف، ملتان، ۲۰۰۷ء، ص ۲۹

[۱۰۳] بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۹۰

[۱۰۴] القرنی، عائض بن عبداللہ (ڈاکٹر)، حسد قرآن و حدیث کی روشنی میں، ترجمہ، مولانا محمد کلیم خان، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۹

[۱۰۵] نقوی، سید رضی جعفر (علامہ)، قندیل حیات، ادارہ اصلاح، کجھوا، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴۳

[۱۰۶] طبرسیؒ، فضل بن حسن بن فضل (علامہ)، احتجاج طبرسی، ص ۲۱۴ بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۹، ص ۶۰۳

[۱۰۷] بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۵۰

[۱۰۸] سورۃ حم سجدہ ۴۱: ۳۰۔ ۳۲

[۱۰۹] اصول کافی، ج ۲، ص ۸۷

[۱۱۰] سورۃ آل عمران ۳: ۱۴۶

[۱۱۱] آزادؒ، ابو الکلام (مولانا)، ترجمان القرآن، مکتبہ جمال، لاہور، ج ۱، ص ۳۲۷

[۱۱۲] مالکؒ، ابو عبداللہ بن انس الاصبحی (امام) م ۱۷۹ھ، المؤطا، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۳

[۱۱۳] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۷، ص ۳۲۲

[۱۱۴] اعظمی، الطاف احمد (علیگ)، ایمان و عمل کا قرآنی تصور، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ص ۱۷۰۔ ۱۷۱

[۱۱۵] الحر العاملیؒ، محمد بن حسن (علامہ) م ۱۱۰۴ھ، وسائل الشیعہ، ترجمہ، فقیہ اہل بیت الشیخ محمد حسین نجفی، مکتبۃ السبطین، سرگودھا، مارچ ۲۰۰۱ء، ج ۱۱، ص ۲۰۹

[۱۱۶] سورۃ البقرہ ۲: ۲۵۰

[۱۱۷] نہج البلاغۃ، کلمات قصار نمبر ۸۲

Marfat.com

[۱۱۸] سورۃ الجن ۷۲:۱۶

[۱۱۹] سورۃ ھود ۱۱:۱۱۵

[۱۲۰] سورۃ الزمر ۳۹:۱۰

[۱۲۱] سورۃ الاحقاف ۴۶:۱۳_۱۴

[۱۲۲] سورۃ یونس ۱۰:۱۰۹ (دوسرے سورہ ہائے مبارکہ مثلاً ھود، النحل، الکہف، طٰہٰ، روم، لقمان، ص، غافر، احقاف، طور، القلم، المعارج، المزمل، المدثر، الدھر، مریم میں بھی اس ہدایت کو دھرایا ہے۔)

[۱۲۳] سورۃ ھود ۱۱:۱۱۲

[۱۲۴] عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، ص ۱۳۳

[۱۲۵] سورۃ البقرہ ۲:۴۵

[۱۲۶] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۳

[۱۲۷] سورۃ الزمر ۳۹:۱۰

[۱۲۸] القرطبیؒ، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری (امام) م ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ج ۲، ص ۱۷۴

[۱۲۹] الجامع لاحکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۴

[۱۳۰] جامع احادیث الشیعہ، ج ۱۴، ص ۲۵۳

[۱۳۱] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۵_۱۵۷

[۱۳۲] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۵

[۱۳۳] سورۃ الانفال ۸:۶۵

[۱۳۴] سورۃ الدھر ۷۶:۱۲

[۱۳۵] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۴۰۴

[۱۳۶] الھیثمیؒ، نورالدین علی بن ابی بکر (الحافظ) م ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، دارالکتاب، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۳، ص ۷۷

[۱۳۷] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۵

[۱۳۸] الحویزیؒ، عبد علی بن جمعۃ العروسی (محدث)، تفسیر نور الثقلین، ترجمہ، علامہ محمد حسن جعفری، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء، ج ۵، ص ص ۵۷۹_۵۸۱

Marfat.com

[۱۳۹] القشیریؒ، عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک (علامہ) م ۴۶۵ھ، الرسالۃ القشیریۃ، دارالمعارف، القاھرۃ، سن ندارد، ص ۷۳

[۱۴۰] ناظم زادہ، سید اصغر (آیت اللہ)، تجلیاتِ حکمت، منتشرات کوثر ولایت، قم، اسلامی جمہوریہ ایران، ایڈیشن: ۳، ۱۴۲۴ھ، ص ۳۰

[۱۴۱] میزان الحکمۃ، حدیث نمبر ۱۰۰۲۵

[۱۴۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۳

[۱۴۳] سورۃ الرعد ۱۳: ۲۲

[۱۴۴] سورۃ المدثر ۷۴: ۷

[۱۴۵] الحاکمؒ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، المستدرک، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۳۴۹

[۱۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۳

[۱۴۷] کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث نمبر: ۶۵۱۵ واصول کافی، باب الصبر، حدیث نمبر: ۱۵

[۱۴۸] ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، مدارج السالکین، المکتب الاسلامی، بیروت، ج ۱، ص ۱۶۵

[۱۴۹] سورۃ البقرہ ۲: ۱۵۵

[۱۵۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۳

[۱۵۱] سورۃ الدھر ۷۶: ۲۴_۲۶

[۱۵۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۲۲

[۱۵۳] المؤطا، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، ص ۳۱۶

[۱۵۴] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۴۶۴

[۱۵۵] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۱۵۶] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۱۵۷] عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین، ص ص ۳۲_۳۷

[۱۵۸] عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین، ص ۳۶

Marfat.com

[۱۵۹] الماوردیؒ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (امام) م ۴۵۰ھ، البغیۃ العلیائی ادب الدنیا والدین، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ص ۴۶۸۔ ۴۷۳

[۱۶۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۹۴

[۱۶۱] میزان الحکمۃ، حدیث نمبر: ۱۴۲۲

[۱۶۲] نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، ج ۱، ص ۴۵۰

[۱۶۳] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، دار السلام لاہور، ۲۰۰۷ء، ج ۵، ص ۳۲۹

[۱۶۴] ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، مسند احمد ابن حنبل (مجلد واحد)، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۱۳۰۴۸

[۱۶۵] سورۃ المعارج ۷۰: ۲۲۔ ۲۳

[۱۶۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۲۸۴

[۱۶۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۲۸۴

[۱۶۸] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۱۵۲۲

[۱۶۹] مسند احمد ابن حنبل، حدیث نمبر: ۱۱۹۲۷

[۱۷۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۸۱۳

[۱۷۱] الخطیبؒ، ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی (امام) م ۷۴۳ھ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن: ۱، ۱۹۶۱ء، حدیث نمبر: ۴۸۱۲

Marfat.com

باب دوّم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صبر و استقامت کے کوہِ گراں

فصل اوّل: انبیائے کرام علیہم السلام، صبر و استقامت کے بے مثال نمونے

فصل دوّم: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ صبر و استقامت

فصل سوّم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر و استقامت کی تلقین و تربیت

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صبر و استقامت کے کوہِ گراں

فصل اوّل: صبر و استقامت کے چند پیغمبرانہ نمونے

مبحث اوّل: انبیائے سابقین علیہم السلام کا اُسوہء صبر و استقامت

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے جو انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے، اُن کا کام لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی تھا۔ ظاہر ہے اتنا کٹھن کام بغیر تکلیف اور مشقت کے کیسے پایہء تکمیل کو پہنچ سکتا تھا۔ کم و بیش ہر نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے مصائب اور مشکلات کا بحرِ بے کراں عبور کرنا پڑا۔ اُنہیں جلاوطن کرنے اور قتل کرنے کی دھمکیاں دی گئیں، احسان فراموشی کی انتہا کر دی گئی اور دوسری بہت سی پریشانیوں کا سامنا ہوا۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی مثال ہی لے لیجئے کہ اُن کی قوم نے اپنی برائی پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے نبی اور اہل ایمان کو حق کی پاداش میں ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

{وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝} [۱]

"اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنے پھرتے ہیں۔"

سیدنا صالح علیہ السلام کے قصے میں آتا ہے:

{وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ} [۲]

Marfat.com

"اور ہم نے ثمود کو اونٹنی (نبوت صالح کی کھلی) نشانی دی تو انہوں نے اُس پر ظلم کیا۔"

سیدنا ہود علیہ السلام کو اُن کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے:

{اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٦٦} [۳]

"بلاشبہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سمجھتے ہیں۔"

سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم اُن کا مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگی:

{يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ} [۴]

"اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم اُن کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں نہ کریں؟"

الغرض حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر پے در پے وہ ہولناک اور سخت حوادث پیش آئے جن کو سہنے کا ایک عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن وہ زبردست ہتھیار جس سے اُنہوں نے ان تمام حملوں کا مقابلہ کیا، صبر و استقامت تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَكَ مِنْ نَّبَاِي الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣٤} [۵]

"تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور ان اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، اُنہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی، اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تمہیں پہنچ ہی چکی ہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ

Marfat.com

الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾} [۶]

"وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے اُنہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔"

متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جن چیزوں کی وصیت کی ہے اُن میں سب سے زیادہ زور صبر و استقامت پر دیا گیا ہے۔ اہل ایمان کو بھی چاہیئے کہ صابر اور متحمل مزاج بنیں اور آزمائشوں میں صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں۔ اس سلسلے میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں کو سامنے رکھنا چاہیئے جو مصائب و آلام میں صبر و استقامت کے کوہِ گراں بنے رہتے تھے، حالانکہ ان پاکباز حضرات پر آزمائشیں بھی سب سے بڑی آتی تھیں، اس کے باوجود صبر کا مظاہرہ بھی سب سے زیادہ کرتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت صبر اور صلاح کے حوالے سے شیخ عبدالرحمٰن السعدیؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو صبر و استقامت کی صفت کے ساتھ موصوف کیا اور انہوں نے صبر کی تمام انواع یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے صبر اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر و استقامت کے تقاضوں کو پورا کیا اور اس کا اس طرح التزام کیا جس طرح کرنا چاہیئے تھا، نیز ان کو "صلاح" کی صفت سے موصوف فرمایا جو مشتمل ہے "صلاحِ قلب" پر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور ہر وقت اس کی طرف انابت سے حاصل ہوتی ہے اور "صلاحِ لسان" پر جس کا مطلب ہر وقت زبان کا اللہ کے ذکر سے تر رہنا ہے اور "صلاحِ جوارح" پر جس کا مطلب جوارح (اعضائ) کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھنا اور نافرمانی سے اُن کو روکے رکھنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے صبر اور صلاح کی بنا پر اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں سمیٹ لیا اور انہیں ان کے دیگر برادر انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) میں شامل کیا اور انہیں دُنیاوی اور اُخروی ثواب عطا کیا۔" [۷]

Marfat.com

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۖ﴿۸۵﴾} [۸]

"اور اسماعیل (علیہ السلام) اور ادریس (علیہ السلام) اور ذوالکفل (علیہ السلام) یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔"

{كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ} کی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں:

"یعنی ہمارے چنے ہوئے بندوں اور انبیاو مرسلین (علیہم السلام) کو بہترین اسلوب میں یاد کیجئے اور بلیغ ترین پیرائے میں ان کی مدح وثناء کیجئے، یعنی اسماعیل، ادریس، ذوالکفل اور بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیجئے۔ {كُلٌّ} یعنی تمام انبیا جن کا ذکر اوپر (سورۃ انبیاء کی گزشتہ آیات کریمہ میں) گزر چکا ہے {مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ} صبر کرنے والے تھے۔[۹]

ان تمام انبیا کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے دشمنوں کے مقابلہ میں یا زندگی کی طاقت فرسا مشکلات کے سامنے صبر واستقامت دکھائی ہے اور انہوں نے ان حوادث کے سامنے ہرگز گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اُن میں سے ہر ایک استقامت اور پامردی کا ایک اُسوہ تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں آزمائشیں سب سے زیادہ رہیں اور ان حضرات پر وہ ہولناک اور سخت حوادث پیش آئے جن کو سہنے کا ایک عام آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ دشمنوں کی ایذائیں، دشنام طرازیاں، سفاکیاں، بے وطنی، بیماری، اپنوں کی جدائی، قوم کی مخالفت، قتل کرنے کی سازشیں غرض کیا کیا امتحانات پیش نہ آئے۔ پھر ان میں انقطاع کا نام ونشان نہیں۔ لگاتار، مسلسل، پے درپے آتے ہی جارہے ہیں۔ ہم ان مصائب کا نہ تو تصور کرسکتے ہیں اور نہ ہی انہیں الفاظ کا جامہ پہنا سکتے ہیں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

((یا رسول اللہ! ایُّ الناس اشد بلاء))

"اے اللہ کے رسول! کون لوگ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں؟"

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اشد الناس بلاء الانبیاءُ، ثم الامثل فالامثل۔ یبتلی العبد علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلاوہ۔ وان کان فی دینه رقة ابتلی علی حسب دینه))[۱۰]

"انبیاء لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں، پھر (دیگر لوگ) درجہ بدرجہ۔ بندے کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو، تو اُس کی آزمائش کڑی ہوتی ہے۔ اگر اُس کے دین میں کمزوری ہو، تو اُسے (بھی) اس کے دین کے بقدر آزمایا جاتا ہے۔"

وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں:

((انما خلق الله البلاء للانبیاء ورزقهم الصبر کان احدهم یاخذ الثوب من الصوب فیتدرعة وکان القمل یسقط منه فاذا جاهم من الرخاء فدعوا مخافة ان یکون قد سخط علیهم))[۱۱]

"اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں کو پیدا ہی انبیاء (علیہم السلام) کے لئے کیا ہے اور انہیں صبر سے بھی نوازا ہے۔ ایک نبی تو اُون کا کپڑا لیا کرتے اور اسی کو جبہ اور زرہ بنا کر پہن لیتے۔ ایک نبی کے سر میں جوئیں گرتی رہتی تھیں۔ پھر جب اُن پر فراخی کے دن آتے تھے تو (اللہ تعالیٰ سے) اس خدشے کی وجہ سے ہی دُعا فرماتے کہ کہیں وہ ان پر (کوئی چیز نہ مانگنے کی وجہ سے) ناراض نہ ہو۔"

محدث عبدعلی الحویزیؒ، انبیاء علیہم السلام کی آزمائشوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ، انبیاء کی آزمائش اس لئے کرتا ہے کہ کہیں لوگ ان کے معجزات دیکھ کر انہیں خدا نہ سمجھنے لگ جائیں اور خدا کی اس آزمائش میں ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگ کسی فقیر کو اس کے فقر اور کسی ضعیف کو اس کے ضعف کی وجہ

Marfat.com

سے حقیر نہ سمجھیں۔"[۱۲]

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب سے بڑی آزمائشیں انبیائے کرام علیہم السلام پر آئیں جبکہ انہوں نے صبر واستقامت کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کئے جو آج بھی ہر مومن کے لئے لائق اتباع ہیں۔انبیائے کرام علیہم السلام کے صبر واستقامت کے عظیم الشان مظاہر میں سے چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

سیدنا نوح علیہ السلام کا صبر واستقامت:

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی فقط دعوتِ توحید اور تبلیغ ایمان ورسالت کے فریضہ میں ہی آزمائش نہ کی تھی بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی جان، مال، اولاد اور بیویوں میں بھی آزمائش کی۔ان آزمائشوں سے دوچار ہونے والے انبیائے کرام علیہم السلام میں سرفہرست سیدنا نوح علیہ السلام کا نام نامی آتا ہے۔آپ رب کی اس دھرتی پر سب سے پہلے صاحبِ رسالت رسول تھے۔بعثت کے بعد وہ اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔رات دن ان کو شرک وبدعت سے روکتے رہے۔انہوں نے توحید کی تبلیغ میں تن من دھن قربان کر دیا۔لیکن ان کی قوم نے ان کی نصیحت پر دھیان نہیں دیا۔

آپ نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن انہوں نے آپ کی طرف سے کان بند کر لئے، آپ نے انہیں نیک کاموں کی جزا اور ثواب کی ترغیب دی لیکن انہوں نے سرکشی دکھائی اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔سیدنا نوح علیہ السلام کمال تحمل وبردباری اور صبر واستقامت سے اُن کی رہنمائی کرتے رہے

بلکہ الٹا اُن کو مصائب وآلام سے دوچار کیا۔جب سیدنا نوح علیہ السلام، اللہ کی وحدانیت پیش کرتے تو قوم کے رئیس اپنی قوم کے لوگوں سے یہی کہتے:

{لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾}[۱۳]

"ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔"

Marfat.com

سید محمد صحفی رقمطراز ہیں:

"قوم نوح کے وہ افراد جن کی فطرت میں ناپاکی اور شقاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ قوم کے سردار اور سر برآوردہ اشخاص تھے، وہ سیدنا نوح علیہ السلام پر ایمان نہ لائے اور ان سب نے مل کر آپ کو تکالیف پہنچانے کی ٹھانی۔ وہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے اور آپ کو ضعیف العقل سمجھتے تھے۔"[۱۴]

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی جملہ بازیوں اور پھبتیوں پر صبر کیا اور ان کے استہزاء و تمسخر کا جواب بڑے حکیمانہ و مدبرانہ انداز میں دیا۔ اس کو ان کی قوم نے دیوانگی اور گمراہی و بے راہ روی سے موسوم کیا مگر سیدنا نوح علیہ السلام صبر کی ذرہ پہن کر اس میدان کارزار میں ڈٹ گئے اور استقامت کا پہاڑ بن کر اپنی قوم کی سرکشی اور طغیانی کا مقابلہ کرتے رہے۔ حتی کہ آپ کی قوم نے دھمکیاں دیں:

{قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ}[۱۵]

"انہوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝}[۱۶]

"ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا تھا۔"

درحقیقت سیدنا نوح علیہ السلام صبر و شکر اور استقامت کی ایک داستان تھے۔ آپ کے واقعہ سے جہاں یقین و ایمان، اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد، آزمائشوں کا پیہم مقابلہ کرنے کی ترغیب ملتی ہے وہیں آپ کا صبر اور آپ کی استقامت ہر ایک کے لئے مشعل راہ ہے۔ ساڑھے نو سو برس تک دعوت کی مصروفیت، ایذا رسانیوں کا مقابلہ اور مشکلات و مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ آپ کی سیرت کے وہ پہلو ہیں جنہیں ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

Marfat.com

سیدنا ایوب علیہ السلام کا صبر و استقامت:

ایک عظیم الشان مثال سیدنا ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کی ہے۔ جو انہوں نے اپنی جسمانی تکلیفوں کو برداشت کر کے پیش کی اور جو آج بھی ضرب المثل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ آپ کے فرزند چھن گئے، ناداری اور بیماری نے آپ کو گھیر لیا۔ وہ دُنیا پرست اور ظاہر بین لوگ کہ جو اصلی صورتحال سے بے خبر تھے اُن کا خیال تھا کہ سیدنا ایوب علیہ السلام پر یہ تمام مصیبتیں ان کے گناہوں کی وجہ سے آئی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقام قرب سے دور ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ اپنے اس خیال کے تحت انہوں نے آپ سے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا۔ سیدنا ایوب علیہ السلام ان حالات سے مجبور ہو کر شہر سے چلے گئے اور بیابان کے ایک گوشے میں سکونت اختیار کر لی۔ وہ ایک انسان کہ جو آخر تک ان کا وفادار رہا وہ اُن کی بیوی سیدہ رحمہ تھیں جو تکلیفیں اٹھا کر ان کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کرتی رہیں۔[۱۷]

بیماری کے دوران جب کبھی آپ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو کبھی یہ نہ کہا کہ اے اللہ! تو نے مجھے اس تکلیف میں ڈالا ہے، اس لئے کہ یہ شکایت کے الفاظ ہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝۴۱}[۱۸]

"اور ہمارے بندے ایوب کا (بھی) ذکر کر جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

{ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳ۚ}[۱۹]

"اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں، مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے

Marfat.com

والا ہے۔"

کئی سال اسی طرح گزر گئے، جب اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان پیغمبر نے مصیبت اور آزمائش کے سارے مراحل طے کر لیے اور ان کے سامنے صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹ رہے اور شیطان کو شرمندہ اور مایوس کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے اُن پر کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾} [۲۰]

"تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لئے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لئے جو عبادت کرنے والے ہیں۔"

سیدنا ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾} [۲۱]

"بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ تھا۔ یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔"

اس طرح سیدنا ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت نے بالآخر انہیں کھوئی ہوئی مال و دولت اور اہل و عیال بھی دلا دیئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی بھی حاصل ہو گئی۔ آپ وہ دسویں پیغمبر ہیں جن کی زندگی کے ایک گوشہ کی طرف سورۃ الانبیاء میں اشارہ ہوا ہے۔ آپ کے واقعے سے اصل سبق صبر کی صفت کا ثبوت اور صبر کے رویہ کا اظہار ہے۔ قرآن کریم نے انہیں صابر کے لقب سے نوازا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا صبر و استقامت

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین پر حجت کو پوری طرح تمام کر دیا اور مشرکین کا

Marfat.com

عجز نمایاں ہوگیا، حق ظاہر ہوگیا اور باطل نابود ہوگیا تو اُنہوں نے اپنی حکومت کی طاقت وقوت کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور کہا:

{حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۝۶۸}[۲۲]

''اگر تمھیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔''

اور پھر اس کے لئے انہوں نے بہت زیادہ ایندھن جمع کیا۔ سدیؒ کی روایت ہے:

''اگر اُن میں سے کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ نذر مانتی کہ اگر وہ صحت یاب ہوگئی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے جلائی جانے والی آگ میں ایندھن جھونکے گی، پھر انہوں نے اس ایندھن کو ایک بہت بڑے گڑھے میں جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جس کے شعلے بہت ہی بلند ہو گئے حتیٰ کہ آج تک کبھی اس طرح کی آگ نہیں جلائی گئی تھی اور پھر انہوں نے فارس کے ایک کُردی اعرابی کے اشارے پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے ایک پلڑے میں رکھا۔''[۲۳]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

((کان آخر قول ابراھیم حین القی فی النار: حسبی اللہ و نعم الوکیل))[۲۴]

''جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آخری الفاظ جو آپ کی زبان سے نکلے وہ یہ تھے: حسبی اللہ ونعم الوکیل ''اللہ ہی کی ذات میرے لیے کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے۔''[۲۵]

سعید بن جبیرؒ نے کہا (جبکہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے) کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بارش کے خازن فرشتے نے کہنا شروع کیا کہ مجھے کب بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے کہ میں اُسے برسادوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے کہیں تیز رفتار تھا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

{يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝٦٩} [۲۶]

"اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا۔"

تو زمین میں جو بھی آگ تھی وہ بجھ گئی۔ [۲۷]

پس سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے صبر و استقامت اور اللہ پر توکل کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے منصوبوں سے اپنے نبی کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح جب آپ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے تو بیوی اور شیر خوار بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں تن تنہا چھوڑ دینے کا حکم صادر ہوا۔ آپ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ نیز جب بیٹے کو بطور قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو محبت فطری اور شفقت پدری آپ کی استقامت کے آگے حائل نہ ہو سکی اور آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام بھی آخر خلیل اللہ کے فرزند تھے۔ وہ بھی وادی محبت کے پیچ و خم سے خوب واقف تھے۔ عشق الٰہی کی بیقرار لہروں سے ان کا دل موجزن تھا، لہٰذا دُنیا کی پرواہ کی، نہ جان کی فکر، بلا توقف کہہ دیا:

{قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢} [۲۸]

"اے میرے ابا جان! جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، وہ کر گزریئے۔ آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہم السلام کی اس رضا و رغبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لیے ہر دم تیار رہنے میں بنی نوع انساں کے لئے صبر و استقامت کا بہترین اُسوہ موجود ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا صبر و استقامت:

سیدنا یعقوب علیہ السلام اور اُن کے صاحبزادے سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعے کو قرآن کریم نے "احسن القصص" قرار دیا ہے۔ اس واقعہ میں جہاں دیگر عبرتیں ہیں وہاں اُمت محمدیہ کے لئے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے مثالی صبر کی ترغیب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

آپ کو چار بیویوں سے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے اور آپ اپنی اولاد کے جھرمٹ میں ستاروں کی ایک کہکشاں کی طرح چمکتی دمکتی زندگی گزار رہے تھے۔ شیطان کو سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اس سکھ چین کی زندگی سے بڑی بے چینی تھی، لہٰذا اس نے اپنی راہ نکالنے کے لئے تدبیر کی اور حسد اور کینے کا وہی فطری حیلہ استعمال کیا جو سوتیلے بھائیوں میں ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی آپ کی آزمائش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اولاد میں آپ کو ایک طویل ابتلاء پیش آیا۔ آپ کے پیارے بیٹے کو آپ کی نظروں سے دور کر دیا گیا، اُس کی یاد میں چالیس سال آپ تڑپتے رہے، لیکن زبان تھی کہ شکوہ وشکایت کے الفاظ تلفظ کرنا جانتی ہی نہیں تھی، دل مالک سے راضی اور دماغ منفی سوچوں سے پاک۔ پہلے دن سے آخری دن تک ایک ہی جملہ زبان مبارک پر رہا:

{فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾} [۲۹]

''لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔'' [۳۰]

نبی کریم ﷺ سے ''صبر جمیل'' کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

((صبرٌ لا شکویٰ فیه)) [۳۱]

''ایسا صبر جس میں شکوہ نہ ہو۔''

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے اُمیدوار رہے۔ مؤرخین کے مطابق اس وقت آپ کی عمر باسٹھ سال تھی۔ اس بڑھاپے میں بھی آپ کس قدر بردبار، حلیم اور صابر و شاکر تھے۔ رب تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ اور لوگوں کو شرک و بت پرستی سے بیزاری کی تلقین کی مشقتیں الگ، پھر نہ ماننے والوں کا ابتلاء اس پر مستزاد، پھر سب سے لاڈلی اولاد میں آزمائش، اس کی جدائی اور دوسرے بھائیوں کا ان پر حسد و بغض۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روتے روتے آپ کی بینائی بھی وقتی طور پر چلی گئی۔ ابھی یہ غم ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرے بیٹے بنیامین میں ایک دوسری آزمائش بھی آپ کو سہنا پڑی۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ پر جو بھی ابتلاء و آزمائشیں آئیں، ان پر

Marfat.com

آپ نے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا آپ کو بہترین بدلہ عنایت فرمایا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا صبر و استقامت

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ذکر پورا نہیں ہوتا جب تک ہم اُن کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصہ کو بھی بیان نہ کرلیں جو "احسن القصص" کے نام سے معروف ہے۔ اگرچہ یہ بھی سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ہی آزمائشوں کا ایک حصہ ہے مگر سیدنا یوسف علیہ السلام جو رب تعالیٰ کے جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر ہیں ان کی ابتلاء و آزمائش کا ایک مستقل تذکرہ ہے۔ ہمارے لئے آپ کے صبر و استقامت میں بھی ایک عمدہ نمونہ ہے۔

مفسرین کرامؒ لکھتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو تین طرح سے آزمایا گیا:

(اول) نہایت محبت کرنے والے والد اور بھائیوں کی جدائی کے ساتھ

(دوم) پس دیوارِ زنداں ڈالنے کے ساتھ

(سوم) آپ کے بھائیوں کے گمان میں بنیامین کی طرح آپ پر چوری کے الزام کے ساتھ۔[۳۲]

تہذیب و تمدن کے گہوارے مصر میں آپ جوں جوں بڑے ہوتے گئے حلم و وقار، امانت و دیانت اور ہنرمندی اور سلیقہ شعاری میں ترقی کرتے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴}[۳۳]

"اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُن کو دانائی اور علم بخشا اور نیکو کاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔"

جب آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، یہیں سے آپ کی تیسری آزمائش شروع ہوئی۔ عزیز مصر کی بیوی، سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی اور اس نے اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنے کے لئے کوشش کی مگر سیدنا یوسف علیہ السلام اس سے پاک اور محفوظ رہے۔ قرآن کریم میں یہ کیفیت یوں بیان کی گئی ہے:

Marfat.com

{وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ} [۳۴]

''اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: لو آجاؤ۔''

اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فوراً شیطان کے وساوس اور بہکاوے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

{قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳} [۳۵]

''یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔''

عفت و عصمت، شرافت و دیانتداری اور صبر و استقامت ہی آپ کے ہتھیار تھے جو آپ نے شہوت کی للکار کے وقت اٹھائے اور انہی ہتھیاروں سے رب کی مدد کے ساتھ آپ نے اس زبردست معرکہ میں کامیابی حاصل کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا صبر، عزیز مصر کی بیوی کا کہنا نہ ماننے کے وقت زیادہ شان رکھتا تھا، بہ نسبت اُس صبر کے جب آپ کو آپ کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا۔ کیونکہ گناہ سے صبر کرنا اختیاری تھا اور کنویں میں گرنے سے صبر مجبوراً تھا۔ اس حوالے سے امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

''سیدنا یوسف علیہ السلام جوان تھے اور جوانی میں نفسانی خواہش کی طرف داعیہ قوی ہوتا ہے اور غیر شادی شدہ کا اس کے برعکس کوئی محل نہیں تھا، اور نہ ہی وہ شہوت کو روک سکتے تھے، اور بے وطن تھے اور بے وطن آدمی جب اپنے وطن میں نہ ہو تو وہ اتنا حیاء نہیں کرتا، جتنا کہ آدمی اپنے دوستوں میں اور جاننے پہچاننے والوں اور اپنے گھر کے لوگوں میں حیاء کرتا ہے، اور آپ مملوک تھے، اور مملوک کی وہ احتیاط نہیں ہوتی جتنا کہ آزاد آدمی کی ہوتی ہے اور عورت بھی

Marfat.com

حسین تھی اور منصب و مرتبے والی تھی، اور وہ ان کی مالکن بھی تھی، اور جب کہ نگران بھی موجود نہیں تھے، اور یہ خود اپنی طرف آپ کو بلا رہی تھی، اور شدید ترین حرص میں مبتلا تھی اور اس کے ساتھ اس نے دھمکی بھی دی تھی کہ اگر تم کہنا نہیں مانو گے تو تمہیں جیل میں ڈالوں گی اور ذلیل کروں گی۔ ان تمام اسباب کے باوجود آپ علیہ السلام نے اختیاری صبر کیا تھا اور جو کچھ اللہ کے پاس انعام تھا اس کو ترجیح دی تھی۔ اس صبر کا وہ صبر کہاں مقابلہ کر سکتا ہے، جو آپ نے کنویں میں کیا تھا جو آپ کے اختیار میں نہیں تھا۔"[۳۶]

پھر رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ قید و بند کی آزمائش کو برداشت کیا۔ الغرض رب تعالیٰ نے انہیں ننھی اور معصوم عمر سے آزمانا شروع کیا حتیٰ کہ آپ چالیس سال کے ہو گئے۔ ان تمام آزمائشوں میں جن کا تسلسل ٹوٹنے میں نہ آیا آپ نے نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور شکر و رضا کو اپنایا تو رب تعالیٰ نے سب شر و رو فتن کو ختم فرمایا۔ بچھڑے بھائیوں کو ملوایا، نابینا والد کی بینائی لوٹائی، فاقوں اور تنگیوں کو آسائش و کشائش میں بدلا، قید و بند سے تخت و تاج تک پہنچایا۔ یہ سب آپ کے صبر کا نتیجہ اور کڑی آزمائشوں میں استقلال کا ثمرہ تھا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا صبر و استقامت:

رب تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام جن کو وقت ولادت سے لے کر وقت وفات تک آزمایا گیا۔ آپ کو اپنی جان اور اپنی قوم میں زبردست آزمائشیں آئیں۔ آپ نے پیدا ہوتے ہی بے وطنی کی آزمائش کو دیکھا، پھر زبان مبارک میں گرہ ڈال دی گئی، پھر فرعون نے جب آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا تو جان بچاتے ہوئے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ الغرض آپ کی زندگی کا ہر موڑ آزمائشوں سے لبریز ہے۔ یہاں ایک واقعے کی جانب اشارہ کیا جائے گا۔

جب فرعون اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہوا تو

Marfat.com

ایک بہت بڑا لشکر اس کے ہمراہ تھا، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کی فوج میں ایک لاکھ سیاہ گھوڑے تھے اور اس کے لشکر کی تعداد سولہ لاکھ سے زیادہ تھی۔ اور بنی اسرائیل میں بچوں وغیرہ کو چھوڑ کر صرف جنگجو مردوں کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ [۳۷]

بہر حال فرعون اپنے لشکر سمیت بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ اُس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا۔ دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾} [۳۸]

"پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو اصحاب موسیٰ کہنے لگے: یقیناً ہم تو پکڑے گئے۔"

کیونکہ وہ بحر قلزم کے ساحل تک پہنچ گئے تھے اور اب آگے دریا تھا اور پیچھے فرعون اور اُس کا لشکر۔ مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا اور اپنی قوم کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور اپنے رب کے سچے وعدے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

{كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾} [۳۹]

"ہرگز نہیں، بلاشبہ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔"

یعنی وہ میری اور تمہاری نجات کی راہ دکھائے گا۔ فرعون کا لشکر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ اُس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیجی:

{فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾} [۴۰]

"ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ (پانی کا) مثل بڑے سارے پہاڑ کے ہو گیا۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزے کا صدور ہوا تاکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم

Marfat.com

فرعون سے نجات پالے، تائید الٰہی کے بغیر فرعون سے نجات ممکن نہیں تھی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعون کے چنگل سے آزاد کرا کر لے گئے اور فرعون دریائے نیل میں مع اپنی فوج کے غرق ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قسم قسم کی الجھنوں میں الجھائے رکھا۔ کبھی قوم یہ کہتی کہ اے موسیٰ! ہمیں ایسا معبود بنا دو کہ اس کو دیکھ کر عبادت کریں۔ کبھی یہ کہتے کہ من وسلویٰ سے اُکتا گئے ہیں، اللہ سے کہو کہ ہمارے لیے سبزیاں وغیرہ پیدا کرے، پھر موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا، کبھی بعض جسمانی عیوب ان سے منسوب کرتے تھے حالانکہ وہ بیماری ان کے اندر نہیں تھی۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوٰۃ ادا کرنے کی نصیحت کی تو مال کی بے پناہ محبت سے اسے زکوٰۃ نکالنے نہ دی۔ اُسے یہ نصیحت اتنی ناگوار گزری کہ اُس نے آپ پر زنا کی تہمت لگا کر آپ کو رجم کرانے کی سازش تیار کی۔ مگر جس عورت کو اس سازش میں شریک کیا گیا تھا، وہ جب گواہی دینے آئی تو ڈر گئی اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام اس الزام سے بری ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝۶۹} [۴۱]

”تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انہوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔“

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دشمن سے مقابلہ کے لئے کہا تو صاف جواب دیتے ہوئے کہا:

{فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝۲۴} [۴۲]

”تم اور تمہارا رب جا کر دونوں ہی لڑو بھڑو۔ ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔“

سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے بس ہو گئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے پروردگار! میں فقط اپنے آپ پر اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں۔ اب تو ہی ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی کہ فلسطین کی سرزمین ان لوگوں پر حرام ہے اور یہ چالیس سال تک بیابانوں میں بھٹکتے پھریں گے۔ [۴۳]

Marfat.com

پھر اُس موقع پر جب کوہ ہود پر سیدنا ہارون علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جسد خاکی کو وہیں دفن کر دیا۔ جب بنی اسرائیل کی جانب پلٹے اور انہیں سیدنا ہارونؑ کی وفات کی اطلاع دی تو اُن لوگوں نے آپ پر الزام لگایا کہ خود آپ نے ہی ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی آنکھوں کے آگے سے پردے اٹھا دیئے تا کہ وہ جان جائیں کہ موسیٰ علیہ السلام قاتل نہیں ہیں اور انہوں نے ہارون علیہ السلام کو صحیح وسالم زمین وآسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھے دیکھا۔ [۴۴]

المختصر یہ حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بہت زیادہ تکالیف اور پریشانیوں میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کہنا پڑا:

{یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُم} [۴۵]

"اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

ایک موقع پر جب رسول اللہ ﷺ پر بے انصافی کا الزام لگایا گیا تو آپ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دی جانے والی اذیتوں اور اُن کے صبر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((یرحم اللہ موسیٰ! قد اوذی باکثر من ھذا فصبر)) [۴۶]

"اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم فرمائے۔ اُن کو اس سے زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔"

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا صبر واستقامت:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں جہاں تحمل شدائد کی بات ہے وہاں صبر واستقامت اور جان ومال کی قربانی کا بھی ذکر ہے۔ دعوت دین میں سب سے بڑا ہتھیار صبر واستقامت اور قبل از وقت تصادم سے بچاؤ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایسی ہی صورتحال کی طرف اشارہ کیا ہے:

"شر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس

Marfat.com

کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھ کو ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"[۴۷]

مزید فرمایا:

"جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور روح کو قتل نہیں کرتے اُن سے نہ ڈرو بلکہ اُسی سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے۔"[۴۸]

ڈاکٹر خالد علوی ان ارشادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان ارشادات کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ داعی منفعل بن کر ظلم سہنے اور ظالموں کو کھل کھیلنے کا موقع دینے کی پالیسی اختیار کرے اور ظلم و جبر کے اقتدار کو چیلنج نہ کرے۔ یہ تعبیر نہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی مجموعی حکمت عملی کے خلاف ہے بلکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر ارشادات اور ان کے طرز عمل کے بھی خلاف ہے۔ یہ صرف ایک ایسے مرحلے کی پالیسی ہے جب دعوت کے کارکن کمزور ہیں اور کھلے تصادم سے بڑے نقصان کا اندیشہ ہے۔"[۴۹]

فقر و فاقہ پر صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے آپ نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

"جو کی روٹی کھاؤ، سادہ پانی پیو اور دُنیا سے صحیح سلامت امن و امان کے ساتھ رخصت ہو جاؤ! میں تم سے کہتا ہوں کہ دُنیا کی مٹھاس آخرت کی تلخی ہے اور دُنیا کی تلخی آخرت کی مٹھاس ہے۔ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں: سب سے برا شخص وہ عالم ہے جو اپنے علم سے اپنی خواہش کو مقدم رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ اسی جیسے بن جائیں۔"[۵۰]

آپ علیہ السلام فرماتے تھے:

"اے آدم کے کمزور بیٹے! تو جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرتا رہ۔ دُنیا میں مہمان کی طرح رہ اور مسجدوں کو گھر بنا لے، اپنی آنکھوں کو رونا سکھا، جسم کو صبر کی تعلیم دے اور دل کو غور و فکر کی عادت ڈال، کل کے رزق کا فکر نہ کر، یہ بھی گناہ

Marfat.com

ہے۔"[۵۱]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک بے خدا نظام تمدن و سیاست کا غلبہ تھا۔ منتظم، ظالم، بدراہ اور فاسق و فاجر تھے، ان کے مقابلے میں اصلاح کی تحریک اٹھانا مشکلات و مصائب کو دعوت دینا تھا۔ آپ نے یہودیوں کو دین حق کی طرف بلایا۔ چونکہ وہ اولوالعزم پیغمبر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بڑے بڑے معجزے دکھائے جن میں سے مُردوں کو زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینا کرنا اور کوڑھیوں کو شفا دینا زیادہ معروف ہیں۔ یہ معجزات دیکھ کر چند یہودی آپ پر ایمان لائے لیکن اکثر آپ کے دشمن ہو گئے۔ سید محمد صحفی لکھتے ہیں:

"یہود کے دُنیا پرست علماء کا خیال تھا کہ حق اور حقیقت کے اس ستارے کے آگے ان کا جھوٹ ماند پڑ جائے گا۔ ان کی بالادستی ختم ہو جائے گی اور صدقہ و نذر کی رقمیں نہیں ملیں گی اور وہ تہی دست اور محتاج ہو جائیں گے۔۔۔ پس انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف محاذ قائم کر لیا اور اعلانیہ ان کی تکذیب کرنے لگے، آپ کے معجزوں کو جادو اور شعبدہ قرار دیا اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے اپنی گمراہی پر اڑ گئے۔"[۵۲]

ان تمام مخالفتوں کے باوجود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آہنی دیوار کی طرح جمے رہے اور دین کے حقائق نشر کرنے میں مشغول رہے۔ انہوں نے اپنی مدد اور حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو کافی سمجھا اور دشمنوں کی یورش سے ہرگز ہراساں نہ ہوئے بلکہ جہاں کہیں لوگوں کا اجتماع ہوتا آپ وہاں تشریف لے جاتے اور اُن کو انجیل کے احکام بتاتے۔ یہ صورتحال دیکھ کر یہودیوں کے دلوں میں دشمنی کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ کچھ یہودیوں کی چغلیوں، سازشوں اور جھوٹے الزامات سے بادشاہ وقت (داود بن نورا)، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے پر آمادہ ہوا اور انہیں برسرعام سولی دینے کا حکم دیا۔ یہ سزا صرف اس جرم میں دی جا رہی تھی کہ آپ نے تاریک دور میں ہدایت کا چراغ جلایا تھا اور گمراہوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

{اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۵۱} [۵۳]

Marfat.com

"یقیناً میرا اور تمہارا مالک صرف اللہ ہی ہے، اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا اور استقامت کا راستہ ہے۔"

جب وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے آئے تو آپ اپنے سترہ حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تھے۔ دشمن نے محاصرہ کرلیا۔ جب وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام حواریوں کی شکل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنادی۔ انہوں نے کہا:

"تم لوگوں نے ہمارا مذاق اڑانے کے لئے ایک سی شکلیں اختیار کی ہیں۔ اب یا تو ہمیں بتادو کہ تم میں سے عیسیٰ کون سے ہیں، ورنہ ہم تم سب کو قتل کردیں گے۔"

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "آج کون جنت کا خریدار بنے گا؟" ایک حواری نے کہا: "میں۔" چنانچہ اس نے باہر نکل کر کہا: "میں عیسیٰ ہوں۔" انہوں نے اس کو پکڑ کر سولی چڑھا دیا اور وہ شہید ہوگیا۔" اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بحفاظت آسمان پر اٹھالیا۔[۵۴]

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک زندگیوں سے صبر و استقامت کے چند نمونوں کو اس مبحث میں جمع کیا گیا ہے کہ ہم اپنے احوال کا اُن کی زندگیوں سے موازنہ کرکے دیکھ لیں اور ان سخت ترین مصائب و حوادث میں انہیں نمونہ بنا کر صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور رب تعالیٰ کی رضا و رضوان کے مستحق ٹھہریں۔ انبیائے کرام کی پاکیزہ ہستیوں پر یہ شعر کس قدر صادق آتا ہے:

ساصبر حتی یعلم الصبر انی
صبرت علی شی امر من "الصبر"[۵۵]

"میں اتنا صبر کروں کہ صبر کو بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور کردوں کہ میں نے صبر سے زیادہ تلخ چیز پر صبر کیا ہے، یہی پائیدار و مستحکم ہے۔"

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۰}[۵۶]

Marfat.com

"اور ہم نے جو آپ سے رسولوں کے قصے بیان کیے ہیں تو وہ اس لئے ہیں کہ آپ کا دل آرام و سکون پائے (اور آپ کا ارادہ قوی ہو) اور ان میں مومنین کے لیے حق، نصیحت اور یاد دہانی آئی ہے۔"

مبحث دوّم: محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کردار کے چند دلآویز پہلو

نبی کریم ﷺ، سید کائنات، سید ولد آدم، سید الرسل و سید الانبیا ہیں۔ آپ کی ذات اقدس تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات و محاسن کی جامع ہے۔ حُسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ کسی انسان کا عظیم ہونا اس کی عظمتِ کردار سے عبارت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر کردار کی عظمت ہی وہ کسوٹی ہے جو کسی انسان کو عظیم بناتی ہے، چونکہ رسول اللہ ﷺ کا مربی خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اس لئے اس نے قرآن کریم میں دو چیزوں کی قسم اُٹھا کر سید الرسل ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی گواہی دی ہے:

{نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝١ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝٣ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝٤} [۵۷]

"ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے (فرشتے) لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ اور آپ یقیناً عظیم اخلاق والے ہیں۔"

خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((کان النبی ﷺ احسن الناس خلقا)) [۵۸]

"نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔"

اُم المومنین سیدہ صفیہ بنی حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ما رایت احدا احسن خلقا من رسول اللہ ﷺ)) [۵۹]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اچھے اخلاق والا نہیں دیکھا۔"

اور چونکہ رسول ہمیشہ وحی کا اتباع کرتا ہے اس لئے وحی الٰہی ہی اس کا اخلاق ہوتا

Marfat.com

ہے۔اسی لئے جب اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

((الست تقرا القرآن))

''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟''

((فان خلق نبی الله ﷺ کان القرآن))[٦٠]

''اللہ کے نبی ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((کان خلقه القرآن))[٦١]

''قرآن آپ ﷺ کا اخلاق تھا۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے یہ ایک عظیم بات ہے جس سے ہماری رہنمائی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اخلاق اتباعِ قرآن کریم اور اُس کے اوامر و نواہی پر استقامت ہے۔امام ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کے احکام اور اس کے امر و نہی پر اس طرح مکمل طور پر عمل فرمایا کہ آپ اپنی طبعی جبلت کو چھوڑ کر گویا مجسم قرآن بن گئے۔ قرآن کریم نے جس بات کا بھی حکم دیا آپ اُسے بجالائے اور قرآن کریم نے جس بات سے بھی روکا آپ نے اس سے مکمل اجتناب فرمایا۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حیاء، سخاوت، جوانمردی، عفو و درگزر اور حلیمی جیسی صفات جمیلہ آپ ﷺ کی سرشت میں رکھ دیں۔''[٦٢]

امام علی بن حسین زین العابدینؒ سے منقول ایک دلنشیں دُعا میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے متعدد گوشوں کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔دُعا کے چند منتخب کلمات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

((اللهم فصل على محمد ﷺ امينك على وحيك و نجيبك من خلقك و صفيك من عبادك امام الرحمة وقائد الخير و

Marfat.com

مفتاح البركة۔ كما نصب لامرك نفسه۔ وعرض فيك للمكروه بدنه۔ وكاشف فی الدعاء اليك حامته۔ وحارب فی رضاك اسرته۔ وقطع فی احياء دينك رحمه۔۔۔۔ واداب نفسه فی تبليغ رسالتك۔ واتعبها بالدعاء الیٰ ملتك۔ وشغلها بالنصح لاهل دعوتك۔ وهاجر الیٰ بلاد الغربة و محل النای عن موطن رحله وموضع رجله ومسقط راسه ومانس نفسه ارادة منه لاعزاز دينك))[۶۳]

''اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور اُن کی آل پر جو تیری وحی کے امانتدار، تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ، تیرے بندوں میں پسندیدہ، رحمت کے پیشوا، خیر وسعادت کے پیش رو اور برکت کا سرچشمہ تھے۔ جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا اور تیری رضامندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ناطے قطع کر لئے۔۔۔۔ اور تیرا پیغام پہنچانے کے لئے تکلیفیں اُٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں زحمتیں برداشت کیں اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے پند و نصیحت کرنے میں مصروف رکھا جنہوں نے تیری دعوت کو قبول کیا اور اپنے محل سکونت و مقام رہائش اور جائے ولادت و وطن مالوف سے پردیس کی سرزمین اور دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں۔''

آپ ﷺ کی عظمت کردار میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایک ایسی قوم میں ہمہ گیر انقلاب بپا کر کے دکھلا دیا جو ہر طرح کے فتنہ و فساد میں ڈوبے ہوئے اور قتل و غارت میں سفاک درندے بن چکے تھے۔ یہ لوگ دعوت و تبلیغ کی ابتدا ہی میں آپ کے جانی دشمن بن گئے

Marfat.com

تھے اور اس وقت تک آپ کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ اُن میں مقابلہ کی تاب ہی باقی نہ رہ گئی۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسراء ومعراج سے مخصوص فرمایا، اور آپ کی وجہ سے چاند کو پھاڑا، اور آپ کے لعاب دہن اور پسینے کو برکت وشفا اور علاج بنایا۔ آپ کی دُعا سے بارش کا نزول ہوتا۔ درخت آپ کی طرف کھنچا چلا آتا، اُونٹ اور پتھر آپ کو سلام عرض کرتے۔ ایک مہینے کی مسافت کی دوری پر رُعب سے آپ کی نصرت کی گئی۔ آپ پوری نسل انسانی کے سردار ہیں مگر آپ نے اس پر مطلق فخر نہیں فرمایا۔

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل بے حد ہیں اور آپ کے اوصاف اور برکات کا شمار نہیں۔ آپ عہد طفولیت ہی میں عمدہ اخلاق کے مالک، جوانی میں سب لوگوں سے بڑھ کر پاکباز اور اُدھیڑ عمری میں پوری انسانیت سے بڑھ کر نجیب تھے۔ آپ اپنی زندگی میں سب لوگوں سے زیادہ متقی، سب منصفوں سے بڑھ کر منصف اور جہاد میں سب سے بڑھ کر شجاع قائد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکمل شریفانہ اخلاق کے ساتھ مخصوص فرمایا اور آپ کو ہر قسم کی دنائت سے پاک کیا اور ہر طرح کی ذلت سے آپ کی حفاظت فرمائی۔ آپ کی بطریق احسن تادیب کی اور آپ کو خلق عظیم پر فائز فرمایا۔ آپ کا کمال اور آپ کی عظمت ہر ایک کی پہنچ سے باہر رہی۔ آپ سب سے بڑھ کر صادق وامین، زاہد، باحیا اور پاکباز تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا اعتراف ہر اُس شخص نے کیا جو آپ کی عالی نسبی، صفا فطری، طہارت قلبی، اخلاقی بلندی، عقلی و دانائی فوقیت، ذکاء، بدیہی حضوری، نرم مزاجی اور ثبات و عزیمت جیسی صفاتِ حمیدہ سے کما حقہٗ متعارف ہوا۔ آپ کی صفات عالیہ میں کوئی آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میرے ماں باپ، آپ ﷺ پر قربان، میری جان اور میری اولاد، آپ ﷺ پر قربان۔ فصل ہذا، نبی کریم ﷺ کے اخلاق عظیمہ سے متعلق ہے۔ ذیل میں آپ ﷺ کی عظمت کردار کے چند دل آویز پہلو بیان کئے جائیں گے۔ بقول شاعر:

((فالیٰ هذه الروضة الفيحاء والجنة الغناء نتنسم عبيرها ونتهل من معينها))

"چنانچہ ہم اس کشادہ اور گھنے باغ سے خوشبو سونگھیں گے اور اس کے چشمے کے

Marfat.com

پانی سے سیراب ہوں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانتداری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کردار کا ایک پہلو امانتداری ہے۔ آپ بلاشبہ جہان بھر کے امینوں سے بڑھ کر امین تھے۔ اگر ہم صرف آپ کے خلق امانت کو شمار کریں تو کتنی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ دور جاہلیت میں بھی آپ امین کہلاتے تھے۔ لوگ کہتے تھے:

((جاء الامین و ذهب الامین))[۶۴]

"امین آیا، امین آگیا۔"

بنائے کعبہ کے موقع پر قریش کے درمیان تنازعہ ہوا تو یہ کہہ کر آپ کو ثالث بنایا گیا۔

((اتاکم الامین))

"تمہارے لئے امین آگیا ہے۔"[۶۵]

قریش مکہ آپ کے قتل کی کوششیں کر رہے تھے اور آپ عین اسی وقت اُن کی امانتوں کی واپسی کی کوششوں میں تھے۔ چنانچہ آپ نے ہجرت کے موقع پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امانتوں کی واپسی کے لئے پیچھے چھوڑا۔[۶۶]

ہرقل کے دربار میں (اسلام لانے سے قبل) ابوسفیان کو آپ کا خلق عظیم چھپانے کی ہمت نہ ہوئی اور اعلانیہ کہا:

((انه یامر بالصلاة والصدق والعفاف والوفاء بالعهد و اداء الامانة))[۶۷]

"آپ نماز، سچائی، پاکیزگی، وفائے عہد اور امانت کی ادائیگی کی ہدایت دیتے ہیں۔"

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صداشاہِ حبشہ کے دربار میں کچھ اس طرح گونجی:

((حتیٰ بعث الله الینا رسولا منا نعرف نسبه و صدقه و امانته))[۶۸]

Marfat.com

''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی سے ایک رسول مبعوث فرمایا جس کے نسب، سچائی، امانت اور پاکیزگی سے ہم واقف تھے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

((لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له))[۶۹]

''اس شخص کا ایمان ہی نہیں جس میں امانت نہ ہو اور اس شخص کا دین ہی نہیں جو عہد کی پابندی نہ کرے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت:

عظمت کردار کا ایک اور اہم پہلو صداقت ہے۔ آپ اپنے رب کے ہاں سے صداقت کے ساتھ آئے۔ چنانچہ آپ کا کلام صدق تھا، آپ کا ہر طریقہ صدق پر مبنی تھا۔ آپ کی رضا، آپ کا غصہ، آپ کی ہنسی، آپ کا رونا، آپ کا سونا، آپ کی بیداری، آپ کا داخل ہونا، آپ کا باہر آنا الغرض آپ کا تمام کا تمام کلام حق، سچ اور عدل پر مبنی تھا۔ آپ قریب و بعید، دوست و دشمن اور مرد و عورت ہر کسی کے ساتھ صادق تھے۔ خلوت و جلوت، حضر و سفر، جنگ و صلح، خرید و فروخت، عقود و عہود، خطبہ و رسالت، فتاویٰ و قصص، قول و نقل، رضا و غضب، بیان و حکم اور روایت و درایت میں صادق تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دروغ گوئی سے معصوم کیا۔ دعوت و تبلیغ کی خاطر کوہ صفا پر کھڑے ہو کر جب مکہ والوں کو للکارا تو سب نے مل کر یہی عرض کی کہ ہاں! ہم آپ کی خبر پر ضرور یقین کریں گے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی:

((ما جربنا علیك الا صدقا))

''ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہوئے ہی پایا ہے۔''[۷۰]

اور ابوسفیان بن حرب نے ہرقل کے دربار میں تعلیماتِ نبوی ان الفاظ میں بیان کیں:

((یقول: اعبدوا الله وحده ولا تشرکوا به شیئا، واترکوا ما یقول آباؤکم، ویأمرنا بالصلاة والصدق والعفاف والصلة))[۷۱]

Marfat.com

"وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ اور تم اپنے آباؤ اجداد کی باتوں کو چھوڑ دو۔ نیز وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاکدامن رہنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔"

قریش کے شیاطین میں سے ایک شیطان نضر بن حارث اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے گروہ قریش! اللہ کی قسم تمہیں ایک ایسا معاملہ پیش آیا ہے جس کے لئے بعد میں تمہاری کوئی تدبیر کام نہ دے گی۔ محمد (ﷺ) تمہارے درمیان ایک نوعمر لڑکا تھا۔ تمہارا نہایت پسندیدہ، اپنی بات میں بہت سچا، تم سب سے زیادہ امین، حتیٰ کہ تمہیں اس کی کنپٹیوں میں بڑھاپا نظر آیا۔ وہ لے آیا تمہارے پاس جو لایا ہے۔ تم نے کہا کہ وہ جادوگر ہے۔ نہیں اللہ کی قسم نہیں وہ جادوگر نہیں ہے۔" [۷۲]

سیدنا عبداللہ بن سلامؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو لوگ فوراً آپ کی طرف لپکے۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ آپ کو دیکھنے گیا۔ جب میں نے آپ کے رُوئے مبارک پر گہری نظر ڈالی تو سمجھ گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ [۷۳]

نبی کریم ﷺ کی تواضع:

آپ کی عظمتِ کردار کا ایک اور اہم پہلو تواضع ہے۔ اس وصف میں بھی آپ اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ زمین پر بیٹھتے اور زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا کھاتے اور بکری کا دودھ دوہنے کے لئے اپنے پاؤں اس کی ٹانگوں کے درمیان رکھ لیتے، آزاد، غلام، غنی، فقیر الغرض ہر ایک کی دعوت قبول فرما لیتے۔ آپ کمزور مسلمانوں کے ہاں تشریف لے جاتے، اُن کے بیماروں کی عیادت فرماتے، اُن کے جنازوں میں شریک ہوتے۔ آپ کو اس میں کوئی عار نہیں تھا کہ کسی بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلیں اور اس کی حاجت روائی کریں۔ سواری پر اپنے ساتھ کسی کو بٹھانے میں کوئی عار نہ فرماتے۔ کوئی بڑھیا سامنے آجاتی تو اس کے لئے رک جاتے۔ گھر والوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے، اپنا کپڑا سی لیتے اور جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ اُون پہنتے، جو

Marfat.com

کھاتے اور بسا اوقات ننگے پاؤں ہی چل پڑتے، مسجد میں سو جاتے. گدھے پر سواری کرتے، اپنے لئے کسی کو کھڑا ہونے سے منع فرماتے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تواضع آپ کے اخلاق کے عجائب میں سے ایک عجوبہ تھی۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ کو دیکھا تو آپ کے رُعب سے تھر تھر کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا:

((هون عليك فانى لست بملك انما انا ابن امراية تاكل القديد))[۷۴]

"سکون سے رہو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو قریش کی اُس خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

آپ اپنے اصحاب سے مذاق کرتے تھے لیکن حق کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتے تھے۔[۷۵]

مسجد بنانے اور خندق کھدوانے میں آپ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ کام کرتے تھے۔[۷۶]

باوجودیکہ آپ عقل مند ترین انسان تھے پھر بھی اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔[۷۷]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کمزور لوگوں کے پاس آ کر اُن کی زیارت کرتے تھے اور اُن کے بیماروں کی عیادت کرتے اور اُن کے جنازہ میں شریک ہوتے۔"[۷۸]

آپ ﷺ مساکین سے محبت فرماتے اور ہمیشہ اپنے رب کے سامنے فقیری، مسکینی اور عاجزی کی حالت میں ہوتے۔ دُعا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوتے:

((اللهم احينى مسكينا و امتنى مسكينا واحشرنى فى زمرة المساكين يوم القيامة))[۷۹]

"اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے بطور مسکین ہی موت دے اور قیامت

Marfat.com

کے روز میرا حشر مسکینوں کے زمرے میں فرما۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جب آپ کو بادشاہ نبی یا بندہ رسول بننے کے درمیان اختیار دیا گیا تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

((تواضع لربك))

"اپنے رب کے لئے تواضع اختیار کیجیے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا بل عبدا رسولا))[۸۰]

"نہیں، میں بندہ رسول ہی بننا چاہتا ہوں۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جس کا دماغی توازن درست نہ تھا آپ کے پاس آ کر کہنے لگی: مجھے آپ سے کچھ کام ہے؟ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

((یا اُم فلان!انظری ای السکك شئت حتی اقضی لك حاجتك))[۸۱]

"اے اُم فلاں! دیکھو تم جس گلی میں چاہو مجھے لے چلو تاکہ میں تمہاری ضرورت کو پورا کرسکوں۔"

پھر آپ اُس کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اُس کا کام ہوگیا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے خادم اپنے برتن لے کر آجاتے جن میں پانی بھرا ہوتا۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر برتن میں (برکت کے لئے) اپنا ہاتھ ڈبوتے۔ بعض اوقات سردیوں کے موسم میں پانی ٹھنڈا ہوتا، تب بھی آپ ﷺ برتنوں میں اپنا ہاتھ ضرور ڈبوتے۔"[۸۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کا منظر بیان کرتے ہیں:

((دخل رسول الله ﷺ مكة يوم الفتح وذقنه على رحله متخشعا))[۸۳]

"رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو عاجزی وانکساری کا عالم

Marfat.com

یہ تھا کہ (آپ جھکے ہوئے تھے اور سواری پر بیٹھے ہوئے) آپ کی ٹھوڑی کجاوے کو لگ رہی تھی۔"

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((من تواضع لله رفعه الله))[۸۴]

"جو شخص صرف اللہ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اُسے بلند کر دیتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کا عفو و درگزر:

نبی کریم ﷺ کی عظمت کردار کا یہ پہلو بھی نہایت تعجب انگیز ہے کہ آپ کا وہ حلم اور عفو و درگزر آپ کے دشمنوں کے اس مجموعے تک پہنچا، جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگیں لڑیں، آپ کو تکالیف پہنچائیں اور آپ کے ساتھ جو ظلم کیا وہ اوج پر تھا۔ عفو و درگزر کی صفت بھی اخلاق حسنہ میں سے اہم ترین ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

{فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ}[۸۵]

"(اے پیغمبر!) انہیں معاف کر دو اور درگزر سے کام لو۔"

قریش اور اہلِ طائف کے ساتھ آپ کا حلم اور عفو و درگزر ہر شخص کے تصور سے بالاتر ہے۔ جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے اور آپ کے مبارک قدموں کو لہولہان کر دیا، حتیٰ کہ آپ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ دن اُحد کے دن سے شدید تر تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور سلام کہا۔ پھر اُس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ)! آپ کی قوم نے جو کچھ آپ سے کہا اللہ نے اُسے سنا۔ آپ کے رب نے مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ اپنے معاملے میں جو حکم دینا چاہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں دونوں پہاڑوں کے درمیان انہیں پیس ڈالوں۔ اس پر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

((بل ارجوا ان يخرج الله من اصلابهم من يعبدالله وحده، لا يشرك به شيئا))[۸۶]

"مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا فرمائے گا جو اللہ وحدہ

Marfat.com

کی عبادت کریں گے اور اس کی ذات کے ساتھ ذرا شرک نہ کریں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کو گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک نبی علیہ السلام کو مارا اور لہولہان کر دیا۔ وہ اپنی خون آلود پیشانی صاف کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

((اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون))[۸۷]

"اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے، یہ لوگ (مجھے) جانتے نہیں ہیں۔"

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے بیت اللہ میں خطاب فرمایا۔ آپ کے مخاطبین میں اکثر ایسے لوگ تھے جنہوں نے آغاز نبوت سے لے کر آج تک آپ پر اور دیگر مسلمانوں پر مظالم توڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ ایسے جانی دشمنوں پر جب آپ کو مکمل تسلط حاصل ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

"میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا: {لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط} یعنی آج تم پر کوئی الزام نہیں۔

پھر آپ نے ان سب کی معافی کا عام اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

((اذھبوا فانتم الطلقاء))[۸۸]

"جاؤ کہ تم (ہر سزا سے) آزاد ہو۔"

سیدنا یوسف علیہ السلام نے تو اپنے بھائیوں سے درگزر کیا تھا جب کہ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں سے درگزر فرمایا۔ اس اعتبار سے آپ سیدنا یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر کریم النفس ثابت ہوئے۔[۸۹]

بارہا آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے، پھر جب دشمن پر آپ کو قابو حاصل ہو گیا تو آپ نے اسے معاف کر دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

"اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ذات کی حد تک کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا۔"[۹۰]

خیبر کے موقع پر جس عورت نے آپ کو کھانے میں زہر دیا تھا، جب اُس کو حاضر کیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں!''[۹۱]

نبی کریم ﷺ کا عدل:

عادل ہونے میں بھی آپ ﷺ ضرب المثل تھے۔ عدل ہر ایک کے لئے، کوئی قریب ہے یا بعید، دشمن ہے یا دوست، مومن ہے یا کافر۔ طبعی عدل رسول اللہ ﷺ کے دل میں راسخ اور متمکن تھا اور وہ آپ کی فطرت کا جزو لاینفک اور لازمی حصہ تھا۔ چھوٹی عمر میں حلف الفضول میں شرکت اور حجر اسود کے نصب کرنے کے لئے ثالثی کا کردار آپ کے عدل و انصاف کے عکاس ہیں۔

مخزومیہ خاتون جس نے چوری کی تھی کے لئے سیدنا اُسامہ بن زیدؓ نے جب سفارش کی تو آپ ناراض ہوئے اور چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا:

((اتشفع فی حد من حدود اللہ؟))

''کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو؟''

سیدنا اُسامہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھے معاف فرما دیجئے۔ جب شام کا وقت ہوا تو خطاب کرنے کے لئے اُٹھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ثناء بیان کی جیسا کہ وہ اس کا اہل ہے اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی لئے تباہ ہوئے کہ جب کوئی عزت دار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ (اس کے بعد فرمایا)

((وانی والذی نفسی بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد (سلام اللہ علیہا) سرقت لقطعت یدھا))[۹۲]

''اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بلاشبہ اگر فاطمہ بنت محمد (سلام اللہ علیہا) بھی چوری کرتیں تو میں لازماً اُن کے ہاتھ کاٹ دیتا۔''

اس عظیم قسم میں لوگوں کے درمیان عدل کے قیام کی انتہائی خواہش کی دلیل ہے، اگرچہ متعلقہ فرد آپ کا قریبی ہی کیوں نہ ہو۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

Marfat.com

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ٹھہرنے کی باری میں ہمیں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ شاید ہی کوئی دن ہوتا کہ آپ ہم سب کی طرف پھر نہ لیتے، مگر آپ شب بسری اُنہیں کے ہاں فرماتے جن کی باری ہوتی۔''[۹۳]

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

''نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے مابین قرعہ ڈالتے، جن کے نام قرعہ نکلتا وہ آپ کی شریکِ سفر ہوتیں اور آپ اپنی ازواج کے مابین دن اور راتیں تقسیم فرماتے۔''[۹۴]

نبی کریم ﷺ کی شجاعت وقوت:

آپ ﷺ وہ یکتا شجاع ہیں جن پر شجاعت کی جملہ صفات مکمل ہوئیں۔ آپ پر بے خوفی، جرات، بہادری، جنگی قوت کی صفات تمام ہوئیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادمِ رسول) فرماتے ہیں:

((کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس، وکان اجود الناس و کان اشجع الناس))

''رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اچھے، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔''[۹۵]

آپ ﷺ ہی کا یہ فرمان ہے:

''اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اہل ایمان میں ایسے لوگ ہوتے جن کے دلوں کو یہ بات نہ بھاتی کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں گے، اور میرے پاس انہیں لے جانے کے لئے سواریاں بھی ہوتیں تو میں کسی سریہ سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہو۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے، میں ضرور یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا

Marfat.com

جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔"[۹۶]

نبی کریم ﷺ عظیم جسمانی قوت کے مالک تھے۔آپ کی قوت تیس جوانوں کی قوت کے برابر تھی۔[۹۷]

رُکانہ پہلوان کو آپ نے تین مرتبہ پچھاڑا تو اس نے عرض کی:

"اے محمد (ﷺ)! آپ سے پہلے کبھی کسی نے میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی۔ مجھے آپ سے بڑھ کر کسی سے نفرت نہ تھی۔(مگر اَب) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔"[۹۸]

آپ کا سامنا بڑے بڑے بہادروں سے ہوا، سب نے شکست کھائی۔آپ کا چہرہ روشن اور دانت مسکرانے والے ہوتے۔غزوۂ اُحد میں آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا، دانت مبارک ٹوٹ گیا، ستر جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، لیکن آپ میں ضعف، کمزوری اور سستی نہ آئی۔آپ تلوار سے بھی زیادہ تیز گزرنے والے ہو گئے۔میدان جنگ میں آپ اپنی روح مبارکہ موت کی لہروں میں داخل کرتے، منادی اور للکارنے والے کی آواز سن کر سب سے پہلے اُٹھنے والے آپ تھے۔ایک رات اہلِ مدینہ خوف زدہ ہو گئے اور لوگ آواز کی طرف دوڑ رہے تھے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ واپس آتے ہوئے ملے (آپ نے آواز کی طرف سبقت فرمائی تھی)۔صورتحال معلوم کی جبکہ آپ ابوطلحہ انصاریؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، گھوڑے پر زین بھی نہیں تھی اور آپ نے گلے میں تلوار لٹکا رکھی تھی اور فرما رہے تھے:

((لم تراعوا، لم تراعوا))

"مت گھبراؤ، مت گھبراؤ (خطرے کی کوئی بات نہیں ہے)۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کی شجاعت کی نظیر انسانیت نے نہیں دیکھی۔شجاعوں کی شجاعت کے لئے واجب ہے کہ آپ کی شجاعت کے آگے احتراماً سرنگوں ہوں۔آپ بہادر ترین انسان تھے۔آپ جیسا بہادر دُنیا نے کبھی نہیں دیکھا۔اس حقیقت کی گواہی بڑے بڑے سورماؤں نے دی ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ (بہادر شاہسوار، مشہور مواقع اور معروف واقعات کے ہیرو)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((کنا اذا احمر الباس و لقی القوم القوم؛ تقینا برسول اللہ ﷺ فما یکون منا احد ادنی من اقوم منه))

''جب لڑائی تیز ہو جاتی اور ایک لشکر دوسرے لشکر کا سامنا کرتا تو ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بچاتے اور ہم میں سے کوئی ایک بھی آپ سے زیادہ دشمن کے قریب نہ ہوتا۔''[۹۹]

سیدنا براء بن عاذب رضی اللہ عنہ نے آپ کی شجاعت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''جب میدان جنگ میں خون کے لوتھڑے اُڑ رہے ہوتے تھے تو ہم آپ کی اوٹ میں ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ ہم میں سب سے بڑا بہادر اُسے سمجھا جاتا تھا جو آپ کے برابر کھڑا ہو کر لڑتا تھا۔''[۱۰۰]

نبی کریم ﷺ کا تفکر و تدبر اور متحمل مزاجی:

متحمل مزاجی بڑا رفیع الشان وصف ہے اور اللہ کو بہت محبوب ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام تمام مخلوق میں افضل، بہترین اور منتخب شدہ لوگ ہوتے ہیں اور لوگوں کے لئے پیشوا ہوتے ہیں، اسی لئے وہ ان سے زیادہ تحمل اور بردباری والے ہوتے ہیں اور اس خوبی میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر حلیم، کشادہ رُو، طبیعت کے نرم اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ نے سیدنا منذر بن عائذ الاشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((ان فیك لخصلتین یحبهما الله: الحلم و الاناة))[۱۰۱]

''تجھ میں دو خوبیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے: تحمل اور نرم مزاجی۔''

اعراب، آپ سے ظلم و زیادتی اور بے ادبی سے پیش آئے، مگر آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے مندرجہ ذیل حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے درگزر فرمایا:

{فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝۸۵}[۱۰۲]

''پس درگزر کر، خوبصورت طریقے سے درگزر کرنا۔''

Marfat.com

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادمِ رسول) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب لشکر لے کر کسی قوم پر حملے کے لئے جاتے تو فوراً حملہ نہیں کرتے تھے، بلکہ صبح تک انتظار کرتے تھے۔ اگر کہیں سے اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ نہیں کرتے تھے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو بھرپور حملہ کر دیتے تھے۔''[۱۰۳]

دین کی دعوت کے سلسلے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر و تحمل اور تحقیق و تفتیش کی تلقین کرتے تھے۔ امیر لشکر کو تاکید فرماتے تھے کہ لڑائی سے پہلے دشمن کو تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔

ا۔ مسلمان ہو جاؤ اور دارالاسلام کی طرف ہجرت کرو یا صرف مسلمان ہو جاؤ، ہجرت نہ کرو اور عام اعراب کی طرح رہو۔

ب۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو۔

ج۔ اگر وہ دونوں باتیں نہ مانیں تو اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان سے لڑائی شروع کر دو۔[۱۰۴]

سیدنا عبداللہ بن سرجس مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((السمت الحسن، والتوء دۃ والاقتصاد، جزء من اربعۃ و عشرین جزءا من النبوۃ))[۱۰۵]

''اچھا خلق، سکون و وقار اور میانہ روی نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی غیرت:

آپ ﷺ کی غیرت تمام لوگوں سے زیادہ اور اعتدال و انصاف پر قائم تھی۔ ایک مرتبہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو بغیر کسی تامل کے اس کا سر تلوار سے

Marfat.com

قلم کر دوں گا۔'' جب نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا:

((تعجبون من غيرة سعد والله لانا اغير منه والله اغير منى ومن اجل غيرة الله حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا احد احب اليه المدحة من الله ومن اجل ذلك وعد الله الجنة))[۱۰۶]

''کیا تم سعد کی غیرت پر حیران ہو رہے ہو؟ یقیناً میں اُس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ اسی غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے تمام ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کے کام منع کر دیئے ہیں اور اللہ کو اپنی حمد و تعریف بہت پسند ہے اسی وجہ سے اس پر جنت کا وعدہ کیا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اعتکاف کے لئے بیٹھے تھے اور اُم المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا اُن سے رات کو ملنے آیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ یہ آئیں اور بات کر کے واپس جانے لگیں۔ آپ ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ چلے اور یہ سیدنا اُسامہ بن زیدؓ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ اس دوران انصار کے دو آدمی گزر رہے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپ نے ان سے فرمایا:

((على رسلكما انها صفية زوجى))[۱۰۷]

''یعنی اپنی چال پر چلو (کوئی بات نہیں) یہ میری زوجہ صفیہ ہیں۔''

ہر غیرت معتبر نہیں ہوتی اس لئے غیرت میں اعتدال کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من الغيرة ما يحب الله و منها ما يبغض الله فاما التى يحبها الله فالغيرة فى الريبة واما الغيرة التى يبغضها الله فالغيرة فى غير ريبة))[۱۰۸]

''ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو پسند ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو مبغوض ہے۔ وہ غیرت جو اللہ کو محبوب ہے وہ ہے جو قابل شک بات میں ہو اور وہ

Marfat.com

غیرت جو اللہ کو مبغوض ہے وہ ہے جو اس بات میں کی جائے جو شک کے قابل ہی نہیں ہے۔"

غیرت کی ضد دیوثیت ہے اور اس کا مطلب ہے کہ شوہر یا رشتہ دار اپنی بیوی یا قرابتدار کے مردوں کے ساتھ میل جول سے چشم پوشی اور غفلت برتے اور اس طرح بے محابا اختلاط ہو کہ آپس میں فحش گوئی یا بیہودگی کریں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((ثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالدية، والديوث، ورجلة النساء))[۱۰۹]

"تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔ وہ جو اپنے والدین کا نافرمان ہو اور دیوث اور عورتوں میں سے جو مرد کی مشابہت اختیار کرے۔"

ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا:

((ايما رجل تزين امراته و تخرج من باب دار ها فهو ديوث ولا ياثم من يسميه ديوثا))[۱۱۰]

"جس مرد کی عورت آرائش و زیبائش کر کے گھر سے باہر نکلے، وہ بے غیرت ہے اور جو اسے بے غیرت کہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

((والمرءة اذا خرجت من باب دارها متزينة متعطرة والزوج بذلك راض يبنى لزوجها بكل قدم بيت فى النار))[۱۱۱]

"اگر عورت بناؤ سنگھار کر کے اور عطر لگا کر گھر سے نکلے اور اس کا شوہر اس فعل پر راضی ہو تو وہ عورت جو قدم بھی اٹھاتی ہے (اس کے عوض) اس کے شوہر کے لئے جہنم میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کا ایثار:

سخاوت میں تو انسان اپنی ضرورت سے زائد اشیاء کسی پر خرچ کرتا ہے جبکہ ایثار کہتے

Marfat.com

ہیں اپنی ضرورت کی چیز کو بھی دوسرے کے لئے خرچ کر دینا۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت کردار کا ایک اہم ترین وصف ہے۔آپ کا ہاتھ خیر کا بادل اور جود و کرم کی بارش تھا، بلکہ خیر میں وہ تیز ہوا سے بھی زیادہ تیز تھا۔سیدنا جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں:

((ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط، فقال "لا"))[۱۱۲]

''کبھی کسی چیز کا رسول اللہ ﷺ سے سوال نہیں کیا گیا کہ جواب میں آپ نے ''نہیں'' فرمایا ہو۔''

آپ ﷺ کسی بھی حاجت مند کو رد نہیں فرماتے تھے، اگرچہ آپ خود مطلوبہ چیز کے حاجت مند ہوتے۔سیدنا سہلؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کے لئے ایک موٹی چادر لائی جس کے کنارے بُنے ہوئے تھے اور آ کر عرض کرنے لگی: میں نے اس چادر کو اس لئے بُنا ہے تا کہ آپ کو پہناؤں! آپ ﷺ نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔پھر آپ ہمارے پاس آئے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کیا: یہ کتنی خوبصورت ہے، یہ مجھے پہنا دیجئے! آپ نے اُسی وقت وہ چادر اُسے عنایت فرما دی۔ لوگوں نے اس آدمی سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔نبی اکرم ﷺ کو خود اس کی ضرورت تھی اور تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ انکار نہیں کرتے؟ اس شخص نے کہا:

((انی والله ما سالته لالبسه؛ انما سالته لتكون كفنی۔ قال سهلٌ فكانت كفنه))

''اللہ کی قسم! میں نے یہ اس لئے نہیں مانگی کہ اس کو پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اس کو اپنا کفن بناؤں! سیدنا سہلؓ فرماتے ہیں کہ پھر یہی چادر اس کا کفن بنی۔''[۱۱۳]

جب تنگ حالی اور حاجت مندی میں آپ ﷺ کی عطا و بخشش کا یہ عالم تھا، تو خوشحالی میں آپ کی عطا کا کیا حال ہوگا!۔ابن رجب حنبلیؒ ''لطائف المعارف'' میں کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ عرب شاعر ابو تمام کے یہ اشعار رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ ہمایوں کے لئے ہی موزوں ہیں:

Marfat.com

تعود بسط الكف حتٰى لو انه
ثناها لقبض لم تجبه انا مله
تراه اذا ما جئته متهللا
كانك تعطيه الذى انت سائله
هو البحر من اى النواحى اتيه
فلجته المعروف والجود ساحله
لو لم يكن فى كفه غير روحه
لجاد بها فليتق الله سائله[۱۱۴]

''اس کا ہاتھ کشادگی کا اتنا عادی ہوا کہ اگر وہ مٹھی بند کرنے کے لئے اسے دُہرا کرے گا تو انگلیاں انکار کر دیں گی۔ تم دیکھو گے کہ جب تم اس کے پاس خوشحالی میں آئے تو وہ تجھے اس طرح عطا کرے گا گویا کہ تو سائل ہے۔ وہ ایسا بحرِ ذخار ہے کہ تو اس کے جس کنارے پر آئے اس کی گہرائی معروف ہے اور سخاوت اس کا ساحل ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں صرف اپنی ہی جان ہو تو وہ خوشی کے ساتھ پیش کر دے گا کہ سائل اللہ سے ڈر جائے گا۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تفضل اور جود و کرم کے سیل رواں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر مہربان تھے، کبھی سائل نے مانگا نہیں کہ آپ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی ہو، کبھی مانگنے والے سے ہرگز جدا نہ ہوتے حتیٰ کہ وہ خود ہٹ جاتا۔ ہرگز کبھی کسی نے لینے کے لئے آپ کا ہاتھ نہیں پکڑا کہ آپ نے وہی کچھ اس کو دے نہ دیا ہو۔''[۱۱۵]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر واستقامت:

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کا اہم ترین عنصر آپ کا بے پناہ جذبہء صبر

Marfat.com

و استقامت، اولو العزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی۔ اور یہی ہماری اس کتاب کا موضوع تحقیق ہے۔ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کو مصیبتوں، صعوبتوں، مشقتوں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو کرنا پڑا، اور پھر وہ اس حال میں بھی صابر و محتسب رہا ہو۔ آپ ﷺ نے یتیمی، فقر و فاقہ اور ضروریات کی عدم فراہمی پر صبر ہی فرمایا۔ آپ کو جھٹلایا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو شاعر، کاہن، جادوگر، مجنون اور جھوٹی باتیں گھڑنے والا کہا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو ستایا گیا اور گالیاں دی گئیں، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے پیارے چچا سردار ابو طالب اور غمگسار زوجہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، آپ نے صبر کیا۔ آپ کو اپنے وطن سے نکالا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے خلاف جنگیں لڑی گئیں، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے پیارے چچا سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے صاحبزادے اور نواسے وفات پا گئے، آپ نے صبر کیا۔ آپ کی طاہرہ و عفیفہ زوجہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فحش بہتان لگایا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ کے اقربا کو قتل کیا گیا، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر ظلم کیا گیا، آپ کے متبعین کو جلاوطن کیا گیا، آپ نے صبر کیا۔ آپ نے قریب کی بدمزاجی اور بعید کے حملے، باطل مخالف قوت اور جھٹلانے والوں کی زیادتی پر صبر فرمایا۔ آپ نے دُنیا کی زینت اور اس کے سنگھار سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ آپ زندگی بھر ہر طرح کے حالات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ جب بھی دشمنوں کی باتوں سے رنجیدہ ہوئے تو آپ کو یاد دہانی کرائی گئی:

{فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ}[۱۱۶]

"سو اس پر صبر کیجئے جو وہ کہتے ہیں۔"

جب بھی دشمن کا خوف محسوس ہوا اور دشمنوں کے منصوبوں کے باعث آپ کی نیند اُچاٹ ہوگئی تو آپ کو یاد دہانی کرائی گئی:

{فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ}[۱۱۷]

"پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا۔"

وسیع النظر فی، عظمتِ صبر و استقامت، تکالیف کی برداشت اور ثبات قلبی میں آپ ضرب

Marfat.com

المثل تھے اور آپ صابرین کے قائد اور شاکرین کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کا اسمائے مبارکہ میں آپ کا ایک صفاتی نام "صابر" بھی ہے۔[۱۱۸]

صابر کے معنی ہیں صبر کرنے والا، تحمل والا، بردبار۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا:

{وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ}[۱۱۹]

"آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

((ما رایت اشد وجعا من رسول اللہ ﷺ))[۱۲۰]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی تکلیف سے زیادہ سخت تکلیف کسی کی نہیں دیکھی۔"

رسول اللہ ﷺ کو ہی زیبا تھا کہ وہ لب کشائی فرماتے:

((الصبر ردائی))[۱۲۱]

"صبر میری ردا (چادر) ہے۔"

آپ ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر خواہ وہ رضامندی یا ناراضگی کا ہو، امن و سلامتی یا جنگ کا ہو، فراخ دستی یا فقر کا ہو، ان تمام مقامات پر صبر جمیل اور استقامت و ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ "امام الصابرین" صبر کرنے والوں کے امام بھی کہلائے اور ساتھ ہی "قدوۃ الشاکرین" شکر گزاروں کے لئے نمونہ بھی بنے۔

مکہ میں جو شخص بھی اسلام لایا، اس پر مظالم ڈھائے گئے۔ آپ جب کسی غلام پر ظلم ہوتا دیکھتے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اور اس کے لئے آپ ہر ممکن مداوا فرماتے۔ کبھی تو اُنہیں صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ جیسا کہ سیدنا عمار بن یاسرؓ اور اُن کے والدین پر ظلم ہوتے دیکھ کر فرمایا:

((اصبروا ال یاسر فان موعدکم الجنۃ))[۱۲۲]

"اے آل یاسر! صبر کرو، تم سے جنت کا وعدہ ہے۔"

سیدنا خباب بن الارتؓ نے دشمن کے مظالم کا ذکر کیا جو اِن پر روا رکھے جاتے تھے تو اُن کو صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

((كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له فى الارض فيجعل فيه، فيجاءُ بالمنشار فيوضع علىٰ راسه فيشق باثنتين، وما يصده ذلك عن دينه، و يمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب، وما يصده ذلك عن دينه، والله! ليتمن هذا الامر حتىٰ يسير الراكب من صنعاء الىٰ حضر موت لا يخاف الا الله، او الذئب على غنمه، ولٰكنكم تستعجلون)) [۱۲۳]

"(تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزر چکے ہیں، ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں) ان میں سے ایک آدمی کو لایا جاتا تھا، اس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اُس کے سر پر آرا چلا کر اُس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے۔ یہ سارا ظلم بھی اس کو اس کے دین سے روک نہ سکتا تھا۔ اسی طرح کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسائے جاتے اور ہڈیوں اور پٹھوں تک گوشت نوچ لیا جاتا تاکہ وہ ایمان سے باز آجائیں۔ اللہ کی قسم! یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہوگا جس کا وہ خوف کرے، صرف بھیڑیئے کا ڈر ہوگا کہ کہیں اس کی بکری نہ پھاڑ کھائے لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔"

دعوت الی اللہ کے معاملے میں آپ کا صبر و استقامت اُسوہ ءحسنہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی عمارت کی تکمیل فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے اللہ کی راہ میں ایسے ستایا گیا کہ کوئی دوسرا نہیں ستایا گیا۔ مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر خوف زدہ کیا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا، مجھ پر تین سالوں کے دن اور راتیں اس طرح گزریں کہ میرے اور میرے عیال کے لئے کوئی چیز کھانے کو نہ تھی سوائے اس کے جو بلال رضؓ اپنی بغل میں چھپائے رکھتے۔" [۱۲۴]

اُحد کے دن آپ کے مبارک دانتوں کی رباعی ٹوٹ گئی، آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا

Marfat.com

گیا، زخموں نے آپ کو کمزور کر دیا۔ مگر میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ صبر و استقامت سے جمے رہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کو گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک نبی علیہ السلام کو مارا اور لہولہان کر دیا۔ وہ اپنی خون آلود پیشانی صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

((اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون))[۱۲۵]

''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے، یہ لوگ (مجھے) جانتے نہیں ہیں۔''

آپ ﷺ کا صبر ختم نہیں ہوا اور آپ کی استقامت ماند نہیں پڑی۔ آپ ایک صابر، ثابت قدم مجاہد کی صورت میں ایک معرکے سے دوسرے معرکے اور ایک مشقت سے دوسری مشقت کی طرف چلتے رہے۔

عظمتِ کردار کے جن پہلوؤں کا ذکر درج بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ان گنت پہلو ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی حیاء، زُہد، رحمت، وفائے عہد، انسانی ہمدردی، خوش طبعی، نرم خوئی، حسن خلق اور دیگر فضائل اخلاق کے ساتھ ساتھ اخلاق رذیلہ، حسد، کینہ، غیبت، بخل اور دوسرے ذمائمِ اخلاق سے اجتناب وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام پہلوؤں کو احاطہ کرنا انسان کے بس سے باہر ہے اور بالآخر مجبور ہو کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ:

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حکایت لذیذ ہو تو طویل سے طویل تر ہوتی چلی جاتی ہے اور موضوع اگر سراپائے محبوب ہو تو تفصیل کبھی ختم ہونے میں نہیں آتی۔ پھر سیرت مطہرہ کا موضوع تو، نگاہِ عشق کے نو بہ نو زاویوں کے علاوہ، خود اپنے داخلی امکانات کے باعث لامتناہی وسعت کا حامل ہے۔ زمانے کے تغیرات کے ساتھ ساتھ اُسوہ حسنہ کے مضمرات یوں منکشف ہوتے چلے جا رہے ہیں جیسے فانوس کی گردش سے شمع کی لو نئے سے نئے رنگ میں جلوہ گری کرتی ہے۔[۱۲۶]

بقول شاعر ؎

Marfat.com

سیرت کے آئینے پہ نگہ جم کے رہ گئی
یاد اُن کی ایک ایک ادا ہو گئی مجھے

پیارے رسول ﷺ کا غصہ میں اعتدال:

رسول اللہ ﷺ کا ہر قول اور فعل ہمارے لئے نمونہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝٢١} [۲۶ اب]

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے۔"

تو اس میں غصہ بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے غصہ میں بھی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ غصہ ایک فطری جذبہ ہے جو انسانیت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ علم نفسیات میں غصے کو تین درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تفریط، افراط اور اعتدال۔ [۱۲۷]

تفریط وہ درجہ ہے کہ غصے کی طاقت بالکل نہ ہو یا نہایت ضعیف اور کمزور ہو جائے تو ایسا شخص ناقص ہے، اسے چاہیئے کہ اپنا علاج کرائے یہاں تک کہ قوت غضب قوی ہو جائے۔

خود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدت و حمیت کے اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ} [۱۲۸]

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔"

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

{يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ} [۱۲۹]

Marfat.com

''اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سخت ہو جاؤ۔''

''غلظۃ'' رأفت کی ضد ہے، رأفت کے معنی نرمی اور شفقت کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے غلظت کے معنی سختی اور قوت سے دشمن کے خلاف اقدام ہے۔ محض زبان کی سختی مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے ہی خلاف ہے۔ اسے آپ اختیار کر سکتے تھے نہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کا حکم آپ کو مل سکتا تھا۔ [۱۳۰]

دوسرا درجہ افراط ہے یعنی قوت غضب اس قدر بڑھ جائے کہ وہ دین اور عقل کی حدوں کو پار کر جائے اور بایں صورت انسان نہ صاحب بصیرت رہے اور نہ ہی صاحب فکر و اختیار بلکہ وہ نہایت ہی مضطرب ہو جائے۔ ایسے شخص کو بھی اپنا علاج کرانا چاہیئے تاکہ غصے کی فصلیں ٹوٹیں۔ جبکہ تیسری صورت غصے کو حد اعتدال میں رکھنا ہے۔ یہی راہ صراط مستقیم ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ یہی وہ صبر و استقامت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے اور یہ وہی درمیانی راہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خیر الامور اوسطها))[۱۳۱]

''سب معاملات میں میانہ روی بہتر ہے۔''

وہ انسان قابل تعریف ہے جو عقل اور دین کے اشارے کا منتظر رہتا ہے۔ جہاں غیرت کا تقاضا ہوتا ہے، وہاں وہ بھڑک اُٹھتا ہے اور جہاں حلم اور بردباری بہتر ہو، وہاں وہ بجھ جاتا ہے۔ اعتدال کی اس حالت کو برقرار رکھنے والی چیز استقامت اور درست روی ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پابند رہنے کا حکم دیا ہے اور یہی درمیانی راہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((اللهم انما محمدٌ بشرٌ يغضب كما يغضب البشر، وانى اتخذت عندك عهدا لن تخليفنيه، فايما مومن اذيته او سببته او جلدته فاجعلها له كفارةٌ وقربةٌ تقربه بها اليك يوم القيامة))[۱۳۲]

Marfat.com

''اے اللہ! یہ محمد (ﷺ) انسان ہے، جس طرح سارے انسانوں کو غصہ آتا ہے، ایسے ہی مجھے بھی غصہ آتا ہے۔ میں نے آپ سے ایک وعدہ لیا ہے، جس کی آپ خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ جس مومن کو بھی میں تکلیف دوں یا بُرا کہوں یا کوڑا ماروں تو اس کو اس کے لئے کفّارہ اور قیامت کے دن اپنے قریب کر دینے والا عمل بنا دینا۔''

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اسالك كلمة الحق فى الغضب والرضا))[۱۳۳]

''اے اللہ! میں (تجھ سے) غصّے اور رضا مندی دونوں حالتوں میں حق بات کہنے کی توفیق مانگتا ہوں۔''

شیخ عبدالرحمٰن بن منصور لکھتے ہیں:

مخلوق کی نسبت سے غصّے کی تین اقسام ہیں:

ا۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اور حق کی حمایت میں ہو، وہ قابل تعریف ہے۔

ب۔ جو باطل اور جاہلیت پر مبنی ہو، ایسا غصہ ناجائز اور حرام ہے۔

ج۔ جو معصیتِ الٰہی سے خالی ہو، وہ مباح اور جائز ہے۔

قابل تعریف غصہ اُس وقت آتا ہے جب انسان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو پائمال کیا جا رہا ہے، اس قسم کا غصہ ایمان کا ثمرہ ہے، کیونکہ جو شخص اس جیسی صورتحال پر غضبناک نہ ہو، اس کا ایمان کمزور ہوگا۔

امام ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

''مومن کا غصہ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں سے انتقام لینے کے لئے اور اس اذیت کے دفاع کے لئے ہونا ضروری ہے جو اس کو یا کسی دوسرے کو دین کی وجہ سے دی جائے۔''[۱۳۴]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

Marfat.com

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ
وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾} [۱۳۵]

''ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

غصے کا ظہور جب انبیا علیہم السلام کی طرف سے ہوتا ہے تو وہ حقیقت میں ان کی اپنی اُمت کے لئے شفقت، خوف اور ان کے لئے بہتری کی آرزو کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ذکر کرتے ہیں کہ جب ان کو علم ہوا کہ اُن کی قوم نے بچھڑے کو رب بنالیا ہے تو وہ برافروختہ ہو گئے:

{وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ} [۱۳۶]

''اور جب موسیٰ غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف واپس آیا۔''

سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا} [۱۳۷]

''اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا۔''

سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک مرتبہ گھوڑوں کی دیکھ بھال میں ایسے مصروف رہے کہ عصر کی نماز کا پتہ نہیں چلا، جب متنبہ ہوئے تو ان کو ان گھوڑوں پر غصہ آیا کہ اس مال نے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا۔ قرآن کریم نے اس موقع پر ان کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

{رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾} [۱۳۸]

''(سیدنا سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا) انہیں میرے پاس واپس لاؤ، چنانچہ وہ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹنے لگے۔''

نبی کریم ﷺ بھی صرف اُسی وقت غصے میں دیکھے جاتے، جب اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کی بے حرمتی کی جاتی۔ آپ اتنے باحیا اور وضع دار تھے کہ اپنی زبان سے کسی کے عمل یا رویے

Marfat.com

کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتے تھے، بلکہ آپ کے چہرے پر اس کی ناگواری محسوس کی جاتی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا:

"نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی چیز، کسی عورت اور کسی خادم کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، بجز اس کے کہ آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ آپ نے کبھی کسی اذیت پہنچانے والے سے انتقام نہیں لیا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کو پائمال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔"[۱۳۹]

نیز سیدنا عبداللہ بن عمروؓ، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، جو تقدیر کے مسئلے پر جھگڑ رہے تھے تو آپ کا چہرہ گلنار ہو گیا اور آپ نے فرمایا:

"کیا تم کو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ تم قرآن کو قرآن سے چوٹ لگا رہے ہو؟ اسی وجہ سے تم سے پہلی اُمتیں تباہ ہوئیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ مجھے اس مجلس سے دور رہنے کی وجہ سے اپنے اوپر اتنا رشک ہوا کہ کبھی کسی مجلس سے دور رہنے پر اتنا رشک اور خوشی نہیں ہوئی تھی۔[۱۴۰]

نبی کریم ﷺ کے غصّے کی چند صورتیں:

آپ ﷺ کا غصہ اپنی ذات اور دُنیوی غرض ولالچ کے لئے قطعاً نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تھا۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ، رسول اللہ ﷺ کے غصّے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ دُنیوی نفع ونقصان کی وجہ سے کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ صرف دین کی باتوں میں کمی کوتاہی پر ان کو غصہ آتا۔ پھر یہ نہیں دیکھتے تھے کہ کون ہے اور کتنے بڑے مرتبے والا ہے اور اس سے انتقام لینے کے لئے آپ کے سامنے کوئی ٹھہر سکتا تھا اور نہ کوئی آڑے آسکتا تھا۔"[۱۴۱]

دین حق کی پاسداری کے لئے نبی کریم ﷺ کے غصّے کے چند واقعات ذیل میں

Marfat.com

پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرنے والوں پر غصہ:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ قریش کو ایک عورت کے معاملہ نے فکر میں ڈالا۔ اس عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی۔ قریش کہنے لگے کہ اس بارے میں کون نبی کریم ﷺ سے سفارش کرے گا اور اس کی جرات کون کر سکتا ہے۔ تو وہ سیدنا اُسامہ بن زیدؓ کے پاس آئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے چہیتے تھے۔ سیدنا اُسامہ بن زیدؓ نے اس بارے میں آپ کے سامنے سفارش کی تو (غصہ کی وجہ سے) آپ کے چہرہء انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا:

((اتشفع فی حد من حدود الله))

"کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے؟"

تو سیدنا اُسامہ بن زید سمجھ گئے اور فوراً عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے بارے میں اللہ سے بخشش مانگیے۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

((اما بعد، فانما اهلك الذين من قبلكم، انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه، و اذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد، واني والذي نفسي بيده، لوان فاطمة بنت محمد (سلام الله عليها) سرقت لقطعت يدها)) [۱۴۲]

"(یہ سن لو) کہ تم سے پہلے لوگ اس بات کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے کہ جب اُن میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اُس کے ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد (سلام اللہ علیہا) بھی چوری کریں گی تو میں اُن کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔"

روایت میں ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اُس عورت کے بارے میں فیصلہ سنا دیا، چنانچہ اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

Marfat.com

۲۔ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کام اختیار کرنے والوں پر غصہ:

جب نبی کریم ﷺ آپ کوئی ایسی چیز دیکھتے یا کوئی ایسی بات سنتے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتو اس کی وجہ سے آپ کو غصہ آجاتا اور خاموش نہ بیٹھتے۔ آپ کی خدمت میں شکایت پیش کی گئی کہ ایک امام لوگوں کو بہت زیادہ لمبی نماز پڑھاتا ہے تو آپ کو غصہ آگیا۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کو حکم دیا کہ نماز میں تخفیف کریں۔ [۱۴۳]

ایک دن آپ نے مسجد کی دیوار پر قبلے کے جانب سے تھوک چپکا ہوا دیکھا تو آپ کو اس حرکت پر شدید غصہ آیا اور آپ نے اس کو وہاں سے کھرچ دیا، اس کے بعد فرمایا:

"جب کوئی آدمی نماز کے لئے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے اوپر ہوتے ہیں، اس لئے نماز میں اپنے چہرے کے روبرو نہیں تھوکنا چاہیئے۔" [۱۴۴]

یہ بہت مشکل امر ہے کہ انسان حالتِ غضب میں ہو یا حالتِ رضا میں، صرف کلمہء حق کہے۔ یہ صرف صبر اور استقامت والوں کا خاصا ہے۔

۳۔ فیصلہء نبوت تسلیم کرنے میں ہیکچاہٹ پر غصہ:

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ سیدنا زبیر بن العوامؓ کا ایک انصاری کے ساتھ کھیت کو پانی پلانے پر جھگڑا ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیرؓ سے فرمایا: "زبیر! اپنے باغ کو پانی پلا کر اپنے ہمسائے کے لئے پانی چھوڑ دینا۔"

انصاری کو غصہ آگیا اور وہ کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے نا؟"

آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا:

"زبیر! اپنے باغ کو پانی پلا، پھر پانی کو روک کر رکھ، تا آنکہ وہ دیواروں تک پہنچ جائے، اس کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑنا۔"

جب انصاری نے آپ کو غصہ دلایا تو آپ نے واضح الفاظ میں سیدنا زبیر کو اپنا حق پورا کرنے کا حکم دیا، جبکہ پہلے حکم میں دونوں کے لئے گنجائش اور کشادگی تھی۔ سیدنا زبیرؓ سے

Marfat.com

روایت ہے کہ میرے خیال میں یہ آیت کریمہ اسی مسئلے میں نازل ہوئی ہے:

{فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾} [۱۴۵]

"پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔"

۴۔ نماز سے پیچھے رہنے والوں پر اور لمبی نماز پڑھانے والوں پر غصہ:

سیدنا ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ اِدھر اُدھر بکھرے بیٹھے ہیں۔ آپ اتنے سخت غصے میں آگئے کہ ہم نے کبھی آپ کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا:

"میں نے ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو حکم دوں، وہ نماز پڑھائے، پھر خود ان لوگوں کے پیچھے ان کے گھر جاؤں جو گھروں میں بیٹھے ہیں اور ان کو ان کے سمیت آگ لگا دوں۔ شاید یہ عشاء کا وقت تھا۔"

اسی طرح کفار، غزوہ خندق میں مسلمانوں کے خلاف لڑے تو ایسے لڑے کہ اس کے درمیان چار نمازیں بھی قضا ہوگئیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ غصہ میں آ کر فرمانے لگے:

((شغلونا عن الصلاۃ الوسطی ملا اللہ قبورھم وصدورھم نارا))

"ان لوگوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطی (عصر کی نماز) سے روکے رکھا، اللہ ان کے دلوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔"

اسی طرح آپ نے بہت لمبی نماز پڑھا کر نمازیوں کو متنفر کرنے پر بھی تنبیہ فرمائی۔ سیدنا ابو مسعود انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی وعظ میں اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا (لمبی نماز پڑھانے والوں پر) اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

((یایھا الناس، ان منکم منفرین فمن ام الناس فلیتجور، فان خلفه الضعیف، والکبیر وذاالحاجة))

''تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) لوگوں کو نفرت دلانے والے ہو، (سنو) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ اس لئے کہ ان (مقتدیوں) میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند ہوتے ہیں۔''[۱۴۶]

۵۔غیر کی کتابیں پڑھنے اور کتاب اللہ میں اختلاف کرنے پر غصہ:

سیدنا جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب (تورات) ہاتھ میں لئے نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور اُن کو سنانے لگے، تو نبی کریم ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا:

((امتھو کون فیھا یا ابن الخطاب؟ والذی نفسی بیدہ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیة، لا تسالوھم عن شیء فیخبرو کم بحق، فتکذبوا به، او بباطل فتصدقوا به، والذی نفسی بیدہ لوان موسیٰ علیه السلام حیا ما وسعه الا تباعی))[۱۴۷]

''اب بھی شک وتردد میں ہو اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ)؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں اس کے بدلے ایک صاف شفاف روشن دین لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا ان (اہل کتاب) سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو! اس لئے کہ وہ اگر حق (اور سچ جوب دے کر) بتلائیں گے تو تم اسے جھٹلاؤ گے، اور اگر باطل بتلائیں گے تو (ہوسکتا ہے) تم اس کی تصدیق کرو، (تو دونوں صورتوں میں تم مشکل میں پڑ جاؤ گے) اور قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام (بھی اس وقت) زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر اُن کو کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بہت جلد رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت پر بحث اور اختلاف کر رہے تھے، آپ باہر تشریف لائے تو آپ کے چہرے پر غصہ عیاں تھا۔ آپ نے فرمایا:

"تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔"

ایسے بہت سارے حالات و واقعات ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے غصے کا اظہار فرمایا، لیکن یہ تمام واقعات وہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کی بے حرمتی کی گئی یا کسی منع کردہ کام کا ارتکاب کیا گیا۔ آپ کے غصے کا صرف ایک سبب تھا اور وہ تھا اُمت کی فکر۔ آپ غضبناک ہوتے تاکہ ان کی کسی غلطی کو درست کریں یا کسی ایسے کام سے روکیں جو ان کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث بن سکتا ہو۔

فصل سوّم: محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت

شاید عام لوگوں کی عقل اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ ایک بے تمدن، وحشی اور بدترین اخلاق کی حامل قوم، وہ قوم کہ جس کی نظر میں لوٹ مار، چوری اور ڈکیتی فخر کی بات ہو، وہ ملّت کہ جس میں تعصب و خود غرضی اور جاہلانہ غرور کا بازار گرم ہو، وہ لوگ کہ جو وحشی پن اور جرائم میں اس حد تک پہنچ جائیں کہ باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیں اور جن میں عزت و ناموس کے ہزاروں جرائم رواج پا چکے ہوں اور جو بے شعوری و کم عقلی کی اتھاہ گہرائیوں میں اُتر چکے ہوں اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کی پرستش کرنے لگیں، ایسے لوگوں میں ایک ایسا شخص پیدا ہو کہ جو بنی نوع انسان کا پاکیزہ ترین فرد سمجھا جائے اور بے انتہا صبر و استقامت سے پوری دُنیا کو ہلا کر رکھ دے اور ایک وحشی قوم کو دُنیا کی سربلند ترین قوم بنا دے، ایران و روم جیسی دو عظیم بادشاہتوں کو شکست دے کر نابود کر ڈالے۔ وہی عرب جو دن رات لوٹ مار، چوری و رہزنی اور قتل و غارت میں مشغول رہتے تھے، اس عظیم شخص کی تربیت کے نتیجہ میں اس مقام تک پہنچ جائیں کہ تقویٰ و ایثار کا نمونہ بن جائیں اور اپنے مسلمان بھائی کو اپنے اُوپر ترجیح دینے لگیں۔

نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ، جس کی اتباع ہم سب کی دُنیوی اور اُخروی کامیابی کے

Marfat.com

لئے ناگزیر ہے، صبر و استقامت کے حوالے سے بھی نہایت روشن اور قابل تقلید نمونہء عمل ..... آپ کی پوری حیات طیبہ صبر و استقامت کے بے مثال واقعات و حالات سے عبارت ہے۔ سنگین سے سنگین حالات اور انتہائی مشکل مواقع پر آپ نے صبر و استقامت کی بنا پر ہر طرح کے خطرات پر قابو پا کر حالات کو اپنے حق میں سازگار بنایا۔ وہ سنہری دور جب صبر اور استقامت پورے جوبن پر تھے۔ وہ دور خیر القرون کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی کے روزِ اوّل ہی سے قدم قدم پر جن مشکلات، مصائب اور شدائد کا سامنا کیا اُن کی تفاصیل کُتب سیرت میں مکمل جزئیات کے ساتھ موجود و محفوظ ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی صبر و استقامت کی تصویر ہے۔ مشکلات و مصائب کا دور ہو یا فتح و کامرانی کا، ہر دور میں آپ نے صبر و استقامت سے کام لیا۔ آپ کا صبر تو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے صبر و استقامت کے مجموعے کا نام ہے۔ آپ نے جن مشکلات و مصائب کا سامنا کیا، اُن کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ صبر و ثبات اور استقامت و پائیداری کے بلند مرتبہ اور پر مشقت مقام پر سب سے زیادہ جس چیز سے دلالت ہوتی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی (جو صبر و استقامت کی وسعتوں، اس کے مدلول کی عظمت اور انسان کے انجام کا فیصلہ کرنے میں اس کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے) اس کا گہرا اثر پڑتا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ}[۱۴۸]

"پس تو خوب ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے۔"

امام سیوطیؒ نے ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ سے روایت کی ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آستینیں چڑھا لو اور کمر بستہ ہو جاؤ!" اس کے بعد کسی نے آپ کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔[۱۴۹]

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

((ما نزلت علی رسول اللہ ﷺ فی جمیع القرآن آیۃ کانت اشدّ ولا اشقّ علیہ من ھذہ الآیۃ))[۱۵۰]

"پورے قرآن میں رسول اللہ ﷺ پر کوئی اور ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو

Marfat.com

اس آیت کریمہ سے زیادہ سخت اور بھاری ہو۔"

اسی لیے ایک مرتبہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا کہ:

"اے اللہ کے رسول ﷺ (کیابات ہے)! آپ پر بڑھاپا بہت جلد طاری ہوگیا؟"

تو نبی کریم ﷺ نے آیت کریمہ {فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ} کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((شیبتنی ھود و اخواتھا))[۱۵۱]

"مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔"

سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مجھے سورۂ ھود، واقعہ، والمرسلات، عم یتسالون اور اذا الشمس کورت وغیرہ نے بوڑھا کر دیا ہے۔"[۱۵۲]

فصل ہذا میں محمدی عظمت کردار کے دلآویز پہلوؤں میں سے رسول اللہ ﷺ کے صبر و استقامت کے عظیم الشان پہلو کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے۔ اس کردار کی اہمیت کیا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہوتا ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

((یارسول اللہ! ایُّ الناس اشد بلاء))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے زیادہ سخت مصائب کن لوگوں پر آتے ہیں؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((الانبیاءُ، ثم الامثل فالامثل۔ یبتلی العبد علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلبا اشتد بلاوہ۔ وان کان فی دینہ رقۃ ابتلی علی حسب دینہ))

"انبیاء، پھر (دیگر لوگ) درجہ بدرجہ۔ بندے کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو، تو اُس کی آزمائش کڑی ہوتی ہے۔ اگر اُس کے دین میں کمزوری ہو، تو اُسے (بھی) اس کے دین کے

Marfat.com

بقدر آزمایا جاتا ہے۔"[۱۵۳]

مُلا علی قاریؒ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

"((الانبیاء)) حضرات انبیا علیہم السلام کی آزمائش سب سے شدید ہوتی ہے۔ ((ثم الامثل فالامثل)) ابن الملکؒ بیان کرتے ہیں: (رتبہ ومنزلت میں) سب سے زیادہ شرف اور بلند مقام والے، پھر اُن سے کم درجہ کی بزرگی اور کم حیثیت والے، پھر اُن سے کم حیثیت والے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اُس کی آزمائش سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے، تاکہ اُس کا اجر بہت زیادہ ہو۔"[۱۵۴]

وھب بن منبہؒ کے قول سے اس حدیث کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

((انما خلق الله البلاء للانبیاء ورزقهم الصبر))[۱۵۵]

"اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں کو پیدا ہی انبیاء (علیہم السلام) کے لئے کیا ہے اور انہیں صبر سے بھی نوازا ہے۔"

گویا سب سے زیادہ مصائب وشدائد، انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر جو شخص جس حد تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور محبت کا دم بھرتا ہے، اسی نسبت سے اسے بھی اُن مصائب وآلام میں حصہ دار بننا پڑتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مغفلؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا کہ: "میں آپ سے محبت رکھتا ہوں" آپ نے اُس سے فرمایا: "ذرا سوچ لو جو کہہ رہے ہو۔" اس کے بعد اُس آدمی نے تین بار یہی بات دُہرائی کہ "میں آپ سے محبت رکھتا ہوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ان کنت صادقا فاعد للفقر تجفافا الفقر اسرع الی من یحبنی عن السیل الی منتاہ))

"اگر تم اپنے اس محبت کے دعوے میں سچے ہو تو پھر فقر اور اس کے ساتھ آنے والی مصیبتوں کے لئے لوہے کا ایک جھول تیار کر لو۔ کیونکہ مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے رُکا ہوا پانی نشیب

Marfat.com

کی طرف جاتا ہے۔"

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((ان الفقر الی من یحبنی اسرع من السیل من اعلی الوادی))

"تم میں سے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے وادی کی بلندی سے پانی نشیب کی طرف جاتا ہے۔"[۱۵۶]

سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((واللہ، البلاء والفقر والقتل اسرع الیٰ من احبتنا من رکض البرازین ومن السیل الی صمرہ))

"اللہ کی قسم! بلائیں اور فقر و فاقہ اور قتل تو ہمارے چاہنے والوں تک یوں آتا ہے جیسے شریف اچھی نسل کا ترکی گھوڑا مہمیز سے دوڑے، یا صمرہ کی طرف سیلابی پانی کا بہاؤ ہو۔"

پوچھا گیا "صمرہ" سے کیا مراد ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا:

((منتہاہ۔۔ ولو لا ان یکونوا کذلك لرایتنا انکم لستم منا))[۱۵۷]

"آخری حد۔۔۔ اور دیکھو، اگر لوگ اس طرح مصائب میں گرفتار نہ ہوں تو ہمیں یہ خیال ہو کہ تم لوگ ہم سے کوئی وابستگی نہیں رکھتے۔"

اسی طرح جب ایک شخص نے امام محمد بن علی الباقرؒ سے محبت عترت رسول علیہم السلام کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی: "اللہ کی قسم! ہم آپ کے گھرانے سے محبت کرتے ہیں۔" تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

"پس اپنے آپ کو بلاؤں کے لئے تیار کرلو۔ اللہ کی قسم! بلا ہمارے چاہنے والوں کے لئے پہاڑ کے دامن سے اُترنے والے سیلاب سے بھی زیادہ تیز ہوا کرتی ہے۔ بلا سب سے پہلے ہم پر آتی ہے اور اس کے بعد تم پر، اسی طرح جیسے کہ امن وسکون کی راحت پہلے ہم تک پہنچتی ہے اور اس کے بعد تم تک۔"[۱۵۸]

Marfat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ))[۱۵۹]

''جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے وہ مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔''

مگر مومن اس بھلائی کو تب ہی حاصل کر سکتا ہے جب مصائب و مشکلات پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((عجبا لامر المومن، ان امرہ کلہ لہ خیر، ولیس ذلک لاحد الا للمومن، ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ، وان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ))[۱۶۰]

''مومن کا معاملہ بڑا تعجب والا ہے، بلاشبہ اس کا سارا معاملہ بھلائی والا ہے اور یہ سعادت صرف مومن کو حاصل ہے، اگر اُسے خوشی ملے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اُسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔''

گویا حق و باطل کے معرکے میں سب سے زیادہ صبر و استقامت کے ساتھ سینہ سپر ہونے والی جماعت انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت ہوتی ہے، ان کے بعد اہل ایمان کے اُس مقدس گروہ کو مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کا ساتھ دیتے ہیں۔ مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور اُن کے سردار ہیں۔ لہٰذا آپ کو دیگر انبیا علیہم السلام کی نسبت مصائب و شدائد سے زیادہ سابقہ پڑا تھا۔

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی ساتھیوں کو آزمائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی آتی ہے مگر کب؟ اللہ کی مدد تو اُس وقت آتی ہے جب اس جماعت کی مقدور بھر کوششوں کے باوجود انہیں اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور اُن کے پائے استقلال میں لغزش آنے لگتی ہے، ایسے نازک مرحلہ سے پیش تر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد نہیں آیا کرتی اور ہر طرح مصائب و آلام اور رکاوٹوں اور بندشوں کا اُنہیں خود ہی مقابلہ کرنا پڑتا

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ}[۱۶۱]

"یہاں تک کہ جب رسول بالکل نا اُمید ہو گئے اور اُنہوں نے گمان کیا کہ ان سے یقیناً جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔"

اور دوسرے مقام پر اسی جماعت کے بارے میں فرمایا:

{مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝۲۱۴}[۱۶۲]

"انہیں تنگی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ وہ رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اُٹھے اللہ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔"

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"اللہ تبارک و تعالیٰ گذشتہ آیت میں خبر دے رہے ہیں کہ لازمی طور پر وہ اپنے بندوں کو خوشحالی، تنگی اور مشقت میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لے جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کا امتحان لیا، لہٰذا یہ ایک نہ بدلنے والی سنت جاریہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کے دین و شریعت پر کاربند ہو گا یقیناً وہ اس کا امتحان لے گا۔"[۱۶۳]

راہِ دین میں آنے والی ابتلاء و آزمائش کے مقابلے میں صبر و استقامت ہی اللہ کی مدد کے نزول کا ذریعہ ہے۔ اگر ثابت قدمی نہ ہو تو معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ علامہ عبداللہ علوانؒ لکھتے ہیں:

"وہ لوگ جو دعوت اسلامیہ کے منہج پر کاربند ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کی اصلاح، اُن میں انقلاب برپا کرنے اور اُن کی ہدایت و راہنمائی کے راستے پر چلتے ہیں، اُن کا مشقت میں مبتلا ہونا ضروری ہے۔ اس راہ میں بڑی مضبوط چٹانیں اور تکلیف دہ کانٹے بچھے ہوئے ہیں اور اس راہ میں سرکش اور بدبخت مجرموں سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر داعی ان تکلیفوں کو برداشت کر کے اس راہ پر

Marfat.com

ثابت قدمی اختیار کرنے اور صبر کرنے میں دوسروں سے سبقت کرنے کا عادی نہ ہوگا تو وہ مشقت کے ابتدائی لمحوں میں ہی شکست کھا جائے گا اور آزمائش کے ابتدائی لمحات میں اُلٹے پاؤں اس راستے سے پلٹ جائے گا اور وہ رک جانے والے اور مایوس ہو کر بیٹھنے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔" [۱۶۴]

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصائب و شدائد کو برداشت کرنے کا نام صبر ہے اور استقامت یہ ہے کہ ان مصائب اور نامساعد حالات کی موجودگی میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھنے میں کبھی لغزش نہ آئے۔ اب یہ مصائب و شدائد یا تو قدرتی ہوں گے یا لوگوں کے ڈھائے ہوئے اور عربی زبان میں "بلاء" کا لفظ ان دونوں قسم کی آزمائشوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانا، چھ ہی سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کی رحلت، عمر مبارک کے آٹھویں برس میں دادا جان کی آغوش تربیت سے محرومی وغیرہ وغیرہ قدرتی آزمائشیں ہیں۔ اور کفّار و مشرکین کے ڈھائے ہوئے مظالم کی داستان تو بڑی طویل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے صبر و استقامت کے مظاہر آپ کی پوری حیات مبارکہ پر محیط ہیں۔ آپ کی سیرت طیبہ کا ہر ورق صبر و استقامت کا ایک دفتر ہے۔ ذیل میں چند منتخب آزمائشوں کے مقابلے میں آپ کے اُسوہء صبر و استقامت کو بیان کیا جائے گا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مصائب کے ہجوم میں گھری ہوئی زندگی کا جائزہ لے اور صبر و استقامت کے اُسوہء نبوی کو اپنا رول ماڈل بنائے کیونکہ ان واقعات میں سے ہر واقعہ ہمارے لئے بصیرت افروز بھی ہے اور نصیحت آمیز بھی۔

مبحث اوّل: قدرتی مصائب و آلام اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت

مصیبت یعنی وہ سخت واقعہ یا حادثہ جس سے روح افسردہ ہو جائے اور دل جل جائے۔ مصیبت کبھی تو کسی عزیز کی موت ہے اور کبھی مال و دولت کے ہاتھ سے جانے اور پریشانی و

Marfat.com

تنگدستی اور فقر و فاقہ میں پڑنے کا نام ہے۔ کبھی مقام و منزلت سے محرومیت اور ذلت و خواری سے دو چار ہونے کو مصیبت کہتے ہیں، کبھی صحت و تندرستی سے ہاتھ دھو کر انواع و اقسام کی امراض میں مبتلا ہونا ہے اور بعض اوقات اندرونی اضطراب و پریشانی اور تاریک مستقبل کا خوف اور ظالموں کے ڈر کا نام مصیبت ہے۔ مصائب کے مقابلے میں صبر و استقامت کے دو مرحلے ہیں۔

اوّل: ایک یہ کہ شکوہ و شکایت نہ کرنا اور اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں کمزور و ناتواں نہ سمجھنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ سخت و ناگوار حوادث کو برداشت کرنا اور پہاڑ کی مانند تمام مصائب کے سامنے کھڑے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے پائیداری و ثابت قدمی طلب کرنا۔ صبر و استقامت اپناتے ہوئے ہمیشہ {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶} زبان پر جاری کرنا اور اس کے معانی پر دقیق غور و فکر کرنا۔ سید رضا صدرؒ رقمطراز ہیں:

"مصائب کا برداشت کرنا ہی اپنے مقاصد اور آرزوؤں تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ جیسا کہ فارسی کی ایک کہاوت ہے "بی رنج گنج میسر نمی شود" یعنی تن پروری اور راحت طلبی سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں لاتی۔ وہی صلہ پاتا ہے جو تندہی سے کام و محنت کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نعمتیں اسی پر نازل کرتا ہے جو مصائب میں صبر و استقامت سے کام لیتا ہے۔" [۱۶۵]

دوم: مصائب کے مقابلے میں صبر و استقامت کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مصائب کی شدت اور سختی کے نتیجہ میں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے اور اپنے مقصد سے ہاتھ اٹھا کر کام کاج چھوڑ کر اور گوشہ نشینی اختیار کر کے گھر میں نہیں بیٹھ جانا چاہیئے، بلکہ ایک بہترین مسلمان وہ ہے کہ جس پر جس قدر زیادہ مصائب وارد ہوتے ہیں وہ اسی قدر زیادہ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر راسخ و محکم تر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

Marfat.com

مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶} [۱۶۶]

''اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو، ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔''

ہر مسلمان کا فرض اوّلین ہے کہ اپنے ہادی و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لے، آپ کی پوری زندگی مصائب کے ہجوم میں گھری نظر آتی ہے۔ زندگی کی کوئی منزل بھی ان سے مستثنیٰ نہیں۔ پھر مصائب بھی مختلف نوعیت کے ہیں۔ ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آنے والے قدرتی مصائب و آلام اور ان کے بالمقابل آپ کے صبر و استقامت کا اُسوہ پیش کیا جاتا ہے۔

قبل از نبوت قدرتی مصائب و آلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہ حسنہ

۱۔ داغ یتیمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی شکم مادر میں تھے کہ ظاہری مصائب کا ایک کوہ آتش فشاں پھٹ پڑا۔ آپ کی دُنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ کا انتقام ہو گیا۔ وفات کے وقت جناب عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی۔ [۱۶۷]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر اپنا قدم رکھا اور معاً یتیمی کا داغ آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ جو بھی دیکھتا اس کا دل وفورِ محبت سے بھر آتا۔

قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دورِ یتیمی کا ذکر کیا ہے، جس سے آپ اپنے پروردگار کی نگرانی کے ساتھ گزرے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶} [۱۶۹]

''کیا ہم نے آپ کو یتیم پایا تو آپ کو پناہ نہیں دی۔''

Marfat.com

علامہ سہیلیؒ نے آپ ﷺ کے والد محترم کی وفات کے حوالے سے لکھا ہے:

''بتایا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والد محترم فوت ہوئے تو آپؐ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے لیکن اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آپ اس وقت پیدا ہو چکے تھے اور جھولے میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ دو ماہ کے تھے۔ بعض نے اس سے زائد بھی کہا ہے۔ اس کی تائید جناب عبدالمطلب کے ان اشعار سے ہوتی ہے جن میں وہ سردار ابوطالب سے کہتے ہیں:

اوصیك یا عبد مناف بعدی
بموتم بعد ابیه فرد
فارقه وهو ضجیع المهد[۱۷۰]

''اے عبد مناف (جناب ابوطالب کا نام)! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اس یتیم کا خیال رکھنا۔ اسے اس کا باپ جھولے میں پڑا چھوڑ گیا ہے۔''

سیدہ آمنہ، جناب عبداللہ کی وفات کی خبر سے از حد مغموم ہوگئیں مگر اُف تک نہ کی اور اللہ کی مرضی پر شاکر رہیں۔ سیدہ آمنہ نے اپنے شوہر جناب عبداللہ کی وفات پر جو مرثیہ کہا اُس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

''آل ہاشم یعنی جناب عبداللہ سے بطحا کی سمت خالی ہوگئی، وہ شور و غوغا کے جہان سے نکل کر لحد کے مجاور بن گئے۔ موت نے انہیں پکارا تو انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا۔ موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کون چھوڑا ہے۔ ان کے دوستوں نے ان کے جنازے کا تخت اٹھایا ہوا تھا اور وہ کندھا دینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ موت نے انہیں بغیر کچھ بتائے اپنی آغوش میں لے لیا اور ان کے جانے کا افسوس کیوں نہ ہو جبکہ وہ کثرت کے ساتھ عطا کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے تھے۔''[۱۷۱]

Marfat.com

۲۔ مادر مہربان کی دائمی مفارقت

آنحضرت ﷺ نے اپنے ابتدائی بچپن کا اکثر حصہ اپنے خاندان سے دور بنو سعد کے صحرا میں بسر کیا۔ بنو سعد کے علاقے سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی اور دادا محترم کی سرپرستی میں رہے۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ (۶) برس ہوئی تو آپ کی والدہ سیدہ آمنہ نے مدینہ منورہ کا قصد کیا اور آپ کو ہمراہ لے کر بنی عدی بن نجار میں اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئیں، وہاں ایک ماہ تک قیام کے بعد مکہ واپس ہو گئیں، مگر راستے میں مکہ و مدینہ کے درمیان مقامِ ابواء نامی مقام پر پہنچ کر ان کی طبیعت اس قدر خراب ہو گئی کہ اپنے لاڈلے معصوم بیٹے محمد (ﷺ) کو داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی سے جا ملیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ اس سفر میں سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں جو آپ کو اپنے والد عبداللہ کے ترکے میں ملی تھیں۔ وہ حضور ﷺ کو لے کر واپس مکہ آئیں۔ [۱۷۲]

وفات سے قبل سیدہ آمنہ نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

"اے بیٹے! اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے۔ جنہوں نے بلند شان کے مالک اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلے میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹ کا فدیہ دیا گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں گے۔ آپ حلت و حرمت کے لئے اسی دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے جو دین آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ کی دوستی ان لوگوں سے نہیں ہوگی جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔"

اس کے بعد سیدہ آمنہ نے فرمایا:

Marfat.com

"ہر زندہ کے لئے موت ہے، ہر ایجاد کا اختتام ہے اور ہر بڑی عمر والے کے لئے فنا ہے۔ میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا۔ اس لئے کہ میں نے پاکیزہ اور طاہر کو جنم دیا ہے اور اپنی یاد کے لئے خیر کو چھوڑا ہے۔"[۱۷۳]

سیدنا ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ آپ روئے اور ساتھیوں کو بھی رُلایا۔[۱۷۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ماں کی قبر کے پاس بیٹھے کافی دیر تک زیرلب کچھ کہتے رہے۔ پھر اچانک آپ کی روتے ہوئے آہیں بلند ہوئیں تو آپ کے رونے سے متاثر ہو کر ہم بھی رونے لگے۔[۱۷۵]

۳۔ دادا جان کی آغوش تربیت سے محرومی

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے دادا سردار عبدالمطلب کی آغوش تربیت میں آگئے اور آپ کی تمام تر ذمہ داریاں اُن کے سر آگئیں۔ اگرچہ وہ اپنے مرحوم بیٹے جناب عبداللہ کی اکلوتی نشانی کے طور پر آپ کو اس سے قبل بھی اپنی اولاد بلکہ اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتے تھے، لیکن سیدہ آمنہ کی وفات سے معصوم بچے (ﷺ) کی زندگی میں جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اسے پورا کرنے کی بھرپور کوششیں بروئے کار لانے کا وقت آگیا تھا۔ وہ آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور کسی وقت جدا نہ کرتے تھے۔ وہ آپ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ فرماتے میرے بیٹے کو لاؤ پھر آپ کو لایا جاتا تب عبدالمطلب کھانا کھاتے۔[۱۷۶]

جناب عبدالمطلب کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز ہو رہا تھا، سیدہ آمنہ کی وفات کے دو سال بعد آپ کے شفیق و مہربان دادا بھی آپ کو سردار ابو طالب کی زیر کفالت چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک راجح قول کے مطابق آٹھ سال تھی۔ ان کی وفات پر لوگ شدت غم سے رو پڑے اور اس قدر روئے کہ ان کے بعد کسی اور کے مرنے پر اتنا نہیں روئے۔ نیز ان کی وفات پر مکہ کا بازار کئی روز تک بند رہا۔[۱۷۷]

سیدہ اُم ایمنؓ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کے دادا جان سردار عبدالمطلب کا

Marfat.com

جنازہ اٹھایا گیا تو آپ اپنے غم خوار اور مشفق دادا کی جدائی کے غم میں نڈھال، روتے ہوئے جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔[۱۷۸]

آپ تا حیات جناب عبد المطلب کو یاد کرتے رہے کہ وہ آپ کے بہترین نگہبان تھے۔[۱۷۹]

غزوۂ حنین کے موقع پر شدید بھگدڑ کے باوجود، رسول اللہ ﷺ کا رُخ کفار کی طرف تھا اور آپ پیش قدمی کے لئے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

"میں نبی ہوں اور اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"[۱۸۰]

یعنی آپ نے دو چیزوں کو اپنے لئے قابل فخر فرمایا: نبی ہونے اور جناب عبد المطلب کا بیٹا ہونے کو۔

۴۔ بت پرست اور بگڑا ہوا معاشرہ

بعثت نبوی سے قبل جزیرۃ العرب کے معاشرے میں ظلم و فساد کا دور دورہ تھا۔ معاشرۂ قریش میں خلفشار اور اختلاف کو ہم خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے سلسلے میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ بشریت سخت و دشوار حالات سے دو چار تھی۔ لوگ حیرتوں اور فتنوں کی گمراہیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اُس معاشرے کی حالت کو سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے اپنے ایک خطبے میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

((ارسله على حين فترة من الرسل و طول هجعة منالامم واعتزام من الفتن وانتشار من الامور و تلظ من الحروب والدنيا كاسفة النور، ظاهرة الغرور على حين اصفرار من ورقها و ايأس من ثمرها و اغورار من مائها، قد درست منائر الهدىٰ و ظهرت اعلام الردىٰ فهى متجهمة لاهلها، عابسة فى وجه طالبها ثمرها الفتنة و طعامها الجيفة و شعارها الخوف ودثارها السيف))[۱۸۱]

Marfat.com

''اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) کو اُس وقت بھیجا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، اُمتیں عرصہ دراز سے خواب غفلت میں پڑی ہوئی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ تمام چیزوں کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دُنیا کی رونق ختم ہو چکی تھی۔ اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس کے پتے زرد ہو گئے تھے اور پھلوں سے نا اُمیدی ہو چکی تھی، پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے نشان مٹ گئے تھے، ہلاکت و پستی کے پرچم کھلے ہوئے تھے، دُنیا اپنے باشندوں کے سامنے تیور چڑھائے ہوئے کھڑی تھی، اس کا پھل فتنہ تھا، اس کی خوراک مردار تھی، اس کے اندر کا لباس خوف اور ظاہری لباس تلوار تھی۔''

آنحضرت ﷺ کا کسی آدمی سے سودے میں تنازعہ ہو گیا۔ اس نے کہا: ''آپ لات و عزّٰی کی قسم کھائیں۔'' آپ نے فرمایا:

((ما حلفت بهما قط، وانی لامر فاعرض عنهما))[۱۸۲]

''میں نے کبھی اُن کی قسم نہیں کھائی بلکہ میں تو اُن کے پاس سے گزرتے وقت منہ پھیر لیتا ہوں۔''

۵۔ معاشی مشکلات سے نبرد آزمائی (گلہ بانی اور تجارتی اسفار):

جب آنحضرت ﷺ، سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کے پاس تھے تو اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اب جبکہ لڑکپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے اور ان کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے چچا سے بھیڑ بکریاں چرانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو جناب ابو طالب تیار نہ ہوئے لیکن آپ کے مسلسل اصرار پر انہوں نے اجازت دے دی۔

ابو ثوبان غلام قادر رقمطراز ہیں:

''محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو پیدائشی طور پر ورثے میں کوئی مکان و پراپرٹی،

Marfat.com

جاگیر وجائیداد کچھ بھی نہیں ملا جس کی وجہ سے عنفوان شباب کے ابتدائی ایام سے ہی محنت وجفاکشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ اگرچہ ابتدا میں آپ کا کوئی مخصوص کام نہیں تھا اور زیادہ وسائل بھی میسر نہیں تھے اس لئے آپ نے عام عرب معاشرے کی طرح گلہ بانی کا پیشہ اپنایا۔"[۱۸۳]

واضح رہے کہ عرب میں بکریاں چرانا کوئی معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفاء اور امراء کے بچے بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی بکریاں چرائی جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

{وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝٦}[۱۸۴]

"اور تمہارے لئے ان (جانوروں) میں خوبصورتی ہے جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم))

"اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا، اس نے گلہ بانی ضرور کی ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے بھی گلہ بانی کی ہے؟" آپ نے جواب دیا:

((نعم، كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة))[۱۸۵]

"ہاں، میں چند قراریط کے عوض اہل مکہ کی بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((وهل من نبى الا رعاها))[۱۸۶]

"اور ہر نبی نے بھیڑ بکریاں چرائی ہیں۔"

اسی طرح قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ سال میں ایک بار تجارت کے لئے شام کا سفر کرتے تھے کیونکہ اُن کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اس پر تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے چچا سردار ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ اور صحراؤں کے تھکا دینے والے سفر کی

Marfat.com

صعوبتوں کو برداشت کیا۔شام کے تجارتی سفر میں ہی ایک راہب نے آپ میں نبوت کی علامات کو پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا:

((هذا سيد العالمين، بعثه الله رحمة للعالمين))[۱۸۷]

"یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

جس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) برس تھی تو آپ سے چچا ابو طالب (جو اس وقت مفلس و نادار تھے۔[۱۸۸]

نے کہا کہ خدیجہ بنت خویلدؓ کے مال سے مضاربہ کی صورت میں تجارت کریں۔سردار ابو طالب سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ کے پاس گئے اور ان کو اپنا منصوبہ بتایا۔انہوں نے فوراً قبول کرلیا اور اس سے بہت خوش ہوئیں کیونکہ وہ محمد ﷺ کی شخصیت سے واقف تھیں۔چنانچہ انہوں نے اپنے تجارتی شرکاء سے دوگنا حصہ آپ کے لئے مقرر کیا۔[۱۸۹]

امام علی بن محمد النقیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ کے مال سے مضاربہ کی صورت میں تجارت کے لئے شام کا سفر کرتے تھے۔[۱۹۰]

جناب ابو طالب نے آپ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے خطبے میں بھی آپ کی معاشی تنگی کا ذکر کیا ہے۔اس خطبے کا ایک اقتباس یہ ہے:

"کائنات میں کوئی بھی محمد (ﷺ) کا ہم پلہ نہیں ہے۔اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے،لیکن مال کی وقعت ہی کیا ہے یہ تو آتا جاتا رہتا ہے،ڈھل جانے والا سایہ ہے،یہ خدیجہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور خدیجہ بھی اس کی طرف مائل ہے۔ہم خدیجہ کی خواستگاری کے لئے اس کے ایماء پر تمہارے پاس آئے ہیں۔رہی مہر کی بات تو وہ میں اپنے مال سے ادا کروں گا خواہ نقد ہو یا اُدھار۔۔۔"[۱۹۱]

تجارت کی غرض سے آپ نے شام کی طرف دو بار سفر کیا۔[۱۹۲]

آپ تجارتی غرض سے بحرین بھی تشریف لے گئے۔[۱۹۳]

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے بقول آپ تجارت کی غرض سے بیت المقدس فلسطین سے کئی بار گزرے ہیں اور بصرہ جاتے ہوئے بھی بیت المقدس سے ہو کر گزرے ہیں۔[۱۹۴]

ایک روایت کے مطابق آپ نے تجارتی مقاصد کے لئے چینیوں سے ملاقات بھی کی۔ ''جعاشۃ'' میں آپ کا تشریف لے جانا بھی مذکور ہے۔[۱۹۵]

۶۔ مکہ معظمہ میں شدید قحط سالی:

آنحضرت ﷺ نے ابھی اپنی عمر مبارک کے سینتیسویں برس میں قدم رکھا ہی تھا کہ مکہ معظمہ ایک بار پھر اپنی روایتی قحط سالی سے قطع نظر شدید قسم کے قحط کی لپیٹ میں آ گیا۔ ہر سو خشک سالی نے ایسی زبوں حالی پیدا کر دی کہ بڑے بڑے سردار پریشانی میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ مکہ کے سرمایہ داروں نے اپنے گوداموں میں غلہ روک کر لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا شروع کیا۔ مکہ کے مہاجن انتہائی کبر و نخوت سے بھوکے ننگے عوام کو اپنی چوکھٹ پر ماتھا رگڑتے دیکھ کر اپنے کاروبار چلا رہے تھے۔ تب سرور دو عالم ﷺ اسی قحط زدہ مکہ میں ہر مفلس و محتاج اور غریب و نادار کے لئے اپنا دروازہ کھولے حاجت مندوں کی حاجت روائی فرما رہے تھے۔ اس سخاوت و ہمدردی میں رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی دولت سخی شوہر پر بے دریغ نچھاور کرتے ہوئے فاقہ کشوں کو موت کے منہ سے نکالنے میں مدد دے رہی تھیں۔ پورے مکہ میں اس وقت یہی ایک گھر ایسا تھا جہاں روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے واپس جاتے تھے۔

سرور دو عالم ﷺ کے چچا سردار ابو طالب کے گھریلو معاشی حالات اولاد کی زیادتی کی بنا پر بھی ناہموار تھے۔ آپ اُن کی تنگدستی کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور اپنے انتہائی خوشحال چچا سیدنا عباسؓ سے رجوع کیا اور فرمایا:

''قحط کی وجہ سے جناب ابو طالب بہت پریشان ہیں اُن کی مدد کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ ان کا ایک بیٹا آپ اپنے گھر لے جائیں اور دوسرا میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں۔ یوں ان کا بوجھ

Marfat.com

ہلکا ہو جائے گا۔"

سیدنا عباسؓ نے یہ تجویز قبول کر لی اور یوں سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ، آپ کے چچا کی کفالت میں چلے گئے۔[۱۹۶]

اور آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے فرمایا:

((قد اخترت من اختار الله لی علیکم علیا))[۱۹۷]

"میں نے اسی کو منتخب کیا ہے جس کو اللہ نے میرے لئے منتخب فرمایا ہے۔"

قبل از بعثت قدرتی مصائب و آلام میں اُسوۂ صبر و استقامت

(درس و نصیحت)

(۱) غور کیا جائے کہ سرور دو عالم ﷺ کو دُنیا میں آتے ہی جن صبر آزما حالات سے دو چار ہونا پڑا، وہ کس قدر حوصلہ شکن اور تکلیف دہ تھے۔ بچپن کے ابتدائی ایام ہیں اور آپ کی پیاری والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ پر غم و الم کا پہاڑ اچانک بیوگی کی شکل میں ٹوٹ پڑا ہے، ہر وہ انسان جس کے پہلو میں دل ہے، وہی اس سوگوار دلہن کی سوگواریوں کا اندازہ کر سکتا ہے، اور سوگوار ماں کا جو اثر معصوم بچے پر بالواسطہ پڑ سکتا ہے، اس کو سوچ کر کوئی عقلمند آبدیدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔[۱۹۸]

(۲) آپ ﷺ کی یتیمی میں ہر دور اور ہر مقام کے یتیموں کے لئے یہ اُسوہ ہے کہ یتیمی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا یا عذاب نہیں کہ وہ یتیم کو اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے سے روک دے۔ عدی غریباوی لکھتے ہیں:

"یتیمی کا دور انسان کی شخصیت اور اس کی ترقی پر اثر انداز ہوتا ہے، اس سے انسان کے اندر خود اعتمادی، پختگی، مشکلات و مصائب پر صبر کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو اس طرح تیار کیا کہ آپ مستقبل میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرنے اور اس رسالت کبریٰ کا بار اٹھانے پر آمادہ ہو جائیں۔ جس سے آپ کا کمال نکھرے گا اور آپ کی شخصیت میں پختگی

Marfat.com

آئے گی۔"[۱۹۹]

نسل انسانی کے برگزیدہ ترین فرد (رسول کریم ﷺ) کی زندگی کی ابتدائی منزل کا یہ دردناک مرقع ایسے حوادث کا شکار ہونے والے یتیموں کے زخم کا مرہم ہے۔ ایسے یتیموں، بیواؤں اور مصیبت زدوں کے لئے سیدہ آمنہ کے دُرِ یتیم (ﷺ) کی زندگی کا یہ حصہ خوب غور و فکر سے پڑھنے کے لائق ہے۔ وہ بار بار ان دلگداز واقعات کو پڑھیں اور صبر و استقامت کا درس حاصل کریں۔

(۳) بے شک آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات و شخصیت کی تعمیر کے لئے ایک خاص نہج اختیار کیا تھا جس نے آپ کی حیات کو معنویت اور بلند اقدار سے معمور کیا۔ آپ کسی پر بار نہیں بنے اور کام کاج سے دست کش نہیں ہوئے۔ نوجوانی کے زمانہ میں گلہ بانی کی، عنفوان شباب میں تجارت کے لئے سفر کیا۔ گلہ بانی کا پیشہ جہاں انسان کے اندر تواضع، شجاعت، شفقت و رحمت اور محنت سے روزی کمانے کے جذبے کو پروان چڑھاتا ہے وہیں انسان کے اندر صبر و استقامت کی صفت کو نکھارتا ہے۔ اللولو المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بھیڑ بکریاں چرانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبح سے شام تک انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ ڈیوٹی دے تاکہ بھیڑ بکریوں کو پیٹ بھر کے چارہ میسر آسکے۔ اگر چرواہا صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کرے گا تو بھیڑ بکریاں بھوکی رہ جائیں گی۔ اسی طرح انسانوں کی تربیت کرنے والے افراد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ صبر و استقامت سے کام لیں۔"[۲۰۰]

نبی کریم ﷺ کو اپنے عظیم الشان مشن کی تکمیل کے لیے جس صبر، استقامت، متانت، سنجیدگی اور ٹھہراؤ کی ضرورت تھی، گلہ بانی کے زمانے میں آپ کو ان سب صفات کو مضبوط و مستحکم کرنے کا موقع میسر آیا۔

(۴) رسول کریم ﷺ بعثت سے پہلے اور بعد میں بھی جاہلیت کے قبیح کاموں سے محفوظ رہے۔ یہ بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت تھی تاکہ ایسے کاموں سے آپ کی شخصیت

Marfat.com

اور دعوت ہر طرح محفوظ رہے۔ نیز یہ اس بات کی بھی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایک نہایت عظیم الشان مقصد کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ اس حقیقت کی طرف خود رسول کریم ﷺ نے اس طرح اشارہ فرمایا ہے:

((ادبنی ربی و احسن تادیبی))[۲۰۱]

''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس میں نے بہترین تربیت پائی۔''

(۵) مکہ مکرمہ کے اس عظیم تاجر کے تجارتی اسفار اگرچہ زیادہ تر قیاسی ہی ہیں جو کہ مزید تحقیق و تنقید کے متقاضی ہیں۔ لیکن سیدہ آمنہ کے دُرِ یتیم اور پیکر صدق و وفا کی زندگی کا یہ باب اُمت کے تاجروں کے لئے تجارت کے زریں اصول اور تاجر پیشہ برادری کے لئے اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ کے نقوش متعین کرتا ہے۔ دور حاضر میں تجارت کے پیشہ سے وابستہ افراد ان خصائص سے کوسوں میل دور نظر آتے ہیں۔ جس سے معاشرے میں باہمی اعتماد، امانت و دیانت، شرافت و اعانت، اخوت و یگانگت کا فقدان نظر آتا ہے۔[۲۰۲]

اُمت مسلمہ کو اپنی تجارت و معیشت مستحکم کرنے کے لئے مکی تاجر ﷺ کے تجارتی اوصاف اختیار کرنے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے لئے ہرگز مشکل نہ تھا کہ وہ آپ کے لئے راحت بخش زندگی بسر کرنے کے تمام وسائل خود مہیا کر دیتا اور آپ کو روزی کی دوڑ دھوپ اور محنت و مشقت سے بے نیاز کر دیتا مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ انسان کا بہترین مال وہ ہے جو وہ اپنی محنت و مشقت سے کمائے اور مفید انسان وہ ہے جو اپنی طاقت اور بساط کے مطابق معاشرے کو اپنی خدمات سے فیضیاب کرے۔ اسی سے انسان کی شان و شوکت قائم ہوتی ہے۔[۲۰۳]

جو بچے اور نوجوان زندگی کے اس حصے میں کمانے پر مجبور ہوتے ہیں اور حلال روزی کما کر کھاتے ہیں، اُن کے لئے سیرت طیبہ کے اس حصے میں بڑا سبق ہے۔ اُن کو آزردہ نہ ہونا چاہیے بلکہ ہنسی خوشی قدرت کے دیئے ہوئے اس بار کو اٹھا لینا چاہیے اور

Marfat.com

سوچنا چاہیئے کہ مزدوری کرنا کوئی عیب کی بات نہیں، تجارت کوئی تکلیف دہ چیز نہیں، بلکہ حلال رزق کما کر کھانا قابل فخر اخلاق ہے۔ لہٰذا صداقت، ایمانداری اور صبر و استقامت کے ساتھ رزق خود کمانے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔[۲۰۴]

بعد از بعثت، قدرتی مصائب و آلام اور نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی مصائب کے ہجوم میں گھری نظر آتی ہے۔ حیات طیبہ کی کوئی بھی منزل ان سے مستثنیٰ نہیں۔ ذیل میں آپ پر آنے والے ان قدرتی مصائب کی دل گداز داستان پیش کی جاتی ہے، جن کا سامنا آپ کو بعثت کے بعد کرنا پڑا مگر صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور سردار ابو طالب کی وفات:

بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے نکلنے کے کچھ ہی دن بعد پہلے سیدہ خدیجہ طاہرہؓ اور اُن کے بعد رسول کریم ﷺ کے شفیق چچا سردار ابو طالب کی وفات ہوگئی۔[۲۰۵]

ان دو بڑی شخصیتوں کا اس دُنیا سے اٹھ جانا رسول کریم ﷺ کے لئے بہت بڑی اور جاں گداز مصیبت تھی۔ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" رکھا۔[۲۰۶]

ان دو وفادار دوستوں کے رحلت کر جانے کے بعد آپ کے لئے مسلسل سخت اور ناگوار واقعات پیش آئے اور مکہ میں زندگی دشوار ہوگئی۔ ان دو بڑی شخصیتوں کے غیر متوقع فقدان کا اثر فطری تھا۔ اس لئے کہ اگرچہ سیدہ خدیجہ طاہرہؓ سطح شہر میں سردار ابو طالب جیسا دفاعی کردار نہیں ادا کر سکتی تھیں لیکن گھر کے اندر تنہا پیغمبر ﷺ کے لئے مہربان جانثار اور دل سوز شریک حیات تھیں بلکہ اسلام کی سچی اور واقعی مددگار، مشکلات اور پریشانیوں میں رسول کریم ﷺ کی تسکین قلب اور سکون کا باعث تھیں۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں:

"جناب ابو طالب، نبی اکرم ﷺ کے لئے مضبوط زرہ کی طرح تھے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فروغ اسلام کے سلسلے میں انتہائی اخلاص کے ساتھ آپ کی مدد کرتی تھیں اور مشکل حالات میں آپ کو سکون کا سامان فراہم کرتی تھیں۔"[۲۰۷]

Marfat.com

نبی کریم ﷺ زندگی کے آخری لمحات تک سیدہ خدیجہ طاہرہؓ کو یاد کرتے تھے اور اسلام کے لئے اُن کی پیش قدمی، زحمات اور رنج و الم کو فراموش نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے بہتر زوجہ نہیں دی۔ جس وقت سب کافر تھے وہ ہم پر ایمان لائیں۔ جب سب نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری صدیق کی اور جب دوسروں نے مجھے محروم کیا تو انہوں نے اپنی ساری دولت میرے لیے خرچ کر دی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے اولاد عطا فرمائی۔"[۲۰۸]

اسی طرح سردار ابو طالب نہ صرف بچپنے اور نوجوانی میں محمد ﷺ کے سرپرست تھے بلکہ ان کے اعلان نبوت کے بعد بھی اُن کے بے انتہا حامی اور پشت پناہ تھے۔ وہ مشرکین کی عداوتوں اور کارشکنیوں کے مقابلہ میں ایک عظیم دیوار تھے۔ سردار ابو طالب کی حیات میں قریش بہت کم نبی کریم ﷺ کے جانی آزار و اذیت کی جرأت رکھتے تھے۔ مگر اُن کی وفات کے بعد قریش کے بدقماشوں نے وہ بدسلوکی شروع کی جو اُن کی زندگی میں ممکن نہ تھی۔ خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

"قریش مجھے ضرر نہیں پہنچا سکے یہاں تک کہ ابو طالب کی وفات ہوگئی۔"[۲۰۹]

۲۔ نواسی کی وفات کا صدمہ:

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی لختِ جگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی کے پاس موجود تھے اور اس کی موت کا وقت قریب آچکا تھا۔ آپ نے اُسے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا ہوا تھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس موقع پر سیدہ اُم ایمنؓ نے چیخ کر رونا شروع کیا تو آپ نے فرمایا:

"اے اُم ایمنؓ! رسول اللہ (ﷺ) کے پاس اس طرح روتی ہو؟"

اُم ایمنؓ نے عرض کی: آپ بھی تو رو رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں چیخ کر نہیں رو رہا۔ بلکہ یہ (آنسو) تو رحمت ہے۔ مومن ہر حال میں خیر ہی حاصل کرتا ہے اور جب اس کے پہلوؤں سے جان نکلتی ہے تو وہ اس وقت بھی حمد الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔''[۲۱۰]

۳۔ نواسے کی وفات کا صدمہ:

سیدنا اُسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی (سیدہ زینبؓ) نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا وفات پا جانے کے قریب ہے، اس لیے آپ تشریف لائیں۔ رسول کریم ﷺ نے پیغام بھیجا اور کہا: پہلے میرا اسلام کہنا اور کہنا:

((ان للہ ما اخذ ول ما اعطی۔۔۔۔۔))

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لیا اور جو کچھ دیا، سب اسی کا ہے۔ ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ صبر سے کام لو اور اسے اجر کا باعث سمجھو۔''

رسول کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سیدنا سعد بن عبادہ، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور دیگر افراد تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جب بچے کو اٹھایا تو اس کی سانسیں اکھڑ چکی تھیں، بالکل اسی طرح جس طرح پرانی مشک سے ہوا نکلنے کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ سیدنا سعد بن عبادہؓ نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول! یہ کیا (آپ کی آنکھوں میں آنسو؟)''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ آنسو تو رحمت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحمت کرتے ہیں جو رحمدل ہیں۔ نوحہ کرنا، بین کرنا منع ہے، آنسو بہانا تو رحمدلی کی علامت ہے۔''[۲۱۱]

۴۔ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات:

رسول کریم ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں

Marfat.com

آئیں۔ اُن کی پہلی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ ہجری میں بدر کے ایام میں نبی کریم ﷺ کی غیر موجودگی میں ہوا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، اپنے داماد سیدنا عثمان بن عفان رضؓ کے نکاح میں دے دی۔ آپ کی یہ لختِ جگر بھی ۹ ہجری میں انتقال کر گئی۔ سیدنا انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول کریم ﷺ کی لختِ جگر اور سیدنا عثمان رضؓ کی اہلیہ محترمہ سیدہ اُم کلثوم رضؓ کے جنازے میں حاضر تھے۔ دفن کے وقت رسول کریم ﷺ ان کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور میں نے آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلکتے ہوئے دیکھے۔''[۲۱۲]

۵۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیشین گوئی:

سیدنا عمار بن یاسر رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ غزوہ ذات عشیرہ میں ان سے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بد بخت دو شخص کون ہیں؟''

ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے۔

آپ نے فرمایا:

''ایک تو ثمود کا وہ سرخ آدمی جس نے ناقۃ اللہ کو زخمی کیا تھا اور اے علی رضؓ! دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر تلوار کی ضرب لگائے گا اور تمہاری ڈاڑھی خون سے رنگین ہو جائے گی۔''[۲۱۳]

۶۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیشین گوئی:

سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ میں نے عرض کی:

((یا نبی اللہ اغضبك احد ما شان عینیك تفیضان))

''اے اللہ کے نبی ﷺ! کسی نے آپ کو غصہ دلایا ہے، رو رو کر آپ کی آنکھوں

Marfat.com

کی کیا حالت ہو چکی ہے؟"

آپ فرمانے لگے:

((بلی قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال: هل لك الی ان اشمك من تربته قال: قلت: نعم، فمد یده فقبض قبضة من تراب فاعطانیها فلم املك عینی ان فاضتا))[۲۱۴]

"کیوں نہیں! ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس سے گئے ہیں اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔ اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سونگھا دوں، میں نے کہا: ہاں! پس جبریل نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا اور ایک مٹھی بھر مٹی لی اور مجھے پکڑا دی، پس میری آنکھیں قابو میں نہ رہیں حتی کہ آنسو بہہ نکلے۔"

مرض الموت کے وقت جب سیدنا حسین بن علیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھتے ہی اُن کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا:

((مالی ولیزید؟ لا بارك الله فیه))[۲۱۵]

"میں نے یزید کا کیا بگاڑا ہے، اللہ اُسے برکت عطا نہ کرے۔"

پھر آپ کافی دیر تک بیہوش رہے۔ غش سے افاقہ ہوتے ہی پھر سیدنا حسینؓ کو چومنے لگے جبکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے:

((اما ان لی ولقاتلك موقفا بین یدی الله عزوجل))[۲۱۶]

"بے شک اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے قاتل کے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

خوارزمیؒ اپنی کتاب "مقتل الحسین" میں یہ روایت نقل کرتے ہیں:

آپ کی زندگی کے آخری لمحات میں جب سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما خود کو آنحضرت پر گرا کر رو رہے تھے اور آپ دونوں کو چوم رہے تھے تو سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے چاہا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کریں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو روک دیا اور فرمایا:

Marfat.com

((دعهما يتزودا مني واتزود منهما فستصيبهما بعدي اثرة)) [۲۱۷]

"انہیں چھوڑ دو۔ یہ مجھ سے رخصت ہولیں اور میں ان سے رخصت ہولوں، میرے بعد یہ دونوں سخت مشکلوں کا سامنا کریں گے۔"

۷۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

رسول کریم ﷺ کی والدہ محترمہ کے بعد سیدہ حلیمہ سعدیہؓ، آپ کی رضاعی ماں تھیں اور انہوں نے حد درجہ شفقت و محبت سے آپ کی پرورش کی تھی۔ فتح مکہ کے روز جب نبی کریم ﷺ مقام ابطح میں تھے تو آپ کے پاس سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کی بہن اور نند حاضر ہوئیں اور آپ کی خدمت میں ایک تھیلی بطور تحفہ پیش کی جو پنیر وغیرہ سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اُن سے اپنی رضاعی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو وفات پا چکی ہیں۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔۔ آپ نے ان کے لئے لباس، سواری اور دو سو درہم عطا کیے جانے کا حکم فرمایا۔ وہ آپ سے رخصت ہوئیں تو بہت زیادہ خوش تھیں اور ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

"اے محمد (ﷺ)! آپ بچپن میں بھی سراپا رحمت اور جوانی میں بھی سراپا رحمت ہیں۔" [۲۱۸]

۸۔ فرزندان رسول رضی اللہ عنہم کی وفات:

رسول کریم ﷺ کی تمام اولاد، سوائے سیدنا ابراہیم کے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ سب سے پہلے سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ انہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ یہ بچپنے ہی میں فوت ہو گئے۔ نبوت سے پہلے فوت ہوئے یا بعد میں؟ اس میں اختلاف ہے۔ پھر چار بیٹیاں ہوئیں۔ پھر آپ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش بعثت کے بعد ہوئی۔ انہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا ہے۔ [۲۱۹]

اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے ہونے والے سب بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ کی تمام اولاد سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے انہی

Marfat.com

سے ہوئی۔[۲۲۰]

سیدنا ابراہیم، سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور جب اپنی عمر مبارک کے دوسرے سال میں داخل ہوئے تو وہ بیمار ہو گئے۔ان کی والدہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ وہ مریض ہیں اور کسی بھی چیز سے انہیں افاقہ نہیں ہو رہا ہے تو آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ بیٹا احتضار کی حالت میں ہے۔آپ تشریف لائے اور دیکھا کہ سیدنا ابراہیم ماں کی گود میں جاں بلب ہیں۔آپ نے انہیں لے لیا اور فرمایا:

((یا ابراهیم انا لن نغنی عنك من الله شیئا انا بك لمحزونون تبکی العین و یحزن القلب ولا نقول ما یسخط الرب ولو لا انه وعد صادق و موعود جامع فان الآخر منا یتبع الاول لوجدنا علیك یا ابراهیم وجدا شدیدا ما وجدناه))[۲۲۱]

''اے ابراہیم! ہم تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے، تمہارے غم میں ہماری آنکھیں اشکبار اور دل غمزدہ ہیں لیکن ہم ایسی بات ہرگز نہیں کہتے جو اللہ کے غضب کا سبب ہو۔اگر اللہ کا سچا وعدہ نہ ہوتا تو اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں اس سے زیادہ گریہ کرتے اور بہت زیادہ غمگین ہوتے، اور ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔''

رسول کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر غم و الم کے آثار ظاہر ہو گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہمیں ایسی باتوں سے نہیں روکا۔اس پر آپ نے فرمایا:

((ما عن الحزن نهیت ولکنی نهیت عن خمش الوجوه وشق الجیوب ورنة الشیطان))[۲۲۲]

''میں نے تمہیں غم سے نہیں روکا ہے، ہاں چہرے پر طمانچے مارنا، گریبان چاک کرنے اور شیطان کی طرح چیخنے چلانے سے منع کیا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

((انما هذه رحمة ومن لا یرحم لا یرحم))[۲۲۳]

"یہ تو بس رحمت ہے اور جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

بعد از بعثت قدرتی مصائب و آلام میں اُسوۂ صبر و استقامت

(درس و نصیحت)

(۱) سیرت کا مطالعہ کرنے والے غور کریں کہ آنحضرت ﷺ کے خرمن مسرت پر بجلیاں گر گر کر اسے خاکستر بناتی رہیں۔ آپ کی کائنات محبت لٹ چکی، سارے ظاہری سہارے ایک ایک کر کے گر چکے، آپ کی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور شفیق چچا سردار ابو طالب کی وفات ہوئی تو آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ کے چچا ابو طالب، آپ کے لئے مضبوط زرہ کی طرح تھے اور سیدہ خدیجہؓ، فروغِ اسلام کے سلسلے میں انتہائی خلوص کے ساتھ آپ کی مدد کرتی تھیں اور مشکل حالات میں آپ کو سکون کا سامان فراہم کرتی تھیں، آپ کی بیٹیاں اور بیٹے، ایک ایک کر کے دُنیا سے رخصت ہو گئے، اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم، اپنے اقرباء اور اپنے نواسوں کی شہادت کی پیشین گوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمائی، غم و اندوہ کی ان تمام مشکل گھڑیوں میں آپ نے کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ نہ عزم راسخ میں کوئی کمی آئی اور نہ بازوئے ہمت میں کوئی ضعف پیدا ہوا بلکہ تاریخ عزم و استقلال ایسی استقامت و پائیداری اور صبر و شکیبائی کی مثال ابھی تک لا سکی ہے نہ بعد میں لا سکے گی۔

(۲) ان واقعات میں غم رسیدوں کے لئے صبر و استقامت کا بڑا مفید سبق ہے، جن کو اپنی زندگی میں اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ سوچنا چاہیئے کہ جب رسول کریم ﷺ کو اپنے عزیزوں اور محبوبوں کی موت کی تلخی چکھنی پڑی تو پھر کون ہے جس کے متعلق یقین کے ساتھ کہا جا سکے کہ اس کو رنج و غم کا موقع نہیں آئے گا۔[۲۲۴]

(۳) مسلمانوں کو یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ جو مصائب و آلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتے ہیں اس کو صبر و استقامت سے برداشت کرنا اُن کے فائدے میں ہے اور وہ مادی

Marfat.com

اور روحانی ہر دو لحاظ سے بہرہ مند ہوں گے۔ اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ روح مصائب اور سختیوں کے مقابلے میں استقامت کے نتیجے میں قوی اور توانا ہو جاتی ہے اور جب روحانی قوت و طاقت بڑھ جائے تو مقامات عالیہ تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر اس قسم کے مقامات پر انسان فائز ہو جائے تو ان کی حفاظت کرنا آسان ہو جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مصائب کا برداشت کرنا ہی اپنے مقاصد اور آرزوؤں تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ وہی صلہ پاتا ہے جو مصائب میں صبر و استقامت سے کام لیتا ہے۔ [۲۲۵]

(۴) انسان اپنے آپ کو یہ حقیقت سمجھا لے کہ قدرتی مصائب نے تو لامحالہ آنا ہی ہے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے اس سے مفر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵} [۲۲۶]

"اور یقیناً۔ ہم تمہیں ڈر، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز سے ضرور آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے وقوع سے پیشتر اس کے آنے کی خبر دی، تاکہ اہل ایمان اپنی جانوں کو تیار کر لیں اور مصائب و آلام کا استقبال صبر اور استقامت سے کریں، کیونکہ مصیبتوں کا یکا یک آنا بلند ہمت مردوں کے قدموں کو ڈگمگا دیتا ہے اور ان مصائب کے لئے خود کو قبل از وقت تیار کرنا اُن کے زور کو کم کر دیتا ہے۔

(۵) رسول کریم ﷺ پر آنے والے قدرتی مصائب و آلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اہل ایمان کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ مصائب و آلام نے مٹا دیا یا اُجاگر کر کے دائمی زندگی بخش دی؟ دبا دیا یا ابھار دیا؟ جس کو لوگ بدبختی کی علامت کہتے تھے، اس نے سعادت مندی کے راستے میں کوئی روڑہ اٹکایا یا قدرت نے اُسے سراپا رحمت و راحت بنا کر نیر تاباں بنا دیا؟ ایک عقل مند کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہر اعتبار سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کی دستگیری فرمائی اور ہر طرح انہیں

Marfat.com

آگے ہی بڑھایا۔[۲۲۷]

تکالیف وامراض اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہ حسنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ}[۲۲۸]

''اور تنگی اور مصیبت میں ثابت قدم رہنے والے ہیں''

اس آیت کریمہ میں صبر واستقامت کا ایک مورد ''ضرا'' یعنی بیماری اور مرض ہے۔اس کے دو مرحلے ہیں۔ پہلا مرحلہ گلہ وشکوہ نہ کرنا اور باری تعالیٰ پر اعتراض کے لئے زبان نہ کھولنا ہے اور انتہائی متانت اور بردباری کے ساتھ مرض کو تحمل کرنا ہے۔جبکہ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ انسان اس کے علاج ومعالجہ کی فکر کرے اور بیماری کے بارے میں سہل انگاری سے کام نہ لے۔بیماری کے خلاف جنگ اور جدوجہد کرنا اسلام کے اہم ترین دستورات میں سے ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ سے فرمایا:

''اے علیؓ! بیمار کی گریہ وزاری تسبیح، اس کی فریادیں تہلیل، بستر پر لیٹنا عبادت اور کروٹیں بدلنا اللہ کے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے کے مترادف ہے۔''[۲۲۹]

ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر بن محمد الصادقؒ کے حضور امراض کی کثرت کے بارے میں شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

''اگر کوئی ایماندار شخص جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے سختیوں اور مصیبتوں کو (صبر و استقامت سے) برداشت کرنے پر کس قدر اجر وثواب معین کر رکھا ہے تو وہ آرزو کرنے لگے کہ اس کا بدن قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔''[۲۳۰]

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے منسوب شعر کا مصرع ہے، آپ فرماتے ہیں:

((لئن قطعتنی فی الحب ارباالما حن الفواد الی سواکا))[۲۳۱]

''اے میرے پروردگار! اگر مجھے اپنی محبت و دوستی کے راستے میں ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالو تو بھی میرا دل تیرے سوا کسی اور کی طرف نہیں جائے گا۔''

Marfat.com

ذیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بے مثال اُسوۂ صبر واستقامت کا بیان ہے جو آپ نے شدت تکلیف اور مرض الوفات میں اختیار فرمایا۔

ا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدت تکلیف میں

سیدہ عائشہ صدیقہؓ، آپ کے شدت مرض کے حوالے سے فرماتی ہیں:

((ما رایت الوجع علی احد اشد منه علی رسول الله ﷺ))[۲۳۲]

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی پر شدت مرض کا اثر نہیں دیکھا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ}[۲۳۳]

''اور صبر کرنے والے ہیں وہ سختی میں اور تکلیف میں۔''

یعنی مختلف قسم کے امراض مثلاً بخار، زخم، ریح کا درد، کسی عضو میں درد کا ہونا حتیٰ کہ دانت اور انگلی کا درد وغیرہ۔ ان تمام تکالیف میں بندہ صبر کا محتاج ہے، کیونکہ نفس کمزور ہوتا ہے اور بدن درد محسوس کرتا ہے اور یہ مرحلہ نفس انسانی کے لئے نہایت مشقت آزما ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب بیماری طول پکڑ جائے۔[۲۳۴]

سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

((دخلت علی النبی ﷺ وهو یوعك، فوضعت یدی علیه فوجدت حره بین یدی فوق اللحاف، فقلت: یا رسول الله ما اشدها علیك))[۲۳۵]

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا، میں نے آپ کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو لحاف کے اوپر رکھے ہوئے میرے ہاتھ کو حرارت محسوس ہوئی، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کو کتنا سخت بخار ہے؟'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

((انا كذلك يضعف لنا البلاء، ويضعف لنا الاجر))[۲۳۶]

''ہم انبیاء اسی طرح ہوتے ہیں کہ ہمیں آزمائش بھی دُگنی آتی ہے اور ثواب بھی دُگنا ملتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں:

((اتيت النبى ﷺ فى مرضه، وهو يوعك وعكا شديدا، وقلت: انك لتوعك وعكا شديدا، قلت: ان ذاك بان لك اجرين؟ قال: اجل، مامن مسلم يصيبه اذى الا حات الله عنه خطاياه كما تحات ورق الشجر))[۲۳۷]

''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سخت بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا: آپ کو بہت سخت بخار ہے؟ مزید میں نے عرض کیا: یہ اس لئے کہ آپ کے لئے دوگنا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا: جب بھی کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کے گناہ اس طرح گرا دیتے ہیں، جس طرح (موسم خزاں میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے مرض کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((اشتكى فعلق ينفث فكنا نشبه نفثه بنفث اكل الزبيب))[۲۳۸]

''رسول اللہ (ﷺ) اس بیماری میں اس طرح سانس لیتے تھے جس طرح خشک انگور کھانے والا سانس لیتا ہے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں:

((لما نزل برسول الله ﷺ طفق يلقى خميصة له على وجهه فاذا اغتم كشفها))[۲۳۹]

''شدت مرض کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچ کر بار بار اپنے

Marfat.com

رُخ انور پر ڈالنے لگے، پھر جب آپ کو گھبراہٹ ہوتی تو چادر چہرے سے ہٹا لیتے تھے۔"

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مرض الوفات میں

مرض الوفات سے کچھ روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے وصال کی خبر سنادی تھی۔ آپ منبر پر تشریف لائے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا:

((ان الله خير عبدا بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ذلك العبد ما عندالله))[۲۴۰]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کو دُنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہے۔ پس اس عبد خاص نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کرلیا ہے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں:

((كان النبى ﷺ يقول فى مرضه الذى مات فيه: يا عائشه ما ازال اجد الم الطعام الذى اكلت بخيبر، فهذا اوان وجدت انقطاع ابهرى من ذلك السم))[۲۴۱]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے: اے عائشہؓ! خیبر میں جو زہر آلود لقمہ میں نے منہ میں رکھ لیا تھا، اس کی تکلیف آج بھی محسوس کر رہا ہوں، اس وقت مجھے ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ میری شہ رگ اس زہر کی تکلیف سے کٹ جائے گی۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ایک طویل حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے:

((ثم قال فى وجعه الذى مات فيه ما زلت اجد من الاكلة التى اكلت بخيبر فهذا اوان قطعت ابهرى))[۲۴۲]

"پھر آپ نے اپنی مرض الموت کے وقت فرمایا: میں نے جب سے خیبر میں وہ لقمہ کھایا ہے اس وقت سے اس کی اتنی تکلیف محسوس کر رہا ہوں کہ اب تو اس

Marfat.com

نے میری رگِ جان کاٹ کر رکھ دی ہے۔"

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موت طبعی نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت باسعادت کے منصب پر فائز کیا۔ غالباً اسی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے:

((لان احلف بالله تسعا، ان رسول الله صلى اله عليه و آله وسلم قتل قتلا، احب الى من ان احلف واحدة، و ذلك بان الله عزوجل اتكذو نبيا و جعله شهيدا))[۲۴۳]

"ایک کی جگہ مجھے نو مرتبہ اس بات کی قسم اٹھانا زیادہ پسند ہے کہ نبی کریم ﷺ شہید کئے گئے، کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنا نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی قرار دیا ہے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

((مات رسول الله ﷺ، وانه لبين حاقنتى، وذاقنتى، ولا اكره شدة الموت لاحد بعد ما رايت من رسول الله ﷺ))[۲۴۴]

"جب رسول اللہ ﷺ دُنیا سے رخصت ہوئے، آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان (سر مبارک رکھ کر لیٹے ہوئے) تھے، رسول اللہ ﷺ کی شدت سکرات دیکھنے کے بعد اب میں کسی کے لئے بھی حالت نزاع کی سختی کو بُرا خیال نہیں کرتی۔"

۳۔ وقت رحلت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو صبر و استقامت کی تلقین:

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، رسول اللہ ﷺ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ آپ تڑپ کر فرمانے لگیں:

((واكرباه لكربك يا ابتاه))

Marfat.com

"ہائے واویلا آپ کی مصیبت پر اے باباجان!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراؑ سے فرمایا:

"آج کے بعد تیرے بابا کو کوئی رنج نہیں ہے۔ اے فاطمہؑ! وفات رسول پر نہ گریبان چاک کرنا، نہ منہ پر طمانچے مگانا، نہ واویلا کہنا۔ لیکن تم وہی کہو جو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے فرزند ابراہیم کی موت پر کہا تھا۔ (آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل درد سے بھر جاتا ہے، لیکن وہ بات نہیں کہیں گے جس سے اللہ ناخوش ہو۔ اے ابراہیم! ہم تمہاری مصیبت میں غمزدہ ہیں)۔"[۲۴۵]

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے عزت مآب والد کو شدید تکلیف میں دیکھا تو کہنے لگیں۔ "ہائے میرے پیارے والد کو کس قدر تکلیف ہے!"

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لیس علی ابیک کربٌ بعد ھذا الیوم))[۲۴۶]

"بیٹی! آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:

سیدنا علی بن ابی طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اپنے دامن میں لیا، اس وقت آپ بیہوش ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر سیدہ فاطمۃ الزہراؑ نے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرا دیا اور دارابوطالب کے یہ اشعار پڑھنے لگیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجھه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

"وہ سفید چہرے والے جن کی برکت سے لوگ طلب باراں کرتے ہیں، وہ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور کمزور آواز میں فرمایا: پیاری بیٹی یہ تو تیرے چچا ابوطالب کا شعر ہے۔ اسے نہ پڑھو بلکہ یہ آیت پڑھو:[۲۴۷]

{وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۗىِٕنْ

Marfat.com

مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝}[۲۴۸]

"اور محمد تو صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں، تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہر گز اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔"

مرض الوفات کے دوران نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا اور فرمایا:

((من كنت جلدت له ظهرا فهذا ظهري فليستقد منه))[۲۴۹]

"اگر میں نے کسی کی پشت پر کوڑے لگائے ہوں تو یہ میری پشت حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک کٹورہ تھا۔ آپ اپنا ہاتھ پانی کے اندر ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے اور اس کے بعد فرماتے:

((لا اله الا الله، ان للموت لسكرات))[۲۵۰]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک سکرات موت برحق ہے۔"

پھر آپ نے بائیں انگلی اوپر اٹھائی اوچھت کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہونٹ ہل رہے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کانوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ آپ فرما رہے تھے:

((مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، اللهم! اغفرلي وارحمني، والحقني بالرفيق الاعلىٰ، اللهم !في الرفيق الاعلىٰ))[۲۵۱]

"(میں) ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر تو نے انعامات فرمائے ہیں، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اے اللہ! مجھے معاف کر دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے بلند مرتبہ رفیق سے ملا دے، اے اللہ! مجھے بلند مرتبہ

Marfat.com

رفیق سے ملا دے۔"

یہاں تک کہ روح مبارک نے عالم بالا کا رخ کیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پانی میں ایک طرف جھک گیا۔[۲۵۲]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جونہی یہ خبر ملی کہ رسول کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے ان کی عقلیں جواب دے گئیں۔ حیرت و دہشت نے انہیں شل کر دیا۔ زندگی اُن پر تاریک ہو گئی۔ سیدنا عمر فاروق رضؓ بھی جذبات کی شدت میں بہہ گئے اور لوگوں سے اس بات پر قسمیں لینے لگے کہ تم اقرار کرو کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضؓ نے آپ کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی، بوسہ لیا اور روتے ہوئے کہا: بابی انت وامی وطبت حیا میتا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی موت و حیات پاکیزہ ہیں۔ میری جان کے مالک کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں طاری کرے گا۔ (یعنی موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد آپ کو حیات ابدی مل جائے گی)[۲۵۳]

سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی پر ان الفاظ میں اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا:

"یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا جو کسی (نبی علیہ السلام) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔۔۔ اگر آپ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منت پذیر نہ ہوتا اور غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا (پھر بھی یہ) گریہ و بکاء اور اندوہ و حزن آپ کی مصیبت کے مقابلے میں کم ہوتا لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں، ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجیے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔"[۲۵۴]

Marfat.com

تکالیف و امراض میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی آخری زیارت اُس وقت کی جب آپ بیمار ہوئے۔ وہ آپ کی کیفیت کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

((نظرت الی وجهه کانه ورقة مصحف))[۲۵۵]

"میں نے آپ کے رُخ زیبا کو دیکھا، قرآن کریم کا ایک کھلا صفحہ محسوس ہو رہا تھا۔"

دوسری روایت میں آپ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

((فلما وضح وجه النبی ﷺ ما نظرنا منظرا کان اعجب الینا من وجه النبی حین وضح لنا))[۲۵۶]

"جب ہمیں نبی کریم ﷺ کا رُخ انور دکھائی دیا تو آپ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

یقیناً شدت تکلیف اور مرض الوفاۃ میں آپ کا روئے انور متبسم ہی رہا، بلاشبہ آپ صبر و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان ذیشان ہے:

((والذی نفسی بیده ! ان کانوا لیفرحون بالبلاء کما تفرحون بالرخاء))[۲۵۷]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً وہ (حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور نیکو کار لوگ) آزمائش کے آنے پر ایسے خوش ہوتے تھے، جیسے کہ تم آسودگی کے ساتھ خوش ہوتے ہو۔"

(۲) موت بہترین واعظ اور عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے کہ ہر انسان کی انتہا موت ہے۔ چاہے عمر کتنی ہی لمبی ہو اور اس کی زندگی کتنی ہی اہم ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵}[۲۵۸]

Marfat.com

"ہم نے تجھ سے پہلے کسی انسان کے لئے ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا۔ اگر تو فوت ہو گیا تو کیا یہ (تیرے مخالفین) ہمیشہ رہیں گے؟ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہم تمہیں خیر وشر کے ساتھ آزماتے رہتے ہیں اور تم سب ہمارے پاس لوٹ کر آؤ گے۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝} [۲۵۹]

"بلاشبہ تو فوت ہونے والا ہے اور یہ بھی فوت ہونے والے ہیں۔"

(۳) غور کرنا چاہیئے کہ عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت محمد بن عبداللہ ﷺ بیماری کی تکالیف اور موت کی سختیاں برداشت کر کے اپنے رب تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ انسان اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرے تو عبودیت اور توحید کے معنی اس کی سمجھ میں آجاتے ہیں اور وہ اللہ واحد قہار کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر میدان میں عمل صالح کی کثرت، اللہ کی اطاعت اور خالص عبادت کے ذریعے سے موت کے لئے تیاری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت اپنے آپ پر اور معاشرے میں نافذ کرتا اور اس راستے میں ڈٹ کر جہاد کرتا ہے۔

(۴) اہل ایمان کو سیدنا ایوب علیہ السلام کو بھی یاد کرنا چاہیئے کہ ایک طویل عرصہ بیماری میں گزارے، تمام مال و دولت تباہ ہو گیا، سب عزیز و اقارب مر گئے، لیکن گلہ وشکوہ کا ایک کلمہ تک زبان پر نہیں لائے اور اس آزمائش سے سرفراز و سربلند ہو کر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تمام نعمتیں انہیں دوبارہ عطا فرمائیں۔

(۵) امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے منقول ہے کہ بہشت میں ایک درجہ و مقام ایسا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے وہی اس تک پہنچ پاتا ہے کہ جس کا تن و بدن کسی مرض و بیماری میں مبتلا ہو۔ [۲۶۰]

بلاشبہ مومن جب بیماری اور امراض میں مبتلا ہو تو اسے جاننا چاہیئے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وعنایت کی علامت ہے۔ وہ اس کا استقبال خندہ پیشانی سے کرے۔ عربی کی

Marfat.com

ایک کہاوت ہے کہ "جو کچھ دوست (حق تعالیٰ) کی طرف سے آئے، اچھا ہے۔" ان کے دل میں سوائے ذات باری تعالیٰ کی رضایت وخوشنودی کے اور کچھ نہ ہو۔ انہیں اس بات کی خوشی ہو کہ یہ سختیاں اور مصیبتیں اُن کے روحانی تکامل اور تزکیہ وتہذیبِ نفس کیلئے مفید ہیں۔

(٦) اہل ایمان کو چاہیئے کہ زندگی کے ہر میدان میں عمل صالح کی کثرت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خالص عبادت کے ذریعے سے موت کے لئے تیاری کریں۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت اپنے آپ پر اور پورے معاشرے میں نافذ کریں اور اس راستے میں ڈٹ کر جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، اس لئے اسی کو صحیح علم ہے کہ کون سی چیز دنیا اور آخرت میں انسان کے لئے مفید ہے۔

{اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴} [٢٦١]

"سن لو! وہ جانتا ہے جس نے پیدا کیا اور وہ بہت باریک بین، خبر رکھنے والا ہے۔"

(٧) رسول اللہ ﷺ کے "اللھم! فی الرفیق الاعلیٰ" کلمات کا تکرار کرنے کی وجہ اہلِ علم نے یہ بیان کی ہے کہ آپ سے بار بار پوچھا جا رہا تھا کہ آپ کہاں رہنا چاہتے ہیں؟ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی خواہش ظاہر کرتا ہے جو توحید کا لب لباب اور لسانی و قلبی ذکر کا مقصود ہے۔ [٢٦٢]

(٨) ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ اگر کسی مومن کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اس مصیبت کو یاد کرے جا کا میرے وصال کے بعد میری اُمت کو سامنا کرنا پڑا۔ میرے کسی اُمتی کو بھی میرے بعد کسی ایسی بڑی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جس کا سامنا اس نے میرے وصال کے وقت کیا۔ [٢٦٣]

اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

واصبر لکل مصیبة و تجلد
واعلم بأن المرء غیر مخلد

Marfat.com

واصبر كما صبر الكرام فانها
نوب تنوب اليوم وتكشف فى غد
واذا اتتك مصيبة تشجى بها
فاذكر مصابك بالنبى محمد[۲۶۴]

"ہر مصیبت کے لئے صبر کر اور استقلال کا مظاہرہ کر۔ جان لے کہ انسان نے ہمیشہ نہیں رہنا۔ اس طرح صبر کر جس طرح کریم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ یہ ایک مصیبت ہے۔ آج آ گئی ہے تو کل ختم ہو جائے گی۔ اگر تم پر ایسی مصیبت آ جائے جو تمہیں غمزدہ کر دے تو اس مصیبت کو یاد کر لو جو تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہنچی۔"

(۹) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ تو اس دُنیا سے اپنے رب کے حضور تشریف لے گئے، لیکن اپنے پیچھے کتاب اللہ اور سنت نبوی کی صورت میں ایسی چیز چھوڑ گئے کہ اگر مسلمان ان پر پوری طرح عمل پیرا ہوں تو کچھ ہی عرصہ میں کل روئے زمین کے وارث بن جائیں اور دُنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اُنہی کی عمل داری قائم ہو جائے۔ لیکن اگر وہ اس عظیم الشان خزانے سے بے پرواہی برتیں گے اور اس کی قدر نہ کریں گے تو زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اسے اس کا وارث بنا دے گا۔

مبحث دوّم: مشرکین، یہود اور منافقین کی شیطنت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ صبر واستقامت

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

{فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۭ}[۲۶۵]

Marfat.com

"پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں اور جیسا تمہیں حکم ہوا ہے۔ (اُس پر) مضبوطی سے جم جائیں اور اُن کی خواہشوں پر نہ چلیں۔"

دعوت و تبلیغ کبھی تو زبان و قلم سے انجام پاتی ہے اور کبھی رفتار و کردار سے۔ دعوت و تبلیغ کرتے وقت مبلغ کی راہ میں جو رکاوٹیں اور موانع پیدا ہوتے ہیں، ان میں ایک بڑا مانع دشمنوں کی ناپاک تدابیر، تمسخر اور استہزاء اور جان لیوا عزائم ہیں۔ اسی طرح بے ہمت لوگوں کے لئے جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ لالچ ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں جو مختلف انداز اور گوناگوں طریقوں سے مبلغ کے مقابلے میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے اسے اپنے مقصد سے ہٹنا نہیں چاہیئے خواہ اس راستے میں موت کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسے موت سے ڈرے بغیر بات کہنی چاہیئے کیونکہ ایک حقیقی مبلغ کا تمام ہم و غم اس کا مقصد ہوتا ہے نہ کہ اپنی جان۔ بہت سے لوگوں کی نظر میں استہزاء کا نشانہ بننا قتل ہو جانے سے زیادہ مشکل ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اہانت اور بے احترامی کے مقابلے میں جو استقامت اور پائیداری دکھائی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ معمولی سی بے احترامی، عظیم اور صاحب ارادہ لوگوں کو اپنے ہدف سے روک دیتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنی حیثیت و احترام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ وہ بے احترامی سے بچنے کی خاطر اپنی جان تک دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں تھے، انہوں نے اپنے مقدس ہدف اور راستے کی خاطر ہر قسم کے احترام اور جاہ و جلال کو نظر انداز کر کے ہر بے احترامی اور ہنسی مذاق کے مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ذیل میں آپ ﷺ کی شان اقدس میں مشرکین، یہود اور منافقین کی شیطنت و خباثت کے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی بت احترامی کس حد تک پہنچ چکی تھی مگر سرور دو عالم ﷺ نے اپنے عزم راسخ اور ارادے میں معمولی سا خلل پیدا نہ ہونے دیا۔

مشرکین مکہ کی ناپاک تدبیریں اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ

نبی کریم ﷺ کو مکہ میں جن زہرہ گداز حالات سے گزرنا پڑا اور جس طرح کا جور و ستم ان

Marfat.com

کے ساتھ روا رکھا گیا اور ان پر اذیتوں کے جو پہاڑ ٹوٹے، چشم فلک نے نہ تو اس سے قبل کسی اور پر ٹوٹتے دیکھے اور نہ تا بہ قیام قیامت اسے کسی اور پر ان کے ٹوٹنے کا مشاہدہ ہو پائے گا اور عقل و خرد اس وقت مارے حیرت کے دم بخود رہ جاتی ہے جب وہ ان بے پناہ مصائب و مشکلات کے سامنے نبی کریم ﷺ کو صبر و استقامت کا کوہِ گراں اور اُمید اجر و ثواب کا بحر بیکراں بن کر کھڑے ہوئے دیکھتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

{وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ}[۲۶۶]

"آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے۔"

آپ ﷺ کے صبر و استقامت کی داستان بے حد طویل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سراپا صبر و استقامت تھے۔ ذیل میں اُن زیادتیوں اور جفا کاریوں کو بیان کیا جاتا ہے جو دُنیا کے سب سے اعلیٰ اور سب سے اشرف انسان (ﷺ) کے ساتھ روا رکھی گئیں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کے پڑوسیوں کی سفاکیاں

مشرکین کی خباثتوں کی ایک جھلک:

چند بد بخت لوگ ایسے بھی تھے جو نبی کریم ﷺ کو خود اُنہی کے کاشانۂ مبارک میں اذیت پہنچاتے تھے۔ ابولہب، حکم بن ابی العاص بن اُمیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی اور ابن الاصداء ہذلی یہ سب رسول اللہ ﷺ کے ہمسائے تھے۔ سیدنا حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کا کوئی پڑوسی مسلمان نہیں ہوا۔ ان پڑوسیوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کا معمول یہ تھا کہ جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو ان میں سے ایک شخص بکری کی بچہ دانی اُٹھا کر نشانہ باندھتا تھا اور آپ ﷺ کے وجود مبارک پر دے مارتا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس غلاظت کو ایک لکڑی پر اٹھا کر دروازے سے باہر تشریف لاتے اور فرماتے:

((یا بنی عبد مناف! ای جوار ھذا؟))

"اے بنو عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟"

Marfat.com

پھر آپ ﷺ اس گندگی کو دروازے سے باہر پھینک دیتے تھے۔[۲۶۷]

وہ شقی القلب لوگ نبی کریم ﷺ کو مسلسل اس طرح اذیت دیتے رہے۔آپ نے ان ناآشنائے انسانیت پڑوسیوں کی رکیک حرکتوں پر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور احتیاطی تدبیر کے طور پر اپنے گھر کے اندر ایک محفوظ گھروندا بنا لیا تاکہ آپ نماز پڑھتے ہوئے ان لوگوں کی خباثتوں سے محفوظ رہیں۔

ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کی بے حیائی:

یہ دونوں بے حیائی اور اذیت رسانی میں سب سے آگے بڑھ گئے۔یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کو نہایت گھناؤنے انداز سے بے حد تکالیف پہنچاتے تھے۔دونوں غلاظت اکٹھی کرتے اور نبی کریم ﷺ کے دروازے پر پھینک دیتے تھے۔نبی کریم ﷺ ان دونوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

((کنت بین شر جارین ابی لھب و عقبة بن ابی معیط ان کانا لیاتیان بالفروث فیطرحانھا علی بابی))[۲۶۸]

"میں دو بدترین پڑوسیوں، یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان گھرا ہوا تھا۔وہ دونوں گوبر اور لید اکٹھی کر کے لے آتے تھے اور یہ گندگی میرے دروازے پر پھینک دیا کرتے تھے۔"

ایک مرتبہ ابولہب آپ ﷺ کے دروازے پر غلاظت پھینک رہا تھا۔سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب ؓ نے اس کی یہ گھناؤنی حرکت دیکھ لی۔انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بقیہ گندگی فوراً ابو لہب کے سر پر انڈیل دی۔ابولہب اپنا سر جھٹکنے لگا تاکہ اس کے سر سے گندگی گر جائے۔ پھر وہ کہنے لگا: بیوقوف، بے دین اور گمراہ۔اس کے بعد وہ خود تو رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر غلاظت پھینکنے سے باز آ گیا لیکن جو شخص بھی آپ کے دروازے پر غلاظت پھینکتا، وہ چھپ چھپ کر اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔[۲۶۹]

ایک اور روایت میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط ایک مرتبہ گوبر سے بھرا ہوا ٹوکرا لایا اور

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سامنے اُلٹ دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد طلیب بن عمیر بن وہب نے اُسے دیکھ لیا اور اُس کا ٹوکرا چھین کر اُسی کے سر پر دے مارا، پھر اُس کے کان بھی کھینچے۔ عقبہ بن ابی معیط نے طلیب کی والدہ اروٰی بنت عبدالمطلب سے شکایت کی کہ تمہارا بیٹا محمد (ﷺ) کی مدد کرتا ہے۔ اروٰی نے جواب دیا: محمد (ﷺ) سے بہتر ہم میں کون ہو سکتا ہے؟ ہمارے اموال اور ہماری جانیں سب کچھ محمد (ﷺ) پر قربان ہیں۔ یہ سن کر عقبہ بے بسی کی حالت میں واپس چلا گیا۔ [۲۷۰]

عقبہ بن ابی معیط کی کمینگی اور گراوٹ:

رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی جانے والی تکالیف میں کمینگی اور گراوٹ کی انتہاء کا ایک وہ واقعہ ہے جسے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے کچھ ساتھی بھی وہاں بیٹھے تھے۔ وہیں ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ ابو جہل کہنے لگا: "تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو بنو فلاں کو ذبح شدہ اونٹنی کی جیر (وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے) اٹھا لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائے تو اُس کی پشت پر رکھ دے، یہ سننا تھا کہ ایک انتہائی بد بخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور تھوڑی دیر میں غلاظت بھری جیر اٹھا لایا اور جونہی آپ سجدے میں گئے اُس نے یہ غلاظت بھری جیر آپ کے کندھوں کے درمیان پشت پر رکھ دی۔ پھر وہ خوب ہنسنے لگے۔ اتنے ہنسے کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ میں ناتواں تھا، کھڑا دیکھ رہا تھا اور خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کاش! مجھ میں قوت ہوتی (یا میرا قبیلہ مضبوط ہوتا تو میں یہ گندگی ہٹا دیتا)۔ اس وحشیانہ حرکت پر رسول اللہ ﷺ سجدے ہی کی حالت میں رہے، سر نہ اُٹھایا۔ ایک شخص آپ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس گیا اور انہیں صورتحال بتائی۔ وہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں۔ بھاگی بھاگی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے گندی جیر اُتار پھینکی اور مشرکین کو برا بھلا کہنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو ہاتھ اٹھا دیئے اور تین مرتبہ فرمایا:

Marfat.com

((اللهم! عليك بقريشٍ))[۲۷۱]

''اے اللہ! ان قریشیوں کو قابو کر۔''

جب مشرکین نے آپ کے الفاظ سنے تو اُن کی ہنسی رخصت ہوگئی اور ان پر آپ کی بد دعا کا خوف طاری ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

((اللهم! عليك بأبي جهل بن هشام، و عتبة بن ربيعة، و شيبة بن ربيعة، والوليد بن عتبه، و امية بن خلف، و عقبة بن ابي معيط و عمارة بن الوليد))[۲۷۲]

''اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اُمیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو تباہ و برباد فرما۔''

(راوی کہتا ہے) قسم اُس ذات کی جس نے محمد (ﷺ) کو سچا نبی بنا کر بھیجا! میں نے ان تمام مذکورہ اشخاص کو میدان بدر میں مرا ہوا دیکھا۔ بعد ازاں ان لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔

رُخ انور پر مٹی پھینکنے کی ناپاک جسارت:

نبی کریم ﷺ کو کڑی آزمائشوں کا مسلسل سامنا رہا۔ آپ ﷺ کے اذیت ناک مصائب میں اس وقت بڑی شدت پیدا ہوگئی اور قریش کی جرأت زیادہ بڑھ گئی جب آپ کے شفیق چچا سردار ابوطالب وفات پاگئے۔ آپ کا ارشاد ہے:

((ما زالت قريش كاعة مني حتى مات ابو طالب))[۲۷۳]

''جب تک ابوطالب زندہ تھے قریش میرے قریب نہیں آتے تھے۔''

وفات ابوطالب کے بعد ایک دفعہ مکہ کے احمقوں میں سے ایک احمق نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر مٹی پھینک دی۔ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں گھر تشریف لائے تو آپ کی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا چہرے سے مٹی صاف کرتے ہوئے رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

Marfat.com

((یابنیة! لا تبکین فان اللہ عزوجل مانعٌ اباك))[۲۷۴]

"اے میری بیٹی! مت رو کیونکہ اللہ عزوجل تیرے باپ کی حفاظت فرمانے والا ہے۔"

۲۔ نبی کریم ﷺ سے مشرکین کی قبیلہ جاتی رقابت اور حسد:

رسول کریم ﷺ چونکہ قبیلہ بنی ہاشم سے تھے، لہٰذا دیگر قبائل کے سرداران رقابت اور قبائلی حسد کے جذبہ کے تحت آپ کی نبوت کو (جوکہ بنی ہاشم کی شرافت اور فخر و مباہات کا باعث تھی) قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اس حوالے سے چند واقعات ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

ابوجہل کی رقابت اور حسد:

ابوجہل قبیلہ بنی مخزوم سے تھا جوکہ قبائل قریش میں سے ثروتمند ترین اور پرنفوذ ترین قبیلہ تھا۔ اس نے اس بات کو کھل کر بیان کیا: "ہم نے عبد مناف کے لڑکوں سے شرف و بزرگی کی خاطر جنگ کی، وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے، لہٰذا ہم نے بھی لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کر دیا۔ وہ لوگوں کے لئے سواری کا انتظام کرتے تھے، لہٰذا ہم نے بھی ایسا کیا۔ وہ لوگوں کو پیسہ دیتے تھے تو ہم نے بھی ایسا کیا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں برابر ہو گئے اور دو گھوڑوں کی طرح دونوں میں مسابقہ ہوا۔ اس وقت وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک پیغمبر (ﷺ) کے درجہ پر فائز ہوا جس کے اُوپر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے لہٰذا اب ہم کس طرح سے اس مرتبہ میں اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ خدا کی قسم ہم ہرگز اس پر ایمان نہ لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔"[۲۷۵]

اُمیہ بن ابی صلت کی باطل اُمیدیں:

اُمیہ بن ابی صلت جوکہ طائف کا بہت بڑا شاعر اور رئیس تھا اور پہلے حنفاء میں رہتا تھا اور اسی جذبہ کے تحت اس نے اسلام قبول نہیں کیا کہ وہ برسوں سے پیغمبر موعود کے انتظار میں

Marfat.com

تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ خود ایک حد تک اُمید لگائے بیٹھا ہوا تھا کہ وہ خود اس درجہ پر فائز ہو گا۔ لہٰذا اس نے جیسے ہی رسول کریم ﷺ کی بعثت کی خبر سنی، آپ کی پیروی سے کنارہ کش ہو گیا اور اس کی وجہ اس نے زنانِ ثقیف سے حیاء و شرم بتائی اور کہا:

"مدتوں سے ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہم پیغمبر موعود بنیں گے، اب کس طرح سے برداشت کریں کہ وہ ہم کو عبد مناف کے ایک جوان محمد (ﷺ) کا پیرو دیکھیں۔"[۲۷۶]

اُم جمیل بنت حرب کی شیطانی رقابت اور حسد:

ابولہب عبدالعزیٰ کی بیوی اُم جمیل بنت حرب بن اُمیہ، نبی کریم ﷺ کو اذیتیں دینے میں پیش پیش رہتی تھی۔ بنو اُمیہ اپنے رقیب بنو ہاشم سے بوجہ رقابت شدید عداوت رکھتے تھے۔ ابولہب اپنے خاندان بنو ہاشم کی حمایت کرنے کی بجائے اپنے سسرالیوں کی طرفداری کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی مسلسل مخالفت کرتا چلا آ رہا تھا۔ دونوں میاں بیوی ہر وقت آپ ﷺ کی تضحیک اور تکلیف رسانی میں لگے رہتے تھے۔ ایک طرف ابولہب آپ کے گھر میں غلاظت پھینکتا تھا تو دوسری طرف اُم جمیل خاردار جھاڑیاں اُٹھا لاتی اور جس راہ سے آپ ﷺ گزرتے تھے، اس رستے میں ڈال دیتی تھی۔[۲۷۷]

نیز گھر گھر میں کہتی پھرتی کہ محمد (ﷺ) کی بربادی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گی، اپنے گلے کا قیمتی ہار بیچنے کی نوبت آئے گی، تو بھی نہ چوکوں گی۔[۲۷۸]

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بارے میں سورۂ لہب نازل فرمائی:

{تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥}[۲۷۹]

"ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ نہ اُس کے مال نے اُسے کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ اُس کی کمائی نے۔ وہ ضرور بھڑکتی ہوئی آگ میں

Marfat.com

داخل ہوگا۔اور اس کی بیوی بھی جولکڑیاں ڈھونے والی ہے۔اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔"

سورۂ لہب کے نزول پر ابولہب مشتعل ہوگیا۔وہ اپنا غصہ نکالنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی دو صاحبزادیوں کو طلاق دلانے پر تُل گیا۔ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ابو لہب کے دو بیٹوں سے ہوا تھا۔سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا۔ابولہب نے اپنے بڑے بیٹے عتبہ سے کہا: اگر مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق دے دو۔اس طرح اس بد بخت نے آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق دلوادی۔[۲۸۰]

جب اُم جمیل کو معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں اس کی اور اس کے خاوند کی مذمت میں سورت نازل ہوئی ہے تو وہ طیش میں آگئی اور ایک بھاری پتھر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑی۔آپ اس وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔سیدنا ابو بکرؓ نے اُم جمیل کو دیکھا تو فوراً سمجھ گئے کہ وہ ناپاک ارادے سے آرہی ہے۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

"اے اللہ کے رسول! اُم جمیل آرہی ہے۔مجھے آپ کے بارے میں خوف لاحق ہے مبادا وہ آپ کو نقصان پہنچائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

{وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴿۴۵﴾}[۲۸۱]

"اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں۔"

اُم جمیل قریب پہنچی تو سیدنا ابو بکرؓ سے پوچھنے لگی:

"اے ابن ابوقحافہ! تمہارے ساتھی کا کیا معاملہ ہے؟ مجھے پتہ چلا ہے کہ اس

Marfat.com

نے میری ہجو کی ہے اور میرے بارے میں شعر کہے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے مل جائے تو میں اس پتھر سے اس کا منہ کچل دوں گی۔"

سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میرے ساتھی شاعر ہیں نہ شعروں کی کوئی سدھ بدھ رکھتے ہیں۔ نہ انہوں نے تیری کوئی ہجو کی ہے۔"

اُم جمیل بولی: کیا اس نے یہ نہیں کہا:

{فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝}

"اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔"

سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یہ جملہ انہوں نے نہیں کہا۔"

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکرؓ سے فرمایا:

"اس سے پوچھو، کیا اسے تمہارے علاوہ کوئی اور شخص نظر آرہا ہے؟ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ اللہ جل جلالہ نے میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے۔"

سیدنا ابو بکرؓ نے یہ بات اُم جمیل سے پوچھی تو وہ بولی: اے ابن ابو قحافہ! کیا تم مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! یہاں میں تمہارے علاوہ کسی کو موجود نہیں پاتی۔ پھر کہنے لگی: بھلا میری ہجو کون کر سکتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ میں قریش کے سردار کی بیٹی ہوں۔ اس کے بعد وہ یہ شعر پڑھتی ہوئی چلی گئی:

((مذمما عصينا وامره ابينا ودينه قلينا))

"ہم نے مذمم کی نافرمانی کی ہے، اس کی بات کا انکار کیا ہے اور اس کے دین سے بغض رکھا ہے۔"

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الا تعجبون كيف يصرف الله عني شتم قريش ولعنهم، يشتمون مذمما ويلعنون مذمما وانا محمدٌ))[۲۸۲]

"کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ نے مجھے قریش کی بدزبانی اور لعن طعن سے محفوظ فرما دیا ہے۔ قریش مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم کی ہجو کرتے ہیں اور

Marfat.com

میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔"

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ناپاک منصوبے

روَسائے قریش کا قتل نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے اتفاق:

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ روَسائے قریش حطیم میں جمع ہوئے۔ سب نے اپنے بتوں لات، عزّٰی، منات، نائلہ اور اساف کی قسمیں کھائیں اور اس بات پر اتفاق کیا کہ جوں ہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نظر آئیں، اسی وقت سب لوگ یکدم اُٹھ کھڑے ہوں اور فوراً اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک پیچھے نہ ہٹے جب تک کہ ہم انہیں قتل نہ کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اس گھناؤنے ارادے کا پتہ چل گیا۔ وہ روتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور واقعہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے وقار اور اطمینان سے فرمایا: میری بیٹی! مجھے وضو کراؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور ان لوگوں کے پاس حرم تشریف لے گئے۔ جب اُن سنگدلوں نے آپ کو دیکھا تو فوراً چلائے: لو، وہ آ گیا۔ لیکن یہ کہتے ہی ان کی آنکھیں جھک گئیں اور گردنیں لٹک کر سینوں سے لگ گئیں۔ وہ مبہوت ہو کر بیٹھ رہے۔ کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور کوئی بھی اپنے فاسد ارادے کے لئے نہ اٹھ سکا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر پر کھڑے ہو گئے، مٹھی بھر مٹی لی اور فرمایا:

((شاھت الوجوہ))

"چہرے بگڑ جائیں۔"

پھر آپ نے وہ مٹھی بھر مٹی ان لوگوں کی طرف اُچھال دی۔ جس جس پر بھی وہ مٹی پڑی، اُس کا حشر یہ ہوا کہ وہ بدر کے دن کفر کی حالت میں جہنم رسید ہو گیا۔ [۲۸۳]

قتل پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے ابوسفیان کی روانگی:

سورۂ مبارکہ لہب نازل ہوئی تو اُم جمیل غصے سے بے قابو ہو گئی۔ وہ فوراً اپنے بھائی ابو

Marfat.com

سفیان کے گھر گئی اور بولی: اے میرے بہادر بھائی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) نے میری ہجو کی ہے۔ ابوسفیان اپنی بہن کی بات سن کر بولا: میں ابھی اس کا بدلہ لے لیتا ہوں۔ اس نے اُسی وقت تلوار اٹھائی اور قتل نبی کے ارادے سے گھر سے چل دیا مگر وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد بدحواسی کے عالم میں تیزی سے بھاگتا ہوا واپس آ گیا۔ اُم جمیل نے پوچھا: کیا اُسے قتل کر آئے؟ ابوسفیان نے بڑی شرمندگی سے کہا: اے میری بہن! کیا تجھے یہ بات اچھی لگے گی کہ تیرے بھائی کا سر کسی اژدھے کے منہ میں جا پھنسے؟ اُم جمیل نے کہا: ہرگز نہیں! ابو سفیان بولا: بس وہ قیامت ہی کی گھڑیاں تھیں۔ [۲۸۴]

پتھر مار کر شہید کرنے کی ناپاک سازش:

رسول اللہ ﷺ کو بعض دفعہ ایسی شدید جسمانی تکلیف دی جاتی کہ آپ کو اپنی جان نکل جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ مشرکین طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر آتے تھے اور آپ کی جان کے درپے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ایک بھاری پتھر اُٹھا لایا اور یہ عہد کیا کہ جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائیں گے تو اُن کا سر کچل دوں گا۔ وہ اسی انتظار میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ علی الصبح گھر سے نکلے اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے لگے۔ ادھر قریش اپنی اپنی مجلسوں میں چوکس ہو کر بیٹھ گئے اور ابوجہل کی کارروائی کا انتظار کرنے لگے۔ جونہی آپ سجدے میں گئے، ابوجہل نے پتھر اٹھا لیا اور آپ کی طرف لپکا، لیکن جیسے ہی وہ آپ کے قریب پہنچا، بُری طرح بدحواس ہو کر پلٹ آیا۔ اس کا رنگ پیلا اور اس کا خون خشک ہو گیا تھا۔ مشرکین کے دریافت کرنے پر بولا:

> ”میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان اُونٹ حائل ہو گیا۔ اللہ کی قسم! اس جیسی بڑی کھوپڑی، اس جیسی لمبی گردن اور اس جیسے بڑے بڑے خوفناک دانتوں والا اونٹ میں نے کبھی نہیں دیکھا، وہ اونٹ مجھے نگل جانا چاہتا تھا۔“ [۲۸۵]

ایک اور موقع پر ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ ابو جہل نے آپ ﷺ سے دشنام طرازی کے علاوہ برا سلوک بھی کیا۔ آپ نے سکوت اختیار

Marfat.com

فرمایا اور اُس کی بدتمیزی اور برے سلوک کے جواب میں اسے کچھ نہ کہا۔ لیکن اس بدبخت نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر ایک پتھر دے مارا جس کی ضرب سے آپ کے سر مبارک سے خون بہہ نکلا۔ [۲۸۶]

مخالفین کی یلغار اور ایک جانثار کی شہادت:

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو علی الاعلان اسلام کی دعوت دینے کا حکم ملا تو آپ حرم کعبہ پہنچے اور دعوت عام کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قولوا: لا اله الا الله، تفلحوا))

"اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو، فلاح پا جاؤ گے۔"

قریش نے یہ ارشاد سنتے ہی آپ ﷺ پر حملہ کر دیا اسی دوران ایک فریاد سنائی دی، جسے نبی کریم ﷺ کے پروردہ سیدنا حارث بن ابی ہالہؓ نے سنا۔ وہ فوراً نبی کریم ﷺ کو بچانے کے لئے دوڑے۔ رُکن یمانی کے پاس ان کی قریش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کے لئے بے تابی سے آگے بڑھے۔ قریش نے انہیں گھیر لیا اور بہت مارا۔ اسی تشدد کے دوران وہ شہید ہو گئے۔ یہ پہلا خون تھا جو دین اسلام کے لئے بے دریغ بہا دیا گیا۔ [۲۸۷]

نضر بن حارث کی سفاکانہ کوشش:

نضر بن حارث، نبی کریم ﷺ کو اذیتیں دینے میں پیش پیش رہتا تھا۔ متعدد مواقع پر آپ کو تکلیف پہنچانے میں اس نے بڑی تیزی اور دلیری دکھائی لیکن ہمیشہ حسرت و یاس کے ساتھ نامرادی ہی اس کا مقدر بنی۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت، الحجون کی گہری گھاٹی میں اس نے آپ کو تنہا دیکھ لیا اور سوچا کہ یہ بہترین موقع ہے کہ میں بے خبری کے عالم میں آپ کو قتل کر دوں۔ یہ سوچ کر وہ آپ کے پیچھے چل دیا۔ پھر اچانک خوفزدہ ہو کر اپنے گھر پلٹ آیا۔ رستے میں ابو جہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ نضر بولا: میں محمد (ﷺ) کا پیچھا کر رہا تھا کہ اُسے تنہائی میں دھوکے سے قتل کر دوں۔ اچانک میں

Marfat.com

نے ایک کالا زہریلا ناگ دیکھا، وہ میرے سر کے اوپر اپنا جبڑا پھاڑ کر پھنکار رہا تھا۔ میں بری طرح گھبرا گیا اور لوٹ آیا۔ بدبخت ابوجہل کہنے لگا: یہ واقعہ اُس کے جادو کی وجہ سے پیش آیا ہے۔[۲۸۸]

ابوجہل کی دشنام طرازیاں اور قاتلانہ حملے:

ایک دفعہ ابوجہل نے سرداران قریش سے پوچھا: محمد (ﷺ) آپ لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہے؟ یعنی بیت اللہ میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! بیشک ایسا ہی ہے۔ ابوجہل نے کہا: لات وعزّٰی کی قسم! اگر میں نے اسے سجدے کی حالت میں دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا۔ تھوڑی ہی دیر میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابوجہل اپنا مذموم ارادہ پورا کرنے کے لئے فوراً اٹھا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھا لیکن پھر اچانک دہشت زدہ ہو کر بڑی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگا۔ وہ بہت خوفزدہ تھا اور اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے آپ کو بچانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ سردارانِ قریش نے اپنے رئیس کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے حیرانی سے پوچھا: ارے! تمہیں کیا ہوا؟ ابوجہل نے بتایا: میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق اور (فرشتوں کے) پر تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لو دنا منی لا ختطفته الملائكة عضوا عضوا))[۲۸۹]

"اگر وہ میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کے بدن کے ایک ایک عضو کو اُچک لیتے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

"اگر وہ اپنے مجلسی مددگاروں کو بلاتا تو اللہ کے زبانیہ فرشتے اُن کا کام تمام کر دیتے۔"[۲۹۰]

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

{كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝٦ أَنْ رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝٧}[۲۹۱]

Marfat.com

''سچ مچ! انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے۔''

عقبہ بن ابی معیط کا گھناؤنا اقدام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے صحن میں نماز میں مشغول تھے کہ سجدے کی حالت میں عقبہ بن ابی معیط نے گردن مبارک پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور اتنی شدت سے دبایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔[۲۹۲]

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا۔ اس نے آپ کی گردن کے گرد کپڑا لپیٹ دیا اور اسے بل دے کر آپ کا گلوئے مبارک کو بہت شدت سے دبانے لگا کہ اتنے میں سیدنا ابو بکرؓ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے فوراً عقبہ کو دھکا دیا۔ آپ کو چھڑایا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

{اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ}[۲۹۳]

''کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرنے پر تلے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔''

لوگ پوچھنے لگے: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھڑانے والا کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) مجنون ہے۔[۲۹۴]

۴۔ مشرکین کے تمسخر، بیہودہ بکواس اور طعنوں کا محاذ

اُم جمیل اور ابولہب کے رُوح فرسا طعنے:

ظالم مشرکہ اُم جمیل ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعنے دیا کرتی تھی۔ اس کے ایک طعنے کا حال سیدنا جندب بن سفیانؓ نے بتلایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((اشتكىٰ رسول الله صلى اله عليه و آله وسلم فلم يقم ليلتين او ثلاثا، فجات امراةٌ، فقالت: يا محمد! انى لارجو ان يكون شيطانك قد تركك، لم اره قربك منذ ليلتين او

Marfat.com

ثلاثا، فانزل الله عزوجل...))[۲۹۵]

''رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے۔ اس وجہ سے آپ دو یا تین راتیں قیام نہ فرما سکے۔ ایک عورت (اُم جمیل) آئی اور کہنے لگی: ''اے محمد (ﷺ)! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے کیونکہ اسے میں نے دو یا تین راتوں سے نہیں دیکھا کہ وہ تمہارے پاس آیا ہو۔'' اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ ضحیٰ نازل فرما دی۔''

{وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣}[۲۹۶]

''قسم ہے چاشت کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔''

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ {وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝٢١٤} نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے ابنائے عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ سب کی تعداد پینتالیس تھی۔ ابولہب نے جلدی میں کہا:

''اے میرے بھتیجے! میں نے تم سے پہلے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اپنے خاندان اور اپنی قوم کے لئے اس سے بڑا شر لایا ہو جو تم لائے ہو۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور اس مجلس میں کوئی بات نہیں کی۔ کئی دنوں تک آپ مغموم و مہموم رہے۔ اس لیے کہ ابولہب کی بات آپ پر بہت گراں گزری تھی۔ پھر ایک دن سیدنا جبریل علیہ السلام آئے اور آپ کو اللہ کے حکم کے مطابق کر گزرنے کا حکم دیا اور آپ کی ہمت افزائی کی۔ آپ نے ان سب کو دوبارہ جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے شفیق چچا سردار ابوطالب اور دیگر لوگوں نے اپنی حمایت کا اعلان کیا مگر ابولہب نے آپ کی بات سننے کے بعد کہا:

''کیا اسی لیے تم نے ہمیں جمع کیا ہے؟ پورا دن تم پر بربادی اُترتی رہے۔''[۲۹۷]

بدبخت ابولہب جب رسول اللہ ﷺ کو عرب کے قبیلوں میں سے کسی قبیلے کے پاس دیکھتا تو آپ کے بارے میں چیخ چیخ کر کہتا تھا: یہ صابی ہے اور بڑا جھوٹا ہے۔[۲۹۸]

Marfat.com

زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ اور اُن کے ساتھیوں کا استہزا:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں زمعہ بن اسود، نضر بن حارث، اسود بن عبد یغوث، ابی بن خلف اور عاص بن وائل یکبارگی آ دھمکے اور کہنے لگے: اے محمد (ﷺ)! کاش تمہارے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا جو تمہاری طرفداری میں بات کرتا جسے لوگ براہ راست سنتے اور دیکھتے۔[۲۹۹]

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

{وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۝۸ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝۹}[۳۰۰]

"اور ان لوگوں نے کہا کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اُتارتے تو سارا معاملہ ہی ختم ہو جاتا، پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اس (نبی) کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو پھر بھی ہم اسے انسان ہی کی شکل میں بھیجتے اور (تب بھی) ہم انہیں اسی شبہے میں ڈالتے جس میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں۔"

اسی طرح ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ، ولید بن مغیرہ، اُمیہ بن خلف اور ابو جہل کے قریب سے گزرے تو انہوں نے آپ کو بُرے القابات سے پکارا اور آپ سے استہزا کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے پریشان ہوئے تو ظالموں کے اس قبیح فعل پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:[۳۰۱]

{وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۴۱}[۳۰۲]

"اور (اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا تھا۔ پھر ان میں سے جن لوگوں نے مذاق کیا تھا، انہیں اس عذاب نے آ گھیرا جس کا وہ

Marfat.com

مذاق اڑاتے تھے۔"

عاص بن وائل سہمی کا اولاد نرینہ سے محرومی کا طعنہ:

عاص بن وائل سہمی ان زہریلے کلمات کی گونج مکہ کی گلیوں میں سنائی دینے لگی۔ وہ کہتا پھرتا تھا:

"محمد (ﷺ) کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ تو ایک دم بریدہ بے اولاد آدمی ہے کوئی اس کے پیچھے رہنے والا نہیں۔ اس کے مرتے ہی اس کی یاد تک فراموش ہو جائے گی اور تم اس کے جھنجھٹ سے نجات پا جاؤ گے۔"

یہ طعنہ عرب میں فی الواقع کچھ معنی بھی رکھتا تھا مگر عاص بن وائل جیسوں کا ادراک یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام جیسی ہستیوں کی اصل اولاد اُن کے عظیم الشان کارنامے ہوتے ہیں۔ اُن کے دماغوں سے نئے ادوار تہذیب جنم لیتے ہیں اور ان کی دعوت و تعلیم کی وراثت سنبھالنے اور ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اُن کے رفقاء اور پیروکار گروہ در گروہ موجود ہوتے ہیں اور یہ جس خیر کثیر کو لے کر آتے ہیں اس کی قدر و قیمت کسی نرینہ اولاد کے بڑے سے بڑے لشکر سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔[۳۰۳]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورۂ کوثر نازل فرما دی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

{اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣}[۳۰۴]

"(اے محمد، ﷺ)! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔"

نبیہ، منبہ اور ابن عطلیہ کی واہیات باتیں اور کٹ حجتیاں:

نبیہ اور منبہ، دونوں حجاج سہمی کے فرزند تھے اور نبی کریم ﷺ کے شدید مخالف تھے۔ آپ کو برا بھلا کہنا اور آپ پر آوازے کسنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

سے کہنے لگے:

"کیا اللہ کو تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسالت سے سرفراز کرتا۔ تمہارے علاوہ بہت سے تجربہ کار، پختہ عمر والے اور خوشحال لوگ بھی تھے۔ اُنہیں کیوں نہ مبعوث کیا گیا؟ اگر تم سچے ہو تو ایک فرشتہ لاؤ جو تمہارے تصدیق کرے اور ہر موقع پر تمہارے ساتھ رہے۔"[۳۰۵]

جب ان سے کہا جاتا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کی گستاخانہ باتیں نہ کرو اور سچائی قبول کرلو تو اس پر یہ کہتے:

"یہ کسی مجنون کا شاگرد ہے جو اسے اہل کتاب کے قصے کہانیاں بتاتا ہے اور پھر یہ ہمیں سنا دیتا ہے۔"[۳۰۶]

حکم بن ابی العاص، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آپ کی نقلیں اُتارتا اور عجیب و غریب قسم کی شکلیں بناتا۔[۳۰۷]

اسی طرح ابن عطلیہ حارث بن قیس سہمی، رسول اللہ ﷺ پر طعن و تشنیع کرتا، آپ کا مذاق اڑاتا اور خوبصورت پتھروں کی عبادت کرتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا پھرتا:

"محمد (ﷺ) نے اپنے ساتھیوں کو دھوکہ دے رکھا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ اللہ کی قسم! ہمیں صرف موجودہ زمانہ ہی ہلاک کرنے والا ہے۔ دوبارہ زندگی کا کوئی امکان نہیں۔"[۳۰۸]

خلف کے بیٹوں کے زہریلے کلمات:

اُمیہ بن خلف بن وہب، نبی کریم ﷺ سے انتہائی گستاخانہ سلوک کرتا تھا۔ وہ آپ سے مذاق کرتا، آپ کو برے برے القابات سے پکارتا، پھر آنکھیں میچ میچ کر اشارے کرتا اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ سے بدسلوکی پر اکساتا۔[۳۰۹]

اُس اللہ کے دشمن نے نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوکنے کی بھی جسارت کی۔[۳۱۰]

Marfat.com

دوسری جانب اس کا دوسرا بھائی اُبی بن خلف بن وہب، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی میں اپنے بھائی کے سنگ تھا۔ وہ ایک دن شیخی بگھارنے لگا: اللہ کی قسم! میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ اُسے روزانہ ایک فرق دانہ کھلاتا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ اس گھوڑے پر بیٹھ کر میں محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو اُبی بن خلف کے اس ناپاک ارادے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا:

((بل انا اقتله ان شاء الله))[۳۱۱]

"بلکہ ان شاء اللہ! اُسے تو میں ہی قتل کروں گا۔"

اخنس بن شریق کے گھناؤنے خصائل:

ابو ثعلبہ ابی بن شریق ثقفی، اخنس کے نام سے معروف تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے خلاف باتیں کرنا اس کی عادت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے کفر اور خصائل مذمومہ کو واضح کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں:[۳۱۲]

{وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ۝١٣}[۳۱۳]

"اور آپ ہر جھوٹی قسمیں کھانے والے ذلیل آدمی کی بات نہ مانیں۔ جو طعنے دینے والا، انتہائی چغل خور ہے۔ بھلائی سے روکنے والا، حد سے گزرنے والا، سخت گناہ گار اور اجڈ ہے۔ مزید برآں حرام زادہ ہے۔"

ابو جہل کا قرآن کریم کا مذاق اڑانا:

ابو جہل کتاب اللہ کا بھی مذاق اُڑاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو جہل اور دیگر کفار کو ڈرانے کے لئے زقوم (تھوہر) کے درخت کا ذکر فرمایا:

{ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝٥١ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝٥٢}[۳۱۴]

"پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! تھوہر کے درخت سے ضرور کھاؤ گے۔"

Marfat.com

اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا: اے گروہ قریش! کیا تم جانتے ہو کہ وہ زقوم نامی درخت کیا ہے جس کے بارے میں محمد (ﷺ) تمہیں ڈراتا ہے؟ قریش نے جواب دیا: ہمیں تو زقوم کا کوئی علم نہیں۔

ابوجہل بولا:

((عجوۃ یثرب بالزبد))

''وہ یثرب کی کھجور عجوہ ہے جسے بالائی لگا کر پیش کیا جائے گا۔''

اور کہنے لگا کہ ہم تو اسے وہاں خوب مزے لے لے کر کھائیں گے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں: [۳۱۵]

{اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾} [۳۱۶]

''بے شک تھوہر کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔ یہ پگھلے تانبے (تلچھٹ) کے مانند پیٹ میں کھولے گا۔ جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔''

مشرکین کی ناپاک تدبیروں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) ان غم انگیز واقعات کا کون استقصا کرے، کوئی شریف انسان اور منصف مزاج آدمی ان واقعات کو پڑھ کر غم و رنج کے اتھاہ سمندر میں ڈوبے بغیر نہیں رہ سکتا، مگر اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اسی مالک حقیقی کا اشارہ پا کر یہ سب کچھ برداشت کیا اور اپنے منصبی فرائض کی ادائیگی میں بجان و دل مشغول رہے۔ [۳۱۷]

(۲) رسول کریم ﷺ نے ایسی آزمائشوں، اذیتوں اور مشقتوں کا سامنا کیا جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں اور یہ تمام تکالیف آپ کے مرتبۂ رسالت کے مطابق تھیں۔ اس لیے آپ اپنے پروردگار کے ہاں بلند مرتبے اور مقام محمود کے مستحق ٹھہرے۔ آپ

Marfat.com

نے یہ سب تکالیف اس لیے برداشت کرلیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں بھی سابقہ اُمتوں پر آنے والا عذاب گھیر لے اور سب تباہ و برباد ہو جائیں اور اس طرح آنے والے داعیوں اور مصلحین کے لئے اُسوہ مہیا ہو جائے۔ اسی لیے آپ کو پہنچنے والی تکالیف آزمائش و مشقت میں سب سے بڑھی ہوئی تھیں اور دعوت کے میدان میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔[۳۱۸]

(۳) جب رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ قریش مکہ نے آپ کو قتل کرنے کا عہد و پیمان کرلیا ہے تو آپ صفا کی جانب دروازے سے نکل گئے۔ اس موقع پر سیدنا جبرائیل علیہ السلام آگئے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کریں۔ زمین کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کرے اور پہاڑوں کو بھی حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کریں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آسمان کو حکم دیجیے وہ ان پر عذاب نازل کرے، چاہیں تو زمین کو حکم دیجیے کہ وہ انہیں نگل جائے۔ پہاڑوں کو حکم دیجیے کہ وہ ان پر گر کر انہیں مسل ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ میری اُمت پر اس (عذاب) کو مؤخر رکھے، شاید اللہ تعالیٰ انہیں توبہ و استغفار کا موقع نصیب فرمائے۔"[۳۱۹]

(۴) جب رسول کریم ﷺ نے اپنی دعوت کا برملا اظہار کیا، اس وقت سے مشرکین مکہ آپ کو مسلسل تکلیفیں دے رہے تھے۔ سیرت نگاروں نے رسول کریم ﷺ کا مذاق اُڑانے والے اور آپ کو موردِ استہزاء قرار دینے والوں کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے جن میں اسود بن عبدالمطلب بن اسد، اسود بن عبد یغوث بن وہب زہری، ابو جہل، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، اخنس بن شریق، ابی بن خلف، ولید بن مغیرہ مخزامی، عاص بن وائل سہمی اور حارث بن طلاطلہ خزاعی وغیرہ شامل ہیں۔ مشرکین قریش نے اپنی تمام کوششیں صرف کیں تاکہ آپ ﷺ کو مکہ کے لوگوں کی نظروں میں گرا دیں، معاشرہ میں تنہا کر دیں لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا کے مصداق اسلام

Marfat.com

روز بروز پھیلتا رہا۔ آپ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹنے کا اندازہ ان آیات کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے جو اس دور ابتلاء میں نازل ہوئیں اور جن میں آپ کو صبر و استقامت کا دامن تھامنے اور اس کے اسباب اختیار کرنے کی تلقین کی گئی۔ غمزدہ ہونے سے روکا گیا اور سابق انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص اور امثال بیان کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰}[۳۲۰]

"اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے غم نہ کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝۷۰}[۳۲۱]

"اور (اے نبی)! آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ ہی جو وہ مکر و فریب کر رہے ہیں (اس پر) تنگ دل ہوں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے پیغمبروں کی مثال بیان کرتے ہوئے یوں تسلی دی:

{مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ط اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝۴۳}[۳۲۲]

"آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا، بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی۔"

(۵) رحمت عالم ﷺ ان ناپاک سفاکیوں کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت فرماتے رہے، ہیبتناک دھکیاں کردار نبوت کے کوہِ گراں کو متزلزل نہ کر سکیں۔ پھر اللہ سے کوئی شکوہ نہیں کیا، ہمت نہیں ہاری، اور کوئی ایسی بات نہیں ہونے دی جس سے مشرکین مکہ تبلیغ کے سلسلے میں آپ کو بزدل کہہ سکیں، آپ ان حوادث کے مقابل صبر و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ اسی صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد فرمائی۔ آپ کو اور آپ کے دین کو عزت عطا فرمائی اور مشرکین کو ذلت سے دوچار کیا۔ یقیناً مسلمانوں کے لئے عصر حاضر کی زہرہ گداز تکلیفوں میں عبرت و بصیرت کا سبق موجود ہے۔

Marfat.com

(۶) اُمت مسلمہ کے وہ افراد جو حق کے سلسلے میں ستائے جاتے ہیں، گالیاں سنتے ہیں اور گھبرا کر دل برداشتہ ہونے لگتے ہیں، ان کے لیے ان واقعات میں یہ سبق بھی ہے کہ حق کی راہ میں صبر و استقامت سے کام لیں اور حق کی حمایت کے مقابلے میں مشکلات اور تکلیفوں کو خاطر میں نہ لائیں، کیونکہ جب ہمارے آقا و مولا سید المرسلین ﷺ کو معاف نہ کیا گیا اور آپ کے ساتھ اس طرح کا وحشیانہ سلوک روا رکھا گیا تو پھر ہم غلامانِ محمد (ﷺ) کس گنتی میں ہیں۔ [۳۲۳]

یہود کی شیطنت و شرارت اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ

ہجرت مدینہ کے بعد بھی نبی کریم ﷺ پر اذیت اور ابتلاء کا دور ختم نہ ہوا بلکہ ایک نیا انداز اختیار کیا گیا۔ نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے، عداوت کی آگ مکہ والوں سے تجاوز کرتے ہوئے مدینہ کے قرب و جوار کے یہودیوں، منافقوں اور ان کے حلیفوں تک پھیل گئی۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل مدینہ منورہ کے یہود، اوس اور خزرج کو زک دینے کے منصوبے بنا بنا کر آنے والے نبی کی فوری آمد کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرت ﷺ کی نبوت کا آفتاب طلوع ہو گیا تو انہوں نے یکا یک پینترا بدل کر انکار و سرکشی کی روش اختیار کر لی۔ اُن سے جب اس تبدیلی کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے اپنے ایک بزرگ سلام بن مشکم کو آگے کر دیا۔ وہ کہنے لگا:

> ''محمد (ﷺ) اپنے ساتھ ایسی نشانی نہیں لائے جس کے ذریعے ہم انہیں بحیثیت نبی کے پہچان سکتے لہٰذا یہ وہ شخص نہیں ہے جس کا ہم تم سے تذکرہ کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے۔'' [۳۲۴]

یہود مدینہ نے رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات سے فیضیاب ہونے اور راہ حق پانے کا نادر موقع گنوا دیا اور اپنی پست فطرت کے چہرے سے سارے نقاب الٹ دیئے۔ یہودی قبائل جو اسلام اور رسول اسلام ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھے اُن میں بنونضیر، بنوثعلبہ، بنوقینقاع، بنوقریظہ، بنوزریق، بنوحارثہ، بنوعمرو اور بنونجار سرفہرست ہیں۔ یہ وہ یہودی تھے جو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے دشمنی اور شر پھیلانے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں آگے آگے تھے۔[۳۲۵]

۱۔توہین آمیز طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنا

یہود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بے ادبی سے پیش آتے تھے۔انہوں نے آپ کو سلام کرنے کا نہایت توہین آمیز اور اذیت ناک طریقہ اختیار کرلیا۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:

((السام علیك یا ابا القاسم!))

"اے ابوالقاسم! تمہیں موت آئے۔"

میں نے جواب میں کہا: تمہی کو موت آئے اور اللہ تمہارا برا کرے۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مه یا عائشة! فان الله لا یحب الفحش ولا التفحش))

"عائشہ! اس طرح مت کہو۔اللہ بیہودگی اور بیہودہ گو بننے کو پسند نہیں فرماتا۔"

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ بھی تو آپ دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((الست ترینی ارد علیهم ما یقولون؟ واقل: وعلیکم))

"کیا تم نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں نے اُن کا کہا اُنہی پر لوٹا دیا ہے؟ اور کہہ دیا ہے: وعلیکم (اور تمہیں بھی)"[۳۲۶]

پھر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

{اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

Marfat.com

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸}[۳۲۷]

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیاں کرنے سے روکا گیا تھا، پھر وہ اس چیز کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انہیں روکا گیا تھا اور وہ گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں۔ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو اس کلمے کے ساتھ سلام کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کے ساتھ آپ کو کبھی سلام نہیں کیا۔ اور وہ اپنے دل میں کہتے ہیں: اللہ ہمیں اس کی وجہ سے کیوں عذاب نہیں دے دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ ان کے لئے جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے، پس وہ (کس قدر) بُرا ٹھکانہ ہے۔''

۲۔ رسول اللہ ﷺ کو یہود کا گالی دینا

یہود مدینہ کی رسول کریم ﷺ سے دشمنی اور اسلام کے ساتھ گھناؤنا کردار اس واقعے سے بھی نمایاں ہوتا ہے کہ جب آپ مسلمانوں کو کوئی ایک قرآنی آیت یا متعدد آیات تلاوت کر کے سناتے جن میں اسلام کے نئے امور واحکام ہوتے تو مسلمان رسول کریم ﷺ سے عرض کرتے تھے: ((رَاعِنَا)) ہم سے رعایت (نرمی) کیجئے، یعنی ہمارا انتظار کیجئے حتیٰ کہ ہم آپ کی بات سمجھ لیں یا یاد کر لیں۔ اسی سے ملتا جلتا عبرانی یا سریانی زبان کا ایک لفظ ((راعینا)) ہے جسے یہود اپنی زبان میں گالی دینے کے لئے استعمال کرتے تھے، اس کے معنی ہیں: ''سن کر بھی نہ سمجھنے والا۔'' جب یہود نے مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے لئے لفظ ((رَاعِنَا)) استعمال کرتے دیکھا تو انہیں اپنی بدنیتی پوری کرنے کا موقع مل گیا اور وہ آپ کو ((راعینا)) کہہ کر پکارنے لگے۔ اس سے ان کا مقصد گالی دینا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے یہ الفاظ سنے تو کہا: او اللہ کے دشمنو! تم پر اللہ کی لعنت۔ اگر اب تم میں سے کسی شخص کو میں نے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ سے مخاطب کر رہا ہے تو میں یقیناً اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔ انہوں نے کہا: کیا خود تم یہ لفظ نہیں کہتے؟ پھر اس بارے میں آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں مومنین

Marfat.com

کو اس لفظ کے استعمال کی ممانعت کر دی گئی۔[۳۲۸]

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾}[۳۲۹]

''اے ایمان والو! تم (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) ''راعنا'' نہ کہا کرو، بلکہ ''انظرنا'' کہو (یعنی ہماری طرف دیکھیے) اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کی کوشش

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ یہود بنی زُریق میں سے ایک شخص لبید بن عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے فلاں کام کر لیا ہے، حالانکہ وہ کام آپ نے نہ کیا ہوتا حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ آپ مسلسل دعا کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اس نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے؟ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک فرشتے نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا: لبید بن عاصم نے۔ پوچھا: کس چیز کے ذریعے؟ جواب دیا: کنگھے اور سر کے بال کے ذریعے جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے سوال کیا: یہ جادو ہے کہاں؟ جواب دیا: ذروان کے کنویں میں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ کنویں پر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو فرمایا:

((یا عائشة! کان ماء ها نقاعة الحناء وکان رؤس نخلها رؤس الشیاطین))

''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطان کے سروں کی طرح تھے۔''

Marfat.com

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے کھولا کیوں نہیں؟
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قد عافانی اللہ فکرھت ان اثیر علی الناس فیہ شرًا))

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی، اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ کسی دوسرے پر اس کی برائی ڈالوں۔''

پھر آپ نے اس کی تدفین کا حکم دیا اور اسے دفن کر دیا گیا۔[۳۴۰]

۴۔ تحویل کعبہ اور مخالفت کا طوفان:

نبی کریم ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی سولہ ماہ تک دل میں قبلہ کی تبدیلی کا انتظار لیے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق رجب یا شعبان دو ہجری کا واقعہ ہے کہ آپ بشر بن براء بن معرورؓ کے ہاں دعوت پر تھے وہاں نماز ظہر کا وقت آ گیا اور آپ نما پڑھانے لگے۔ تیسری رکعت میں یکا یک اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہو گیا:

{فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ}[۳۴۱]

''لو ہم تمہیں اسی قبلے کی طرف پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد الحرام کی طرف رُخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں بھی تم ہو اُسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرو۔''

اس حکم کے سنتے ہی سرور دو عالم ﷺ اور آپ کے مقتدیوں نے نماز ہی میں اپنے چہروں کے رخ نئے قبلہ کی طرف پھیر دیئے۔ یہ ایسی تبدیلی نہ تھی جس پر کوئی ہنگامہ نہ ہوتا اور طرح طرح کی چہ مہ گوئیاں نہ ہوتیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا تھا:

{سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ}[۳۴۲]

Marfat.com

"نادان اور حقیقت نا آشنا لوگ قیل وقال کا طوفان اٹھادیں گے کہ ان لوگوں نے کس سبب سے قبلہ بدل ڈالا۔"

کج بحثیاں شروع ہوگئیں۔ مشرکین کہنے لگے ہمارا قبلہ اختیار کرلیا ہے تو آہستہ آہستہ ہمارے مذہب کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔ یہود کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) نے ہماری مخالفت کے جوش میں قبلۂ انبیاء کو چھوڑ دیا ہے، حالانکہ یہ نبی ہوتے تو کبھی بھی اس قبلہ کو نہ چھوڑتے۔ منافقین پکار اٹھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا محمد (ﷺ) کا صحیح قبلہ کدھر ہے۔ لیکن جو اہل ایمان تھے انہوں نے کہا:

"ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی اور ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے۔" [۳۴۳]

تحویل کعبہ کے سلسلے میں جب طنز وتضحیک اور چھچھورا پن اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴿۹۷﴾} [۳۴۴]

"بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لئے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے اس کو خیر وبرکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم (علیہ السلام) کا مقام عبادت ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہوگیا۔ لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تمام دُنیا والوں سے بے نیاز ہے۔"

Marfat.com

۵۔ یہود کی کٹ حجتی اور بدتمیزیاں:

رافع بن حریملہ اور وہب بن زید، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"اے محمد (ﷺ)! ہمارے سامنے لکھی لکھائی کتاب لاؤ جسے آسمان سے ہمارے اوپر اُتارو اور ہم بطورِ خود پڑھیں، اور ہمارے سامنے چشمے جاری کر دو۔ پھر، ہم تمہارے پیچھے چلیں گے اور تمہاری صداقت کی گواہی دیں گے۔"[۳۴۵]

اسی رافع بن حریملہ نے یہ تقاضا بھی کیا:

"اے محمد (ﷺ)! اگر تم اللہ کے رسول ہو جیسے کہ تم خود کہتے ہو تو ذرا اللہ سے کہو کہ وہ ہم سے بات کرے یہاں تک کہ اُس کی بات ہم خود سن لیں۔"[۳۴۶]

اجتماعی طور پر یہودیوں کی بدتمیزیاں ایک مطالبے کی شکل اختیار کر گئیں اور اُنہوں نے سرورِ دو عالم ﷺ سے کہنا شروع کر دیا:

"آخر یہ کیا جھمیلا ہے کہ اللہ تمہاری طرف ایک فرشتہ در پردہ بھیجتا ہے اور بالا ہی بالا تم تک اپنی بات پہنچا دیتا ہے۔ وہ ہمارے سامنے آ کر کیوں براہ راست بات نہیں کرتا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ وہ زمین پر اُترے، آنکھوں سے دکھائی دے اور ہمارے سامنے کہے کہ یہ اور یہ میرے احکام ہیں، ان کو مانو اور یہ شخص میرا پیغمبر ہے اس کا دامن تھام کر چلو۔ یہ نہیں تو کم از کم اتنا ہی کرے کہ کوئی صریح اور قاطع نشانی بھیج دے جس کے بعد کسی کی مجال ہے انکار کرے کہ تم اس کے نبی نہیں اور قرآن اس کا کلام نہیں۔"[۳۴۷]

۶۔ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی مذموم سازشیں:

یہود نے انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ جس قدر وحشیانہ سلوک کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس بارے میں قرآن کریم کی یہ شہادت کافی ہے:

{اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝۸۷}[۳۴۸]

Marfat.com

''(اے بنی اسرائیل) جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ باتیں لے کر آیا جو تمہاری خواہشوں کے خلاف تھیں تو تم نے تکبر کیا، پھر تم نے ایک فریق کو جھٹلایا اور دوسرے فریق کو قتل کرتے رہے۔''

یہود کی جانب سے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سفاکانہ سازشوں میں سے دو واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ اس وقت پیش آیا جب مسلمانوں نے خیبر فتح کرلیا تو سلام بن مشکم یہودی کی بیوی اور مرحب کی بہن زینب بنت حارث نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اسے یہ معلومات مل گئیں تھیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ قبول نہیں فرماتے، ہدیہ قبول کرلیتے ہیں اور آپ کو بکری کے بازو (دستی) کا گوشت زیادہ پسند ہے، لہٰذا اس نے دستی کو خوب زہر آلود کرنے کے بعد بھنی ہوئی بکری، رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ ایک صحابی سیدنا بشر بن البرائؓ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دستی کا ٹکڑا لے کر چبایا، بشرؓ نے بھی اسی طرح کیا اور گوشت کا ٹکڑا نگل لیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے نہیں نگلا بلکہ پھینک دیا، پھر آپ نے اس یہودیہ زینب بنت حارث کو بلا کر تحقیق فرمائی تو اس نے اعتراف جرم کرلیا۔ آپ نے پوچھا: تمہیں اس کام پر کس چیز نے اُکسایا؟ اُس نے کہا: جو کچھ آپ نے میری قوم کے ساتھ کیا ہے، وہ آپ پر مخفی نہیں۔ میں نے چاہا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہم آپ سے خلاصی پائیں اور اگر آپ نبی ہیں تو عنقریب آپ کو خبر کر دی جائے گی۔ آپ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا بلکہ اُسے معاف کر دیا۔

بشر بن البرائؓ ایک سال تک اس زہر کے عواقب کی وجہ سے شدید تکلیف میں مبتلا رہے اور اسی زہر کے نتیجے میں وفات پا گئے تو زینب بنت حارث کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اسی تکلیف کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے اپنی رحلت کے وقت اس موقع پر کیا جب اُم بشر رضی اللہ عنہا آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما زلت اجد من الاكلة التى اكلت بكيبر فهذا اوان قطعت ابهرى))[۳۴۹]

Marfat.com

''جو لقمے میں نے خیبر میں کھائے تھے، میں ہمیشہ اُن کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں، اب یہ وقت آگیا ہے کہ اُنہوں نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔''

اسی لیے مسلمان سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موت شہادت کی موت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا۔

دوسری بار یہود نے رسول کریم ﷺ کو پتھر سے شہید کرنے کی منصوبہ بندی اُس وقت کی جب بنونضیر میں سے ایک شخص عمرو بن امیہ ضمری نے بنوعامر کے دو اشخاص کو قتل کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ بنونضیر کی طرف سے ان مقتولین کی دیت میں مدد طلب کرنے تشریف لے گئے۔ جب آپ اُن کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ جس طرح پسند کریں، ہم آپ کی مدد کریں گے، پھر وہ باہم کھسر پھسر کرنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اُن کی حویلی کی دیوار کے کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ موقع خوب ہے، تم انہیں ایسی (الگ تھلگ) حالت میں کبھی نہیں پاؤ گے۔ کون ہے جو اس گھر کی چھت پر جائے اور ان پر پتھر (چٹان) گرا کر ہمیں ان سے راحت بخشے؟ ان میں سے ایک آدمی عمرو بن جحاش بن کعب اس سفاکی کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کہا: یہ کام میں انجام دوں گا، چنانچہ وہ پتھر پھینکنے کے لئے چھت پر چڑھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جن میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ عین اس وقت آپ پر آسمان سے قوم یہود کے ناپاک ارادے کی خبر نازل ہوئی، چنانچہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ دیر تک واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے ایک آدمی کو مدینہ سے آتے دیکھا تو اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: میں نے آپ کو مدینہ میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھی آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں یہود کی سازش سے مطلع فرمایا اور جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ [۳۵۰]

Marfat.com

یہود کی شیطنت و شرارت کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت

(درس و نصیحت)

(۱) ماضی میں بھی یہودیوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین کی اور بعض نبیوں کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے آپ سے معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ مگر آپ نے انہیں لطف و کرم سے نوازا۔ انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق مرحمت فرمائے۔ ان کی سماجی اور مذہبی آزادی کا تحفظ فرمایا۔ اس کے باوجود ان بدخصلت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے احسانات کا جواب بدعہدی، غداری اور سفاکی سے دیا۔ انہوں نے متعدد بار آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کی۔ ان تمام حالات میں رسول کریم ﷺ نے کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور ان کو نصیحت فرماتے رہے۔

(۲) یہود کی شیطنت کے واقعات بے شمار ہیں۔ جو منتخب واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ ان دشمنان دین نے رسول کریم ﷺ کو کس کس طرح ستایا اور کیسی کیسی اذیت پہنچائی مگر ان بیہودگیوں کے باوجود آپ نے راہ دین میں صبر و استقامت کا اظہار فرمایا۔ کوئی ایک واقعہ بھی اس طرح کا نہیں ملتا کہ آپ نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی لمحہ ذرہ برابر افسردگی کا اظہار کیا ہو، بلکہ ہمیشہ سنجیدگی سے معقول جواب دے کر ان کو خاموش کر دیتے اور پھر اپنے کام میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے۔

(۳) مدینہ منورہ میں قیام کے بعد رسول کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار کی جانب سے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور نسل و مذہب کے اختلاف کے باوجود سب کو تمدن اور تہذیب کی بنیاد پر ایک جماعت قرار دیا۔ یہود جیسی سفاک، بد تمیز اور مکار قوم کے ساتھ رحمت عالم ﷺ کا معاہدہ آپ کی استقامت و پائیداری اور صبر و شکیبائی کی دلیل ہے۔ معاہدہ کے چند الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

((ان يهود بني عوف امة مع المومنين وان بينهم النصر
علىٰ من حارب وانبينهم النصح والنصيحة والبرد ون

Marfat.com

الاثم وان بطانة يهود كانفسهم وان النصر للمظلوم)) [۳۵۱]

"یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔ جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی، نفع رسانی اور نیکی کے ہوں گے۔ یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔ مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔"

(۴) مدینہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے یہودی اپنے تئیں خطرہ محسوس کر رہے تھے، اس لئے مسلمانوں کے خلاف سازش کے جال بننے لگے اور رسول کریم ﷺ کے خلاف غلط پروپگینڈہ کرنے لگے حتیٰ کہ آپ نے کئے ہوئے عہد کو بھی توڑ دیا۔ ان کی خبریں آپ سے مخفی نہیں تھیں۔ آپ نے ان کی ان حرکتوں پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((يا معشر اليهود احذروا! من الله مثل ما نزل بقريش من النقمة، واسلموا فانكم قد عرفتم انى رسول الله تجدون ذلك فى كتابكم وعهد الله اليكم)) [۳۵۲]

"اے یہودیو! اللہ سے ڈرو۔ کہیں تم پر قریش جیسی مصیبت نازل نہ ہو جائے، اسلام قبول کرلو۔ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتابوں میں دیکھتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔"

(۵) فتح خیبر کی مثال ہی لے لیجئے کہ اس موقع پر بھی آپ نے یہودیوں پر سختی نہیں فرمائی اور انہیں اجازت دی گئی کہ اگر وہ خیبر سے نقل مکانی کرنا چاہتے ہیں تو جو سامان چاہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں بجز کھجوروں، بھیڑ بکریوں اور غلہ کے، اور بعض روایات میں گھر کا سامان مثلاً قالین و برتن وغیرہ کا ذکر ہے۔ جن یہودیوں نے خیبر ہی میں رہنے کی خواہش ظاہر کی انہیں وہیں رہنے دیا گیا اور اجازت دی گئی کہ مثل سابق اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ [۳۵۳]

یہودیوں کی زمینیں ان ہی کے قبضہ میں چھوڑ دی گئیں اور ان سے نصف بٹائی لی

Marfat.com

جانے لگی۔[۳۵۴]

اسی طرح جب آپ نے بنی نضیر کا محاصرہ کیا تو آپ نے ان سے بھی نیک سلوک فرمایا اور کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ سپر انداختہ ہو جائیں اور اتنا مال و اسباب لے کر مدینہ سے چلے جائیں جتنا اُن کے اونٹ لے جا سکیں۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

۱۔غزوۂ احزاب کے موقع پر طعنہ زنی:

اس وقت جو منافق خندق کی کھدائی میں شامل تھے وہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات پر حیرت نہیں ہوتی کہ وہ تمہیں بے بنیاد اور جھوٹی آرزو دلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خندق کی گہرائی میں انہیں یثرب سے حیرہ اور مدائن کے محلات دکھائی دے رہے ہیں اور تم لوگ ان سب کو فتح کرو گے۔تمہارے اندر اتنی طاقت تو ہے نہیں کہ میدان میں نکلو، ڈر کے مارے خندقیں کھود رہے ہو اور تم کسریٰ کے ملک کو فتح کرو گے۔[۳۵۵]

۲۔عقبہ کی گھاٹی میں قتل رسول کا اقدام:

مقام تبوک میں دس بارہ روز گزارنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم اور مسلمان مدینہ کی طرف واپس لوٹے۔ کچھ منافقین کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا اور یہ منصوبہ بنایا کہ جب آپ کا ناقہ ان کے پاس سے گزرے گا تو اُسے بھڑکا دیں گے تا کہ آپ کو گھاٹی میں گرا دے۔جب یہ لشکر مدینہ و شام کے درمیان مقام عقبہ پر پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((من شاء منکم ان یاخذ بطن الوادی فانه اوسع لکم)) [۳۵۶]

"جو تم میں سے وادی کے بیچ میں سے جانا چاہتا ہو وہاں سے چلا جائے کہ وہ تمہارے لئے زیادہ کشادہ ہے۔"

چنانچہ لوگوں نے وادی کا راستہ اختیار کیا اور آپ عقبہ والے راستے پر چلتے رہے۔سیدنا

Marfat.com

حذیفہ بن یمانؓ، ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور سیدنا عمار بن یاسرؓ اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاند کی روشنی میں کچھ سواروں کو دیکھا جو اپنا منہ چھپائے ہوئے تھے اور پیچھے سے آہستہ آہستہ ناقہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے انہیں پھٹکارا اور سیدنا حذیفہؓ سے فرمایا:

''اُن کی سواریوں کے منہ پر مارو!''

اس سے ان پر رعب طاری ہوگیا اور وہ یہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے دل کی حالت کا علم ہوگیا ہے اور ہماری سازش بے نقاب ہوگئی ہے۔ لہٰذا وہ دیکھتے ہی دیکھتے عقبہ سے بھاگ گئے تاکہ لوگوں میں گم ہو جائیں اور ان کی شناخت نہ ہو سکے۔ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ کسی کو اُن کے تعاقب میں بھیج کر اُنہیں قتل کرا دیجئے، کیونکہ انہوں نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا تھا۔ لیکن رسول رحمت ﷺ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور ان کے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیا۔ [۳۵۷]

۳۔ ناموس رسول ﷺ پر حملہ (واقعہ افک):

منافقین کی طرف سے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر آپ کے دامن عفت و عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی جو واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ منافقین نے جاہلی تعصب بیدار کرنے کی کوشش ناکام ہونے پر غزوۂ بنو مصطلق میں واقعہ افک گھڑ لیا۔

خود اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک غزوہ سے واپسی پر میں ہودج پر سوار تھی۔ جب راستے میں پڑاؤ ڈالا گیا تو میرے ہودج کو اونٹ سے اتار کر رکھا گیا۔ کوچ کے حکم پر میں اٹھی اور چل کر لشکر کے باہر گئی۔ قضائے حاجت سے فارغ ہوئی اور اپنے ٹھکانے پر واپس آئی تو معلوم ہوا کہ ظفار (یمن کے ایک شہر کا نام) کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر چکا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے چلی گئی۔ میرا ہار مل گیا مگر جب میں پڑاؤ کی جگہ پہنچی تو لشکر کوچ کر چکا تھا۔ میں اسی جگہ میں چلی گئی جہاں پہلے تھی۔ تاکہ لشکر کے لوگ مجھ کو نہ پائیں گے تو

Marfat.com

میری تلاش میں یہیں آئیں گے۔ میں بیٹھے بیٹھے اونگنے لگی اور مجھے نیند آ گئی۔ سیدنا صفوان بن معطل سلمی ؓ لشکر سے پیچھے تھے۔ جب وہ یہاں پہنچے مجھے دیکھا تو انہوں نے "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا تو میں بیدار ہوگئی۔ میں نے اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے۔ پھر وہ جلدی آگے بڑھے اور اپنا اونٹ بٹھایا۔ میں اونٹ پر سوار ہوگئی۔ وہ اونٹ کو آگے سے پکڑے چلتے رہے۔ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب عین دوپہر کی گرمی کی شدت میں قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اب (الزام لگا کر) تباہ ہونے والے تباہ ہو گئے۔ اس معاملے (واقعۂ افک) کا سرغنہ عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین تھا۔ [۳۵۸]

بہرحال ہم مدینہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر میں ایک مہینہ بیمار رہی۔ لوگ جھوٹا قصہ جوڑنے والوں کی باتوں کا تذکرہ کرتے رہے، لیکن مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ وحی کی تاخیر پر رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ ؓ سے مشورہ کیا، پھر اس دن منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن اُبی کے مقابل مدد چاہی اور فرمایا:

((یا معشر المسلمین! من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی؟ فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا۔ ولقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا وما کان یدخل علی اھلی الامعی))[۳۵۹]

"مسلمانو! کون میری حمایت و مدد کرتا ہے ایسے شخص کے بالمقابل جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے اذیت دی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو اپنے گھر والوں کو نیک ہی سمجھتا ہوں، اور جس شخص پر تہمت لگائی گئی اس کو بھی نیک ہی سمجھتا ہوں، وہ کبھی میرے گھر میں اکیلا نہیں آیا۔ ہمیشہ میرے ساتھ ہی آیا کرتا تھا۔"

ایک ماہ تک رسول کریم ﷺ وحی کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن وحی نہ آئی۔ آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یا عائشۃ! فانہ قد بلغنی عنک کذا و کذا، فان کنت

Marfat.com

بريئة فسيبرئك الله، وان كنت الممت بذنب، فاستغفرى الله و توبى اليه، فان لاعبد اذا اعترف بذنبه ثم تاب الى الله، تاب الله عليه))[۳۶۰]

''اے عائشہؓ! مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔اب اگر تو پاک صاف ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکدامنی عنقریب بیان کر دے گا۔اور اگر واقعی تجھ سے قصور ہو گیا ہے تو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی بخشش مانگ اور توبہ کر کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا گناہ معاف کر دیتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے زبان مبارک سے اتنا کہا:

میں اس وقت اپنی اور آپ کی مثال ایسی سمجھتی ہوں جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی، انہوں نے یہی کہا تھا:

{فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾}[۳۶۱]

''لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

نبی کریم ﷺ سے ''صبر جمیل'' کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

((صبرٌ لا شكوىٰ فيه))[۳۶۲]

''ایسا صبر جس میں شکوہ نہ ہو۔''

یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتی ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔''[۳۶۳]

سیدہ عائشہ صدیقہؓ، فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جس جگہ بیٹھے تھے وہاں سے ابھی ادھر ادھر نہ ہوئے تھے کہ وحی آنا شروع ہو گئی۔آپ پر حسب معمول شدت وحی والی صورت طاری ہو گئی اور بدن مبارک سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگا، حالانکہ سردی کا دن تھا۔جب وحی موقوف ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے۔آپ نے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی:

((يا عائشة! اما الله عزوجل۔ فقد براك))[۳۶۴]

Marfat.com

"اے عائشہؓ! اللہ تعالیٰ نے تجھے بے گناہ قرار دیا ہے۔"

اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم (سورۂ نور آیات نمبر ۱۱ تا ۲۰) میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرما کر ان کی پاک دامنی اور عفت کو واضح تر کر دیا۔

{اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۱﴾} [۳۶۵]

"جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔"

منافقین کی ریشہ دوانیوں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت

(درس و نصیحت)

(۱) نفاق ایک عالمگیر برائی ہے۔ منافق ہر زمانے میں اور ہر قوم میں جنم لیتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافقین مالی فائدہ اٹھانے میں پیش پیش مگر جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض کرنے والے تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد ضرار انہی کا کارنامہ تھا۔ قرآن کریم نے سورۂ آل عمران، نساء، انفال، احزاب، محمد، فتح، حدید، مجادلہ اور سورۂ حشر کے علاوہ ایک پوری سورت المنافقون میں ان کے احوال صراحت سے بیان فرمائے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کے سارے دور میں ہی مشقت و ابتلا کا تسلسل رہا۔ مشرکین اور یہود کی طرح منافقین جن کے دل میں آپ کے خلاف بغض و حسد کی چنگاریاں اٹھ رہی تھیں اور جو مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر کے امت کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے، اُن کی جانب سے

Marfat.com

پہنچنے والی ان تکالیف پر صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا اور اجر کی اُمید رکھی اور کسی قسم کی کمزوری نہ دکھائی یہاں تک کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

(۲) یہ رسول کریم ﷺ کا بے مثل صبر و استقامت ہی تھا کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین آپ کے پاس آ آ کر مختلف عذر پیش کرتے رہے۔ آپ ان کی باتیں قبول کرتے رہے، ان سے بیعت لی اور ان کے لئے بخشش کی دعا بھی فرمائی، حالانکہ آپ کو ان کے خبث باطن کا علم تھا مگر آپ نے ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

(۳) واقعۂ افک ایذا رسانی اور آزمائشوں کے اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو رسول کریم ﷺ کو دین کے دشمنوں کی طرف سے برداشت کرنی پڑیں۔ اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ اور مومنین پر بہت بڑا احسان تھا کہ اُس نے خود اس جھوٹ اور جعل سازی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ جب وحی نے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گرد اٹھنے والے اس طوفان بدتمیزی کو ختم کیا تو عسرت کی گھڑی کے بعد سب کے چہروں پر رونق لوٹ آئی۔ ڈاکٹر مہدی رزق اللہ لکھتے ہیں:

"واقعۂ افک میں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی حکمت پوشیدہ تھی جس سے رسول اللہ ﷺ کی عزت مآب شخصیت پر سے ہر قسم کے شکوک و شبہات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر وحی صرف آپ کی دفاعی یا نفسیاتی امر کا نام ہوتا تو رسول کریم ﷺ پورا ایک مہینہ زبردست پریشانی میں نہ گزارتے۔ اس واقعے کے ساتھ لوگوں کے سامنے آپ کی انسانی اور نبوی حیثیت واضح ہو گئی۔ جب وحی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اُڑایا جانے والا طوفانِ بدتمیزی ختم کر دیا تو ان کے ساتھ آپ کے تعلقات پوری آب و تاب کے ساتھ بحال ہو گئے اور تمام اہل ایمان سخت ذہنی کوفت کے بعد اس نتیجے سے بے حد خوش ہوئے۔" [۲۶۵ ب]

(۴) بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو صبر و استقامت کا کوہِ گراں بنایا تھا اور سمندروں سے زیادہ وسیع اور عمیق قوت برداشت سے نوازا تھا۔ اس وجہ سے منافقین آپ کو کسی مقام اور کسی لمحہ پر زک پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کی حیات طیبہ پر وارد ہونے

Marfat.com

والی مشکلات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسا حوصلہ اور عزم عطا فرمایا کہ انہوں نے محیر العقول کارناموں سے تاریخ عالم میں انمٹ نقوش ثبت دیئے اور آئندہ نسلوں کے لئے یہ پیغام چھوڑا کہ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر مشکلات کا اس قدر ہجوم ہوسکتا ہے تو ہم کون ہیں جو کرب و اذیت کا شکوہ کریں۔

(۵) دین اسلام میں مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پرخار وادیوں سے ہو کر ہی آدمی منزل مقصود کو پاتا ہے اور گمراہ دُنیا کی اصلاح کرسکتا ہے۔ مخالفین کی مخالفتیں ہیچ ہیں اگر مسلمان مومن کامل بن کر زندگی گزارنے کے لئے تن، من، دھن سے آمادہ ہو جائے۔

مبحث سوّم: دعوت و جہاد کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

اُسوۂ صبر و استقامت

دعوت الی اللہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

تاج رسالت اور خلعت نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے سماج و معاشرہ کو ایمان و توحید کی دعوت دی جو سرتاپا شرک و کفر کی دلدل میں گرفتار تھا۔ انسانیت ضلالت و جہالت کا شکار تھی۔ شرافت مفقود تھی، درندگی اور حیوانیت کا راج تھا۔ ہر طاقتور فرعون بنا ہوا تھا۔ قتل و غارتگری کی وبا ہر سو عام تھی۔ عزت و عصمت محفوظ نہ تھی۔ شراب پانی کی طرح بہائی جاتی تھی۔ بے حیائی اپنے عروج پر تھی اور روئے زمین پر وحدانیت حق کا کوئی تصور نہ تھا۔ انسان جہنم کے کنارے کھڑا تھا اور ہلاکت سے دو چار ہونے کے قریب تھا۔ ایسے میں رحمت حق کو رحم آیا اور کوہ صفا سے صدیوں بعد انسانیت کی بقا کا اعلان ہوا۔

((یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا))[۳۶۶]

"اے لوگو! "لا الہ الا اللہ" پر ایمان لاؤ، فلاح و صلاح سے ہمکنار ہو گے۔"

قریش جو پشت ہا پشت سے آزاد تھے، اور آزاد زندگی کے عادی ہو چکے تھے، ایک جاہل اور وحشی قوم تھے، تند خو اور درشت مزاج تھے، تعلیم و تربیت سے نا آشنا تھے، نہ ان میں

Marfat.com

اخلاق و اعمال کی پاکیزگی تھی اور نہ تہذیب و شائستگی کی کوئی خوبو، مار دھاڑ اُن کا آبائی پیشہ تھا، اور لوٹ مار اُن کا خوشگوار مشغلہ، اور وہ ہر ایک قانون سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے۔ اُن کے لئے "اسلام" کا لفظ کتنا صبر آزما تھا جس کے معنی ہی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں۔ [۳۶۷]

جب نبی کریم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا آغاز فرمایا تو یہ آواز نہیں تھی بلکہ ایوان باطل میں بجلی کا کڑکا تھا۔ اس دوران سختی، دباؤ، ظلم زیادتی کے وہ لرزہ خیز واقعات اور لمحات ایسے آئے جو آپ کے صبر و استقامت اور اعتماد علی اللہ پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ آپ نے پہلے سِرّی دعوت کے دوران میں اور پھر اعلانیہ دعوت کے وقت تمام حالات میں بے مثال صبر و استقامت سے کام لیا حتیٰ کہ اپنے ربِّ کریم سے جا ملے۔ دورانِ دعوت آپ ﷺ کے صبر کی مثالیں بے شمار ہیں جن میں سے چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ دعوت نبوی کو سحر و جادو اور جھوٹ قرار دینا:

جب اہل قریش نے نبی کریم ﷺ کے دعوتی کاموں کو تیز تر ہوتے دیکھا اور دیکھا کہ آپ تو ہر آنے والے، حج و عمرہ کرنے والے اور عرب کے بازاروں میں شرکت کرنے والے ہر آدمی کو علی الاعلان اسلام کی طرف بلا رہے ہیں اور اس راہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور آپ کی دعوت رفتہ رفتہ مکہ سے باہر قبائل عرب میں پھیلنے لگی ہے، اور ان کا مذہبی وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ تو کفار مکہ لوگوں کی راہوں میں بیٹھنے لگے اور ہر آنے والے کو آپ کی بات سننے سے ڈرانے لگے اور اُن سے کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) جادوگر ہے۔ وہ اپنے جادو کے ذریعے لوگوں کے درمیان تفریق پیدا کر رہا ہے۔ ان کا سرغنہ ولید بن مغیرہ تھا۔ اُسی نے نبی کریم ﷺ پر سحر کی تہمت لگاتے ہوئے مشرکین سے کہا:

"اللہ کی قسم! اُس کے کلام میں چاشنی اور شیرینی ہے۔ اُس کے کلام کی اصل مٹھاس اور اس کی فرع چنے ہوئے پھل کی مانند ہے اور ان چیزوں کو تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ تہمتوں سے بہتر ہے کہ تم یہ کہو کہ محمد (ﷺ) ساحر و جادوگر ہے۔ اُس کے پاس جادو ہے کہ جس سے یہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی اور میاں

Marfat.com

بیوی میں جدائی ڈال دیتے ہیں۔"[۳۶۸]

اللہ تعالیٰ نے اُسی کے بارے میں فرمایا:

{كَلَّا ط اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝١٦ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝١٧ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝١٨ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝١٩ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝٢٠ ثُمَّ نَظَرَ ۝٢١ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝٢٢ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝٢٣ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝٢٤ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝٢٥}[۳۶۹]

"نہیں نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔ اس نے غور کر کے تجویز کی۔ اسے ہلاکت ہو کیسی تجویز سوچی۔ وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا؟ اس نے پھر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا۔ اور کہنے لگا: یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔ سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔"

اسی سلسلے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤}[۳۷۰]

"ان لوگوں کو تعجب ہے کہ اُن کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، اور کافروں نے کہا: یہ سخت جھوٹا جادوگر ہے۔"

دوسری جگہ وضاحت فرمائی:

{وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝٨}[۳۷۱]

"اور ظالموں نے کہا کہ تم تو محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب موسم حج میں اور اس کے بعد عُکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں لوگوں سے ملاقات کرتے اور اُن کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے تو اشرارِ قریش آپ کے پیچھے لگے رہتے، اور خاص طور پر ابولہب اور ابوجہل لوگوں سے کہتے:

"تم اس کی بات نہ سنو اور اس کی پیروی نہ کرو، یہ تو بے دین اور جھوٹا ہے۔"

Marfat.com

اور یہ بھی کہتے:

''لوگو! یہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم لوگ اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ دو۔ اس جھوٹے کی بات نہ سنو۔''[۳۷۲]

۲۔ دعوت اسلام روکنے کے لئے بنی ہاشم کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ:

جب کفار قریش کو اپنے مختلف منصوبے ناکام ہوتے نظر آئے اور رسول کریم ﷺ کے پیروکاروں میں اضافہ ہونے لگا تو ناچار ہو کر یہ منصوبہ بنایا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خاندان کو اجتماعی اور اقتصادی طور پر دبائیں تاکہ وہ رسول کریم ﷺ کی حمایت سے ہاتھ اٹھالیں اور ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ اس مشورے کے بعد آپس میں ایک عہد نامہ لکھا گیا کہ بنی ہاشم سے نہ رشتہ لیں اور نہ رشتہ دیں اور نہ ہی ان سے خرید و فروخت اور معاملہ کریں۔[۳۷۳]

ان کی نظر میں یہ بہت موثر حربہ تھا، کیونکہ اگر وہ کسی شخص یا گروہ کا بائیکاٹ کر دیتے تھے تو اس کا مطلب اس کی مکمل محرومیت ہوتی تھی۔ انہیں اس بات کی اُمید تھی کہ بنی ہاشم سخت دباؤ اور مشکلات میں جلد ہی ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ ان حالات میں رسول کریم ﷺ اور بنی ہاشم کے تمام افراد چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر (سوائے ابولہب کے) سردار ابوطالب کی مشورے سے شعب ابی طالب میں جمع ہوئے اور تین سال (جب تک بائیکاٹ جاری رہا) وہاں گزارے۔[۳۷۴]

اس دوران قریش نے شعب میں راشن غلہ کے پہنچنے میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور بنی ہاشم ہر طرح کے لین دین سے محروم اور سخت مشکلات میں گرفتار ہو گئے۔ وہ صرف حج کے موسم میں آذوقہ کی فراہمی کے لئے شہر میں جاتے تھے۔[۳۷۵]

لیکن اس وقت بھی مشرکین قریش، مکہ کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں کو خبردار کر دیتے تھے کہ بنی ہاشم کو کوئی چیز فروخت نہ کریں ورنہ ان کے اموال غارت کر دیئے جائیں گے۔[۳۷۶]

اگر بنی ہاشم قریش سے کوئی چیز خریدنا چاہتے تھے تو وہ اس کی قیمت بہت زیادہ بتاتے

Marfat.com

تھے تا کہ وہ خرید نہ سکیں۔[۳۷۷]

اس عرصہ میں رسول کریم ﷺ، آپ کے شفیق چچا سردار ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت تمام ہوگئی اور وہ تہی دست اور مشکلات میں گرفتار ہو گئے۔[۳۷۸]

خاص طور سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت شعب میں نبی کریم ﷺ کی راہ میں خرچ کر دی۔[۳۷۹]

مسلمان مسلسل تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ یہ انتہائی تنگی کا وقت تھا۔ کھانے پینے یا ضرورت کی کوئی چیز ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی حتیٰ کہ بھوک کے مارے روتے ہوئے بچوں کی چیخیں گھاٹی سے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ تین سال گزرنے کے بعد جب رسول کریم ﷺ نے دیمک کے ذریعے اس عہد نامہ کے کھائے جانے کی اطلاع اپنے چچا سردار ابو طالب کے ذریعے مشرکین قریش کو دی اور دوسری طرف سے عہد نامہ پر دستخط کرنے والے بعض افراد جو بنی ہاشم کی حالت زار پر رنجیدہ تھے، وہ اس عہد سے بیزار ہو گئے اور ان کی پیش قدمی سے یہ عہد لغو ہو گیا تو اس طرح بنی ہاشم اپنے گھروں کی طرف پلٹ آئے۔[۳۸۰]

۳۔ طائف کا تبلیغی سفر اور اہل طائف کا سنگدلانہ سلوک:

طائف مکہ سے ۱۲ فرسخ (تقریباً ۷۲ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع تھا۔ قریش کے بعض ثروتمندوں کے باغ اور زمینیں وہاں تھیں۔ خود طائف کے لوگ بھی دولت مند اور سود خوری میں مشہور تھے۔ اس وقت طائف میں ایک قدرت مند قبیلہ "ثقیف" رہا کرتا تھا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہؓ اور سردار ابو طالب کی رحلت کے بعد قریش کی جانب سے نبی کریم ﷺ پر دباؤ اور اذیتیں بڑھ گئیں اور مکہ میں تبلیغی کام دشوار ہو گیا۔ یہ بھی ضروری تھا کہ اسلام کی طرف دعوت دینے کا کام نہ رکے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے ارادہ کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، شاید وہاں پر ان کا کوئی ناصر و مددگار پیدا ہو جائے۔ طبریؒ کی روایت کے مطابق سیدنا زید بن حارثہؓ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے اور ابن ابی الحدیدؒ نے کہا ہے کہ

Marfat.com

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔[۳۸۱]

ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق دعوت و تبلیغ کے لئے آپ طائف میں دس دن ٹھہرے۔جبکہ مغلطائی نے آپ کے قیام کی مدت ایک ماہ بتلائی ہے۔[۳۸۲]

آپ نے طائف میں قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملاقات کی۔آپ نے انہیں اسلام کا پیغام سنایا۔انہوں نے قبول نہ کیا، بلکہ آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔آپ بنو ثقیف سے نا اُمید ہو گئے تو اُن سے کہا کہ کم از کم آپ لوگ اس بات چیت سے دیگر لوگوں کو مطلع نہ کریں تا کہ وہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کریں۔انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی بلکہ اپنے غلاموں اور ناسمجھ بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔وہ شور مچانے اور آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔بہت سے لوگ اکھٹے ہو گئے۔

موسیٰ بن عقبہؒ، کی ایک روایت میں ہے:

''طائف کے اوباش لوگ دو صفیں بنا کر اللہ کے رسول ﷺ کے راستے میں بیٹھ گئے۔جب آپ اُن کے درمیان سے گزرے تو بے تحاشہ آپ کے پائے مقدس پر پتھر برسانے لگے۔یہ پتھر انہوں نے پہلے سے جمع کر رکھے تھے۔انہوں نے سنگ باری کرتے کرتے آپ کے پاؤں مبارک خون سے رنگین کر دیئے۔یہ سب سے زیادہ سنگین تکلیف تھی جو رسول اللہ ﷺ کو راہ حق میں جھیلنی پڑی۔''[۳۸۳]

آپ ﷺ کے دونوں پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔آپ عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔آپ انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔طائف میں اس قدر ہولناک آشوب اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تو آپ انتہائی غمگین ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی:

((اللهم اليك اشكو ضعف قوتى وقلة حيلتى وهو انى على الناس يا ارحم الراحمين انت رب المستضعفين وانت ربى الىٰ من تكلنى؟ الىٰ بعيد يتجهمنى ام الىٰ عدو مكلته امرى؟

Marfat.com

ان لم یکن بك غضب علی فلا ابالی ولکن عافیتك ھی اوسع لی))[۳۸۴]

''اے اللہ! میں اپنی ناتوانی، بے سروسامانی اور اپنے تئیں لوگوں کی اہانت کے تجھ سے فریاد کرتا ہوں، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! عاجز و درماندہ لوگوں کا مالک تو ہی ہے، مجھے کس پر چھوڑا ہے کیا اس بندے پر جو مجھ پر تیوری چڑھائے؟ یا اس دشمن پر جو میرے کام پر دسترسی رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ تیری عطا کی ہوئی عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے۔''

واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ قرن الثعالب کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ فرمائیں تو دائیں اور بائیں طرف والے پہاڑوں کو ٹکرا کر طائف والوں کو پیس ڈالے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے معنوی طور پر ایک بڑا سہارا تھا)۔[۳۸۵]

مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

((بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبداللہ وحدہ لا یشرك بہ شیئا))

''(نہیں!) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے۔''[۳۸۶]

اس بے مثال جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممتاز و یگانہ شخصیت جھلکتی ہے اور آپ کے اس خلق عظیم کا اظہار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی قوم پر کس قدر شفیق تھے اور آپ میں صبر و استقامت کا مادہ کس اعلیٰ پیمانے پر پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام نخلہ میں چند دن ٹھہرے، پھر آپ نے مکہ

Marfat.com

واپسی کا عزم کر لیا کہ میں حسب سابق تبلیغ اسلام جاری رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ کا ابدی پیغام پورے نشاط اور تندہی سے لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔ سیدنا زیدؓ نے عرض کی: ''آپ دوبارہ مکہ کیسے جا سکیں گے، مکہ والوں نے تو آپ کو نکال دیا تھا؟'' آپ نے فرمایا:

((یا زید! ان اللہ جاعلٌ لما ترٰی فرجاً و مخرجاً، وان اللہ ناصرٌ دینہ، و مظہرٌ نبیہ))[۳۸۷]

''زید! اللہ تعالیٰ موجودہ اس مشکل حالت کو آسان فرمائے گا، اپنے دین کی مدد فرمائے گا اور اپنے نبی کو غلبہ عطا فرمائے گا۔''

پھر آپ چل دیئے، مکہ کے قریب پہنچے تو آپ نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ کے ایک سردار مطعم بن عدی کے پاس بھیجا کہ ''میں آپ کی پناہ میں مکہ داخل ہونا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا: ''ضرور، پھر اس نے اپنے بیٹوں اور دیگر اہل خاندان کو بلایا اور کہا: ''اسلحہ پہن کر بیت اللہ کے چاروں کونوں پر کھڑے ہو جاؤ۔ میں محمد (ﷺ) کو پناہ دے چکا ہوں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔ سیدھے مسجد حرام پہنچے۔ مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑا ہو کر اعلان کرنے لگا: ''اے قریشیو سن لو! میں نے محمد (ﷺ) کو پناہ دی ہے۔ خبردار! تم میں سے کوئی شخص اس سے بدزبانی نہ کرے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے پاس پہنچے، اسے بوسہ دیا۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے گھر چل دیئے۔ اس دوران میں مطعم بن عدی اور اس کے اہل خانہ مسلح حالت میں آپ کے ارد گرد موجود رہے حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔[۳۸۸]

۴۔ دعوت اسلام پر بیرونی قبائل کا بدترین ردعمل:

رسول اکرم ﷺ بنو محارب بن خصفہ کے پاس تشریف لائے۔ ان میں ایک بزرگ پایا جس کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔ آپ نے اس سے گفتگو فرمائی، اسے اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: میری حفاظت کرو یہاں تک کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں۔ اس بزرگ نے کہا: آپ کی قوم آپ کے احوال زیادہ جانتی ہے۔ اللہ کی قسم! جو شخص آپ کے ساتھ اپنے

Marfat.com

گھر والوں کی طرف لوٹے گا، وہ ان سب چیزوں سے زیادہ بُری چیز لے کر لوٹے گا جو حاجی اپنے ساتھ لے کر واپس جاتے ہیں۔ آپ ہم سے بے نیاز ہو جائیں۔

یہاں ابولہب بھی کھڑا تھا۔ وہ اس محاربی کی بات سن رہا تھا۔ ابولہب محاربی کے سر پر جا کھڑا ہوا اور بولا: اگر سارے حاجی تیرے جیسے ہو جاتے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ دین چھوڑ دیتا جس پر وہ ہے۔ بلاشبہ وہ صابی ہے اور بہت جھوٹا ہے۔ محاربی نے کہا: اے ابوعتبہ! شاید اسے کوئی دیوانگی چمٹ گئی ہے۔ ہمارے ساتھ ہمارے قبیلے کا ایک آدمی ہے، وہ ان کے علاج کی تدبیر کرے گا۔ [۳۸۹]

امام کلاعیؒ نے واقدیؒ سے نقل کیا ہے کہ بنو محارب کے مذکورہ بوڑھے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا بدترین جواب دیا، اُس نے کہا: تم پر تعجب ہے، تمہاری قوم تو تمہاری پیروی سے انکار کرتی ہے اور تم محارب کے پاس آ کر انہیں اس چیز کو چھوڑنے کی دعوت دیتے ہو جس پر ان کے باپ دادا قائم تھے۔ جاؤ! چلے جاؤ، محارب کا کوئی شخص کبھی تمہاری پیروی نہیں کرے گا۔ ان میں سے ایک بیوقوف آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر تم سچے ہو تو بتاؤ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ میری زندگی کی قسم! میں نے جو بات پوچھی ہے، تم تو اس سے بھی بڑے علم کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اللہ تمہاری طرف وحی کرتا ہے اور تم سے کلام کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ پھر ان میں سے ایک اور شخص سلمہ بن قیس، آپ کے سامنے آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ڈیروں کے قریب بیٹھے تھے۔ اس شخص نے آپ کو کنویں میں پھینکنا چاہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور کنویں سے ایک طرف ہٹ گئے۔ اس پر سلمہ کہنے لگا: اگر تم کنویں میں گر جاتے تو حاجی تم سے نجات پا جاتے۔ (العیاذ باللہ)

آپ نے اپنی سواری کے اونٹ کی لگام پکڑی اور آگے بڑھ گئے۔ آپ اونٹ لے کر آگے آگے چل رہے تھے اور وہ لوگ آپ پر پتھر برسا رہے تھے حتیٰ کہ آپ ان کی طرف سے اوٹ میں ہو گئے۔ آپ فرما رہے تھے:

((اللھم! انك لو شئت لم یکونوا ھکذا، وان قلوبھم

Marfat.com

بيدك، وانت اعلم بهم، فان كان هذا عن سخطٍ بك على فلك العتبىٰ، ولا حول ولا قوة الا بك))[۳۹۰]

"اے اللہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو چاہتا تو یہ لوگ اس طرح نہ ہوتے۔ ان کے دل تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ تو انہیں خوب جانتا ہے۔ اگر یہ برتاؤ مجھ پر تیری ناراضی کی وجہ سے ہوا تھا تو مجھے تیری رضا مطلوب ہے۔ تیری توفیق کے بغیر کوئی نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت نصیب نہیں ہوتی۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ بنو حنیفہ کے ڈیروں پر تشریف لے گئے۔ آپ نے انہیں بھی اللہ کی طرف دعوت دی اور بحیثیت پیغمبر اپنے منصب کی صراحت فرمائی، لیکن انہوں نے بہت برا جواب دیا، اتنا بُرا جواب اہل عرب میں سے کبھی کسی نے نہیں دیا۔ سیدنا عامر بن سلمہؓ کی روایت ملاحظہ کیجئے جو بنو حنیفہ میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک کے آخری دور میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اُن کا بیان ہے:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین سال تک عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بازار میں ہمارے پاس تشریف لاتے رہے۔ آپ ہمیں اللہ عزوجل کی بندگی کی طرف بلاتے تھے اور یہ دعوت بھی دیتے کہ ہم آپ کی اس حد تک حفاظت کریں کہ آپ اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیں۔ آپ (اس کے بدلے) ہمیں جنت کی پیشکش فرماتے تھے۔ ہم نے آپ کی دعوت قبول کی نہ کوئی اچھا جواب دیا۔ ہم نے آپ کے خلاف بدزبانی کی مگر آپ نے ہمارے ساتھ بڑی بردباری کا مظاہرہ فرمایا۔"[۳۹۱]

۵۔ قبیلہ عضل اور قارہ کی غداری اور رجیع کا المناک واقعہ:

قبیلہ عضل اور قارہ کا ایک گروہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "ہم میں اسلام تو موجود ہے (مگر ہم دین سے پوری طرح آگاہ نہیں، لہٰذا) اپنے کچھ آدمی ہمارے ساتھ روانہ کیجئے تاکہ وہ ہمیں ہمارا دین سکھائیں، ہمیں قرآن پڑھائیں اور

Marfat.com

شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں۔[۳۹۲]

رسول اللہ ﷺ نے دس (۱۰) افراد پر مشتمل ایک دستہ تشکیل دیا اور ان پر سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر روانہ فرمایا۔[۳۹۳]

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو بنولحیان کے تقریباً دو سو جنگجوؤں نے اُن پر حملہ کر دیا، اور ہر طرف سے گھیرے میں لے کر ایک ٹیلے پر اُنہیں محصور کر دیا، پھر انہیں قتل نہ کرنے کی امان دی لیکن مسلمانوں کے امیر سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کفار کی امان کو ٹھکرا کر ٹیلے سے اُترنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"میں نے نذر مان رکھی ہے کہ کسی مشرک کی امان قبول نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد وہ رجز پڑھتے ہوئے تیر اندازی کرنے لگے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزے سے لڑے حتی کہ نیزہ ٹوٹ گیا اور صرف تلوار بچی تو دعا کرنے لگے:

"اے میرے اللہ! میں دن کے آغاز سے تیرے دین کی حفاظت میں میں مصروف ہوں۔ میری دعا ہے کہ اب دن کے آخر میں تو میرے جسم کی حفاظت فرما۔"[۳۹۴]

آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے اور دو حضرات سیدنا خبیب اور سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو قید کر لیا اور مکہ لے جا کر قریش کے ہاتھوں فروخت کر دیا گیا۔ قریش نے ان دونوں کو بھی شہید کر دیا۔[۳۹۵]

۶۔ عامر بن طفیل کی ریشہ دوانیاں اور بئر معونہ کا دردناک واقعہ:

عامر بن طفیل، بنو عامر کا ایک متکبر اور خود پسند سردار جو خود بادشاہی کی اُمید لگائے بیٹھا تھا دیکھ رہا تھا کہ عنقریب نبی کریم ﷺ کو جزیرۂ عرب پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہو جائے گا۔ اس نے آپ کے سامنے زمانۂ جاہلیت کے کچھ مطالبات آپ کے سامنے پیش کیے جنہیں آپ نے ٹھکرا دیا۔ انہی دنوں اس کا چچا ابو براء عامر بن مالک، جو "ملاعب الاسنة" (برچھیوں سے کھیلنے والا) کے نام سے معروف تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے اسلام

Marfat.com

کی دعوت پیش کی۔اس نے قبول تو نہ کیا مگر نفرت اور دوری کا اظہار بھی نہ کیا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اپنے ساتھیوں کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کا پیغام ضرور قبول کرلیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی اخشی علیھم اھل نجد))

''مجھے اپنے ان آدمیوں سے متعلق اہل نجد سے خدشہ ہے۔''

وہ بولو: ''میں ان کا حمایتی ہوں۔آپ (فکر نہ کریں) جسے چاہتے ہیں اہل نجد کی طرف بھیج دیں۔''

آپ نے ان کی طرف سیدنا منذر بن عمروؓ، جنہیں "اعنق الموت" یا "المعنق لیموت" (جذبۂ شہادت سے سرشار) کہا جاتا تھا کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ فرمایا۔اثنا سفر میں عامر بن طفیل نے بنو عامر کو ان پر حملہ کے لئے پکارا۔انہوں نے ابو براء کی طرف سے دی گئی پناہ کے پیش نظر انکار کیا تو اس نے بنو سلیم کو اپنے ساتھ ملا کر حملہ کر دیا۔ ایک سو تیر انداز ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے لگ گئے اور بئر معونہ پر صحابہ کو جالیا اور سب صحابہ اس نبرد آزمائی میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔[۳۹۶]

سیدنا انسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ستر (۷۰) آدمیوں کو روانہ فرمایا تھا۔انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ان میں میرے ماموں سیدنا حرام بن ملحانؓ، شامل تھے۔وہ لوگ قرآن کریم سیکھتے اور پڑھتے تھے۔دن کے وقت پانی لا کر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں فروخت کر کے اہل صفہ کے لئے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔۔۔جب وہ نرغۂ کفار میں آگئے تو انہوں نے دعا کی:

''اے اللہ! ہمارے نبی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے ملے اور تجھ سے راضی ہو گئے اور تو بھی ہم سے راضی ہے۔''

سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا حرامؓ کے پیچھے سے آیا اور انہیں نیزہ مارا جو اِن کے آر پار ہو گیا، تب حرامؓ نے پکار کر کہا:

((فزت ورب الکعبة!))[۳۹۷]

Marfat.com

''رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا!''

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((ان اخوانکم قد قتلوا و انهم قالوا: اللهم بلغ عنا نبينا انا قد لقيناك فرضينا عنك ورضيت عنا))[۳۹۸]

''تمہارے بھائی (جنہیں بھیجا گیا تھا وہ) شہید کر دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ دُعا کی تھی: ''اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری جانب سے یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے ملے ہیں اور تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔''

اس موقع پر عامر بن طفیل نے ستر قراء کے ساتھ دھوکا کیا، جبکہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کا دین سمجھانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بئر معونہ کے دن بڑے ہولناک انداز سے انہیں ذبح کر دیا گیا۔

۷۔ رسول اللہ (ﷺ) کے دعوتی مکتوب کی بے حرمتی:

نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت کو سفیروں کے ذریعے جزیرہ نمائے عرب اور اس سے باہر کے جن ہم عصر عالمی رہنماؤں تک پہنچایا، ان میں ہرقل شاہ روم، نجاشی شاہ حبشہ، مقوقس حاکم مصر، منذر بن حارث حاکم دمشق، منذر بن ساوی حاکم بحرین، جیفر اور عبد شاہان عمان، ہوذہ بن علی حنفی حاکم یمامہ اور کسریٰ شاہ فارس شامل ہیں۔

کسریٰ شاہ فارس کے نام مکتوب آپ ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ہاتھوں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ یہ خط بحرین کے حاکم کو دیں، تاکہ وہ اسے کسریٰ کو پہنچائے۔ طبری کی روایت کے مطابق اس خط کی عبارت یہ تھی:

((بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس، سلام على من اتبع الهدى، وآمن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الى الناس كافة لينذر من كان حيا، اسلم تسلم، فان ابيت فعليك

Marfat.com

اثم المجوس))[۳۹۹]

''بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے فارس کے سربراہ کسریٰ کے نام۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اس کا بندہ اور تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ میں ساری انسانیت کو متنبہ کروں۔ تم اسلام قبول کرلو محفوظ رہو گے۔ دعوتِ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تمام مجوسیوں کا گناہ تمہارے سر ہوگا۔''

بد بخت کسریٰ نے وہ نامۂ مبارک پھاڑ دیا۔ پھر اپنے سپہ سالار باذان کو لکھا، مکہ میں ایک قریشی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس کے پاس جلد پہنچو اور اس سے کہو کہ وہ اپنے دعویٰ سے توبہ کرے، اگر توبہ کرلے تب خیر، ورنہ اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔[۴۰۰]

رسول اللہ (ﷺ) کو جب اس چیز کا علم ہوا تو آپ نے اُن لوگوں کے لئے بد دعا فرمائی:

''اے اللہ! انہیں ملیا میٹ کر دے۔''[۴۰۱]

دعوت وتبلیغ کے میدان میں اُسوۂ صبر واستقامت (درس ونصیحت)

(۱) نبی کریم ﷺ کا دعوت الی اللہ میں صبر واستقامت کس درجہ پر تھا۔ اس کا اندازہ اس کلام سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے عتبہ بن ربیعہ کے جواب میں فرمایا:

((ما بی تقولون، ما جئتکم بما جئتکم به اطلب اموالکم، ولا الشرف فیکم ولا الملك علیکم ولکن الله بعثنی رسولا، وانزل علی کتابا، وامرنی ان اکون لکم بشیرا و نذیرا، فبلغتکم رسالة ربی ونصحت لکم، فان تقبلوا منی ما جئتکم به فهو حظکم فی الدنیا والآخرة، وان تردوه علی اصبر لامر الله حتیٰ یحکم الله بینی و بینکم))[۴۰۲]

''میرا ہرگز وہ مقصد نہیں ہے جو تم خیال کرتے ہو۔ میں جو چیز تمہارے پاس لایا

Marfat.com

ہوں اس کا مقصد یہ نہیں کہ تم سے مال طلب کروں یا مقام و مرتبہ اور بادشاہت کا سوال کروں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اتاری ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں جنت کی خوشخبری دوں اور جہنم سے ڈراؤں۔ میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی۔ اگر تم میری دعوت قبول کرلو تو وہ تمہارا دُنیا و آخرت کا نصیب ہے اور اگر اسے ٹھکرا دو تو میں اس وقت تک صبر کروں گا جب تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔"

(۲) ہر دور اور علاقے میں اللہ کے دشمن، داعیانِ اسلام کی معیشت اور اقتصادیات پر ضرب لگاتے رہے ہیں تاکہ وہ بے دست و پا ہو کر اپنی دعوت سے باز آجائیں۔ یہ طریق کار اختیار کرنے میں مشرکین اور منافقین ہمیشہ متفق رہے۔ اگر اوّلین مسلمان بھی کسی ایسی حکومت کے وظیفہ خوار یا تنخواہ دار ہوتے جو ان کی دعوت کی مخالف ہوتی تو وہ حکومت سب سے پہلے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے ہوئے انہیں ان کے عہدوں سے برطرف کرتی لیکن اس دور میں اس قسم کی کارروائی اقتصادی بائیکاٹ ہی کے ذریعے سے تھی۔ داعیانِ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حقیقت کو اس ممکنہ وسیع مفہوم کے ساتھ ذہن میں رکھیں۔ [۴۰۳]

بائیکاٹ کے تین سال اسلام کے اس ہراول دستے کے لئے تربیت اور کردار سازی کے میدان میں عظیم توشہ ثابت ہوئے۔ ان میں بھوک، خوف، آزمائش میں صبر کرنے، اعصاب کو قابو میں رکھنے، اپنے دلوں اور خواہشات کو دبانے اور اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے جیسے اوصاف راسخ ہو گئے۔ [۴۰۴]

(۳) قریش کے اقتصادی و معاشرتی بائیکاٹ کے مقابلے میں رسول کریم ﷺ کی مسلمانوں کو یہ ہدایات تھیں کہ وہ دشمن سے ٹکر نہ لیں اور اپنے جذبات قابو میں رکھیں۔ وہ کسی قسم کی جنگ بھڑکانے سے گریز کریں اور خود کسی جنگ کا ایندھن بننے سے اجتناب کریں۔ اس مرحلے میں آپ کی طرف سے صبر و استقامت کی تلقین و تربیت کا عظیم

Marfat.com

الشان پہلو سامنے آتا ہے کہ آپ کے بہادر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر کسی ٹکراؤ کے اعلیٰ صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے سمع و طاعت کو اپنا شعار بنائے رکھا، ہر قسم کی اذیت، دشمنی اور ظلم کو برداشت کیا اور اپنے ہاتھ روک کر رکھے۔ انہوں نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کسی ایک حادثے یا ایک دن پر نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو خشک سالی والے تین سال صبر کا مظاہرہ کیا جس میں اُن کے اعصاب شل ہو گئے اور انہیں ایک بھی تیر پھینکنے یا کسی ایک شخص کا سر پھوڑنے کی بھی اجازت نہ ملی۔ [۴۰۵]

اس بائیکاٹ کی بنا پر مسلمانوں کو پہنچنے والے آلام و مصائب کے باوجود رسول کریم ﷺ دین کی دعوت سے باز نہیں آئے۔ آپ ایام حج میں شعب سے باہر آتے، مکہ آنے والے حجاج سے ملاقاتیں کرتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے اور اپنی قوم کے ملنے والے افراد کو بھی اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ [۴۰۶]

(۴) صرف رسول کریم ﷺ کی ذات ہی وہ بلند ترین ہستی تھی جس نے کسی مداہنت اور سودے بازی یا سیاسی چالبازی کے بغیر کفار کی تمام پیش کشوں کے سامنے فیصلہ کن موقف اختیار کیا اور قریشی سرداروں سے رابطہ استوار کرنے یا تعلقات بہتر بنانے کی کوشش نہ کی۔ [۴۰۷]

نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے صادر ہونے والا ہر کلمہ قابل اتباع اور آپ کا ہر عمل قابل اقتدا ہے، نیز آپ کی ہر چشم پوشی آپ کا ایسا خلق ہے جو اُمت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں یہ ایسا سبق تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گیا۔ اس سے انہوں نے عقیدے کی پختگی، اپنے اصولی موقف پر استقامت اور ہر قسم کی پیشکش کو قدموں تلے روندنے کا سبق حاصل کیا۔

(۵) دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ کئے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت بالخصوص بئر معونہ اور رجیع کے واقعات انتہائی المناک اور دلخراش تھے۔ اس کے باوجود اس سے مسلمانوں کی قوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، نہ دعوت الی اللہ کے بارے میں ان کے جوش اور ولولے میں کوئی فرق آیا اور نہ ہی یہ واقعات دین کی خدمت اور

Marfat.com

دعوت و ہزیمت کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔ یہ تمام مشکلات رسول کریم ﷺ کے عزم وہمت کی دیوار کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور آپ صبر و استقامت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کی بھاری ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ بئر معونہ کے واقعہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر گہرا اثر چھوڑا یہاں تک کہ آپ فجر کی نماز میں ایک ماہ تک بنو سلیم کے قبائل پر، قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینے تک مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشا اور صبح کی نماز میں قنوت پڑھی۔ آپ ہر نماز کی آخری رکعت میں جب ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو بنو سلیم کے قبائل رعل، ذکوان اور عصیہ کے خلاف بددعا کرتے اور مقتدی اس پر آمین کہتے۔''[۴۰۸]

(۶) اسلامی دعوت پیش کرنے والے مبلغین کو چاہیئے کہ رسول کریم ﷺ کا اُسوہ ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی بات یاد رکھیں:

{قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾} [۴۰۹]

''یوسف نے کہا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ (عورتیں) مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہوں گا، چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اس نے اس سے ان (عورتوں) کا مکر دور کر دیا، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

(۷) آپ ﷺ نے جاہلیت کی شہ رگ پر وار کیا جس سے جاہلیت تلملا اُٹھی اور سارا عرب جو جاہلیت کا شاید سب سے بڑا قلعہ تھا لڑنے کے لئے آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت پر پہاڑ کی طرح جمے رہے، مخالفت کے طوفان آئے، فتنے کی آندھیاں آئیں اور نکل گئیں، مگر آپ نے اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہ کی۔ آپ نے اپنے چچا سردار ابو طالب

Marfat.com

کے ذریعے اُن کو صاف کہلوا دیا:

((فما انا باقدر ان ادع ذلك منكم على ان تشعلوا منها بشعلة))[۴۱۰]

''اگر تم اس سورج کا شعلہ لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں یہ دعوت کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا سردار ابو طالب کو مخاطب کر کے فرمایا:

((یا عم! واللہ! لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علیٰ ان اترك هذا الامر حتیٰ یظهره الله او اهلك فیه، ما تركته))[۴۱۱]

''چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور مطالبہ کریں کہ میں دین کی تبلیغ روک دوں تب بھی میں اللہ رب العزت کے دین کی دعوت دینے سے باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دوں۔''

پھر آپ کے آنسو بھر آئے اور آپ چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس صورتحال سے جناب ابو طالب کا دل بھر آیا، کیونکہ وہ اپنے بھتیجے کی صداقت وسچائی کو جانتے تھے، لہٰذا بھتیجے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

((اذهب یابن اخی فقل ما احببت فو الله لا اسلمك لشیء ابدا))[۴۱۲]

''اے میرے بھائی کے بیٹے! جاؤ اور جیسے تمہارا دل چاہے تبلیغ کرو۔ اللہ کی قسم! میں کسی بھی چیز کے عوض تمہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔''

(۸) رفیقۂ حیات سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور شفیق چچا سردار ابو طالب کی یکے بعد دیگرے وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دکھ اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ دراصل دعوتی مشکلات میں یہ دونوں ہستیاں آپ کے لئے مضبوط ستونوں کی حیثیت رکھتی

Marfat.com

تھیں۔اب نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مشکل ترین مرحلے کی ابتدا ہوئی۔آپ نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں کہ پہاڑ بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور اتنی مشقتیں اور آزمائشیں آئیں کہ وہ شہر، جہاں آپ پیدا ہوئے اور وہاں کا ہر چھوٹا بڑا آپ کو جانتا تھا، آپ کو چھوڑنا پڑا اور اسلامی دعوت کے لئے دوسرے شہر اور دوسری قوم کا انتخاب کرنا پڑا۔

(۹) مشرکین مکہ کی شدید عداوت، انتہائی کینہ اور غایت درجہ بغض کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ مکہ کی سرزمین پر غریب الوطن بن گئے اور مکہ کی سوسائٹی آپ کے لئے بدل گئی۔وہ زمین نہیں رہی تھی جس پر آپ نبوت سے پہلے چلا کرتے تھے۔آپ ہی نے تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کے سلسلے میں اہل مکہ کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔اس لیے کہ اس وقت تمام اہل مکہ آپ کی صداقت، امانت اور عظیم دور اندیشی پر متفق تھے۔جب حالات بہت زیادہ دِگرگوں ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے مکہ میں دعوت کا کام کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کر کے یثرب چلے جانے کا حکم دیا۔مکہ میں رسول کریم ﷺ ایسی زندگی گزارتے رہے جس میں کوئی راحت تھی نہ چین وسکون۔ ہر لمحہ قریش آپ کے قتل کرنے کے منصوبے بناتے اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتے، لیکن اس سے آپ کی عزیمت میں کوئی کمی نہیں آئی اور آپ کی قوت اور جدوجہد کمزور نہیں پڑی۔آپ اپنی قوم، پڑوسیوں اور اردگرد کے تمام گروہوں اور قبیلوں کے درمیان زبردست اجنبیت کا شکار رہے، لیکن آپ پر مایوسی طاری ہوئی نہ پریشان ہوئے، اور نہ اپنے رب سے آپ کی اُنسیت میں کچھ فرق آیا۔

ڈاکٹر سعید رمضان البوطی لکھتے ہیں:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد اور صبر و استقامت کے گیارہ سال وہ قیمت تھی جس کی ادائیگی ضروری تھی اور وہ راستہ تھا جس سے گزر کر اسلام کے سیل رواں کو مشرق و مغرب میں پھیلنا تھا۔اس کے سامنے روم کی طاقت کو پامال ہونا اور فارس کی عظمت کو خاک میں ملنا تھا اور مختلف نظاموں

Marfat.com

اور تہذیبوں کی قدروں کو فنا ہونا تھا۔"[۴۱۳]

(۱۰) مخالفین کے خلاف رسول اللہ ﷺ کا صبر و تحمل عدیم النظیر تھا۔ طائف والوں نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کر دی تھی۔ اس انتہائی غم اور نفسیاتی و جسمانی مصائب کی کیفیت میں رسول کریم ﷺ نے اپنے اللہ کے سامنے جو دعا فرمائی وہ آپ کے ایمان و یقین، اللہ کے راستے میں پہنچنے والی تکالیف پر صبر و استقامت اور مزید رضائے الٰہی کے حصول پر دلالت کرتی ہے۔ آپ نے اُن کے خلاف اللہ تعالیٰ سے عذاب کی نہیں بلکہ ہدایت کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ چند سال کے بعد جب آپ ﷺ طائف کا محاصرہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بنو ثقیف خود بخود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ ان واقعات میں تبلیغ و دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے بہت بڑا سبق جلوہ گر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اقامتِ دین کے فریضے کے دوران ایسی ہولناک مصیبتیں پہنچ سکتی ہیں تو ہم تم کس باغ کی مولی ہیں جو آزمائشوں سے محفوظ رہیں۔ پس داعیانِ اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں، کیونکہ یہ انبیاء و صلحا کا راستہ ہے جو آشوب اور آزمائش سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دین صادق انسانی محنت و مشقت، صبر و استقامت اور کلفت و عزیمت کے بغیر غلبہ نہ پائے۔

(۱۱) چند بیرونی قبائل کے دعوت نبوی پر انکار اور ردعمل میں بدترین جوابات کے واقعات اوپر درج کیے گئے ہیں اُن کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے دیگر قبائل جن میں بنو فزارہ، بنو کندہ، بنو بکر بن وائل، بنو مرہ، بنو سلیم، بنو عبس، بنو نضر، بنو بکاء، بنو حارث بن کعب، بنو عذرہ اور بنو حضارمہ شامل ہیں، کو بھی دعوت دی لیکن ان میں سے کسی نے بھی آپ کی بات نہیں مانی اور دعوتِ اسلام قبول نہیں کی۔[۴۱۴]

(۱۲) مشرکین کی زبانی اور جسمانی اذیتوں کے باوجود آپ نے اپنی دعوت میں ذرا بھی کمزوری نہ دکھائی اور اسلام قبول کرنے والے مخلصین کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ آپ قریش کی نظروں سے بچ کر مسلمانوں کے گھروں میں جاتے اور ان سے

Marfat.com

ملاقات کرتے۔ان دلیر لوگوں سے مل کر ہی اسلامی خاندان وجود میں آیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بعد آپ کی اُمیدیں وابستہ تھیں اور انہی کی مدد سے آپ نے اسلام کی اشاعت وتوسیع کا بیڑا اٹھایا۔

اس متبرک اور عظیم کام کے دوران آپ نے کسی سیاسی دھوکہ بازی سے ہرگز کام نہیں کیا۔کبھی کسی شخص کو خفیہ طور پر قتل کر کے اس سے جان نہیں چھڑائی، حالانکہ یہ چیز آپ کے لئے بہت آسان تھی کیونکہ ایسی کارروائی سے تحریک اسلامی کے ختم ہونے یا دیر تک معطل ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا۔[۴۱۵]

(۱۳) رسول اللہ ﷺ نے دعوت وتبلیغ میں ایسا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دعوتِ اسلامی کو غالب کر دیا۔اس طریق کار سے آپ کی حکمت، جرأت، صبر واستقامت، حسن خلق اور خلوص نیت اچھی طرح واضح ہو گئے۔شرک اور مشرکین نیست ونابود اور قیامت تک کے لئے ذلیل ورسوا ہو گئے۔معروف لبنانی عالم شیخ مصطفی الغلا ییٰنی لکھتے ہیں:

''اللہ نے رسالت کی جو امانت آپ کے سپرد فرمائی تھی آپ نے اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔آپ نے لوگوں کو خدائے عظیم اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دی۔آپ نے اس کارِ دعوت میں بے شمار مشقتیں اور گوناگوں زحمتیں برداشت کیں۔آپ نے اس رستے میں کئی دشوار گزار گھاٹیوں، طوفان خیز سمندروں اور ہلاکت آمیز بیابانوں کو طے فرمایا۔آپ کے پائے استقامت میں کبھی لغزش پیدا نہ ہوئی، اور شدت مشقت سے آپ کے عزم وہمت میں کبھی ضعف رونما نہ ہوا۔آپ ان آزمائشوں اور مصیبتوں کے سامنے پہاڑ بن کر جمے رہے۔حتیٰ کہ حق کی سطوت نے باطل کو پچھاڑ دیا۔اسلام کی قوت نے کفر کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا اور مشعل دین کی شعاعوں نے تاریکیوں کو زائل کر دیا۔''[۴۱۶]

(۱۴) عصر حاضر میں بھی قانون الٰہی کے نفاذ کے سلسلے میں کسی بھی موڑ پر اور کسی بھی وقت اہل باطل کی طرف سے بائیکاٹ اور مقاطعے کا اندیشہ ہو سکتا ہے کیونکہ کفر ایک ہی ملت ہے،

Marfat.com

لہٰذا قائدین اُمت اسلامیہ کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ جونہی ایسے حالات پیدا ہوں تو وہ اُسوۂ رسول کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب اقدام کریں تاکہ کسی بھی قسم کے بائیکاٹ کے سامنے امت اسلامیہ ایک مضبوط چٹان بن جائے۔[۴۱۷]

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے بعد کئی سال تک جو آزمائشیں اور تکالیف اٹھائیں اور لازوال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، اُس کے نتائج و ثمرات ظاہر ہونے لگے، صبر پھل دینے لگا، جدوجہد بارآور ہونے لگی، دعوت کی کھیتی اپنے تنے پر کھڑی ہونے لگی۔ دعوت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو آپ نے اختیار فرمایا۔ دعوت و تبلیغ کے لئے انہی اخلاق اور حکمتوں کی پابندی شرطِ لازم ہے جو آپ نے اختیار فرمائے تھے۔ ہم آپ کے طریقے پر چل کر آپ کی حکمتوں سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ہمارے بے مثل قائد اور امام ہیں۔ ﷺ۔

میدان جہاد میں نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ

صبر و استقامت ایک ایسا اسلحہ ہے جو سپاہی میں شجاعت و دلیری کی روح پیدا کرتا ہے تاکہ وہ ہر ممکن طریقے سے دشمن کے ساتھ جنگ کرے۔ بھوک و پیاس اور خوفناک و سخت زخموں کا مقابلہ کرے۔ صبر و استقامت سپاہی میں شجاعت و مردانگی کی روح کو زندہ رکھتی ہے اور اُسے انتھک بنا دیتی ہے۔ قرآن و سنت میں جہاد کے مختلف پہلو ذکر کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے نفس کے خلاف جہاد کا معاملہ ہے، اس کے بعد شیطان سے جہاد، کفار سے جہاد اور ظالموں سے جہاد کا مرحلہ ہے۔[۴۱۸]

رسول کریم ﷺ ان تمام مراتب میں کامل و اکمل تھے بلکہ آپ واحد نبی ہیں جنہوں نے تمام جہاد کے مراتب مکمل کئے۔ آپ تمام اوقات جہاد ہی میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی دل کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں، کبھی زبان کے ساتھ، کبھی جان کے ساتھ اور کبھی مال کے ساتھ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد اَن دیکھے لشکروں کے ذریعے فرمائی۔ قرآن کریم میں

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا}[۴۱۹]

"اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے۔"

سید رضا صدرؒ {جُنُوْدًا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جنود کا معنی سپاہ اور لشکر ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو انواع و اقسام کی سپاہ و افواج سے مسلح کر رکھا تھا۔ جن میں سب سے پہلے آپ کا صبر و استقامت، دوسری ملائکہ کی فوج، تیسری آپ کے بیان کی طلاقت و تیزی، چوتھی بعثت سے قبل آپ کی نیک نامی و راست کرداری، پانچویں آپ کی خاندانی شرافت و نجابت، پھر آپ کا علم و حلم، اس کے بعد آپ کا عفو و درگزر، پھر آپ پر قرآن کا نزول، پھر معجزات اور پھر آپ کے پیروکاروں کی دلیری و پائیداری ہے۔"[۴۲۰]

سید رضا صدرؒ نے جنگ میں فتح و کامیابی کے لئے صبر و استقامت کو عظیم پیغمبرانہ ہتھیار قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"وہ نایاب چیز جو جنگ میں فتح و کامیابی حاصل کرنے کا مؤثر عامل ہے، وہ "رُوح استقامت" اور انتھک "ثابت قدمی" ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عظیم ہتھیار سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آراستہ فرمایا تھا۔"[۴۲۱]

ڈاکٹر ابوشہبہ کے بقول جہاد کو دو (۲) ہجری کے اوائل میں فرض کا درجہ ملا تھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہجرت کے پہلے سال مسلمانان مدینہ اپنے دینی و دنیاوی امور کو منظم کرنے میں مصروف رہے۔ انہوں نے مسجد نبوی تعمیر کی۔ اُن کا پورا دھیان مدینے کے سماجی و سیاسی استحکام کی طرف رہا۔ مواخات عمل میں آئی اور مدینہ کے یہودی مکینوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اُن سے معاہدے کیے گئے۔[۴۲۲]

توحید کے دشمنوں کے ساتھ آپ کے بہت سے جنگی معرکے ہوئے۔ جن غزوات میں آپ خود مقابلے کے لئے تشریف لے گئے اُن کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے۔ ان میں سے

Marfat.com

نو (۹) میں آپ نے باقاعدہ لڑائی لڑی۔ باقی رہیں وہ مہمات جن میں آپ نے لشکر بھیجے لیکن خود تشریف نہیں لے گئے اُن کی تعداد چھپن (۵۶) ہے اور انہیں سریہ کہا جاتا ہے۔[۴۲۳]

میدان جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے کامل و اکمل صبر و استقامت کے بارے میں امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو ایسی تکلیف کا مکلف بنایا کہ جس پر آپ سے پہلے کسی اور بندے کو مکلف نہیں بنایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُنیا کے تمام مشرکین کے خلاف جہاد کرنے پر مامور فرمایا اور اگر آپ کو کوئی یاور و مددگار نہ ملتا تو بھی آپ تنہا کفّار کے ساتھ جنگ کرتے۔''[۴۲۴]

اس کے بعد امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

{فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ}[۴۲۵]

''تو اللہ کی راہ میں جنگ کرتا رہ، تجھے صرف تیری ذات کی نسبت حکم دیا جاتا ہے۔''

اسی طرح تفسیر عیاشی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''غزوۂ اُحد سے واپسی پر ابوسفیان نے رسول کریم ﷺ سے کہا تھا کہ اب ہم بدر صغریٰ کے سالانہ میلے کے وقت پھر ملیں گے۔ جب ملنے کا وقت آپہنچا تو لوگوں نے ناپسندیدگی اور ناگواری کا اظہار کیا تو اس وقت آیت کریمہ {فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ ...} نازل ہوئی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ صرف ستر افراد تھے اور اگر کوئی بھی نہ جاتا تو آنحضرت تنہا روانہ ہو جاتے۔''[۴۲۶]

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فو الله لا ازال اجاهد على الذى بعثنى الله به حتّى يظهره الله او تنفرد هذه السالفة))[۴۲۷]

''اللہ کی قسم! میں اس اسلام کے لئے ہمیشہ جنگ کرتا رہوں گا جس کے لئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ اللہ مجھے کامیاب کرے یا میں اس راہ میں اپنی جان دے دوں۔''

Marfat.com

ذیل میں کچھ منتخب واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ تمام خطرناک مقامات پر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے زیادہ صبر و استقامت دکھانے والے تھے۔ جنگ کے کسی بھی حساس اور خطرناک مقام پر دیکھا نہیں گیا کہ آپ نے ایک قدم بھی پیچھے کی طرف اٹھایا ہو۔ میدان جنگ کا جو مقام بھی زیادہ خطرناک اور خونین ہوتا آپ وہاں موجود ہوتے تھے۔

ا۔ میدان جہاد میں صبر و استقامت کے اصول و مبادی کی تلقین:

میدان جہاد میں رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کا مقابلہ، اللہ رب العزت پر زبردست یقین اور بے مثل فراست و استقامت سے کیا۔ بدر کے دن جب آپ لشکر میں تشریف لائے تو اہل لشکر کو استقامت کی ترغیب اور جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

((والذی نفس محمد بیدہ! لا یقاتلھم الیوم رجل فیقتل صابرا محتسبا، مقبلا غیر مدبر الا ادخلہ اللہ الجنۃ))[۴۲۸]

"قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج کے دن جو شخص جم کر، ثواب کی امید رکھتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے، پیچھے نہ ہٹتے ہوئے لڑے اور شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔"

اسی طرح ایک اور موقع پر مسلمانوں کو آداب جہاد سکھاتے ہوئے فرمایا:

((ایھا الناس! لا تتمنوا لقاء العدو، وسلو اللہ العافیۃ فاذا لقیتموھم فاصبروا، واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف))[۴۲۹]

"لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے رہو اور جب تمہارا دشمنوں سے آمنا سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"

بدر کے میدان میں جب فریقین پوری مستعدی سے صفیں باندھ کر ایک دوسرے پر

Marfat.com

ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کھڑے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرزندانِ اسلام کو جو ہدایات کیں اُن میں یہ بھی فرمایا:

((وان الصبر فی مواطن الباس مما یفرج الله به الهم، و ینجی به من الغم، و تدرکون به النجاة فی الآخرة))[۴۳۰]

"جنگ کے موقع پر صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ پریشانی دور کرتا ہے اور اسی کی وجہ سے غم سے نجات دیتا ہے۔ اسی کے ذریعے سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔"

آپ کی طرف سے مجاہدین اسلام کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق جو انتہائی اہم اصول و مبادیات ذہن نشین کرائے گئے اُن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ ثابت قدم رہو کیونکہ ثابت قدم رہنے والے ہی میدان جنگ میں فتح یاب ہوتے ہیں۔

۲۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ اس طرح تمہارا ایمان بہت محکم اور دل بہت مضبوط رہے گا۔

۳۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ بعد ازاں اپنے سربراہ حکومت کی صحیح باتوں میں اطاعت کرو۔

۴۔ یہ جان لو کہ نظم و ضبط کے بغیر کوئی جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

۵۔ آپس میں لڑائی جھگڑے سے بچو ورنہ سست ہو جاؤ گے اور بات بگڑ جائے گی۔

۶۔ کتنے ہی کٹھن مصائب و مشکلات پیش آئیں، صبر سے جھیلتے رہو۔ بالآخر جیت اُسی کی ہوتی ہے جو صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

۷۔ کافروں کے طور طریقے ہرگز اختیار نہ کرو کیونکہ وہ ایمان اور صراط مستقیم کے برعکس گھمنڈ اور نمود و نمائش کے طریقے اپناتے ہیں۔

۸۔ تمہارے سارے کاموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی اور عجز و اخلاص پر ہونی چاہیئے۔[۴۳۱]

Marfat.com

۲۔اہل بیت رسول علیہم السلام ہر اول دستوں میں:

اپنے اہل بیت، اہل وعیال اور قرابتداروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا مستقل معاملہ اور اصول یہ تھا کہ جو آپ سے جس قدر قریب ہوتا، آپ خطرات اور آزمائشوں میں اس کو اُسی قدر آگے رکھتے اور انعام و اکرام اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت اُسی قدر پیچھے رکھتے۔حق و باطل کے پہلے معرکے بدر میں مشرکین کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ کا بیٹا ولید (جو عرب کے نامی گرامی بہادروں اور جنگ آزماؤں میں سے تھے) تینوں میدان میں اُترے اور دعوت مبارزت دی۔آپ ﷺ مکہ کے ان شہسواروں کی حیثیت و اہمیت سے خوب واقف تھے۔مہاجرین میں متعدد ایسے بہادر اور جری شہسوار موجود تھے جو ان سے دو دو ہاتھ کر سکتے تھے۔مگر آپ نے بنی ہاشم میں سے وہ تین افراد جو خون اور رشتہ میں آپ سے سب سے زیادہ قریب تھے اور آپ کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب تھے، اُن کو میدان کارزار میں اُتارا۔[۴۳۲]

آپ ﷺ نے فرمایا:

((قم یا عبیدہ بن الحارث! وقم یا حمزہ! وقم یا علی))[۴۳۳]

"عبیدہ بن حارثؓ! اٹھو، حمزہؓ! آپ بھی اُٹھیے، علیؓ! تم بھی اٹھو۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((یا بنی ھاشم قوموا فقاتلوا بحقکم الذی بعث بہ نبیکم اذ جاؤوا بباطلھم لیطفئوا نور اللہ))[۴۳۴]

"اے بنی ہاشم! اٹھو اور اپنے اس حق کے ساتھ جنگ کرو جس کے ساتھ تمہارے نبی کو بھیجا گیا ہے اور وہ اپنے باطل کے ساتھ آئے ہیں تاکہ نور خدا کو خاموش کر دیں۔"

سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو اس خطرے سے بچانے کے لئے دوسروں

Marfat.com

کو خطرے میں نہیں ڈالا اور اُنہی کو مقابلے کے لئے بھیجا۔"[۴۳۵]

اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ اُس نے ان کو اپنے دشمنوں پر غالب فرما دیا اور فتح عطا فرمائی۔ سیدنا حمزہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما مظفر و منصور اور صحیح و سالم پلٹ آئے اور سیدنا عبیدہؓ کو زخمی حالت میں لایا گیا۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اور رسالت مآب ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبر (ﷺ) اپنے اہلبیت علیہم السلام کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں اُنہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب رضی اللہ عنہم کو نیزہ و شمشیر سے بچا لیتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ بن حارثؓ بدر میں، حمزہ بن عبدالمطلبؓ اُحد میں اور جعفر بن ابی طالبؓ موتہ میں شہید ہو گئے۔"[۴۳۶]

۳۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمۂ عظیم:

سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؓ اُن صحابہ میں سے ہیں جنہیں آپ ﷺ بہت زیادہ چاہتے تھے۔ وہ آپ کے چچا اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ اپنے ذاتی عزت اور تفاخر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ شیر دل انسان رسول کریم ﷺ کے روحانی ماحول میں ایسے وقت داخل ہوئے جب مسلمان کمزور تھے اور اپنے بھتیجے کی تائید کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے "میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ایسے عظیم ہیرو کی وفاداری کا رسول کریم ﷺ نے بھی صلہ دیا۔ اُحد کی لڑائی کے دن وہ شہید کر دیئے گئے۔ حمزہؓ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے، اُن کی مقدس آنکھیں نکال لی گئیں، اُن کے کان اور ناک کاٹ دیئے گئے، اُنکا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبا لیا گیا۔

رسول کریم ﷺ جن کا سینہ رحم و کرم سے بھرپور تھا، نے جب یہ بھیانک منظر دیکھا تو آپ کی آنکھیں بھر آگئیں۔ اور فرمایا:

((ما وقفت موقفا قط اغیظ الی من هذا))[۴۳۷]

Marfat.com

''اس سے زیادہ دردناک منظر میں نے نہیں دیکھا تھا آج مجھے جتنا غم ہوا ہے اتنا زندگی میں کبھی نہیں ہوا۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو سید الشہدا حمزہؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ کے آنسو رواں ہو گئے اور جب انہیں دیکھا تو ہچکی بندھ گئی۔ آپ شہداء کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((انا شهيد على هولا، كفنوهم فى دمائهم فانه ليس جرح يجرح فى الله الا جا يوم القيامة يدمى، لونه لون الدم، وريحه ريح المسك، قدموا اكثرهم قرآنا، فاجعلوه فى اللحد))[۴۳۸]

''میں ان پر گواہ ہوں۔ انہیں ان کے خون ہی میں کفن دے دو کیونکہ جو بھی زخم اللہ کے راستے میں آتا ہے قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں ہوگا کہ خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کا سا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ جسے قرآن زیادہ یاد تھا اُسے لحد میں آگے کرو۔''

اُحد کی جنگ میں ستر شہداء تھے اور اس سے دوگنا زخمی تھے۔ عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے۔ جب آپ کے سامنے سیدنا حمزہؓ اور دوسرے شہداء کے بچے نومولود چوزوں کی طرح کپکپاتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا اور آپ نے انتقام لینے کا سوچا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔ جونہی آپ کو انتقام لینے کا خیال آیا، یہ آیات نازل ہوئیں:

{وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾}[۴۳۹]

''اور جب تم کسی برائی کا بدلہ دینے لگو تو اسی قدر بدلہ دو جتنا تم سے برا کیا گیا ہو اور اگر تم صبر کرو گے تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔''

آپ ﷺ جو صبر و استقامت کے کوہِ گراں تھے نے اپنا سارا غم سینے میں دفن کر دیا اور صبر کا راستہ اپنایا۔

Marfat.com

۴۔ دفاعِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے زخم:

سیدنا سہل بن سعدؓ سے جنگ اُحد کے موقع پر نبی کریم ﷺ کو لگنے والے زخموں کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ فرمانے لگے: ''نبی کریم ﷺ کا چہرۂ مبارک شدید زخمی ہوا۔ آپ کا دانت شہید ہوگیا اور آہنی خود آپ کے سر پر پچک گیا۔ آپ کے سر اور چہرۂ مبارک سے خون بہ رہا تھا۔ آپ کی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا خون دھو رہی تھیں۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے آپ کو تھام رکھا تھا لیکن خون رکنے کی بجائے مسلسل بہ رہا تھا۔ آخر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر راکھ بنائی، پھر وہ راکھ زخموں پر چپکا دی جس سے خون رک گیا۔[۴۴۰]

آپ ﷺ کو اتنی بڑی تکلیف پہنچی جس پر پہاڑ بھی لرزہ براندام تھے مگر صبر و استقامت کے پیکر رسول پھر بھی اپنی قوم کے خلاف بددُعا نہیں کرتے بلکہ اُن کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ لوگ جانتے نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

''مجھے اب بھی تصور کی آنکھ سے نظر آرہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے اتنا مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہوگیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

((اللھم! اغفر لقومی فانھم لا یعلمون))[۴۴۱]

''اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ یہ لوگ (نادان ہیں) حقیقت سے بے خبر ہیں۔''

اسی طرح جب سفرِ ہجرت کے دوران آپ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ غارِ ثور میں پناہ گزین تھے تو ایک پتھر آپ کے دستِ مبارک پر آلگا جس سے انگشتِ مبارک زخمی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

هل انت الا اصبع دميت
وفی سبیل الله ما لقیت[۴۴۲]

''اے اُنگلی! کوئی بڑی تکلیف نہیں آئی صرف تو زخمی ہوئی ہے اور پھر یہ تکلیف تو تجھے اللہ کے راستے میں پہنچی ہے۔''

۵۔اندرونی محاذ جنگ کے اہتمام میں صبر و استقامت

اندرونی محاذ جنگ کی قوت اور مضبوطی کا سبب یہ بنا کہ نبی کریم ﷺ مشقت برداشت کرنے میں لشکر کے ساتھ بنفس نفیس شریک رہے۔خندق کی کھدائی کے تھکا دینے والے کام میں آپ بھی صحابہ کے دوش بدوش موجود تھے۔آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے خندق کی کھدائی کا کام کیا۔ابو اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے براء سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران رسول اللہ ﷺ خندق کی مٹی خود منتقل فرما رہے تھے۔بطن مبارک کی جلس مٹی لگنے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی تھی۔[۴۴۳]

خندق کی کھدائی کے دوران بڑی بڑی مشکلات سامنے آئیں۔مثلاً موسم انتہائی سرد تھا۔بہت تیز ہوا چلتی تھی۔تنگ دستی کے ساتھ ساتھ متوقع دشمن کی آمد کا ہر لحظہ خوف اور کھدائی کا تکلیف دہ مرحلہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور پشت پر ڈھوتے تھے۔رسول کریم ﷺ اس دن عبداللہ بن رواحہؓ کے چند رجزیہ اشعار کو دہرا رہے تھے۔[۴۴۴]

سیدنا انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی خندق کے دن یوں کہتے:

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الاسلام ما بقینا ابدا

''ہم تو پیغمبر محمد (ﷺ) سے بیعت کر چکے کہ جب تک جان میں جان ہے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے۔''

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے:

Marfat.com

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة

فاغفر للانصار والمهاجره[۴۴۵]

"اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، بخش دے انصار اور مہاجرین کو۔"

جب خندق کھدتے وقت صحابہ کے سامنے ایک سخت چٹان آ گئی تو رسول کریم ﷺ نے اس پر تین کاری ضربیں لگائیں، وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ ہر ضرب لگانے پر آپ نے صحابہ کو اسلامی فتوحات کی بشارتیں سنائیں۔[۴۴۶]

جہاد کے میدان میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) میدان جہاد میں رسول اللہ ﷺ کی غیر معمولی اور بے مثال قائدانہ قابلیت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی تھی۔ آپ کی حکیمانہ صف بندی اور تنظیم، خطرات اور اچانک حملوں کے سدباب کی تدبیر، دشمن کی جنگی طاقت، اس کی نفری کا صحیح اندازہ اور سب سے بڑھ کر آپ کا صبر اور استقامت و پائیداری، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے آپ کی غیر معمولی جنگی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کی ضروری تفصیلات سیرت کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔[۴۴۷]

(۲) نبی کریم ﷺ راہِ دین میں کیسے کیسے دردناک مصائب برداشت کرتے ہیں۔ آپ کے اس عمل میں مسلمانوں کے لئے یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے یا اُن کی آزادی سلب کر لی جائے یا اُن کے لئے سزائے موت تجویز کر دی جائے تب بھی وہ صبر و استقامت ہی کا مظاہرہ کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی کربناک تکالیف پہنچائی گئیں مگر آپ نے صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ تمام انسانوں کے لئے آپ ہی اُسوۂ حسنہ ہیں۔ ﷺ۔

﴿اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۱۷﴾[۴۴۸]

"آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی

Marfat.com

قوت والا تھا، یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔"

مفسرین کرام نے "اَلْاَیْد" کا مطلب قوت وشدت لکھا ہے۔اس قوت سے مراد دینی قوت وصلابت ہے۔جس طرح حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

"اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نماز، داؤد علیہ السلام کی نماز اور سب سے زیادہ محبوب روزے، داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ نصف رات سوتے، پھر اٹھ کر رات کا تہائی حصہ قیام کرتے اور پھر اس کے چھٹے حصے میں سو جاتے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے اور جنگ میں فرار نہ ہوتے۔"[۴۴۹]

(۳) آپ ﷺ کو اتنی بڑی تکلیف پہنچی جس پر پہاڑ بھی لرزہ براندام تھے مگر صبر و استقامت کے پیکر رسول پھر بھی اپنی قوم کے خلاف بددُعا نہیں کرتے بلکہ اُن کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ لوگ جانتے نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"مجھے اب بھی تصور کی آنکھ سے نظر آرہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نبی کا واقعہ بیان فرمارہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے اتنا مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہوگیا۔وہ اپنے چہرے سے خون صاف کررہے ہیں اور فرمارہے ہیں:

((اللھم! اغفر لقومی فانھم لا یعلمون))[۴۵۰]

"اے اللہ! میری قوم کو معاف فرمادے کیونکہ یہ لوگ (نادان ہیں) حقیقت سے بے خبر ہیں۔"

(۴) صبر و استقامت کے کوہِ گراں پیغمبر ﷺ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ایک نئی طرح ڈالی۔ پندرہ دنوں تک بدر کے قیدیوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا مگر کیا مجال کہ کوئی ان کے ساتھ بدسلوکی کرسکے۔اُم المومنین سیدہ سودہؓ خود بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے بدر کے قیدی ابویزید سہیل بن عمرو کو دیکھ کر کہا: اے ابویزید! قیدی بننے کی ذلت پر عزت کی موت کیوں نہ مرگئے؟ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آواز آئی۔اے سودہ (رضی اللہ عنہ)! تجھے کس چیز نے اللہ اور رسول کی نافرمانی پر اُبھار دیا ہے؟ سیدہ

Marfat.com

سودہؓ نے اپنی اس غلطی پر معذرت کی۔ سہیل بن عمرو بڑا شعلہ بیان مقرر تھا۔ اپنی شعلہ بیانی سے اسلام کے خلاف دشمنوں کو اُبھارتا اور حوصلہ دیتے تھا۔ سیدنا عمر بن خطابؓ نے مشورہ دیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا آگے کا دانت نکلوا دیجئے، تاکہ وہ آئندہ کبھی بھی دشمنوں کو اسلام کے خلاف نہ اُبھار سکے۔ آپ نے فرمایا:

"اگر میں اس کے اعضاء کو بگاڑوں گا تو اللہ میرے ساتھ بھی یہی سلوک فرمائے گا۔ اگرچہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔ کیا عجب کہ یہ کل اس مقام پر کھڑا ہو جہاں پر تم ہو۔"

آپ کی نگاہ بصیرت نے ان کا مستقبل دیکھ لیا تھا، آخر کار سیدنا ابو یزید سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور وفات نبوی کے بعد رونما ہونے والے فتنہء ارتداد پر نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اپنی شعلہ بیانی سے دوسروں کو بھی بچاتے رہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام، مخلصین اور اولیاء کی عبودیت ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ سہولت ہو یا تنگی، پسند ہو یا ناپسند وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبودیت پر قائم رہتے ہوئے صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب کی بلندی اور اجر و ثواب میں اضافے کے لئے انہیں دُنیوی مصائب، مثلاً زخم، تکالیف اور بیماریاں لاحق ہوتی ہیں تو اُن کے پیروکاروں کو صبر و استقامت کے حوالے سے اُسوۂ حسنہ اور اعلیٰ نمونہ حاصل ہوتا ہے تاکہ وہ بھی مصائب میں اُس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ [۴۵۱]

(۶) میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا ایک عام فرد اور فوجی کی طرح شریک ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اپنے لشکر میں بڑے چھوٹے کی تمیز روا نہ رکھتے تھے اور اپنے آپ کو دوسرے مجاہدین کے برابر سمجھتے تھے، نیز اس سے آپ کی عظیم شجاعت اور صبر و استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ [۴۵۲]

رسول کریم ﷺ نے بدر کے لئے روانگی کے وقت انصار کے علمبردار سیدنا سعد بن معاذؓ سے فرمایا:

Marfat.com

((سیروا وابشروا فان اللہ تعالیٰ قد وعدنی احدی الطائفتین، واللہ! لکانی الان انظر الی مصارع القوم)) [۴۵۳]

"چلو اور خوش ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دونوں میں سے ایک گروہ پر فتح کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو اب بھی دشمنوں کی ہلاکت گاہیں نظر آ رہی ہیں۔"

(۷) رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے لئے اندرونی محاذ جنگ کے اہتمام میں صبر و استقامت کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ انہوں نے خندق کی کھدائی میں کامیابی کے لیے حتی المقدور طاقت صرف کر دی۔ آپ، صحابہ کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک تھے بلکہ بڑے بڑے مصائب کو آگے بڑھ کر خود گلے لگاتے تھے۔ غزوۂ احزاب ہی میں ہم آپ کو دوسروں کی طرح بلکہ دوسروں سے بڑھ کر بھوک کی تکلیف اٹھاتے دیکھتے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بھوک کی شدت سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا تھا۔ [۴۵۴] تین دن کی مسلسل بھوک کے بعد "قوت لا یموت" میسر آئی تو بھی خود کو ساتھیوں پر ترجیح نہ دی۔

(۸) رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابی سیدنا خبیب بن عدیؓ کے وہ اشعار بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو آپ نے سولی پر چڑھتے وقت پڑھے:

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان اللہ مصرعی
وذلك فی ذات الاله وان یشا
یبارك علی اوصال شلو ممزع [۴۵۵]

"جب میں حالت اسلام میں شہید کر دیا جاؤں تو جس پہلو پر بھی گروں مجھے کوئی پرواہ نہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے اعضاء کو مبارک بنا دے۔"

Marfat.com

مبحث چہارم: دیگر اعمال خیر کی انجام دہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر و استقامت

عہد و پیمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور احادیث کی کتابیں عہد و پیمان میں آپ کے اُسوۂ صبر و استقامت کے عظیم اور ان مٹ واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ اسلام کے خلاف چالیں چلنے والے بڑے بڑے دشمنوں کے ساتھ بھی وفا میں آپ ہرگز پیچھے نہیں رہے۔ حتیٰ کہ دشمنوں نے خود اس کی شہادت دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن چار موارد کا ذکر فرمایا ہے جن میں صبر و استقامت پسندیدہ اور قابل تعریف ہے۔ اُن میں پہلی چیز یہی عہد و پیمان میں استقامت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

{وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ}[۴۵۶]

"اور وہ جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیف اذا وعد))[۴۵۷]

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔"

ایک اور مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کو عہد و پیمان کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

((لا دین لمن لا عھد لہ))[۴۵۸]

"جو شخص اپنے عہد کی پابندی نہیں کرتا، اُس کا کوئی دین نہیں۔"

جو مسلمان اپنے عہد کو پورا نہیں کرتا وہ سوائے اسلام ظاہری شکل و صورت کے (کہ جو صرف زبانی جمع خرچ ہے) حقیقت دین کا حامل نہیں ہوا۔ جب اسلام مکہ میں تنہا اور بے سہارا تھا تو اہل مدینہ میں سے ایک گروہ انصار نے عہد و پیمان باندھا کہ وہ دل و جان سے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا دفاع کریں گے۔ سو جب آپ مدینہ تشریف لائے تو اُن جانثاروں (رضی اللہ عنہم) نے اپنا عہد پورا کیا اور آپ کے بارے میں کسی قسم کی فداکاری سے دریغ نہیں کیا اور دونوں جہانوں میں سربلندی اور سعادت حاصل کی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جب نیکوکاروں کی مدح کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

{مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۡ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝} [۴۵۹]

"مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ سے کیا تھا انہیں سچ کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

رسول کریم ﷺ نے نہ صرف اپنی اُمت بلکہ تمام دُنیا کے سامنے عہد و پیمان میں صبر و استقامت کا جو نمونہ پیش کیا وہ اس بات کی شہادت ہے کہ آپ میں ایفائے عہد کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور آپ نے پوری زندگی کبھی کسی سے عہد شکنی نہیں کی۔ ذیل میں چند واقعات کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کے عہد و پیمان پر دشمنوں کی گواہی

رسول کریم ﷺ تمام انسانوں سے بڑھ کر عہد و پیمان میں صبر و استقامت دکھانے والے تھے۔ ابوسفیان بن حرب نے اسلام لانے سے پہلے شاہ روم ہرقل کے سامنے شہادت دی۔ ہرقل نے انہیں رسول اللہ ﷺ پر شاہد بنایا (جب کہ ہرقل کو آپ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی)۔ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا:

((سالتك ما ذا يامركم ؟ فزعمت انه امركم بالصلاة والصدق والعفاف والوفاء بالعهد واداء الامانة قال: وهذه صفة نبی))[۴۶۰]

"میں نے تم سے پوچھا کہ وہ آپ لوگوں سے کیا کہتے ہیں؟ تم نے کہا: وہ تمہیں

Marfat.com

نماز، سچائی، پارسائی، وفائے عہد اور ادائیگی امانت کا حکم دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا: یہ نبی کی صفات ہیں۔"

عہد و پیمان میں آپ ﷺ کے صبر و استقامت کی گواہی سہیل بن عمرو نے بھی دی۔ فتح مکہ کے موقع پر جب سیدنا عبداللہ بن سہیلؓ نے اپنے مشرک باپ سہیل بن عمرو (جس نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کی بدلحاظی کی تھی) کے لئے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سہیل کو امان دیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

((نعم هو آمن بامان الله فليظهر ---))

"ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان سے مامون و محفوظ ٹھہرا۔ اُسے چھپنے کی ضرورت نہیں، اُسے چاہیئے کہ سامنے آجائے۔ (پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا) جو شخص سہیل بن عمرو سے ملے اس کی طرف تیز نگاہ سے بھی نہ دیکھے اور سہیل کو چاہیئے کہ باہر نکلے۔ اللہ کی قسم! وہ تو بڑا دانا اور معزز ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن سہیلؓ نے آپ کی باتیں سہیل کے گوش گزار کیں تو وہ پکار اٹھا:

"اللہ کی قسم! رسول اللہ (ﷺ) سے بڑھ کر ایفائے عہد والا کوئی نہیں۔ وہ بچپن سے ہی اپنے وعدوں کے پورا کرنے والے ہیں۔"[۴۶۱]

۲۔ حلف الفضول کے عہد و پیمان میں صبر واستقامت

مظلوموں کی حمایت و اعانت کے لئے "حلف الفضول" نامی ایک معاہدہ اس وقت تشکیل پایا جب آپ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ اس کو "حلف مطیبین" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ آپ بھی اس معاہدے میں شریک ہوئے۔ آئندہ زندگی میں آپ عہد ماضی کے اس کارنامے کو بڑی مسرت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا:

((لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفا لو دعيت به فی الاسلام لاجبت، تحالفوا ان ترد الفضول علی اهلها، والا يعز ظالم مظلوما))[۴۶۲]

Marfat.com

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر پر ایک معاہدے میں شریک ہوا۔ اگر اب دورِ اسلام میں بھی مجھے اس کی بنا پر پکارا جائے تو میں لبیک کہوں گا۔ اس معاہدے کے تحت سبھی نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ جس کا کوئی حق کسی کے پاس ہو گا، وہ حق دار کو لوٹا دیا جائے گا اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر غالب نہیں آئے گا۔''

آپ ﷺ نے اس عہد کو کبھی توڑنا گوارا نہیں کیا۔ آپ نے اس کی پاسداری کے حوالے سے فرمایا:

((شهدت حلف المطيبين مع عمومتي، وانا غلام، فما احب ان لي حمر النعم وانی انکثه))[۴۶۳]

''میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حلف مطیبین کی تقریب میں گیا تھا۔ یہ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ مجھے کوئی سرخ اُونٹوں کا ریوڑ بھی دے تو میں وہ عہد توڑنا گوارا نہیں کروں گا۔''

۳۔ قبل از بعثت عہد و پیمان میں صبر و استقامت:

سیدنا عبداللہ بن ابی الحمساءؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے میں نے آپ کو کوئی چیز فروخت کی۔ وہ ساری کی ساری اسی وقت آپ کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی باقی حصہ لے کر آتا ہوں۔ میں چلا گیا اور مجھے یہ بات بھول گئی کہ میں آپ سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ تین روز کے بعد مجھے اچانک یاد آیا کہ میں تو آپ کے ساتھ وعدہ کر کے آیا یوں۔ چنانچہ جب میں وہ چیز لے کر وہاں پہنچا تو سرورِ دو عالم ﷺ اسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں میں آپ کو چھوڑ کر گیا تھا۔ آپ نے کسی ناراضی اور غصہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ صرف اتنا فرمایا:

((یافتی! لقد شققت علی وانا ههنا منذ ثلاث انتظرك))[۴۶۴]

''اے نوجوان! تو نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ میں تین روز سے یہاں تمہارے انتظار میں کھڑا ہوں۔''

Marfat.com

۴۔ابلاغِ رسالت کے عہدو پیمان میں صبر واستقامت:

آپ ﷺ کی اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ وفائے میثاق اوّل جس کا عہد اللہ نے اپنے بندوں سے عالم ارواح میں لیا (یعنی اللہ پر ایمان لانے کا عہد)، آپ اس عہد کو نبھانے میں وفا کی چوٹی پر تھے۔آپ حنیفیہ تھے یعنی ملت ابراہیم (علی صاحبہا الصلاوۃ والسلام) میں پرورش پائی۔آپ بتوں اور تمام جاہلی اعمال سے متنفر رہے۔نبیوں اور رسولوں کی اللہ تعالیٰ کے عہد سے وفا ابلاغِ رسالت تھی۔رسول اللہ ﷺ نے ابلاغِ رسالت کا فریضہ بطریق احسن ادا فرمایا اور اس پر آپ نے اپنی اُمت کو گواہ بنایا:

((الاھل بلّغت))

"کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔"

لوگوں نے کہا: جی ہاں۔پھر آپ نے رب تعالیٰ کو گواہ بنایا اور فرمایا:

((اللھم اشھد))

"اے اللہ! گواہ رہنا۔"

تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر تکمیل دین اور اتمامِ نعمت فرمائی اور آپ کی اُمت پر شہادت دی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط}[۴۶۵]

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا۔"

۵۔ازواج مطہراتؓ سے عہدو پیمان میں صبر واستقامت:

جہاں تک ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفا کا تعلق ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں!!

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جو کچھ قرآن میں ہے وہی تو آپ کا خلق ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط}[۴۶۶]

Marfat.com

''آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔''

سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ کے ساتھ آنحضور ﷺ کی وفا کا قصہ، اور ان کے ساتھ عہد کی حفاظت اور ان کی محبت، وہ ایک شوہر کی جانب سے اپنی زوجہ کے لئے عظیم ترین اور نہایت حیرت انگیز قصۂ وفا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

''میں نے سیدہ خدیجہؓ پر جو غیرت کی وہ نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج میں سے کسی پر بھی نہیں کی۔ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ ان کا اکثر ذکر فرماتے، بعض اوقات جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے، پھر اس کے اعضاء قطع کرتے، تو انہیں سیدہ خدیجہؓ کی قریبی تعلق والی خواتین کے ہاں ارسال فرما دیتے، اور بعض اوقات میں آپ سے کہتی: گویا دُنیا میں سیدہ خدیجہؓ کے سوا کوئی خاتون تھی ہی نہیں، تو آپ فرماتے: وہ ایسی تھیں، وہ ایسی تھیں، ان سے مجھے اللہ نے اولاد عطا فرمائی۔''[۴۶۷]

ایک مرتبہ ایک بوڑھی خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ نے اسے خوش آمدید کہا، اس کی طرف گئے اور اس کا احترام کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((انها صديقة خديجة))[۴۶۸]

''دراصل یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلی ہے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ کی بہن سیدہ ہالہ بنت خویلدؓ نے نبی کریم ﷺ کے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے سیدہ ہالہ بنت خویلدؓ کے اجازت مانگنے کے انداز میں سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ کے اجازت چاہنے کے انداز کو پہچان لیا۔ آپ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا: اللهم هالة۔ سیدہ عائشہؓ نے غیرت کی اور کہا:

((ما تذكر من عجوز من عجائز قريش حمراء الشدقين هلكت في الدهر قد ابدلك الله خيرا منها))[۴۶۹]

Marfat.com

"تعجب ہے کہ آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک بوڑھی کو ہی یاد کرتے رہتے ہیں۔ جس کے بڑھاپے کے سبب سب دانت گر چکے تھے اور جسے فوت ہوئے بھی طویل زمانہ بیت چکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں آپ کو بہتر بیویاں عطا کی ہیں۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بتایا کہ (یہ بات سن کر) آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا جیسا کہ نزول وحی کے وقت دیکھا کرتی تھی یا جب آپ بادل دیکھتے، جس میں بارش کا گمان ہوتا، حتیٰ کہ آپ دیکھیں کہ آیا وہ رحمت ہے یا عذاب۔"

ایسی وفا تھی آپ ﷺ کی اس زوجہ کے ساتھ، جنہیں زمانہ ہوا آپ نے زمین میں دفن کیا، لیکن نہ انہیں بھلایا اور نہ اُن کے احسان کو۔ ایسی ہی وفا تھی آپ کی تمام بیویوں کے ساتھ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی تو آپ نے اس کی ابتداء سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے کی اور انہیں فرمایا:

((یا عائشه انی ارید ان اعرض علیك امرا احب ان لا تعجلنی فیه حتیٰ تستشیری ابویك))

"اے عائشہؓ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلدی نہ کرنا، حتیٰ کہ اپنے والدین سے اس کا مشورہ کر لو۔"

آپ ﷺ کی طرف سے یہ عہد و پیمان کی وفا اس زوجہ سے ہے جو کہ صغر سن ہے اور عمر کے اس حصے میں ہے جس میں کسی معاملہ کی کامل مصلحت سے بے خبری ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے آپ کے ساتھ زندگی کا کچھ حصہ گزارا تھا اور آپ کے عظیم اخلاق اور حیرت انگیز صفات کا مشاہدہ کیا تھا، وہ آپ کے سوا کسی غیر کو اختیار کرنے والی ہرگز نہ تھیں، خواہ ساری دُنیا اور اس کی زینت ہی کیوں نہ ہوتی۔ انہوں نے صریح الفاظ میں اعلان فرمایا:

((افیك یا رسول الله ﷺ استشیر ابوی!! بل اختار الله و رسوله والدار الآخرة))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے

Marfat.com

مشورہ کروں؟ میں یقیناً اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔"

سیدہ عائشہؓ نے پھر عرض کی: میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ دیگر ازواج میں سے کسی کو نہ بتائیں کہ میں نے جواب میں کیا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

((لا تسئلنی امراۃ منھن الا اخبرتھا؛ ان اللہ لم یبعثنی معنتا ولا متعنتا ولا کن بعثنی معلما میسرا))[۴۷۰]

"میں کسی بیوی سے اس وقت تک سوال نہیں کروں گا جب تک میں اسے یہ نہ بتادوں؛ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی کو پریشان کرنے والا اور مشکل مین ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ مجھے معلم اور سہولت دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

آپ ﷺ اپنی ازواج کو وہی کچھ بتا رہے تھے جو سیدہ عائشہؓ نے اختیار کیا تھا کیونکہ وہی خیر تھی اور آپ ان کے لئے خیر ہی چاہتے تھے۔ ان کے لئے وفا، جنہوں نے معاشی تنگی پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اس طویل صحبت پر جو انہوں نے آپ کے ساتھ گزاری۔[۴۷۱]

۶۔ عہد و پیمان میں صبر و استقامت کی بلند ترین مثال:

سیدنا عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ بئر معونہ کے موقع پر قید ہو گئے تھے۔ جب عامر بن طفیل کو معلوم ہوا کہ وہ مضر قبیلے سے ہیں تو انہیں اس قید سے رہا کر دیا۔ وہ مدینہ کے ارادے سے نکل پڑے۔ راستے میں سایے تلے ٹھہرے تو وہاں بنو عامر کے دو آدمی بھی آ گئے۔ ان دونوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے امان نامہ موجود تھا مگر عمرو بن اُمیہؓ، اس سے بے خبر تھے، لہٰذا انہوں نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ بنو عامر سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قتل کا بدلا لے لیا ہے۔ جب عمرو بن اُمیہؓ نے نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا:

((لقد قتلت قتیلین لادینھما))[۴۷۲]

"یقیناً تم نے دو آدمیوں کو (ناجائز) قتل کیا ہے، لہٰذا میں ان کی دیت ضرور ادا کروں گا۔"

Marfat.com

ڈاکٹر علی محمد الصلابی رقمطراز ہیں:

''یہ کتنا بلند کردار ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عامر کے ان دونوں آدمیوں کی دیت ادا کی جنھیں آپ کی طرف سے امان نامہ مل چکا تھا مگر یہ بات سیدنا عمرو بن اُمیہؓ کے علم میں نہ تھی تو انہوں نے دونوں کو قتل کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ بنو عامر کے دیگر لوگوں نے کیا تھا، اس وجہ سے آپ نے انہیں مجرم نہیں ٹھہرایا اور دوسروں کا بدلہ ان سے نہ لیا۔ یہ ایفائے عہد کی بلند ترین مثال اور بڑا اعلیٰ نمونہ ہے جس کی مثال بنی نوع انسان میں ملنا مشکل ہے۔''[۴۷۳]

۷۔ اقربا سے عہد و پیمان میں صبر و استقامت

غزوۂ حنین کے موقع پر مسلمانوں نے ہوازن وثقیف کی خواتین اور بچوں کو قیدی بنالیا اور ان کے اموال حاصل کر لئے۔ ان میں کچھ قیدی بنی سعد بن بکر میں سے بھی تھے جو سیدہ حلیمہ سعدیہؓ (مرضعہ رسول اللہ) کے ساتھ اپنی نسبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدمی ابو جرول زہیر بن صرد آیا اور کہا: یا رسول اللہ! ہماری عورتیں آپ کی پھپھیاں ہیں، کچھ خالائیں ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی ہے۔ اگر ہم نے حارث بن ابی شمر اور نعمان بن المنذر کو دودھ پلایا ہوتا تو پھر ان کی طرف سے ہم پر وہ کچھ نازل ہوتا جو آپ نے نازل کیا ہے تو ہمیں ان سے مہربانی اور فائدے کی اُمید ہوتی، اور اب آپ بہتر مکفول ہیں۔ پھر اس نے طویل قصیدہ پڑھا۔ اس میں یہ اشعار بھی تھے۔

امنن علینا رسول الله فی کرم
فانك المرء نرجوه وندخر
امنن علی نسوة قد کنت ترضعها
اذ فوك یملوه من مخضها الدرز[۴۷۴]

''اے اللہ کے رسول! براہ کرم ہم پر احسان فرمائیے! کیونکہ آپ وہ شخص ہیں جس سے ہمیں اُمید ہے اور ہم ذلیل ہو چکے ہیں۔ ان عورتوں پر احسان

Marfat.com

فرمائیے جن کا آپ دودھ پیا کرتے تھے۔ جب آپ کا دہن مبارک ان کے بہتے دودھ سے بھر جاتا تھا۔"

چنانچہ رسول کریم ﷺ، صاحب خلق عظیم اس وفا میں تاخیر کرنے والے نہ تھے، جس کے آپ طویل عرصے سے انتظار میں تھے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس وہ کچھ ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور مجھے وہ بات پسند ہے جو سب سے زیادہ سچی و۔ پس تم دو قسم کی چیزوں سے ایک چن لو: مال یا قیدی۔ انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو چنتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اس رائے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتفاق کیا اور انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ [۴۷۵]

غزوۂ حنین کے قیدیوں میں ہی آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بنت حارث بھی تھیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی رضاعی بہن ہیں تو انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پہچان لیا اور اُن کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا:

((ان احببت فاقیمی عندی محبة مکرمة)) [۴۷۶]

"اگر تم پسند کرو تو میرے پاس رہو، تمہیں بڑی چاہت اور عزت دی جائے گی۔"

((وان احببت ان امتعك و ترجعی الی قومك فعلت)) [۴۷۷]

"اور اگر تم پسند کرو کہ میں تمہیں ساز و سامان دے دوں اور تم اپنی قوم میں واپس چلی جاؤ تو میں یہ بھی کر دوں گا۔"

شیماء بنت حارث اپنے رضاعی بھائی محمد رسول اللہ (ﷺ) کے اعلیٰ اخلاق سے نہایت متاثر ہوئیں اور اسلام قبول کر لیا۔ ابن ہشام کے مطابق آپ نے انہیں تین غلام، ایک لونڈی، کچھ اونٹ اور چند بکریاں عنایت فرمائیں۔ [۴۷۸]

یوں تھی آپ کی وفا اس کے لیے جس کے ساتھ رضاعت کی قرابت پہنچتی ہو۔ آپ ان کے انتظار میں رہے اور چاہتے تھے کہ جو غنیمت ان سے وصول ہوئی انہیں واپس کر دیں۔ لیکن جب نہ دے سکے تو آپ نے غنیمت کو حلال اور طیب مال کی صورت میں صحابہ کرامؓ کی ملکیت میں دے دی۔ آپ نے کوشش فرمائی کہ قیدیوں کو واپس کر دیں جو کہ ان کے

Marfat.com

لئے مال سے زیادہ قدر و قیمت کے حامل تھے۔آپ ﷺ کی دودھ پلانے والیوں اور رضاعی بھائیوں سے وفائے عہد کی بہت سی باتیں ہیں جن سے حدیث، شمائل اور سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

۸۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وفائے عہد میں صبر واستقامت:

نبی کریم ﷺ کی اپنے اصحابؓ کے ساتھ وفا ان کی زندگی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وفات کے بعد بھی آپ ان سے وفا جاری رکھتے تھے۔کوئی وفا کی حفاظت نہیں کرتا ماسوائے صاحب خلق عظیم کے، ان کے اہل اور اولاد سے وِفا اور ان کے قرض کی ادائیگی میں۔آپ کی یہ پکار تھی۔

((انا اولیٰ بکل مومن من نفسه؛ من ترك مالا فلاهله، ومن ترك دينا او ضياعا فالی و علی))[۴۷۹]

''ہر مومن سے میرا تعلق اس کی اپنی ذات کی بہ نسبت زیادہ ہے۔اگر اس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل کے لئے ہے اور اگر قرض چھوڑا یا (چھوٹی) اولاد چھوڑی تو اس کا ذمہ دار میں ہوں۔''

سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور قبائل عرب کو عطیے دیئے اور انصار کے لئے ان میں سے کچھ نہ تھا تو انصار نے اپنے دلوں میں قلق پایا حتیٰ کہ ان میں بہت باتیں ہونے لگیں۔ان میں سے کسی نے کہا: رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔چنانچہ سیدنا سعد بن عبادہؓ، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری قوم کے لوگوں نے آپ کی طرف سے غنیمت کے بارے میں اپنے دلوں میں قلق پایا ہے۔آپ نے اسے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیئے اور اس میں انصار کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے سعدؓ! اس بارے میں تم کہاں ہو؟''

Marfat.com

اُنہوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں، میں بھی اسی میں سے ہوں۔''

آپ ﷺ نے انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور خطاب کیا جس کے چند جملے حسب ذیل ہیں:

((الا ترضون یا معشر الانصار، ان یذهب الناس بالشاة والبعیر، وترجعون برسول الله فی رحالکم؟ فوالذی نفس محمد بیده لو لا الهجرة لکنت امرا من الانصار، ولو سلك الناس شعبا وسلکت الانصار شعبا؛ لسلکت شعب الانصار، اللهم ارحم الانصار، وابناء الانصار، وابناء ابناء الانصار))[۴۸۰]

''اے گروہ انصار! کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول (ﷺ) کو لے کر لوٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی سے گزریں اور انصار دوسری وادی سے تو میں انصار کی وادی میں سے گزروں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر۔''

راوی کہتے ہیں کہ لوگ روئے اور روئے حتیٰ کہ داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہا کہ ہم راضی ہیں رسول اللہ ﷺ کی تقسیم اور آپ کے دیئے ہوئے حصے پر۔[۴۸۱]

۹۔ صلح حدیبیہ کے عہد نامے کی پاسداری میں صبر و استقامت:

رسول کریم ﷺ کو مشرکین اور یہود کے ساتھ وفائے عہد کے متعدد مواقع میسر تھے۔ ان میں سے ایک مشرکین کے ساتھ وفائے عہد وہ تھی جو صلح حدیبیہ کی شرائط سے متعلق تھی۔ وہ شرائط جن سے آپ کے اکثر صحابہ کرامؓ ناخوش تھے۔ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص

Marfat.com

مشرکین سے مسلمانوں کی طرف آئے گا اُس کو اُن کی طرف لوٹا دیں گے اور اگر کوئی مسلمانوں میں سے اُن کے پاس جائے گا تو وہ اُسے نہیں لوٹائیں گے۔ اس دوران کہ معاہدہ تحریر ہو رہا تھا، سیدنا ابو جندل بن سہیلؓ پاؤں میں بیڑیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں نجات کے لئے آ پہنچے۔ جب سہیل نے یہ منظر دیکھا تو سیدنا ابو جندلؓ کے چہرے کو پیٹ ڈالا۔ پھر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! معاملہ آپ اور میرے مابین طے ہو چکا تھا اس سے پہلے کہ یہ آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ تو وہ اٹھا اور اس نے سیدنا ابو جندلؓ کو گردن سے پکڑ لیا۔ ابو جندلؓ بآواز بلند چیخنے لگے اور کہا: ات گروہ مسلمین! کیا تم مجھے لوٹا رہے ہو کہ مجھے میرے دین کے بارے فتنے میں مبتلا کریں۔ وہ ایسی چیخ تھی جو جذبات کو جھنجھوڑ رہی تھی، لیکن بعید تھا کہ صاحِ خلق عظیم وفا کی راہ سے ہٹ جاتے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو جندلؓ سے فرمایا:

((یا ابا جندل اصبر واحتسب؛ فان اللہ عزوجل جاعل لك ولمن معك من المستضعفین فرجا و مخرجا؛ انا قد عقدنا بیننا وبین القوم صلحا؛ فاعطینا هم علی ذلك واعطونا علیه عهدا وانا لن نغدر بهم))[۴۸۲]

"اے ابو جندلؓ! صبر کر اور مطمئن رہ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کمزوروں کے لئے کشادگی اور تکلیف سے نکلنے کا راستہ بنانے والا ہے۔ میں نے اپنے اور قریش کے مابین صلح کا معاہدہ کیا ہے، ہم اس پر ان کو اور انہوں نے ہمیں عہد دیا ہے۔ ہم ہرگز ان سے عہد شکنی نہیں کریں گے۔"

اسی طرح دشمنوں کے ساتھ عہد و پیمان میں وہ صبر و استقامت بھی ہے جب آپ نے سیدنا ابو بصیرؓ (اس کے باوجود کہ وہ آئے اور مسلم تھے) کو اُن کی طرف لوٹا دیا کہ دشمن نے اُن کی طلب میں دو آدمیوں کو بھیجا تھا۔ انہوں نے کہا: وہ عہد ہے جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ آپ اپنے عہد کے سب سے زیادہ پاسدار تھے لہٰذا وہ انہیں لے کر چل دیئے۔[۴۸۳]

قریش کا ایک ایلچی ابو رافع، قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ جب

Marfat.com

اُس نے آپ کو دیکھا تو اس کے دل میں اسلام داخل ہوگیا۔ اُس نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں کبھی اُن کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ایلچیوں کو روکتا ہوں۔ لہٰذا تم جاؤ، اگر تمہارے دل میں یہی بات رہی جو اس وقت ہے، تو واپس آجانا۔'' وہ اُس وقت چلے گئے اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ [۴۸۴]

۱۰۔ سراقہ بن مالک سے کیے گئے عہد میں صبر و استقامت

رسول اللہ ﷺ جب اللہ کے حکم سے سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے تو قریش نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص، آپ کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑ کر لائے گا اُسے سو اونٹوں کا انعام ملے گا۔ بنو مدلج کا بدو سردار سراقہ بن مالک انعام کے لالچ میں آپ کے نقشِ قدم ڈھونڈ رہا تھا۔ سو اونٹوں کی ہوس نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ کی زبان اقدس سے نکلا:

((اللھم اکفناہ بما شئت))[۴۸۵]

''اے اللہ! تو جیسے چاہے ہمیں اس سے بچالے۔''

ادھر آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے اُدھر سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس نے متعدد مرتبہ پیچھا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اب اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جو بھی اس قافلے کا پیچھا کرے گا، وہ برباد و ہلاک ہو جائے گا۔ اس کو یقین ہوگیا کہ محمد (ﷺ) غالب ہو کر رہیں گے۔ وہ آپ سے امان کا طلبگار ہوا جو اسے مل گئی۔ اس نے عرض کی:

((اکتب لی کتابا یکون بینی و بینك))[۴۸۶]

''میرے لیے پروانۂ امن لکھ دیجئے جو میرے اور آپ کے درمیان نشانی کے طور پر رہے گا۔''

آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے غلام سیدنا عامر بن فہیرہؓ سے امان نامہ تحریر

Marfat.com

کروایا اور سراقہ کو عنایت کیا۔

سراقہ نے یہ امان نامہ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جعرانہ میں اللہ کے رسول صلی الہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرما تھے۔ انصار کی ایک جماعت آپ کا پہرہ دے رہی تھی۔ یہ بدو سردار تمام رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جب آپ پر نگاہ پڑی تو دور سے ہی دونوں انگلیوں میں اس دستاویز کو بلند کیا اور قدرے اونچی آواز میں کہنے لگا:

"اے اللہ کے رسول! میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں اور یہ میری دستاویز ہے۔"

آپ نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

((هذا يقم وفاء وبر---))[۴۸۷]

"آج وفا نبھانے، نیکی اور احسان کرنے کا دن ہے۔ اسے میرے قریب آنے دو۔"

۱۱۔ کٹھن ترین حالات میں کفار سے کیے عہد و پیمان میں صبر و استقامت:

یہ حیرت انگیز واقعہ بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں صبر و استقامت کا آئینہ دار ہے۔ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ کہتے ہیں کہ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے سے صرف اس چیز نے روکا کہ میں اور ابو حسیل نکلے تو کفار قریش نے ہمیں پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم اُن کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے اللہ کے نام پر پختی عہد لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ مل کر لڑیں گے نہیں۔ چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کی خبر دی۔ (اس حقیقت کے باوجود کہ غزوۂ بدر حق و باطل کو ممیز کرنے والا معرکہ تھا، اور مسلمان قلیل اور مشرکین کثیر تھے) آپ نے فرمایا:

((انصرفا؛ نفی لهم بعدهم و نستعين الله عليهم))[۴۸۸]

"تم جاؤ، ہم ان سے کیے ہوئے عہد کی وفا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ کی مدد مانگیں گے۔"

ابو عبدالرحمٰن برغش وفائے عہد کی اس انتہاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"یہ وہ قریش تھے جو دعوت حق کے خلاف لڑے، مسلمانوں کو ایذائیں دیں اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا۔ جب کہ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ کہتے تھے: "ہمارا رب اللہ ہے۔" یہ وہ قریش تھے جنہوں نے سیدہ سمیہ اور سیدنا یاسر رضی اللہ عنہما کو ظلم کے ساتھ شہید کیا اور سیدنا بلال ؓ اور دیگر کمزوروں کو عذاب میں مبتلا رکھا، بلکہ آنحضور سید الخلق (ﷺ) کو شہید کرنے پر اتفاق کر لیا۔ یہ سب کچھ حق ہے مگر وہ آپ کی عظیم وفا تھی کہ آپ نے فرمایا: ہم ان کفار سے کیے ہوئے عہد کی وفا کریں گے۔"[۴۸۹]

کیا ہی تھی وہ وفائے عہد، محبت کی رعایت اور احسان کے تسلسل میں صبر و استقامت۔

عہد و پیمان میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) عہد و پیمان کے حوالے سے بیان کیے گئے تمام واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی میں صبر و استقامت بدرجہ اتم موجود تھا اور آپ نے پوری زندگی میں کبھی عہد شکنی نہیں فرمائی۔ اگر عہد و پیمان میں صبر و استقامت کی یہ صفت مسلمانوں میں عام ہو جائے تو مسلمان معاشرے میں اجتماعی سکون و آسائش عام ہو جائے گی۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد و پیمان کے مطابق عمل کرنے میں استقامت و پائیداری ہے۔ خواہ وہ عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھا گیا ہو یا اللہ کی مخلوق کے ساتھ۔ جو لوگ اپنے عہد کے پابند ہیں اور عہد شکنی سے دوری اختیار کرتے ہیں انہی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدح و ستائش کی گئی ہے۔ اگر قرآن کریم پر اوّل سے آخر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ بہت سی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان میں صبر و استقامت کی ستائش فرمائی ہے اور اہل ایمان کو اس طرف رغبت دلائی ہے، نیز ان کو وعدہ خلافی اور پیمان شکنی سے منع فرمایا ہے۔

(۳) بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں وعدہ خلافی، ہوشیاری و ذکاوت کی علامت بن چکی

Marfat.com

ہے۔ جو شخص وعدہ دے کر اس کی پابندی نہیں کرتا، ہم اسے عاقل و دانا سمجھتے ہیں لیکن جو اپنی بات کا پابند ہو اسے نادان خیال کیا جاتا ہے اور اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کو نصیحت کی جائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ''تنہا ایک پھول سے بہار نہیں آتی'' یا اس قدر بڑے معاشرے میں میں تنہا کس طرح اثر انداز ہو سکتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ فرد سے ہی تشکیل پاتا ہے۔ اگر ہر فرد اس قسم کی عادت بنا لے تو پورا معاشرہ اچھا ہو جائے گا۔ معاشرے کے ہر فرد کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں کامل نمونہ موجود ہے۔

(۴) بلاشبہ عہد و پیمان میں صبر واستقامت اختیار کرنا بھی خوئے کریمی ہے۔ اس وصف میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں۔ اپنوں اور غیروں سے آپ کی وفا ضرب المثل ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ ایفائے عہد میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں۔

غاصب سے تقاضائے حق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق دار کا حق ادا کرنے والوں کو بہترین لوگوں میں شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

((فان من خیرکم احسنکم قضاء)) [۴۹۰]

''تم میں بہترین لوگ وہی ہیں جو لوگوں کے واجبات احسن طریقے سے ادا کرتے ہیں۔''

اور دوسری طرف جہاں حق پامال کیا جا رہا ہو، وہاں اپنا حق لینے میں صبر واستقامت انتہائی پسندیدہ اور مطلوب ہے بلکہ کسی حد تک انسان کی فردی و اجتماعی زندگی بھی اس سے مربوط ہے۔ وہ غاصب وظالم سے اپنا حق لینے میں استقامت دکھانا ہے۔ کیونکہ اس مقام تک جس قدر استقامت زیادہ اور محکم ہوگی اسی قدر اجتماعی زندگی کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوگی۔ ظلم وتجاوز کی جڑیں اکھاڑنے کا بہترین راستہ، ظالموں اور تجاوز وتعدی کرنے والوں کے مقابلے

Marfat.com

میں استقامت و پائیداری کرنا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ}[۴۹۱]

"ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوطی سے تھامو۔"

آیت کریمہ کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں آیت اللہ سید رضا صدرؒ لکھتے ہیں:

"مظلوم کو اس وقت تک مقاومت اور پائیداری کرنی چاہیئے کہ جب تک غاصب اس کا حق واپس نہیں کر دیتا۔اگر مظلومین اور ستم دیدہ لوگ آرام سے نہ بیٹھیں اور نا اُمیدی و مایوسی کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیں اور اپنے آپ سے یہ نہ کہیں "ظالم کہاں اور میں کہاں، وہ طاقتور ہے اور میں کمزور و ناتواں، وہ قوی ہے اور میں ضعیف"، بلکہ انہیں ہمیشہ غاصب سے اپنا حق لینے کی سعی کرنی چاہیئے (اگر وہ ایسا کریں گے) تو ظلم و ستم اور غصب حقوق ان کے درمیان ختم ہو جائے گا۔مظلومین کو جاننا چاہیئے کہ بعض ایسی طاقتیں بھی ہیں کہ جو غاصب کے خلاف ان کی مدد کر سکتی ہیں اور انہیں ان طاقتوں سے استفادہ کرنا چاہیئے۔"[۴۹۲]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ مالک اشترؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لعن اللہ قوما لم یاخذ الضعیف حقہ من القوی))[۴۹۳]

"اللہ اس قوم پر لعنت کرے کہ جس کے ضعفاء اپنا حق طاقتوروں سے نہ لیں۔"

بعض فلاسفہ کے مطابق مظلوم کا موجود ہونا ہی ظالم کے پیدا ہونے کا سبب ہے، جب تک ظالم اپنے آپ کو ضعیف و ناتواں ظاہر نہ کرے، ظالم اس کا حق کھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔مظلوم کو ذلت نہیں اٹھانی چاہیئے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((من اعطی الذلۃ من نفسہ طائعا غیر مکرہ فلیس منی))[۴۹۴]

"جو شخص بغیر کسی جبر و اکراہ کے ذلت اٹھائے، وہ مجھ سے نہیں۔"

جو مسلمان طاقتور لوگوں کے آگے تسلیم ہو جاتے ہیں اور اپنا حق ان سے نہیں لیتے، اس

Marfat.com

حدیث مبارکہ کے مطابق وہ رسول اللہ ﷺ سے دور ہیں اور یہی لوگ اپنے لیے ذلت و خواری خریدتے ہیں۔ مسلمان کو اپنے آپ کو ناتواں اور عاجز نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ حق کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((احرص علی ما ینفعك واستعن باللہ ولا تعجز))[۴۹۵]

''جو کچھ تمہارے لئے مفید ہے اس کی طرف قدم اٹھاؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو اور اپنے آپ کو ناتواں اور عاجز مت سمجھو۔''

مظلوموں کو جان لینا چاہیئے کہ دُنیا کی سب سے بڑی طاقت و قدرت یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس اُن کی پشتیبان ہے۔ ایسی قدرت کہ جو ہر قسم کی زور گوئی اور ظلم کو خاموش کرادے اور ہر متجاوز کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ایک روایت میں آتا ہے:

((والغاصب یوخذ باشق الاحوال))[۴۹۶]

''جو کسی کا حق کھاتا ہے اس سے یہ حق انتہائی سختی کے ساتھ واپس لیا جانا چاہیئے۔''

ذیل میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

ا۔ عاص بن وائل کی دھوکہ دہی کے خلاف حلف الفضول میں شرکت

عرب میں قبائلی نظام کارفرما تھا۔ جس کی پشت پر مضبوط قبیلہ ہوتا اُسے تو اپنا حق مل جاتا تھا مگر جسے کسی قبیلے کی حمایت حاصل نہ ہوتی یا اُس کا قبیلہ کمزور ہوتا، وہ اپنا حق لینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ خصوصاً پردیسیوں کا تو کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ ایسے کمزور کسمپرس لوگوں پر صریحاً ظلم وستم کے پے در پے واقعات رونما ہوئے تو منصف مزاج اور سلیم الفطرت اشخاص اپنے ضمیر کی سرزنش گوارا نہ کرسکے۔ وہ مظلوموں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔[۴۹۷]

اس کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ زبید قبیلے کے ایک آدمی اپنا تجارتی سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ عاص بن وائل سہمی نے اس سے وہ سامان خرید لیا۔ عاص بہت بڑا سردار تھا۔ اپنی سرداری کے زعم میں اس نے اس غریب کی رقم دبالی۔ زبیدی نے احلاف کے قبائل عبدالدار، مخزام، جمع اور سہم سے مدد طلب کی۔ انہوں نے نہ صرف اس کی مدد سے انکار کیا بلکہ

Marfat.com

اسے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ جب اس زبیدی نے خطرہ محسوس کیا تو وہ طلوع شمس جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ اس وقت قریشی کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی رقت اور بلند آہنگی سے یہ اشعار پڑھے۔

یا آل فهر لمظلوم بضاعته
ببطن مكة نائی الدار والنفر
و محرم اشعث لم يقض عمرته
يا للرجال وبين الحجر والحجر
ان الحرام لمن تمت مكارمه
و لا حرام لثوب الفاجر الغدر[۴۹۸]

"اے آل فہر! اس مظلوم کی مدد کرو جس کا تجارتی مال وادیٔ مکہ میں چھین لیا گیا۔ وہ یہاں غریب الوطن اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔ اس نے احرام باندھ رکھا ہے۔ پراگندہ سر ہے۔ ابھی تک اس نے عمرہ بھی پورا نہیں کیا۔ اے حجر اسود اور حجر کے مابین بیٹھے ہوئے لوگو! (میری مدد کرو۔) عزت و حرمت تو اس شخص کی ہے جس کے کام اچھے ہیں۔ غدار اور بدکار (عاص بن وائل) کی چادر کی کوئی عزت نہیں۔"

اسی واقعے کے بعد قریش، زہرہ، اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر اکھٹے ہوئے۔ اُن کی طرف سے دادرسی کی کوششیں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئیں۔ جو بالآخر حلف الفضول پر منتج ہوئیں۔ اس فضیلت والے کام میں پیش پیش افراد کے نام میں "فضل" کا مادہ مشترک تھا، اسی اشتراک کی وجہ سے اس واقعے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا تھا۔ اس معاہدے میں رسول اللہ ﷺ بھی شریک ہوئے۔ یہ بعثت سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اُس وقت آپ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔[۴۹۹]

"حلف افضول" کے عہد نامے کی عبارت کا ایک ٹکڑا یہ تھا:

"ہم مظلوم کی مدد کے لئے متحد اور یک جان رہیں گے یہاں تک کہ ظالم مظلوم کا

Marfat.com

حق ادا کر دے۔ ہم اس معاہدے پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک سمندر میں پانی کی ایک بوند اور ثبیر وحراء کے پہاڑوں کا ثبات باقی ہے۔"[۵۰۰]

آپ عہد ماضی کے اس کارنامے کو بڑی مست سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا:

((لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفا لو دعیت به فی الاسلام لاجبت، تحالفوا ان ترد الفضول علی اهلها، والا یعز ظالم مظلوما))[۵۰۱]

"میں عبداللہ بن جدعان کے گھر پر ایک معاہدے میں شریک ہوا۔ اگر اب دورِ اسلام میں بھی مجھے اس کی بنا پر پکارا جائے تو میں لبیک کہوں گا۔ اس معاہدے کے تحت سبھی نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ جس کا کوئی حق کسی کے پاس ہو گا، وہ حق دار کو لوٹا دیا جائے گا اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر غالب نہیں آئے گا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((ما احب ان لی به حمر النعم))[۵۰۲]

"مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس معاہدے کو چھوڑ کر اس کی جگہ سرخ اونٹ لے لوں۔"

۲۔ اِراشی کو ابوجہل سے حق دلوانے میں صبر و استقامت

ابوجہل نے ایک بار اِراشی نامی ایک شخص سے کچھ اونٹ خریدے اور اس کو قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اِراشی قریش کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا: "کوئی ہے جو ابوجہل سے میرا حق دلا دے اور میری اعانت کرے کیونکہ میں غریب مسافر ہوں اور اس نے میرا حق دبا لیا ہے؟"

قریش نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر دیا اور کہا ان کے پاس جاؤ، اس معاملے میں وہی تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ قریش نے اس کو مذاق کے طور پر آپ کی طرف بھیجا تھا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو ابوجہل سے حق نہیں دلا سکیں گے۔ اِراشی آپ کے پاس آیا اور پورا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا: "ابوجہل نے میرا حق دبا لیا ہے اور میں غریب مسافر ہوں۔

Marfat.com

میں نے اس قوم سے پوچھا کہ اس سلسلے میں کون میری مدد کرسکتا ہے تو انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ میرا حق دلا دیجئے، اللہ آپ پر رحم کرے۔" یہ سن کر آپ اس کے ساتھ ابوجہل کے گھر کی طرف چلے۔ یہ دیکھ کر قریش نے بھی ایک شخص آپ کے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر پر پہنچ کر دروازی کھٹکھٹایا، ابوجہل نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد (ﷺ)، وہ یہ سن کر باہر نکلا اس کا رنگ فق ہو چکا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آپ نے اس کو کہا:

"اس غریب کا حق ادا کرو۔"

ابوجہل بولا: ٹھیک ہے آپ ٹھہریں میں ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں اور پھر لا کر اس کا حق ادا کر دیا۔ اس واقعے کے بعد ابوجہل کی ملاقات جب مشرکین قریش سے ہوئی تو انہوں نے کہا: "تم پر ہلاکت ہو۔ آج تو نے جو کیا وہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔" ابوجہل نے جواب میں کہا: "ہلاکت تو تم پر ہو۔ اللہ کی قسم جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز سنی تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا۔ پھر میں باہر نکلا تو دیکھا کہ میرے سر پر ایک نر اونٹ کھڑا ہے، اس جیسا اونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اگر میں انکار کرتا یا تاخیر کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔" [۵۰۳]

۳۔ زبیدی سے زیادتی پر ابوجہل کو تنبیہ

ایک مرتبہ قبیلہ بنو زبید کا ایک شخص اپنے تین بہترین اونٹ بیچنے کے لئے مکہ مکرمہ کے بازار "حزورہ" میں آیا اور انہیں فروخت کے لئے پیش کیا۔ ابوجہل بھی وہاں پہنچ گیا اور زبیدی کو مجبور دیکھ کر مطلوبہ قیمت کا تیسرا حصہ دینے کے لئے تیار ہوا۔ یہ خبر پورے بازار میں پھیل گئی۔ کسی اور میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ابوجہل کی بولی پر بولی لگاتا۔ ابوجہل کے خوف اور ڈر کی وجہ سے کوئی ان اونٹس کے خریدنے کے لئے آگے نہ بڑھا۔ زبیدی نے کافی دیر انتظار کیا مگر ابوجہل کی ناراضگی کے ڈر نے انہیں ناقابل فروخت بنا دیا تھا۔ زبیدی نے قریش کے مختلف حلقوں کے پاس اپنی فریاد سنائی مگر تمام نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس

Marfat.com

کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔آپ، سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔آپ نے اس سے پوچھا:

((من ظلمك))

''تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟''

اس نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا تو آپ نے پوچھا:

((این اجملك؟))

''تمہارے اونٹ کہاں ہیں؟''

اس نے عرض کی حزورہ ہی میں ہیں۔آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے اونٹوں کی طرف چل پڑے۔اس سے قیمت پوچھی اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر سودا منظور کر کے قیمت ادا کر دی۔زبیدی کو اس کا حق مل گیا اور اس کے اونٹ اس کی مرضی کی قیمت پر فروخت ہو گئے۔ابو جہل اسی بازار میں خاموش بیٹھا تھا۔اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے خبردار کیا:

((یا عمرو! ایاك ان تعود لمثل ما صنعت بهذا الاعرابی فتری منی ما تکره))[۵۰۴]

''اے عمرو! دوبارہ اس طرح نہ کرنا جس طرح تم نے اس دیہاتی شخص کے ساتھ کیا ہے ورنہ تم میری طرف سے وہ کچھ دیکھو گے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔''

ابو جہل نے آپ کو دیکھا تو شدید مرعوب ہو گیا۔اس میں ہمت اور جرأت ہی نہ رہی کہ وہ آپ کے سامنے کوئی بات کر سکے۔جب آپ نے اسے متنبہ کیا تو فوراً کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! میں دوبارہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

بعد میں مشرکین نے جب اس سے پوچھا: ''اے ابو الحکم! تمہیں کیا ہو گیا؟ تم تو محمد (ﷺ) کے سامنے بالکل مرے جا رہے تھے، کیا تم ان کی پیروی کرنا چاہتے ہو؟'' ابو جہل کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! میں کبھی محمد (ﷺ) کی پیروی نہیں کروں گا۔اس کے روبرو میری عاجزی اس وجہ سے تھی کہ میں نے اس کا جادو دیکھ لیا تھا۔میں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) کے

Marfat.com

دائیں بائیں کچھ آدمی ہین جن کے پاس نیزے ہیں۔انہوں نے وہ نیزے مجھ پر تان لیے تھے۔اگر میں محمد (ﷺ) کی مخالفت کرتا تو وہ نیزے میرے بدن میں گھونپ دیتے۔"[۵۰۵]

غاصب سے تقاضائے حق اور اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) عدل و انصاف کا حصول ہر ایک کا حق ہے۔اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔رسول کریم ﷺ اپنی بعثت سے قبل، عدل و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لئے اور ایسے معاہدوں میں شرکت اپنے لیے باعث اعزاز سمجھتے تھے۔مثبت اقدار کو تقویت دینی چاہیئے خواہ وہ دین سے بے بہرہ لوگوں کی طرف ہی سے پیش کی گئی ہوں۔[۵۰۶]

(۲) مکہ مکرمہ کے جاہلی معاشر میں بت پرستی اور ظلم و استبداد کی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ہر طرف زیادتی، زنا اور سود خوری جیسے برے اخلاق کا دور دورہ تھا۔اس کے باوجود وہاں ایسے دلیر اور جری لوگ موجود تھے جو نہ صرف ظلم کو ناپسند کرتے تھے بلکہ ظلم ان کے لئے ناقابل برداشت بھی تھا۔حلف الفضول جاہلیت کے اندھیروں میں روشنی کی ایک کرن تھی۔[۵۰۷]

(۳) دین اسلام ظلم کا قلع قمع کرتا ہے اور مظلوم کی حمایت کرتا ہے، قطع نظر اس سے کہ مظلوم کا تعلق کس قوم، نسل، مذہب اور وطن سے ہے۔[۵۰۸]

غاصب و ظالم سے حق لینے اور دیگر اچھے امور کے لئے معاہدہ کرنا مستحب ہے۔یہی وہ باہمی تعاون ہے جس کا قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

{وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ}[۵۰۹]

"نیکی اور تقویٰ کے امور میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کر۔"

(۴) جسے کوئی پوچھنے والا نہ تھا اُس کے حامی محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔مظلوموں، بیواؤں اور یتیموں کو اُن کے حقوق دلوانے میں آپ اُسوۂ کامل ہیں۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک عورت جس کا دماغی توازن درست نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

((یا ام فلان! انظری ای السکك شئت، حتیٰ اقضی لك حاجتك))[۵۱۰]

''فلاں کا ماں! دیکھو اگر تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے اور میرے ساتھ جانے سے وہ کام ہو سکتا ہے تو جس جگہ مجھے لے جانا چاہو میں تمہاری مدد کے لئے جانے کو تیار ہوں۔''

(۵) رسول کریم ﷺ اپنے (غیر مسلم) معاشرے میں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھے اور آپ کا کردار مثالی تھا۔ سب آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ یکساں طور پر مرد و زن کے دلوں کی دھڑکن تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمدہ اخلاق سے آراستہ کیا تھا۔ آپ اعلیٰ اخلاق و کردار کا مسلسل مظاہرہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنی قوم کے دل جیت لیے۔[۵۱۱]

(۶) جب رسول کریم ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف اپنا داعی اور نمائندہ بنا کر بھیجا تو آخری وصیت یہ فرمائی تھی:

((اتق دعوۃ المظلوم فانه لیس بینها و بین الله حجاب))[۵۱۲]

''مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔''

اپنوں کی اذیتیں اور نبی کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ

جہاں رسول کریم ﷺ کو دشمنوں اور مخالفوں سے قلبی اذیت پہنچی، وہاں بعض موقعوں پر اپنے لوگوں کی ناسمجھی سے بھی تکلیف ہوئی، مگر آپ نے ان سے درگزر کیا اور ان کو معاف فرما دیا۔ لغت عرب میں ''عفو'' کا مطلب ہے ''ترک المواخذہ'' یعنی کسی زیادتی کرنے والے سے بدلہ لینے کے بارے میں سوچا بھی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں یہ صفت بدرجہ اتم رکھی تھی کیونکہ یہ ایک بہت بڑی صفت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اخلاق حسنہ کا ایک بہت بڑا اور اہم باب ختم ہو جائے اور دُنیا ایک لمحہ کے لئے بھی آباد نہ رہے، اور یہ گناہوں سے بھری ہوئی کائنات یکا یک تباہ و برباد ہو کر ایک سونی بستی کی طرح ہو جائے۔[۵۱۳]

Marfat.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم ''عفو'' بھی ہے جس کا مطلب ہے ''درگزر کرنے والا''۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

{وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ}[۵۱۴]

''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔''

اس صفت عفو میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بھی حظ وافر عطا فرمایا، چنانچہ آپ کو حکم فرمایا:

{خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۝۱۹۹}[۵۱۵]

''آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔''

امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں اخلاق حسنہ کے بارے میں یہ جامع ترین آیت ہے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس کے مفہوم کے بارے میں دریافت کیا۔ سیدنا جبریل علیہ السلام حق تعالیٰ شانہ سے اجازت لے کر حاضر ہوئے اور بارگاہ نبوت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے:

((ان تصل من قطعك وتعطى من حرمك و تعفو عمن ظلمك))[۵۱۶]

''جو آپ سے قطع رحمی کرے اس سے آپ صلہ رحمی کریں، جو آپ کو محروم رکھے اس کو آپ عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اس سے آپ عفو و درگزر سے کام لیں۔''

رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ان گنت ایسے مواقع آئے جہاں اپنے لوگوں کی ناسمجھی سے آپ کو اذیت کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ ذیل میں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ بدو کی بدتمیزی اور بیہودہ گفتگو:

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بدو آیا اور آپ ﷺ کی چادر

Marfat.com

اتنی زور سے کھینچی کہ آپ کے مبارک کندھے پر نشان پڑ گئے۔ بدو نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ نہایت بدتمیزی سے کہنے لگا:

''اے محمد (ﷺ)! میرے ان دو اونٹوں پر اللہ کا دیا ہوا مال لدوا دے۔ اور ساتھ ہی کہنے لگا: ہاں سن اے محمد (ﷺ)! یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا''

آپ ﷺ اُس بدو سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''سنو! مال تو الہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں۔ لیکن یہ جو تم نے مجھ سے بدتمیزی کی ہے اس کا بدلہ تو لیا جا سکتا ہے۔''

بدو کہنے لگا: ''آپ کی بات تو درست ہے مگر میں جانتا ہوں کہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''آخر کیوں؟''

اس نے آپ کے اخلاق کی ایک اعلیٰ صفت بیان کرتے ہوئے کہا:

((لانك لا تكافى بالسيئة السيئة))

''اس لیے کہ آپ برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا کرتے۔''

آپ نے اس کا جواب سنا تو مسکرا دیئے، پھر حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دی جائیں۔''[۵۱۷]

۲۔ رسول اللہ ﷺ پر بے انصافی کا الزام:

غزوۂ حنین کے بعد مسلمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور مالِ غنیمت کی تقسیم کے لئے اصرار کرنے لگے۔ انہوں نے اس سلسلے میں اتنی شدت اختیار کی کہ آپ کی ردا تک اُچک لے گئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا:

((ردوا على ردائى فو الله لو كان لكم بعدد شجر تهامة نعما لقسمته عليكم۔ ثم ما الفيتمونى بخيلا ولا جبانا ولا كذابا))[۵۱۸]

''میری ردا واپس کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر تہامہ کے درختوں کے برابر بھی تمہارا

Marfat.com

مال ہوتا تو بھی میں اُسے تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھ پر بخل، بزدلی اور جھوٹ کا الزام نہیں لگا سکتے تھے۔"

اس کے بعد آپ اٹھے، اپنے اونٹ کی کوہان کے کچھ بال لے کر اپنی انگلیوں میں بلند کیے اور فرمایا:

((ایھا الناس واللہ مالی فی فیئکم ولا ھذہ الوبرۃ الا الخمس، والخمس مردود علیکم))[۵۱۹]

"اے لوگو! اس مال غنیمت میں میرا حصہ اس اونٹ کے بال کے برابر بھی نہیں ہے سوائے خمس کے اور وہ پانچواں حصہ بھی تمہیں دے دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہ حکم دیا کہ جو چیز بھی غنیمت میں ہاتھ آئی ہے اُسے واپس لوٹایا جائے تاکہ انصاف کے ساتھ تقسیم ہو سکے۔"

اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے مولفۃ القلوب جن میں ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو، حکیم بن حزام، صفوان بن اُمیہ، عیینی بن حصن فزاری، اقرع بن حابس، معاویہ، یزید بن ابوسفیان اور قیس بن عدی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔[۵۲۰]

اُن میں سارا مال تقسیم کر دیا اور اس کے بعد اپنا حق خمس بھی انہیں میں تقسیم کر دیا۔ آپ کے اس عمل سے بعض لوگوں کے دل میں غصہ و حمیت کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مقاصد اور اسلام کی مصلحتوں سے واقف نہیں تھے۔ یہ غصہ میں اتنے آپے سے باہر ہوئے کہ ان میں سے ایک نے یہ تک کہہ دیا کہ میں آپ کو عادل نہیں پاتا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

((فمن یعدل ان لم یعدل اللہ و رسولہ؟))[۵۲۱]

"اگر اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول عدل نہ کرے گا تو کون عدل کرے گا؟"

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((ویحك اذا لم یکن العدل عندی فعند من یکون))[۵۲۲]

"وائے ہو تمہارے اوپر، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟"

Marfat.com

پھر فرمایا:

((یرحم اللہ موسیٰ! قد اوذی باکثر من ھذا فصبر))[۵۲۳]

''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ ان کو اس سے زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔''

۳۔ایک عورت کی ناشائستہ گفتگو:

سعید حوی نے اپنی کتاب ''الرسول'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک عورت یاوہ گوئی میں بہت مشہور تھی۔ ہر شخص سے ناشائستہ گفتگو کرنا اس کو وطیرہ تھا۔ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ ایک چٹان پر بیٹھے ثرید تناول فرما رہے تھے۔ وہ آپ کے پاس سے گزری۔ کہنے لگی غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھا رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

((ای عبد اعبد منی))

''مجھ سے بڑا غلام اور کون ہے؟''

پھر کہنے لگی: آپ خود تو کھا رہے ہیں لیکن مجھے نہیں کھلاتے۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم بھی کھالو۔ کہنے لگی: مجھے اپنے ہاتھ سے دیجئے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے ثرید دی۔ کہنے لگی: یہ نہیں جو آپ کے منہ میں ہے وہ مجھے دیجئے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے لقمہ نکال کر اسے عنایت فرمایا۔ روایت میں ہے کہ جب اُس نے وہ لقمہ کھایا تو آپ کے اس لقمہ کی برکت سے اس کی ساری یاوہ گوئیاں، بداخلاقیاں اور غلیظ گفتگوئیں یک قلم ختم ہوگئیں۔ اس کے بعد وہ جب تک زندہ رہی اس سے کبھی کسی سے بیہودہ گفتگو نہ کی۔[۵۲۴]

۴۔مال غنیمت کی تقسیم پر انصار کی ناراضگی:

انصار کے نوخیز جوان بہ تقاضائے بشریت تقسیم غنیمت سے متاثر ہوئے اور آپس میں چہ مہ گوئیاں ہوئیں۔ انصار کے کچھ لوگ کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ رسول اللہ (ﷺ) کو بخشے، آپ قریش کے لوگوں کو دے رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔''[۵۲۵]

Marfat.com

سیدنا سعد بن عبادہؓ، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مال فے (غنیمت) کی تقسیم میں جو طریقہ کار اختیار فرمایا ہے اس پر انصار دل میں ناراض ہیں۔ بقول اُن کے آپ نے مال غنیمت اپنی قوم میں تقسیم فرمایا ہے۔ قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیئے ہیں لیکن انصار کو کچھ نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا:

((فأين انت من ذلك يا سعد))

''اے سعد! اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں بھی تو اپنی قوم ہی کا ایک فرد ہوں۔'' آپ نے فرمایا:

((فاجمع لی قومك فی هذه الحظيرة))

''اچھا تو اپنی قوم کو اس حویلی میں جمع کرو۔''

جب تمام انصار جمع ہو گئے تو رسول کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

((اوجدتم علی يا معشر الانصار! فی انفسكم فی لعاعة من الدنيا تالفت بها قوما، ليسلموا، ووكلتكم الى اسلامكم، الا ترضون يا معشر الانصار! ان يذهب الناس بالشاء، والبعير و ترجعون برسول الله الى رحالكم؟))[٥٢٦]

''اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دُنیا کی اس عارضی دولت کے لئے ناراض ہو گئے جس کے ذریعے میں نے لوگوں کا دل جوڑا ہے تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تمہیں میں نے تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا ہے۔ اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟''

پھر آپ نے فرمایا:

((فوالذی نفس محمد بيده! لما تنقلبون به خير مما

Marfat.com

ینقلبون به۔ ولو لا الهجرة لکنت امرا من الانصار، ولو سلك الناس شعبا ووادیا، وسلکت الانصار شعبا ووادیا، لسلکت شعب الانصار ووادیها، الانصار شعار، والناس دثار، اللهم ارحم الانصار وابناء الانصار، وابناء ابناء الانصار))[۵۲۷]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! یقیناً جسے تم لے کر گھروں کو جاؤ گے وہ اس سے بہت بہتر ہے جسے دوسرے لوگ گھروں کو لے کر جائیں گے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری میں تو میں انصار ہی کی راہ پر چلوں گا۔ دوسرے لوگوں کی نسبت انصار کا میرے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں (پوتوں) پر رحم فرما۔''

انصار آپ کا خطاب سن کر اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے: ''ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((انکم ستلقون بعدی اثرة، فاصبروا حتیٰ تلقونی علی الحوض))[۵۲۸]

''دیکھو! میرے بعد لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، اس لئے صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر ملو۔''

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخب کمانڈر پر بے بنیاد اعتراض:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۶ صفر ۱۱ ہجری کو جبکہ آپ بیمار تھے مسلمانوں کو غزوۂ روم کے لئے تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس مہم کا افسر اعلیٰ مقرر

Marfat.com

کر کے ارشاد فرمایا:

"جاؤ اللہ کے نام پر۔ اپنے باپ کے مقام شہادت کو پہنچو اور جو اللہ کا انکار کرے اُس پر حملہ کر دو۔"

پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے علم تیار فرما کر سیدنا بریدہ بن خصیب اسلمیؓ کو عطا کیا۔ اس موقع پر دو آدمیوں نے سیدنا اُسامہؓ کے خاندانی مرتبے اور کم عمری کی بنا پر چہ مہ گوئیاں کیں اور کہا کہ ایسے ایک لڑکے کو بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر امیر کیوں مقرر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تو سخت رنجیدہ ہوئے اور سخت تکلیف کے باوجود سر پر پٹی باندھے مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے اُسامہؓ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔ اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر مقرر ہونے پر بھی تم لوگ اعتراض کر چکے ہو، حالانکہ اللہ کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے۔ وہ (زید بن حارثہؓ) بھی ہمیں سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا (اُسامہ بن زیدؓ) بھی ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہے۔"[۵۲۹]

اپنوں کی اذیتوں کے مقابلے میں اُسوۂ صبر و استقامت

(درس و نصیحت)

(۱) اپنوں کی ناسمجھی سے پہنچنے والی اذیتوں میں بھی آپ ﷺ کا صبر و استقامت ضرب المثل تھا۔ قدرت و طاقت ہونے کے باوجود بھی آپ نے کسی سے ذاتی بدلہ کبھی نہیں لیا، نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت کو۔ یہ پاکیزہ صفت بھی آپ کے جبلی حسن و کمال کی آئینہ دار ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا:

"نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی چیز، کسی عورت اور کسی خادم کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، بجز اس کے کہ آپ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔

Marfat.com

آپ نے کبھی کسی اذیت پہنچانے والے سے انتقام نہیں لیا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کو پائمال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔"[۵۳۰]

نیز سیدنا عبداللہ بن عمروؓ، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، جو تقدیر کے مسئلے پر جھگڑ رہے تھے تو آپ کا چہرہ گلنار ہو گیا اور آپ نے فرمایا:

"کیا تم کو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ تم قرآن کو قرآن سے چوٹ لگا رہے ہو؟ اسی وجہ سے تم سے پہلی اُمتیں تباہ ہوئیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ مجھے اس مجلس سے دور رہنے کی وجہ سے اپنے اوپر اتنا رشک ہوا کہ کبھی کسی مجلس سے دور رہنے پر اتنا رشک اور خوشی نہیں ہوئی تھی۔[۵۳۱]

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو عفو اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

{خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝۱۹۹}[۵۳۲]

"آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تادب و تربیت فرماتے ہوئے تین مکارم اخلاق کو اپنانے کا حکم دیا:

اوّل: جو شخص قصوروار ہو اور معذرت طلب کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو اُسے آپ کمال فراخ دلی اور شفقت سے معاف فرما دیں اور بدلہ اور انتقام لینے پر اصرار نہ فرمائیں۔

اس بارے میں سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں:

((ای خذ العفو عن المذنبین، المراد اعف عنهم))

"یعنی آپ گنہگاروں کو معاف فرما دیں۔"

دوم: لوگوں کو اچھے، مفید اور عمدہ کام کرنے کا حکم دیں کیونکہ آپ معلم اخلاق ہیں۔ "عرف" کی تشریح میں علامہ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ جو باتیں اچھی اور مستحسن ہیں اُن کو اپنائیے۔

سوم: جاہل اور ناسمجھ لوگ اگر آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے ہرگز نہ اُلجھئے۔[۵۳۳]

(۳) نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں اور خادموں کی فروگذاشتوں کو ہمیشہ نظر انداز فرمایا

Marfat.com

کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفت ''عفو'' کے سب سے بڑے مظہر تھے۔ آپ نے امت کو اس بارے میں جو پند و نصائح فرمائیں، ان پر خود عمل کر کے امت کے سامنے ایک اُسوۂ حسنہ بھی پیش فرمایا۔ کاش ہم ان واقعات سے سبق حاصل کریں اور ساری تکلیفوں کو صبر و استقامت سے برداشت کر کے اسلام کے قوانین کو پھیلانے کی عملی سعی کریں۔ اپنوں کی اذیتوں کے مقابلے میں صبر و استقامت، انسان کے عزت و وقار میں اضافے ہی کا سبب بنتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((وما زاد الله رجلا بعفو الا عزا))[۵۳۴]

''اور اللہ تعالیٰ اُس شخص کی جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے، نہیں بڑھاتا ہے مگر عزت۔''

فقر و فاقہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ}[۵۳۵]

''اور صبر کرنے والے ہیں وہ سختی میں (یعنی فقر اور محتاجی میں صبر کرتے ہیں)۔''

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''کیونکہ محتاج شخص بہت سے پہلوؤں سے صبر کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ دائمی طور پر ایسی قلبی اور بدنی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے جس میں کوئی اور شخص مبتلا نہیں ہوتا۔ اگر مال دار دُنیاوی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں تو فقیر آدمی ان نعمتوں سے استفادے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے رنج و الم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب وہ اور اس کے اہل و عیال بھوک کا شکار ہوتے ہیں تو اسے دکھ ہوتا ہے۔ جب ایسا کھانا کھاتا ہے جو اس کی چاہت کے مطابق نہ ہو تب بھی اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ جب عریانی کی حالت کے قریب پہنچتا ہے تب بھی دکھ محسوس کرتا ہے۔ موسمی اثرات سے بچنے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ پس یہ تمام چیزیں مصائب کے زمرے میں آتی ہیں جن پر صبر کرنے اور اللہ سے

Marfat.com

ثواب کی اُمید رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔"[۵۳۶]

امام جعفر بن محمد الصادقؒ، فقر کے درجات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

((الفقیر الذی لا یسئال والمسکین اجهد منه والبائس....))[۵۳۷]

"فقیر اسے کہتے ہیں جو کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، مسکین اسے کہتے ہیں جو مالی لحاظ سے فقیر کی نسبت زیادہ تنگ دستی کا شکار ہو اور بائس اسے کہتے ہیں جو فقیر اور مسکین دونوں سے زیادہ مالی طور پر بدحال ہو۔"

انتہائی فقر و فاقہ کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین مبارک پر شکن نہ پڑتی اور آپ کے مقدس ہونٹوں پر سے مسکراہٹ ختم نہ ہوتی جو کہ قلبی خوشنودی کی علامت ہے۔ ذیل میں حیات طیبہ سے فقر و فاقہ اور اس کے مقابلے میں آپ کے صبر و استقامت کی مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُنیا سے بے رغبتی اور اختیاری فقر

آپ کا فقر و فاقہ ضرورتاً نہ تھا بلکہ آپ کا اختیار کردہ تھا۔ جب غنیمت پانے سے بکثرت مال آتا، پورے کا پورا تقسیم فرما کر ختم کر دیتے اور اس میں سے اپنے لیے کوئی چیز نہ رکھتے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے اُسے ہی ترجیح دیتے۔ ایسا کرنا دُنیا اور متاعِ دُنیا سے زُہد کے طور پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

"اے لوگو! جو کچھ اللہ نے ہمیں بطور فے عطا فرمایا ہے اس میں سے میرے لئے اونٹ کے ایک بال کے برابر بھی حلال نہیں سوائے خمس کے اور خمس بھی تمہیں ہی لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی تمہارے ہی مصالح: اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ پر خرچ کر دیا جاتا ہے)۔"[۵۳۸]

اسی طرح جب بحرین کا مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مسجد میں پھیلانے کا حکم دیا اور وہاں اتنی دیر تک ٹھہرے کہ وہاں ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔[۵۳۹]

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

((لو کان لی مثل احد ذھبا ما یسرنی ان لا یمر علی ثلاث و عندی منه شیئٌ الا شیئٌ ارصدہ لدین))[۵۴۰]

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو میری یہ خواہش ہوتی کہ تین دن گزرنے سے پہلے وہ سب صدقہ کر دوں الا یہ کہ میں ادائے قرض کے لئے کچھ مال باقی رکھوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کی نسبت دُنیا سے انتہائی بے رغبت اور آخرت کی سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا بندہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بننے کا اختیار دیا تو آپ نے بندہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونا پسند فرمایا۔[۵۴۱]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے دُنیا کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی:

((لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضة ما سقی کافرا منھا شربة ماء))[۵۴۲]

''دُنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی ہوتی تو وہ کسی کافر کو دُنیا میں پانی کا ایک گھونٹ پینے کو نہ دیتا۔''

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس مبارک

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

((ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه و االه وسلم یسب احدا ولا یطوی له ثوب))[۵۴۳]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کو گالی دیتے نہیں دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کپڑا تہہ کر کے رکھا گیا ہو۔''

سیدنا علی بن ابی طالبؓ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں، اللہ کی قسم! میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔''[۵۴۴]

Marfat.com

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے پیوند لگا کپڑا اور تہبند نکالا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وفات پائی۔[۵۴۵]

۳۔ نبی کریم ﷺ کی رہائش مبارک:

رسول کریم ﷺ کا شعارِ زُہد پر حال میں نظر آتا ہے۔ آپ کا مسکن مٹی سے بنا ہوا تھا۔ قریب قریب دیواریں (یعنی تنگ) اور نیچی چھت والا تھا۔[۵۴۶]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

"آپ ﷺ نے تعمیر کے لئے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔"[۵۴۷]

حسن بصریؒ کہتے ہیں:

"میں نے سیدنا عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوا تو میرا ہاتھ اُن کی چھتوں کو پہنچ جاتا۔"[۵۴۸]

عطا خراسانیؒ نے کہا کہ جب میں آنحضور ﷺ کی قبر مبارک اور آپ کے منبر کے درمیان تھا تو میں نے آپ کی ازواج مطہرات کے حجرے دیکھے جو کھجور کی ٹہنیوں کے تھے اور ان کے دروازے بالوں کے کپڑے سے ڈھکے ہوتے تھے۔[۵۴۹]

۴۔ نبی کریم ﷺ کا بستر مبارک

جہاں تک نبی کریم ﷺ کے بستر مبارک کا تعلق ہے تو آپ چٹائی پر سوتے اور اس کے سوا آپ کے نیچے کوئی چیز نہ ہوتی۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کھجور کی ننگی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشانے پڑ گئے۔ سیدنا عمر بن خطابؓ حاضر ہوئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے پہلو پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اس سے بہتر بچھونا استعمال کر لیا کریں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا:

((مالی وللدنیا، ما مثلی و مثل الدنیا الا کراکب سار فی

Marfat.com

يوم صائفٍ، فاستظل تحت شجرةٍ ساعةً من نهارٍ، ثم راح و ترکها))[۵۵۰]

''مجھے دُنیا سے کیا تعلق! میری اور دُنیا کی مثال تو اس سوار جیسی ہے جو گرمی کے موسم میں کچھ دیر کے لئے ایک درخت کی چھاؤں میں دم لینے کے لئے ٹھہرا، پھر چھوڑ کر چل دیا۔''

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے اور عرض کی: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے نزدیک قیصر و کسریٰ سے زیادہ باوقار ہیں۔ وہ دُنیا میں عیش و عشرت میں ہیں اور آپ اس حال میں ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دُنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟''

سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کی: کیوں نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پس ایسا ہی معاملہ ہے۔[۵۵۱]

۵۔ نبی کریم ﷺ کا دسترخوان:

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی پلیٹ میں کھانا نہیں کھایا، کبھی آپ نے مرقق (باریک) روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی کبھی زمین سے بلند خوان پر کھانا کھایا۔''[۵۵۲]

سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں:

((لبس رسول الله ﷺ الصوف واحتذى المخصوف واكل بشعا ولبس خشنا فقيل للحسن ماالبشع؟ قال غليظ الشعير ما كان يسغه الا بجرعة ماء))[۵۵۳]

''رسول اللہ ﷺ نے صوف (اُونی کپڑے) اور پیوند دار جوتی پہنی ہے۔ بشع کھایا ہے اور موٹا لباس پہنا ہے۔ حسنؒ سے دریافت کیا گیا کہ بشع کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: جو کا موٹا آٹا جو پانی کے بغیر حلق سے نیچے نہ اُتر سکے۔''

Marfat.com

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

((لقد اخفت فی اللہ ما لم یخف احدو اوذیت فی اللہ ما لم یوذ احد قبلی ولقد اتی علی ثلاثون من بین یوم و لیلة ومالی ولبلال طعام الا شیء یواریه ابط بلال))[۵۵۴]

''اللہ کی راہ میں جتنا خوف مجھے دلایا گیا ہے اور جتنی اذیت مجھے پہنچائی گئی ہے، مجھ سے پہلے کسی کو بھی اتنا نہ ڈرایا گیا ہے اور نہ اتنی ایذا دی گئی ہے۔ مجھ پر پورے مہینے کے دن اور راتیں ایسی بھی گزری ہیں جب کہ مجھے اور بلال کو صرف اتنا کھانا نصیب ہوتا جو بلال کی بغل میں چھپ جائے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''سیدنا محمد ﷺ کے اہل خانہ آپ کی وفات تک کبھی لگاتار تین دن رات مسلسل کھانے سے سیر نہیں ہوئے۔''[۵۵۵]

ظاہر یہی ہے کہ ان کے سیر نہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ گھر میں کھانے کی کافی غذا نہ ہوتی تھی۔ ان کا معمول مبارک یہ تھا کہ اگر کھانے کی کوئی چیز موجود ہوتی تو بھی وہ سائلین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔[۵۵۶]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((شربتین فی شربة وادمین فی قدح لا حاجة لی به اما انی لا ازعم انه حرام اکره ان یسالنی الله عن فضول الدنیا یوم القیامة))[۵۵۷]

''ایک حوض میں دو قسم کے پانی اور ایک پیالے میں دو طرح کے سالن؟ مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ میں اسے حرام نہیں سمجھتا لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن دنیا کی زائد از ضرورت چیزوں کے متعلق باز پرس فرمائے۔''

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

"وہ (رسول اللہ ﷺ) دُنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں صبر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے، ان کے سامنے دُنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"[۵۵۸]

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

"رسول اللہ ﷺ اس دُنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔"[۵۵۹]

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی دُعا یہ تھی:

((اللھم! اجعل رزق آل محمد قوتا))[۵۶۰]

"اے اللہ! آل محمد کو گزارے کی روزی عطا فرما۔"

اہل لغت کا کہنا ہے کہ "قوت" سے مراد وہ خوراک ہے جس سے زندگی کا ناطہ بحال رہے اور انسان فقر ومحتاجی اور تونگری کی آفات سے محفوظ رہے۔[۵۶۱]

امام محمد بن علی الباقرؒ، نبی کریم ﷺ کے زُہد کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ایک فرشتہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمد (ﷺ)! آپ کا پروردگار آپ پر سلام بھیج رہا ہے اور فرماتا ہے اگر آپ چاہیں تو مکہ کی پوری زمین کو ہم سونے سے بھر دیں۔ اس پر آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا اور فرمایا:

"پروردگار! میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ ایک دن غذا سے سیر ہوں اور تیرا شکر ادا کروں اور دوسرے دن پھر تیری بارگاہ میں ہاتھ پھیلاؤں۔"[۵۶۲]

سیدنا نعمان بن بشیرؓ اپنے ایک خطاب میں نبی کریم ﷺ کا ذکر فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے بیان کیا:

((لقد رایت نبیکم (ﷺ) وما یجد من الدقل ما یملا به بطنه))[۵۶۳]

میں نے تمہارے نبی (ﷺ) کو دیکھا ہے کہ آپ کے ہاں ادنیٰ درجے کی کھجوریں بھی نہ ہوتیں کہ جس سے اپنا پیٹ بھرتے۔"

Marfat.com

ایک اور روایت بھی سیدنا عمر بن خطابؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''جب ہمارے پاس بہت سا دنیوی مال جمع ہو گیا تھا اُس وقت بھی نبی ﷺ کی یہ کیفیت تھی کہ آپ دن کو بھوک سے مضطرب ہو جایا کرتے تھے اور ایسے چھوہارے کھا کر پیٹ بھرتے تھے کہ جنہیں (بوجہ تمول کے) کوئی بھی کھانا پسند نہ کرتا تھا۔''[۵۶۴]

کیا حیرت انگیز موقع تھا کہ سردار کائنات ﷺ کے جملہ گھروں میں ادنیٰ درجے کی کھجور بھی نہ ہوتی، حتیٰ کہ آپ کسی شخص کی ضیافت نہ کر پاتے اور مہمان کسی دوسرے کے ہاں بھیج دیتے کہ وہ اس کی ضیافت کرے۔ایک روایت میں سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: میں برے حالات اور بھوک کے باعث تکلیف میں ہوں۔تو آپ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے کہا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔حتیٰ کہ تمام ازواج کے پاس پیغام بھیجا مگر رسول اللہ ﷺ کے تمام گھر سوائے پانی کے ہر چیز سے خالی تھے۔[۵۶۵]

جہاں تک آپ ﷺ کی بچتوں کا تعلق ہے تو آپ نے اپنی رحلت کے وقت کوئی درہم، کوئی دینار، کوئی لونڈی اور دیگر کوئی شے پیچھے نہیں چھوڑی، سوائے سفید خچر، اسلحہ اور کچھ زمین کے جو آپ نے صدقہ کر دی۔آپ کی مالی حالت کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

((توفی النبی صلی اللہ علیہ ولہ وسلم ودرعہ مرھونۃ عند یھودی فی ثلاثین صاعا من شعیر))[۵۶۶]

''نبی کریم ﷺ کی وفات ایسی حالت میں ہوئی تھی کہ ایک صاع جو کے عوض آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔''

اور یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام اور مسلمان بام عروج پر پہنچ چکے تھے۔

Marfat.com

۶۔شدت بھوک کی وجہ سے سینہ مبارک پر پتھر باندھنا:

سرورِ دو عالم ﷺ کی تنگیٔ گزران کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات پیٹ مبارک پر پتھر باندھا جاتا تھا۔اس ضمن میں ایک واقعہ جسے عدی غریباوی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ،سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا،رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

((والل ما اصبح یا نبی الله فی بیت علی حبة طعام ولا دخل بین شفتیه طعام منذ خمس، ولا اصبحت له ثاغبة ولا راغبة، ولا اصبح بیته سفة ولا هفة))[۵۶۷]

"اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ کی قسم، آج صبح سے علی (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں ہے اور پانچ دنوں سے ان کے ہونٹوں سے کوئی کھانا منہ تک نہیں پہنچا ہے، نہ ہی ان کے پاس کوئی بکری ہے اور نہ کوئی اونٹنی (کہ اُس کا دودھ پی سکیں)، اور نہ ہی ان کے گھر میں کوئی کھانے والی چیز ہے اور نہ ہی پینے والی۔"

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا خود روایت کرتی ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ادنی منّی، فدنوت، فقال: ادخلی یدك بین ظهری و ثوبی، فاذا حجر بین کتفی النبی (ﷺ) مربوط الی صدره))[۵۶۸]

"ذرا میرے قریب آؤ۔جب میں قریب بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا: ذرا میری کمر اور کپڑوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر دیکھو تو میں نے کیا دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان سینہ مبارک سے ایک پتھر بندھا ہوا ہے۔"

اس روایت کے بیان کرنے کے بعد محدثین لکھتے ہیں:

((فصاحت فاطمة صیحة شدیده، فقال لها: ما اوقدت فی بیوت آل محمد نار منذ شهر))[۵۶۹]

"سیدہ فاطمۃ الزہرا کی بہت تیز چیخ نکل گئی، پھر نبی کریم ﷺ نے اُن سے

Marfat.com

فرمایا: آل محمد علیہم السلام کے گھروں میں ایک مہینہ سے آگ نہیں جلی ہے۔"

۷۔ بنت رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز میں مٹی کے برتن:

جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، نبوت و رسالت کے سائے میں مرحلۂ بلوغ کو پہنچیں تو قریش میں سے صاحب فضل و شرف، مال دار اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کی طرف سے ان کے پیغام آئے تو نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا کہ میں آسمانی حکم کے انتظار میں ہوں۔ پھر جب سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے سیدہ فاطمہ کا پیغام دیا تو آپ خوش ہو گئے اور فرمایا:

((ابشر ك يا على فان الله عزوجل قد زوجكها فى السماء من قبل ان ازوجكها فى الارض))[۵۷۰]

"اے علی! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح آسمان پر اس سے پہلے کر دیا تھا کہ میں زمین پر اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں۔"

آپ ﷺ نے عقد نکاح پڑھا، سیدنا علیؓ کی زرہ کو حق مہر کے طور پر رکھا گیا جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ تاکہ اُمت کے لئے سنت قرار پائے اور وہ اس کا اتباع کریں۔ آپ نے فرمایا:

((قد زوجتكها فابعث اليها بها فاستحلها بها))[۵۷۱]

"میں نے اس پر فاطمہ سے تیرا عقد کر دیا ہے۔ یہ زرہ فاطمہ کو دے دو اور گھر بساؤ۔"

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا جہیز، آپ کے سامنے رکھا گیا، جس میں زیادہ برتن مٹی کے تھے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

((اللهم بارك لاهل بيت جل آنيتهم من الخزف))[۵۷۲]

"اے اللہ! ان گھر والوں کو برکت عطا فرما کہ جن کے مختصر برتن مٹی کے ہیں۔"

اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر کو ایک دھاری دار چادر، مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں گھاس بھری ہوئی تھی عنایت کیا۔[۵۷۳]

دامادِ رسول سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے آپ ہی کے زیر سایہ پرورش پائی تھی۔ آپ کی

Marfat.com

سیرت کا نقشہ ضرار بن ضمرہ نے سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"وہ دُنیا اور اس کی نمود و نمائش سے انتہائی متنفر، رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے۔ اللہ کی قسم! وہ بہت روتے رہتے، خاصی دیر تک سوچ بچار کرتے اور اپنی ہتھیلیاں الٹ پلٹ کرتے، اپنے نفس کو جھنجھوڑتے، مختصر لباس پسند کرتے اور موٹا جھوٹا کھانا (غریبوں کی طرح سادہ سا کھانا) مرغوب رکھتے تھے۔" [۵۷۴]

فقر و فاقہ میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) اہل ایمان کو غور کرنا چاہیئے کہ یہ اُس وقت کے حالات ہیں جب نبی کریم ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک آپ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ آپ کا یہ زُہد (ہمارے آج کل کے زاہدوں کی طرح) کچھ اضطراری نہ تھا، بلکہ اختیاری تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہی زہد صحیح معنوں میں زہد کہلا سکتا ہے جو ہر قسم کے سامان ہونے کے باوجود اختیار کیا جائے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔" [۵۷۵]

(۲) کیا ہے کوئی حکمران، عالم، درویش جو آپ کے طریقے پر چلے؟ اور آپ کے زہد کو اپنا کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرے؟ کیونکہ جو شخص جس حد تک نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور محبت کا دم بھرتا ہے، اسی نسبت سے اسے بھی اُن مصائب و آلام میں حصہ دار بننا پڑتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ: "میں آپ سے محبت رکھتا ہوں" آپ نے اُس سے فرمایا: "ذرا سوچ لو جو کہہ رہے ہو۔" اس کے بعد اُس آدمی نے تین بار یہی بات دُہرائی کہ "میں آپ سے محبت رکھتا ہوں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان کنت صادقا فاعد للفقر تجفافا الفقر اسرع الی من

Marfat.com

یحبنی عن السیل الی منتاہ))

''اگر تم اپنے اس محبت کے دعوے میں سچے ہو تو پھر فقر اور اس کے ساتھ آنے والی مصیبتوں کے لئے لوہے کا ایک جھول تیار کر لو۔ کیونکہ مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے رُکا ہوا پانی نشیب کی طرف جاتا ہے۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((ان الفقر الی من یحبنی اسرع من السیل من اعلی الوادی))

''تم میں سے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے وادی کی بلندی سے پانی نشیب کی طرف جاتا ہے۔''[۵۷۶]

اسی طرح جب ایک شخص نے امام محمد بن علی الباقرؑ سے محبت عترت رسول علیہم السلام کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی: ''اللہ کی قسم! ہم آپ کے گھرانے سے محبت کرتے ہیں۔'' تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

''پس اپنے آپ کو بلاؤں کے لئے تیار کر لو۔ اللہ کی قسم! بلا ہمارے چاہنے والوں کے لئے پہاڑ کے دامن سے اترنے والے سیلاب سے بھی زیادہ تیز ہوا کرتی ہے۔ بلا سب سے پہلے ہم پر آتی ہے اور اس کے بعد تم پر، اسی طرح جیسے کہ امن وسکون کی راحت پہلے ہم تک پہنچتی ہے اور اس کے بعد تم تک۔''[۵۷۷]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ اپنے خطبے میں فرما رہے ہیں:

''جو اہلبیتِ رسول (علیہم السلام) سے محبت کرے اُسے جامۂ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے۔''[۵۷۸]

(۳) شاید فقر میں فقیر کے لئے کوئی مصلحت ہو کہ جو وہ خود نہیں جانتا کہ کتنے ہی فوائد اس میں موجود ہیں اور کتنے ہی نقصانات سے وہ (اس فقر کی وجہ سے) بچا ہوا ہے۔ اگر ہر مسلمان میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں پر راضی رہنے اور پیشانی پر بل نہ پڑنے دینے، اور جو کچھ ذات حق سے ملے اسے اچھا سمجھنے کی عادت پیدا ہو جائے تو دُنیا و

Marfat.com

آخرت کی خیر وسعادت اس کا نصیب بن جائے گی۔[۵۷۹]

(۴) اہل ایمان کو چاہیئے کہ وہ سیرت طیبہ کے اس پہلو کا بغور مطالعہ کریں اور سوچیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی کا معیار کیا تھا۔ نہ آسودگی سے کھانا کھاتے، نہ اچھا اور قیمتی کپڑا پہنتے، نہ عمدہ بستر اور گھر کا سامان رکھتے۔ دکھی انسانیت کے لئے اس مین بڑا عبرت انگیز سبق ہے۔ مگر اس کا منشا یہ بھی نہیں کہ مسلمان دولت حاصل نہ کریں، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جائز طور پر ضرور حاصل کریں اور اسلام کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق خرچ کریں، مگر جو مسلمان خلیفہ یا اپنی قوم کا سردار یا قوم وملک کی لیڈری اور راہ نمائی کا مدعی ہو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ سونے چاندی کے بت اپنے گھروں میں جمع کر کے نہ رکھے کیونکہ خود آسودہ ہو کر آرام دہ بستر پر سوئے اور قوم فاقہ مست، کانٹوں پر لوٹے، یہ کسی مسلمان لیڈر کو زیب نہیں دیتا۔[۵۸۰]

اطاعت وعبادت ربانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

اطاعت وعبادت میں صبر واستقامت سے مراد یہ ہے کہ جو فرائض واحکام اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کیے گئے ہیں اُن پر عمل کیا جائے۔ یعنی تمام عبادات کو صحیح طور پر بجالایا جائے اور بغیر کسی سستی اور سہل انگاری کے ان امور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔ لفظ عبادت اپنے معنی ومفہوم کے لحاظ سے قولی، فعلی، بدنی اور مالی ہر طرح کی عبادت کو شامل ہے۔ اسی طرح عبادت فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کو بھی شامل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت مشغولیت کے باوجود عابد وزاہد بھی تھے۔ اگر کوئی آپ کی عبادات کی طرف دیکھے تو تعجب سے انگشت بدنداں رہ جائے کیونکہ آپ کی عبادت اس قدر زیادہ تھی کہ اگر کوئی کہے کہ آپ کی زندگی کا اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرا ہے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ آپ کے دوسرے کاموں کو دیکھا جائے تو چوبیس گھنٹے اُن کے لئے کم نظر آتے ہیں اور عبادت کے لئے فارغ وقت نظر نہیں آتا۔ کثرت عبادت میں صبر واستقامت کی وجہ سے آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے اور نازک چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ

Marfat.com

آیت کریمہ نازل ہوئی:

{طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲}[۵۸۱]

"طٰہٰ! ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اُتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔"

اطاعت خداوندی میں صبر و استقامت انسان کی سعادت و خوش بختی کا موجب بنتی ہے۔ دو عالم کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اللہ تعالیٰ کے فرامین کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، دُنیا و آخرت کی کامیابی سے براہ راست تعلق رکھتی ہے۔ ذیل میں اطاعت و عبادت کے حوالے سے آپ ﷺ کے صبر و استقامت کا مختصر سا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ پاؤں مبارک کا متورم ہو جانا

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا کہ کیا آپ اتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں حالانکہ آپ کے لئے اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں (آپ گناہوں سے پاک ہیں)۔ آپ نے فرمایا:

((افلا اکون عبدا شکورا))[۵۸۲]

"تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

آپ کے اسی مشقت طلب ذوق و شوق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝۴}[۵۸۳]

"اے کپڑا اوڑھنے والے پیغمبر! رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لیں یا اس پر بڑھا دیں اور قرآن کریم کو خوب ٹھہر کر پڑھیں۔"

سیدنا ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے:

((قام النبی ﷺ بآیة حتی اصبح یرددها والآیة))[۵۸۴]

Marfat.com

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات صبح تک ایک ہی آیت کریمہ بار بار پڑھتے رہے۔''

وہ آیت کریمہ یہ تھی:

{اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾}[۵۸۵]

''اے اللہ! اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ میرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمادے (اور سب کو معاف کردے) تو (پھر بھی تیری شان سے کچھ بعید نہیں) تو یقیناً بڑی قدرت والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔''

۲۔طویل قیام اللیل پر صبر واستقامت

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ پڑھتے گئے اور سورۂ بقرہ ختم کر کے سورۂ نساء شروع کر دی پھر میں نے خیال کیا کہ شاید یہ سورہ ختم کر کے رکوع میں جائیں گے مگر آپ نے سورۂ نساء ختم کر کے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرمائی۔ آپ قرآن کریم نہایت ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتے تھے۔ جس آیت میں تسبیح کا ذکر ہوتا تسبیح کہتے، جہاں سوال یا دعا کا موقعہ ہوتا دعا مانگتے۔ سورۂ آل عمران ختم کرنے کے بعد آپ نے رکوع کیا اور اس خشوع سے کیا کہ وہ رکوع بھی قیام کے مثل ہوگیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور رکوع کی طرح دیر تک قیام کیا، اس میں دعائیں پڑھتے رہے پھر سجدہ کیا، آپ کا سجدہ بھی قیام کی طرح طویل تھا۔''[۵۸۶]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دروان عبادت اللہ تعالیٰ کی مناجات اور ہم کلامی سے لذت، اُنس، راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی، اسی لیے تو آپ فرمایا کرتے تھے:

((یا بلال! ارحنا بالصلاۃ))[۵۸۷]

Marfat.com

"بلال رضی اللہ عنہ! نماز کی اذان دے کر ہمیں راحت پہنچاؤ۔"

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((...وجعلت قرة عيني في الصلاة))[۵۸۸]

"...میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اور خوشی) نماز میں رکھ دی گئی ہے۔"

۳۔ اعمال میں مداومت اختیار کرنا

سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں کون سا عمل زیادہ پسندیدہ تھا؟ تو انہوں نے فرمایا:

((ما ديم عليه وان قل))[۵۸۹]

"وہ عمل جسے ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک اور روایت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے:

((وكان احب ذلك الى رسول الله ﷺ الذى يدوم عليه صاحبه))[۵۹۰]

"اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پسندیدہ عمل وہ تھا جس پر اس کا عمل کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ایک عورت (جو ساری رات قیام کرتی تھی اور سوتی نہ تھی) سے فرمایا:

((عليكم من الاعمال ما تطيقون فو الله لا يمل الله حتى تملوا))[۵۹۱]

"وہ اعمال اختیار کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو، اللہ کی قسم! بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمہیں ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، لیکن تم عمل کرنے سے اُکتا جاؤ گے۔"

۴۔ رب تعالیٰ کی بندگی میں صبر و استقامت

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی عجیب بات جو

Marfat.com

آپ نے دیکھی ہو، بیان فرمائیں۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: "آپ ﷺ کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔" پھر گویا ہوئیں: ایک شب آپ ﷺ اٹھے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ میں رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی روتے رہے، اسی طرح آپ کی نماز جاری رہی یہاں تک کہ سیدنا بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اتنا روتے ہیں، حالانکہ آپ معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

((افلا اکون عبدا شکورا))[۵۹۲]

"کیا میں رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

اطاعت پروردگار میں رسول اللہ ﷺ کے صبر و استقامت کو سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اور رسول اللہ ﷺ باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو چنانچہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے۔"[۵۹۳]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نفلی روزہ کتنا مرغوب اور من پسند تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((احب ان یعرض عملی وانا صائم))[۵۹۴]

"میری چاہت ہے کہ بارگاہ الٰہی میں جب بھی میرے اعمال پیش ہوں میں روزہ سے ہوں۔"

آپ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے، سوموار کے روزہ کے بارے میں جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

(۲)

Marfat.com

((فیه ولدت وانزل علی فاحب ان اصوم فیه))[۵۹۵]

''اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھے نزول قرآن سے نوازا گیا، لہٰذا میری چاہت ہے کہ اس دن روزہ رکھوں۔''

اطاعت وعبادت ربانی میں اُسوۂ صبر و استقامت (درس و نصیحت)

(۱) آرام پسند مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی کس قدر مصروف تھی کہ صرف دس سالہ مدنی زندگی میں چھوٹی بڑی چوہتر لڑائیاں پیش آئیں، دیگر ان گنت مصروفیات اس کے علاوہ تھیں مگر عبادت و اطاعت خداوندی میں آپ نے صبر و استقامت کی انتہا فرمادی۔ مومن ہونے کا دعویٰ ہمارا بھی ہے، سرور کائنات ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے ماننے والوں میں ہم بھی شریک ہیں، اللہ کی کتاب اصلی حالت پر موجود ہے، احادیث مبارکہ پوری شرح و بست کے ساتھ محفوظ ہیں۔ لیکن پھر بھی عبادات اور اطاعت پروردگار میں وہ جوش و خروش نہیں، حوصلہ و ولولہ نہیں، ہمت و جرأت نہیں، آہ سحر گاہی نہیں، جاں سپاری کا مخلصانہ جذبہ نہیں اور تبلیغ دین و اشاعت اسلام کے لئے مسلسل جد و جہد نہیں۔[۵۹۶]

(۲) اطاعت الٰہی میں صبر و استقامت کے ثمرات کے حوالے سے امام محمد بن علی الباقرؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز منادیٔ حق ندا دے گا: ''استقامت و پائیداری کرنے والے کہاں ہیں؟'' اس پر اللہ کے بندوں کا ایک گروہ اٹھ کھڑا ہوگا، ملائکہ اُن کی طرف بڑھیں گے اور اُن سے پوچھیں گے تم نے کس قسم کی استقامت و پائیداری دکھائی ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے: ''ہم نے فرامین الٰہی کی فرمانبرداری میں استقامت کی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے منادی ندا دے گا۔ ''میرے یہ بندے سچ کہتے ہیں، ان کے لئے راستہ کھول دو تاکہ وہ بغیر پوچھ گچھ کے جنت میں داخل ہو جائیں۔''[۵۹۷]

(۳) رسول کریم ﷺ کی عبادات کا یہ مختصر نقشہ آپ کے اطاعت خداوندی میں صبر اور

Marfat.com

عبادات میں استقامت کا مظہر ہے۔ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر سخت ذمہ داری کس کی ہو سکتی تھی؟ اور آپ سے زیادہ مصروف کون ہو سکتا تھا؟ لیکن جملہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپ برابر عبادت میں منہمک رہتے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے احسانات و عنایات کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے۔ یہ تھی آپ ﷺ کی نگاہ میں عبادات کی اہمیت اور اُن کا مقام۔ کیا اب کوئی ایسا عابد ہے جو آپ کی عبادت کا نمونہ پیش کر سکے؟ اور ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے تلاوت کرے؟ اور رکوع و سجود بھی اس خضوع و خشوع سے کرے کہ ان کی طوالت بھی قیام ہی کی مثل ہو جائے۔

(۴) عرب دُنیا کی پست ترین قوم تھی مگر اطاعت و عبادت الٰہی کو اختیار کر کے دُنیا کی عزیز ترین قوم بن گئی۔ لیکن جب انہی مسلمانوں نے فرامین الٰہی کی نافرمانی کی اور عبادت سے روگردانی کی تو آج ایسی ذلت و خواری سے دو چار ہو رہے ہیں۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے دست تضرع بلند کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت ہو اور ہماری عظمت رفتہ دوبارہ پلٹ آئے۔ مقام افسوس ہے کہ زیادہ مسلمان نوافل تو رہے الگ فرائض تک کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں اور جو فرائض ادا کرتے ہیں وہ خشوع، خضوع، طمانیت اور اعتدال، غرض کسی بات کا خیال نہیں رکھتے اور نماز کے سنت طریقے سے استغناء برتتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی رسول کریم ﷺ جیسی پرسکون اور قابل رشک نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد رسول اللہ ﷺ کا بے نظیر اُسوۂ صبر و استقامت نے عظیم الشان انقلاب کی ابتدا کی، جس نے دُنیا کی تاریخ بدل ڈالی۔ یہ اعلان توحید کی حیات نوع کا پیغام تھا جس نے مردہ دل عربوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور پھر دُنیا نے وہ منظر دیکھا جس کا تصور بھی نہ تھا کہ قاتل عادل بن گئے، بت پرست بت شکن بن گئے، ظلم و غضب کرنے والے حق پرست اور رحم دل بن گئے، سینکڑوں معبودانِ باطل کے سامنے جھکنے والی پیشانیاں خدائے واحد کے

Marfat.com

سامنے سرنگوں ہوگئیں، عورتوں کو جانور سے بدتر جاننے والے، قطع رحمی اور کمزوروں پر ستم ڈھانے والے، عورتوں کے محافظ، صلہ رحمی کے خوگر اور کمزوروں کا سہارا بن گئے۔ نفرت و عداوت کا آتش فشاں سرد ہوگیا۔ محبت و اخوت کی فصل بہاراں آگئی، راہزن راہبر اور ظالم عدل وانصاف کے پیامبر بن گئے۔[۵۹۸]

بقول شاعر ؎

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے نازک ترین لمحات اور ان لمحات میں آپ کے اُسوۂ صبر واستقامت کی چند چمکتی دمکتی تصویریں جمع کی گئی ہیں۔ جن میں ہمارے لئے زندگی گزارنے کے سنہرے اصول موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ بے مثل اُسوہ صبر و استقامت دراصل اُمت محمدیہ کے لئے ایک سبق اور درسِ عمل تھا، آپ نے اپنے عمل کے ذریعے یہ تلقین وتاکید فرمادی کہ حالات خواہ کیسے ہی ناساز کیوں نہ ہوں، مشکلات کا دورانیہ خواہ کس قدر طویل ہی کیوں نہ ہو اور مصائب کی شدت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، فتح اور کامیابی کے لئے نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ صبر واستقامت کو اپنانا ازبس ضروری ہے اور اس کے بغیر دائمی، حقیقی اور مکمل کامیابی کا تصور ممکن نہیں۔ اور کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا سچے مسلمانوں کے لئے ہدایت کا چراغ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱}[۵۹۹]

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔''

Marfat.com

مبحث پنجم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہء صبر و استقامت، غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں

اپنے ہمیشہ اپنوں کی تعریف کرتے ہیں مگر اصل تعریف اور ستائش وہ ہوتی ہے جو غیروں کی زبان سے تقریر میں آئے یا ان کے قلم سے تحریر میں آئے۔ یہ تعریف کسی عقیدت کا نہیں بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن بے مثال اقدامات نے جو پوری انسانیت کے لئے پیغامِ امن اور ساری نسل انسانی کے لئے راہِ نجات ثابت ہوئے، ہر انصاف پسند ذہن کو متاثر کیا اور ہر منصف مزاج شخص اس پر آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتا نظر آتا ہے، حتیٰ کہ وہ مستشرقین بھی اس صف میں دست بستہ کھڑے نظر آتے ہیں جن کی تحقیقات ان کی حق پسندی کا زیادہ ثبوت فراہم نہیں کر سکیں۔ یہ ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و رافت، عفو و درگزر، مثالی رواداری اور بے مثال صبر و استقامت خود بخود انہیں اعتراف حقیقت کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

پروفیسر انتھونی رابنز نے اپنی معروف کتاب (Awaken the Giant within) میں قوت کے دس جذبے تحریر کیے ہیں۔ جن میں محبت و ہمدردی، تعریف و شکر گزاری، تجسس، ولولہ و جوش، لچک داری، اعتماد، خوشی، جسمانی صحت و فعالیت کے بعد ایک جذبہ صبر و استقامت ہے۔ وہ اس آخری جذبے کی اہمیت کے بارے میں لکھتا ہے:

> ”مذکورہ بالا سارے جذبے انمول ہیں تاہم ایک جذبہ ایسا ہے کہ اگر تم اس دُنیا میں ہمیشہ قابل قدر رہنا چاہتے ہو تو تمہیں اسی جذبے کو لازماً اپنانا ہوگا۔ یہ جذبہ تمہیں نشیب و فراز اور چیلنجوں اور مایوسی سے نبرد آزما ہونا سکھائے گا۔۔۔ تمہارے سارے عمل اسی جذبے سے جنم لیتے ہیں، اور تمہارے مقصد کے پورا ہونے کے لئے جو کچھ بھی کرنا ہو تم خود بخود کر گزرتے ہو۔ صبر و استقامت انسانی ارادے کے لئے بیداری کی پکار ہے۔“[۶۰۰]

Marfat.com

ہندو اور سکھ دانشوروں کا خراجِ عقیدت

☆.....بی ایس رندھاوا ہوشیار پوری (B.S.Randhawa) دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے بے مثال صبر و استقامت کی داد دیتے ہوئے کہتا ہے:

''حضرت محمد (ﷺ) کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا، آپ کو پتھروں سے لہولہان کیا گیا، اونٹ کی غلاظت بھری اوجھری ان پر ڈالی گئی، انہیں پاگل اور مجنون بتایا گیا، گھر سے بے گھر کیا گیا اور قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ بتلائیے ان رشیوں، اوتاروں اور پیغمبروں نے اپنے مذہب کو جاری کر کے کیا حاصل کیا۔ کیا سُکھ اٹھایا، سب کے سب ہی اچھی باتوں کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے اور سنسار کی بھلائی کے خواہاں تھے۔۔۔ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صاحب (ﷺ) کی رحم دلی اور شفقت اور مروت علی المخلوقات کی داد دوں، جنہوں نے خود تو ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھا لیے مگر اپنے ستانے والے اور دکھ دینے والوں کو اُف تک نہ کہا بلکہ ان کے حق میں دُعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیا۔''[۶۰۱]

☆.....سوامی لکشمن پرشاد (Swami Lakshman Parshad)، آپ کے عظیم الشان صبر و استقامت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مشرکین مکہ نے داعیء حق، فخر کائنات، مجسمہء رحم و کرم نبی اکرم حضرت محمد (ﷺ) پر تبلیغ حق اور اشاعت اسلام کے جرم میں جو انسانیت سوز مظالم اور زہرہ گداز ستم توڑے، ظلم و عدوان اور جور و جفا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی، مگر مجسمہء صبر و برداشت اور پیکر استقامت و استقلال حضرت محمد (ﷺ) نے جس عزم بالخیر اور ہمت و شجاعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے اپنے سینے کو کفار کے جور و ستم کے تیروں کی آماجگاہ بنائے رکھا۔ وہ قوت برداشت کی تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔ کفار نے صبر و برداشت کا ایسا فقید

Marfat.com

المثال مظاہرہ نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا اور نہ کبھی کانوں سے سنا تھا۔ کئی بلند خیال اور تعلیم یافتہ اشخاص حق و باطل کی اس حیرت انگیز کشمکش سے بہت متاثر ہوئے۔ جن کے دلوں میں کبھی بھول کر بھی اسلام کی عزت و وقعت کا خیال پیدا نہ ہوا تھا، ان ان کے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام (ﷺ) کے لئے تھوڑے بہت ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے۔"[۶۰۲]

☆.....سر پی سی راما سوامی آئر مدراس (Rama Sawami.Sir P.C) نبی کریم ﷺ کی مصائب و مشکلات کے مقابل سینہ سپر زندگی کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتا ہے:

"پیغمبر اسلام (ﷺ) ایک باعمل انسان اور بہت بڑے شہری تھے۔ ان کی سچائی کی پیاس کو سوائے وحی الٰہی کے اور کوئی چیز نہ بجھا سکتی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو اپنی زندگی میں مہمل فلسفہ کی کبھی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ مصیبت اور دکھوں میں سینہ سپر رہنے کا اصول اُن کی زندگی کا جز بنا دیا۔"[۶۰۳]

☆.....شری لالہ دیش بندھو جی (Lala Deshbandhu Jee) نے رسول اللہ ﷺ کی راہ دین میں آہنی استقامت اور اعتقاد و ارادے کی پختگی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"جس قدر بڑے لوگ دُنیا میں گزرے ہیں اگر ہم ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ دُنیا کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے اور انسانوں کی اصلاح میں ان بزرگوں کو جس قدر کامیابی ہوئی اس کا صرف ایک ہی سبب تھا وہ یہ ہے کہ اپنے مشن کی صداقت پر انہیں پورا وشواش تھا۔ پہاڑ کی طرح عزم و ارادہ کے مالک تھے اور دُنیا کی کوئی طاقت ان کو اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ حضرت محمد (ﷺ) کی زندگی میں شروع سے آخر تک یہ صفت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔۔۔ اپنے مشن کی سچائی پر اعتقاد اور ارادے کی مضبوطی و پختگی میں ان کا کوئی دوسرا مثل نہیں گزرا۔"[۶۰۴]

☆..... دعوت و تبلیغ میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صبر و استقامت کے نتائج کو بمبئی کی

Marfat.com

مشہور سماجی کارکن اور دانشور شری متی کملا دیوی (Shree Mati Kamla Davey) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اے عرب کے مہاپرش! آپ وہ ہیں جس کی شکتا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بے شک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی ہے کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل، کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے اور اتما کی سدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا اور اس کے حقوق مقرر کئے۔ آپ نے اس دکھ بھری دُنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا اور امیر و غریب کو ایک سبھا میں جمع کیا۔" [۶۰۵]

☆..... ڈاکٹر یودھا ویر سنگھ (Dr.Uodha Weer Singh) آپ ﷺ کے استقلال اور بہادری کو سلام پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

"پاک ہستیوں کی سوانح عمری کے سننے سنانے والے دونوں ہی نیک سیرت ہوتے ہیں۔ حضرت محمد (ﷺ) ایک نیک ہستی تھے۔ اس میں ذرا بھر شک نہیں۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدے کے لحاظ سے حضرت محمد (ﷺ) ایک پیغمبر تھے، دوسرے لوگوں کے لئے حضرت محمد (ﷺ) صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل بڑھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے۔ عرب جیسے وحشی ملک میں جہاں پر ذرا سی مخالفت ہونے پر مخالفت کرنے والے کی گردن کاٹ دی جاتی تھی۔ اس پاک ہستی نے جس استقلال اور بہادری سے اسلامی مذہب کے اعلیٰ اصولوں کا پرچار کیا۔ وہ ملک کی تاریخ میں طلائی حرفوں سے لکھا ہوا ہے اور جس کو ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں بشرطیکہ ہمارے دل کے اندر کسی قسم کا بغض و تعصب نہ ہو۔" [۶۰۶]

یہودی اور عیسائی دانشوروں کا خراج عقیدت

نبی کریم ﷺ کے صفات حسنہ ہی کی وجہ سے پروفیسر تھامس کارلائل نے آپ کو نبیوں کا

Marfat.com

ہیرو قرار دیا اور امریکی دانشور مائیکل ہارٹ (Micheal Hart) نے اپنی کتاب (The Hundred Great) میں تاریخ کا دھارا بدلنے والی سو ہستیوں میں آپ کو پہلے نمبر پر رکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''آپ تاریخ انسانی کے تنہا شخص ہیں جو انتہائی حد تک کامیاب رہے، مذہبی سطح پر بھی اور دُنیوی سطح پر بھی۔''[۶۰۷]

نبی کریم ﷺ کے اسی جذبہء صبر و استقامت کے حوالے سے غیر مسلم مفکرین کے چند تاثرات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆..... انیسویں صدی کا جرمن فلسفی کارل مارکس (Karl Marks) رسول کریم ﷺ کی شخصیت کو عمیق طور پر درک کرنے کے بعد اپنی رائے کا اس طرح سے اظہار کرتا ہے:

''محمد (ﷺ) ایسے شخص تھے جو بت پرستوں کے درمیان آہنی ارادے کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہیں یکتا پرستی اور توحید کی دعوت دی اور ان کے دلوں میں جاویدانی روح اور نفس کا بیج بویا۔ اس لیے انہیں نہ صرف یہ کہ مردان بزرگ کی صف میں رکھا جائے بلکہ وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اُن کے فرستادہ خدا ہونے کا اعتراف کیا جائے اور دل کی گہرائی سے کہا جائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔''[۶۰۸]

☆.....ڈاکٹر خالد شیلڈرک (Dr.Khalid Shaldrik) رقمطراز ہے:

''حضرت محمد (ﷺ) کی زندگی کے ایک ایک دن کا حال ہم پر پوری طرح منکشف ہے۔ تیرہ برس تک آپ کو طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں دی گئیں۔ آپ نے صبر و استقلال اور برداشت کی عمدہ مثال قائم کی۔ پھر غالب آ کر بھی ایسی حالت میں جب کہ آپ کے دشمن آپ کے قدموں میں پڑے تھے اور آپ کو انتقام لینے اور ان کو تباہ و برباد کر دینے کا پورا اختیار حاصل تھا، آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔''[۶۰۹]

☆.....اطالوی مستشرق لورا فیثا فاغلیری (Lara Pytha Fogleri) نے ان الفاظ میں

Marfat.com

تحسین و ستائش کے پھول نچھاور کیے ہیں:

''محمد ﷺ دائماً بکمالِ شدت اللہ کی الوہیت سے وابستہ رہتے اور بالخصوص ادیانِ موحدہ کے طریق سے ملحق رہتے اور بخوبی واقف تھے کہ بت پرستوں کو کس طرح دائمی استقامت کے ساتھ بدلائل مؤثر دعوت دیں۔''[۶۱۰]

☆.....کمیرٹین (Camerteen) نے خوب کہا ہے:

''پروانِ اسلام نے صرف ایک صدی میں ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر، مراکش، سپین اور سندھ فتح کر لیا تھا۔ اگر نصب العین کی بلندی اور نتائج کی درخشندگی، کمالِ قیادت کا معیار بن سکتی ہے تو پھر حضرت محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں کسی اور رہنما کو قطعاً پیش نہیں کیا جا سکتا۔۔۔لاؤ ان تمام معیاروں اور پیمانوں کو جن سے انسانی عظمت کو ناپا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس سوال کا جواب دو کہ کیا حضرت محمد (ﷺ) سے بڑا کوئی انسان ہو سکتا ہے؟''[۶۱۱]

☆..... دعوت و تبلیغ کے میدان میں آپ کے صبر و استقامت کے عظیم الشان نتائج کے بارے میں پروفیسر بریفالٹ (Breefalt.Prof) لکھتا ہے:

''اگر محمد (ﷺ) کو قریش خدانخواستہ ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں ناقص و ناکارہ رہ جاتے۔ اگر آپ نہ آتے تو دُنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا۔ اگر آپ نہ آتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک ہو جاتے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب میں آپ کی جملہ صفات اور تمام کارناموں پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ اور آپ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی، کیا کیا کارنامے دکھائے، تو آپ مجھے سب سے بزرگ تر، سب سے برتر اور اپنی نظیر آپ ہی دکھائی دیتے ہیں۔''[۶۱۲]

☆ نکولس (Nicholes) نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

Marfat.com

"حضرت محمد (ﷺ) ایک عرصہ تک تنہا ناقابل تسخیر دشمنوں کے سامنے بلند خیال ہو کر صداقت و راستی کی تلقین کرتے رہے۔ تمام خطرات کا مقابلہ انہوں نے عزم و استقلال کے ساتھ کیا اور اپنے دشمنوں سے کہہ دیا۔ "جو کچھ ان کے امکان میں ہو کر گزریں۔" حضرت محمد (ﷺ) کی زندگی کا یہ شاندار واقعہ ایسا عجیب و غریب منظر پیش کرتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ عقیدت رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ صرف بیس سال کے زمانے میں حضرت محمد (ﷺ) نے ہر قسم کی ترقی کی تخم ریزی کر دی اور یہی زمانہ مابعد میں عربوں کی سیاسی ترقی کی بنیاد ثابت ہوا۔ دُنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہوئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ حضرت محمد (ﷺ) ہی نے اپنی قوم کی قسمت کو سدھارا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نہ ریاکار تھے اور نہ ہی جھوٹے بلکہ وہ بہت بے ریا، نہایت سچے اور پُر جوش مصلح تھے اور ان پر بھی ویسی ہی سچی وحی آتی تھی جیسی عہد عتیق کے پیغمبروں کے پاس آتی رہی ہے۔" [۶۱۳]

☆.....فرانسیسی مستشرق جوستان لوبون (Johnston Lobon) لکھتا ہے:

"محمد (ﷺ) صبر، وسعت قلبی کے ساتھ ایذا و تعذیب کے صدمے برداشت کرتے رہے۔۔۔ محمد (ﷺ) نے قریش کے ساتھ نرمی و حلم کا معاملہ کیا جو آپ کے ساتھ بیس سال دشمنی کرتے رہے۔" [۶۱۴]

☆.....ڈیون پورٹ (Daven Port) اپنے ضمیر کی آواز کو اس طرح ریکارڈ کرتا ہے:

"کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کا خدائی مشن محض اس کے ذہن کی اختراع تھی؟ کیا وہ جھوٹ کو جانتے بوجھتے نبھاتا رہ؟ نہیں! ہرگز نہیں!! محمد (ﷺ) کو درحقیقت سچے مذہبی ادراکات اور روحانی احساسات حاصل تھے جس کے سبب انہوں نے اپنے مشن کو انتہائی مستقل مزاجی، صبر اور استقامت و پامردی سے آگے بڑھایا۔ اور نہ اس کے جھٹلائے جانے کی پرواہ کی، نہ اس کی راہ میں مصائب و مشکلات کی۔ یہ سچائی، یہ حق کی معرفت ان کو ابتداء سے انتہا

Marfat.com

تک حاصل رہی یعنی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے وقت پہلی وحی کے نزول سے لے کر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بانہوں میں آخری سانس تک۔"[۶۱۵]

☆.....لیفٹیننٹ کرنل سائلس (Lt Col Syles) نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ صفات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حضرت محمد (ﷺ) کے خیالات و زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص اُن کی اولوالعزمی، اخلاقی جرات، خلوص نیت، سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر انہی صفات کے ساتھ صبر و استقامت، استقلال و عزم اور حق پسندی و معاملہ فہمی کی قابلیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ نے اپنی سادگی، لطف و کرم اور اخلاق کو بلا خیال و مرتبہ قائم رکھا ہے۔"[۶۱۶]

☆..... ایفائے عہد میں آپ ﷺ کے صبر و استقامت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر برمنگھم (Birmingham.Dr) لکھتے ہیں:

"مجھ کو کسی وقت بھی یہ خیال نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے۔ نہیں، بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ (ﷺ) کی سادہ و بے لوث زندگی، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل علی اللہ اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔"[۶۱۷]

☆.....فقر کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کے صبر و استقامت کو مشہور پادری آر۔میک گریگر (R.Mac.Gragor) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ایک اللہ کی عبادت کے تحت عرب کے جنگجو قبائل کو متحد کرنے میں حضرت محمد (ﷺ) کی یادگار کامیابی اور اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنے نام کو باقی رکھنے کی کامرانی ہمارے دلوں میں حیرانی اور تعریف کے جذبات کو ابھارے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ اُنہوں نے مدینہ میں سخت غربت کو جس بہادری کے ساتھ برداشت کیا تھا، وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی رہائش ایک ایسی جھونپڑی میں تھی

Marfat.com

جہاں کم سے کم فرنیچر تھا۔ حضرت محمد (ﷺ) ایسے انسان تھے جو اپنے پیروکاروں کے اندر جوش و خروش اور اپنی ذات کے لئے محبت پیدا کر سکتے تھے۔ وہ خطرات میں پرسکون رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے غارِ ثور میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو یہ یقین دلایا تھا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"[۶۱۸]

☆.....تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) رسول اللہ ﷺ کو آزمائشوں میں اپنے لئے حقیقی ہیرو قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

"عرب کو یہی نور (حضرت محمد ﷺ) اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا۔ عرب کو اسی کے ذریعے پہلے پہل زندگی ملی۔ بھیڑوں بکریوں کے چرانے والے لوگ جو ازل سے صحراؤں میں بھٹکتے، بے راک ٹوک گھومتے پھرتے تھے، کہ ایک ہیرو پیغمبر اُن کی طرف بھیجا گیا۔۔۔۔ حضرت محمد (ﷺ) کی تئیس سالہ پُر از مشقت اور حقیقی آزمائشوں میں مجھے تو اپنے لئے حقیقی ہیرو کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔"[۶۱۹]

☆.....سیموئیل ایم ذویمر (Zwemer.Samuel M) لکھتا ہے:

"ہم حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں کسی اور بات کا تو انکار کر سکتے ہیں مگر ہم کبھی اس امر کو نہیں جھٹلا سکتے کہ وہ عظیم صلاحیتوں کے حامل انسان تھے۔"[۶۲۰]

☆..... ایڈورڈ اے فری مین (Freeman.Edward A) نبی کریم ﷺ کی صبر و شکیبائی اور استقامت و پائیداری کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتا ہے:

"حقیقی اور سچے ارادوں کے بغیر یقیناً کوئی چیز حضرت محمد (ﷺ) کو ایسے لگاتار استقلال کے ساتھ جس کا آپ سے ظہور ہوا، آگے نہیں بڑھا سکتی، اور ایسا استقلال جس میں وحی کے نزول کے وقت سے لے کر آخر دم تک کبھی آپ کے قدم سچائی کے اظہار سے نہ ڈگمگائے۔ حضرت محمد (ﷺ) دُنیوی فاتحین اور روحانیت کا لبادہ اوڑھنے والے سے بہت بلند تھے۔ وہ ہمیشہ خدا کے عبد اور

Marfat.com

رسول رہے اور انہوں نے کسی اور طرح سے بھی لوگوں سے عقیدت کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ ان کی جگہ اگر کوئی رذیل اور دغاباز ہاتا تو وہ معجزاتی طاقتوں کا دعویٰ کرتا اور اپنے آپ کو اراضی بادشاہت کی شان و شوکت سے مزین کر لیتا۔ لیکن وہ (محمد ﷺ) تو صرف خدا کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ انہوں نے ذاتی اعزازات کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ان کا طرزِ عمل ہمیشہ خوش اخلاقی اور مساوات کا آئینہ دار رہا۔ اُنہوں نے اپنی مصیبت میں ساتھ دینے والے دوستوں کو بھی کبھی فراموش نہ کیا۔ ان کا نہ تو کوئی تاج تھا اور نہ کوئی عصائے شاہی۔ ان کا کوئی دربار اور محل نہ تھا۔ عرب کا یہ سردار معمولی جگہ میں رہتا تھا اور وہ اسی سادہ غذا پر بسر اوقات کرتا تھا جو غریب مسلمانوں کو میسر ہوا کرتی تھی۔ ہزاروں حکم بردار غلاموں کا یہ آقا پہلے کی طرح اپنے جوتے گانٹھتا تھا اور اپنے مویشیوں کا دودھ دوہتا تھا۔"[۶۲۱]

☆..... جارج برنارڈ شاہ (George Barnard Shaw) ذاتِ محمد (ﷺ) پر اپنے اعتماد کا اعلان کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

"آج نوعِ انسانی کو ایک محمد (ﷺ) کی سیادت نصیب ہوتی تو خوف و ہراس اور خون ریزی و استحصال کا دُنیا سے خاتمہ ہو جاتا اور سارا عالم امن و چین کی زندگی بسر کر سکتا۔"[۶۲۲]

وہ مزید لکھتا ہے:

"میں نے رسول اسلام کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے تو ان میں وہ اخلاق پایا جیسا ان کے شایانِ شان ہے اور میری کس قدر یہ تمنا رہی ہے کہ اسلام دُنیا بھر کا اسلوبِ حیات بن جائے۔"[۶۲۳]

اسی طرح دیگر ہندو، سکھ، یہودی اور عیسائی غیر مسلم مفکرین اور شعراء جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور آپ کو عزم و استقلال اور صبر و استقامت کا کوہِ گراں قرار دیا اور آپ کے مشن کی خوبیوں کو خوب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اُن میں سروجنی

Marfat.com

نائیڈو، لالہ لاجپت رائے، مہاتما گاندھی، مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی، پنڈر جواہر موتی لال نہرو، پنڈت بھگت سائیں (ایڈووکیٹ)، شری شردھے پرکاش، ڈاکٹر جے کارام برھما، پروفیسر رگھوپتی سھائے فراق گورکھپوری، ایڈورڈ گبن، ڈاکٹر جے ڈبلیو لیٹز، آرڈ بلیو سوڈرن، سر جیمز جینس، آر وی سی بوڈلے (پادری)، برٹیرینڈ رسل، فادر ولیم، جوزف جے نونن۔، کاؤنٹ ٹالسٹائی اور فلپ کے ہٹی قابل ذکر ہیں۔

ہندو دانشور مہاتما ستیہ دھاری نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے:

"دین اسلام لانے والے محمد (ﷺ) صاحب کی زندگی دُنیا کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے۔ محمد (ﷺ) کی ہر ایک حیثیت دُنیا کے لئے سبق دینے والی ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ، سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو۔"[۶۲۴]

❀❀❀

Marfat.com

فصل سوّم:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت اور صبر واستقامت کی تلقین

مبحث اوّل: صبر واستقامت کی تلقین وتربیت کا نبوی منہج

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ ہدایتِ خداوندی کے مطابق اقامتِ دین کے ذریعے ایک ایسا مثالی فلاحی معاشرہ قائم کریں جس میں ہر انسان کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ ہو اور وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر تسخیرِ کائنات کے ربانی منصوبے کی تکمیل میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس کارِ عظیم کی انجام دہی میں مادی وسائل بھی اہم ہیں لیکن اسے صحیح معنوں میں مؤثر اور کامیاب بنانے کے لئے افراد کی اخلاقی قوت ہی بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔

سید علی خامنہ ای، صبر واستقامت کا نبوی منہج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہے مکہ کی تیرہ سالوں پر محیط زندگی ہو یا مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کرنے کا دورانیہ، مسلمانوں کو کٹھن اور دشوار ترین راہوں سے گزارتے ہوئے فتح وکامیابی کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اس طرح کی عظیم تحریک کی بنیاد رکھنا کسی معمولی انسان کے بس کی بات ہرگز نہ تھی۔ وہ لوگ جو تہذیب و مدنیت سے بے خبر تھے، جنہوں نے انسانی اخلاق کی بو تک نہیں سونگھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسے انسانوں میں تبدیل کر دیا کہ جن کی عظمت اور نورانیت کے مقابلے میں اللہ کے فرشتے بھی اپنے آپ کو حقیر محسوس کرنے

Marfat.com

لگے۔اسی کا نام استقامت ہے۔"[۶۲۵]

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تربیت وتزکیہ محمدی کو تین عناصر میں تقسیم کیا ہے:

ا۔ انقلابی نظریات کا استحضار اور انقلابی جذبہ کی آبیاری بذریعہ تلاوتِ قرآن کریم

ب۔ مخالفت ومجاہدہ نفس بذریعہ عبادات بالخصوص قیام اللیل وتہجد

ج۔ مخالفت وایذا پر صبر واستقامت[۶۲۶]

ڈاکٹر سلمان العودۃ لکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے تین خطوط پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی:

ا۔ اللہ تعالیٰ کے رستے میں مصائب برداشت کرتے ہوئے سابقہ انبیاء اور رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی اقتدا کرنا۔اس سلسلے میں آپ خود بھی انبیاء کے قصص بیان فرماتے تھے۔

۲۔ اہل ایمان کے دلوں میں جنت میں تیار نعمتوں کی رغبت پیدا کرنا اور کافروں کو میسر دُنیاوی زیب وزینت کے دھوکے میں نہ آنا۔

۳۔ مستقبل پر نگاہ رکھنا کہ اللہ اسلام کو دُنیا میں اپنی مدد سے نوازے گا اور اہل کفر اور نافرمانوں کو رسوا کرے گا۔[۶۲۷]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۡ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶}[۶۲۸]

"تم لوگ ضرور تمہاری جانوں اور مال میں آزمائے جاؤ گے اور ضرور جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اُن سے، اور شرک کرنے والوں سے بہت زیادہ تکلیف دہ باتیں سنو گے۔تو اگر صبر اور پرہیز گاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

اُسوہ حسنہ کا ایک درس اعتقادات اور نظریات پر ثابت قدمی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہِ مستقیم اور مقدس اہداف پر صبر و استقامت کا درس ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دستور ہے کہ

Marfat.com

انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والوں پر حسب درجہ ومرتبہ آزمائشیں آتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝}[٦٢٩]

"کتنے ہی انبیاء اور ان کا ساتھ دینے والوں کو (شدید آزمائشوں سے گزرنا پڑا حتیٰ کہ ان کی جان پر بن آئی اور کافروں سے) میدان جنگ میں نبرد آزما ہونا پڑا مگر انہوں نے اللہ کی راہ میں پیش آنے والے ان مصائب پر کمزوری دکھائی نہ ہی سستی کا مظاہرہ کیا اور نہ ہی دب کر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے صبر کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں گزشتہ زمانے کے مجاہدین اور اصحاب انبیاء علیہم السلام کی قوت، شجاعت، پختگیء ایمان اور صبر واستقامت کا بیان ہے۔ جن کی انبیاء علیہم السلام نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے تربیت کی، جہاد کیا، پس وہ شہید ہوئے اور انہوں نے زخم کھائے۔ اُن کے دل کمزور ہوئے نہ ان کے بدن، اور نہ انہوں نے عاجزی اور فروتنی ظاہر کی۔ دشمن کے سامنے جھکے نہیں بلکہ انہوں نے صبر کیا اور ثابت قدم رہے اور اپنا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"[٦٣٠]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

{يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝}[٦٣١]

"اے نبی! تم مومنین کو جہاد کے واسطے آمادہ کرو (وہ گھبرائیں نہیں اللہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ) اگر تم لوگوں میں سے ثابت قدم رہنے والے بیس ہوں گے تو دوسو کافروں پر غالب آجائیں گے اور اگر تم لوگوں میں سے (ایسے) سو ہوں

Marfat.com

گے تو ہزار (کافروں) پر غالب آجائیں گے چونکہ یہ کافر نا سمجھ ہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

{اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣}[٦٣٢]

"کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ حالانکہ بلاشک وشبہ ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے تھے، چنانچہ اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنہوں نے سچ بولا اور انہیں (بھی) ہر صورت جان لے گا جو کذاب ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محاسن اخلاق سے آراستہ کرنے پر سب سے زیادہ توجہ فرماتے اور اس سلسلے میں کسی جگہ کوئی ادنیٰ سا انحراف بھی نظر آتا تو فوراً اس کا نوٹس لیتے اور برہمی اور ناگواری کا اظہار فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل اور اپنی استقامت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حق کی سربلندی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے سلسلے میں صبر کا سبق سکھایا۔ آپ ﷺ نے شیطانی چالوں سے اہلِ ایمان کو بچانے کے لئے انہیں صبر واستقامت، تحمل، بردباری، حوصلہ اور برداشت کی تعلیم و تلقین فرمائی۔

سید ابوالحسن علی ندوی ؒ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جہاں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی روحانی غذا پہنچاتے اور ایمان کے ذریعے ان کی تربیت فرماتے وہیں ان کو طہارت بدنی وخشوع قلبی، خضوع جسمانی اور حاضر دماغی کے ساتھ دن میں پانچ بار رب العالمین کے حضور میں جھکانے میں کوشاں تھے، جس کے نتیجے میں ان میں روز بروز روحانیت کی بلندی، قلب کی صفائی، اخلاق کا ستھرا پن، مادی گرفت سے آزادی اور خواہشات سے چھٹکارا حاصل ہو رہا تھا۔ اور مالک ارض وسماء کا عشق اور شوق بڑھ رہا تھا۔ آپ ان کو تکلیف میں صبر، درگزر اور ضبط نفس کی تلقین

Marfat.com

فرماتے تھے۔"[۶۳۳]

آپ کی تعلیم اور تربیت کا ہی فیضان تھا کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس نوعیت کی آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلے اور شیطانی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ ذیل میں دیئے گئے چند واقعات، صبر واستقامت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے منہج تلقین وتربیت کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ وصیتیں نبوت کے سینے سے صادر ہوئیں جن کا مقصد مسلمانوں کے اندر حوصلہ اور صبر واستقامت کا عزم پیدا کرنا تھا۔

راہ حق میں صبر واستقامت کی تلقین

۱۔ راہ دین میں صبر واستقامت پر مبارکباد

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "یارسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے!"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((قل ربی اللہ ثم استقم))

"تو کہہ کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹ جا۔"

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((ربی اللہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب))

"میرا رب اللہ ہے۔ میری توفیق اللہ ہی سے وابستہ ہے۔ میرا اُسی پر توکل ہے اور میں اسی کی طرف لوٹ کر جاؤں گا۔"

یہ کلمات سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لیھنك العلم ابا الحسن، لقد شربت العلم شُرباً و نھلتهُ نھلاً))

"ابوالحسن! تمہیں علم مبارک ہو، کیونکہ تم علم کے سرچشموں سے سیراب ہو چکے ہو۔"[۶۳۴]

Marfat.com

۲۔ اسلام پر استقامت اور اخلاق حسنہ کی تلقین

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اعبد الله لا تشرك به شيئا))

''اللہ کی عبادت کر اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نصیحت میں اضافہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اذا اسات فاحسن))

''جب آپ سے کوئی کمی یا گناہ سرزد ہو تو اس کے بعد اچھائی کرنا۔''

تیسری مرتبہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پھر وہی مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((استقم ولتحسن خلقك))[۶۳۵]

''اسلام پر استقامت اختیار کر اور اپنے اخلاق کو اچھا بنا۔''

۳۔ صبر و استقامت، ایمان کے بعد مہم ترین

سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے وصیت کے طالب ہوئے اور عرض کی:

((يا رسول الله ﷺ! قل لي في الاسلام قولا لا اسئل عنه احدا بعدك))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بتائیں جس کے بارے میں مجھے آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنا نہ پڑے۔''

آپ ﷺ نے ایمان کے بعد استقامت کو دین کی سب سے بڑی حقیقت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((قل آمنت بالله ثم استقم))[۶۳۶]

''تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جا۔''

Marfat.com

۴۔ راہِ دین میں صبر و استقامت اور قربانیاں

سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانے میں مشرکین کی سختیوں سے ہم بری طرح تنگ آئے ہوئے تھے۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کی دیوار کے سائے میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا:

((یا رسول اللہ ﷺ! الا تستنصر الا تدعولنا))

"اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد طلب کیوں نہیں فرماتے، ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے؟"

یہ سن کر آپ کا چہرہ جوش اور جذبے سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

((کان الرجل فیمن قبلکم یحفرله فی الارض فیجعل فیه، فیجاءُ بالمنشار فیوضع علیٰ راسه فیشق باثنتین، وما یصدہ ذلك عن دینه، و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمه من عظم او عصب، وما یصدہ ذلك عن دینه، واللہ! لیتمن هذا الامر حتیٰ یسیر الراکب من صنعاء الیٰ حضر موت لا یخاف الا اللہ، او الذئب علی غنمه، ولٰکنکم تستعجلون))

"(تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزر چکے ہیں، ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں) ان میں سے ایک آدمی کو لایا جاتا تھا، اس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے۔ یہ سارا ظلم بھی اس کو اس کے دین سے روک نہ سکتا تھا۔ اسی طرح کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسائے جاتے اور ہڈیوں اور پٹھوں تک گوشت نوچ لیا جاتا تاکہ وہ ایمان سے باز آجائیں۔ اللہ کی قسم! یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہو گا جس کا وہ

Marfat.com

خوف کرے، صرف بھیڑ یئے کا رہوگا کہ کہیں اس کی بکری نہ پھاڑ کھائے لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔"[۶۳۷]

۵۔ صبر و استقامت، عزت و شرف میں اضافے کا سبب

سیدنا ابوکبشہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں پر قسم اٹھاتا ہوئے ایک حدیث بیان کی اور اسے یاد کرنے کی تلقین فرمائی:

((ما نقض مال عبد من صدقة ولا ظلم عبدٌ مظلمة صبر عليها الا زاده الله عزا ولا فتح عبدٌ باب مسالة الا فتح الله عليه باب فقر))[۶۳۸]

"صدقے سے بندے کے مال میں کمی نہیں آتی اور جس بندے پر بھی ظلم کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت و شرف میں بڑھا دیں گے اور جس بندے نے بھی سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیں گے۔"

۶۔ غزوۂ اُحد میں خطبۂ جہاد، صبر و استقامت کی تلقین

غزوۂ اُحد سے قبل کوہ اُحد کے پاس رسول کریم ﷺ نے ایک محکم منصوبہ تیار کیا تاکہ فتح یقینی ہو جائے، پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور میدان کارزار میں صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((یا ایها الناس اوصیکم بما اوصانی الله فی کتابه من العمل بطاعته و التناهی عن محارمه ثم انکم الیوم بمنزل اجر و ذخر لمن ذکر الذی علیه ثم وطن نفسه علی الصبر والیقین والجد والنشاط فان جهاد العدو شدید کریه، قلیل من یصبر علیه الا من عز الله رشده فان الله مع من اطاعه وان الشیطان مع من عصاه، فافتحوا اعمالکم بالصبر علی الجهاد والتمسوا بذالك ما وعدکم الله....))[۶۳۹]

Marfat.com

"اے لوگو! میں تمہیں اسی چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کی اللہ نے مجھے اپنی کتاب میں وصیت کی ہے، اس کی اطاعت کرو اور اس کی حرام کی ہوئی چیز سے باز رہو۔ دشمن کے ساتھ جہاد کرنا بہت دشوار ہے اس میں بہت کم لوگ ثابت قدم رہ پاتے ہیں، مگر یہ کہ اللہ نے جس کی ہدایت ورہنمائی کا عزم کرلیا ہے۔ بے شک اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اُس پر شیطان سوار رہتا ہے۔ پس تم اپنے اعمال کا دروازہ جہاد پر صبر کے ذریعے کھولو اور اس کے ذریعہ اس چیز کو حاصل کرو جس کا اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔۔۔"

اسی طرح ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشمن کے مقابلے میں صبر واستقامت کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

((یا ایها الناس ! لا تمنوا لقاء العدو وسلوا الله العافية، فاذا لقيتموهم فاصبروا۔ واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف))[٦٤٠]

"اے لوگو! دشمن سے لڑائی بھڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی مانگو۔ ہاں! جب جنگ چھڑ جائے تو پھر صبر وہمت سے رہو اور ثابت قدمی سے ڈٹ کر مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"

۷۔ بیہودگی کے جواب میں صبر واستقامت کی تلقین

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ اس کی گالیاں سنتے رہے اور نبی کریم ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخر کار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور انہوں نے بھی جواب میں اسے ایک سخت بات کہہ دی۔ اُن کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضور علیہ السلام پر شدید انقباض طاری ہوا جو چہرہ مبارک پر نمایاں

Marfat.com

ہونے لگا اور آپ فوراً اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ سیدنا ابو بکرؓ بھی اُٹھ کر آپ کے پیچھے ہو لیئے اور راستے میں عرض کیا کہ:

"یہ کیا ماجرا ہے، وہ مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ خاموشی سے مسکراتے رہے، مگر جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے؟"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا، مگر جب تم بول پڑے تو فرشتے کی جگہ شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا۔" [۶۴۱]

۸۔ صراط مستقیم پر صبر واستقامت کی وصیت:

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:

((خط لنا رسول الله ﷺ خطا ثم قال هذا سبيل الله ثم خط خطوطا عن يمينه وعن شماله ثم قال هذه سبلٌ (متفرقةٌ) على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه)) [۶۴۲]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ بعد ازاں اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ خط کھینچے اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں اور ہر راہ (کے کنارے) پر شیطان ہے جو کہ لوگوں کو ان راستوں کی جانب بلاتا ہے۔"

پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

{وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾} [۶۴۳]

"اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی

Marfat.com

پیروی نہ کرو جو تمہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیں گے۔"

دُنیا کی حقیر متاع کے لئے صراط مستقیم چھوڑنے والوں کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نیک اعمال کرنے میں جلدی کیا کرو۔ فتنے رات کی تہہ در تہہ تاریکی کی طرح اُمڈتے چلے آئیں گے۔ کئی مومن بھی صبح کے وقت ایمان کی حالت میں ہوں گے اور شام کفر کے عالم میں کریں گے۔ دُنیا کی حقیر متاع کے لئے دین کا سودا کرلیں گے۔"[۶۴۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعلى جنبتى الصراط سوران فيهما ابوابٌ مفتحةٌ وعلى الابواب ستورٌ مرخاةٌ وعلى باب الصراط داع يقول ايها الناس ادخلوا الصراط جميعا ولا تتفرجوا وداع يدعو من جوف الصراط فاذا اراد ان يفتح شيئا من تلك الابواب قال ويحك لا تفتحه فانك ان تفتحَه تلجه والصراط الاسلام والسوران حدود الله تعالىٰ والابوب المفتحة محارم الله تعالىٰ وذلك الداعى على راس الصراط كتاب الله عزوجل والداعى فوق الصراط واعظ الله فى قلب كل مسلم))[۶۴۵]

"اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان کی ہے۔ سیدھے راستے کے دونوں پہلوؤں میں دو دیواریں ہیں، ان میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور ان دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں اور سیدھے راستے کے سر پر ایک دعوت دینے والا پکار رہا ہے کہ صراط مستقیم پر چلو اور (اِدھر اُدھر) نہ جھکو اور اس سے اوپر ایک داعی ہے جو پکارتا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو پکارنے والا کہتا ہے تجھ پر افسوس

Marfat.com

ہے تو دروازہ نہ کھول، اگر تو نے دروازہ کھول دیا تو تُو اس میں داخل ہو جائے گا۔ تو راستہ اسلام ہے، دیواریں اللہ رب العالمین کی حدود ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، صراط مستقیم کے سر پر دعوت دینے والا قرآن کریم ہے اور اس اس سے اوپر دعوت دینے والا اللہ (کی جانب سے) وعظ کرنے والا ہے، جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔"

اہل ایمان کو نا اُمیدی سے بچانے کے لئے مندرجہ ذیل بشارت بھی سنائی۔ سیدنا صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عجبا لامر المومن، ان امرہ کلہ خیر، ولیس ذاك لاحد الا للمومن: ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ۔ وان اصابتہ ضرا صبر، فکان خیرا لہ))[۶۴۶]

"مومن کا معاملہ باعثِ تعجب ہے۔ بلاشبہ اس کا ہر کام (سراپا) خیر ہے اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کے لئے بھی نہیں۔ اگر اُسے خوشی پہنچے اور وہ شکر کرے، تو (اس خوشی کی آمد) اُس کے لئے خیر ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچے (اور) وہ اس پر صبر کرے، تو (اس کی آمد) اس کے لئے سراسر خیر ہے۔"

۹۔ اعمال صالحہ پر مداومت اور صبر و استقامت کی وصیت

رسول کریم ﷺ جب کوئی نفلی نماز شروع کرتے تو اس پر دوام فرماتے۔[۶۴۷]

نیز اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے اعمال میں تسلسل، مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کی تلقین بھی فرمائی۔ ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

((علیکم من الاعمال ما یطیقون، فان اللہ لا یمل حتی تملوا واحب العمل الی اللہ ما دووم علیہ وان قل۔۔ وکان آل محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اذا عملوا عملا اثبتوہ))[۶۴۸]

Marfat.com

''اتنے ہی (نفل) کام شروع کرو جنھیں تم آسانی سے انجام دے سکو، اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں اکتاتا بلکہ تم اکتا کر کام چھوڑ دو گے۔ اللہ کو سب سے پیاری وہ نفلی عبادت ہے جو پابندی سے کی جائے چاہے وہ تھوڑی ہی ہو۔۔ آل محمد (ﷺ) جب کوئی نفلی عمل شروع کرتے تو اس پر ہمیشگی کرتے۔''

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((سددوا وقاربوا، واغدوا وروحوا، وشيئا من الدلجة، والقصد القصد تبلغوا))[۶۴۹]

''اپنے اعمال درست کرو، میانہ روی اختیار کرو۔ کچھ سفر صبح کر لیا کرو، کچھ شام کو اور کچھ رات کے آخری پہر میں۔ اس طرح میانہ روی اختیار کرو گے تو منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔''

۱۰۔ دُنیا سے بے رغبتی پر صبر و استقامت کی تلقین

اُس دور میں جب کہ مسلمان کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے چلے جا رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے صبر و استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کی طرف پیشین گوئی کی تھی کہ ایک دن ایسا آئے گا جس میں دشمنانِ اسلام کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

((يوشك ان تداعى عليكم الامم من كل أفق، كما تداعى الاكلة الى قصعتها، قيل: يا رسول الله ﷺ! فمن قلة يومئذ؟ قال: لا، ولكنكم غثاءٌ كغثاء السيل، يجعل الوهن فى قلوبكم، وينزع الرعب من قلوب عدو كم؛ لحبكم الدنيا و كراهيتكم الموت))[۶۵۰]

''عنقریب ہی کافر قومیں ہر طرف سے تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اُس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ

Marfat.com

تم سیلاب کی جھاگ کی طرح بکثرت ہو گے لیکن تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دی گئی ہو گی اور تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب و دبدبہ ختم کر دیا گیا ہو گا اور یہ اسلئے کہ تم دُنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگ گئے ہو گے۔"

ایک روایت میں آپ ﷺ نے دُنیا کی طرف رغبت اور راہ دین پر عدم استقامت کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

((اذا تبایعتم بالعینة، و اخذ تم اذناب البقر، ورضیتم بالزرع، و ترکتم الجهاد سلط الله علیکم ذُلا لا ینزعه حتیٰ ترجعوا الیٰ دینکم))[٦٥١]

"جب تم نے بیع عینہ کی طرز پر خرید و فروخت شروع کر دی اور گایوں کی دُمیں پکڑ لیں اور زراعت و کھیتی باڑی پر راضی ہو بیٹھے اور جہاد چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت و رُسوائی مسلط فرمائے گا جو اُس وقت تک زائل نہیں ہو گی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف رُجوع نہ کر لو گے۔"

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے مال کا مطالبہ کیا، آپ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مال کا مطالبہ کیا تو آپ نے پھر دے دیا۔ انہوں نے پھر مال طلب کیا آپ نے پھر دیا حتیٰ کہ جو مال آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ما یکون عندی من خیر فلن ادخره عنکم، ومن یستعفف یعفه الله، ومن یستغن یغنه الله، ومن یتصبر یصبره الله، وما اعطی احدٌ عطا خیرا واوسع من الصبر))[٦٥٢]

"میرے پاس جو مال بھی ہو میں اُس کو تم سے روک کر نہیں رکھتا۔ جو شخص لوگوں سے مانگنے سے بچے اللہ تعالیٰ اُس کو بچا دیتے ہیں اور جو بے پرواہی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اُس کو بے پروا کر دیتے ہیں اور جو اپنے اندر صبر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو صبر کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں،

Marfat.com

اور صبر سے بہتر اور بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو کسی کو دی گئی ہو۔"

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

"جب مانگنے سے اجتناب کرنا مخلوق سے حال کو پوشیدہ رکھنے اور ان سے بے پرواہی اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے تو سوال کرنے سے بچنے والا باطن میں اللہ سے معاملہ رکھتا ہے، تو سچائی کے مطابق اس کو منافع مل جاتا ہے۔ صبر بہترین عطیہ ہے کیونکہ یہ نفس کو اس کی مرضی والے کاموں سے روکتا ہے اور پسندیدہ کاموں کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اگر انسان جلد بازی میں نفسانی خواہش پر عمل پیرا ہو جائے تو بعد میں اسے پچھتانا نہ پڑے۔"[۶۵۳]

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے کندھے کو پکڑ کر فرمایا:

((کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل))[۶۵۴]

"دُنیا میں تم اس طرح رہو جیسے غریب الوطن یا مسافر رہتا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

((اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتك لمرضك ومن حیاتك لموتك))[۶۵۵]

"جب شام ہو تو صبح کا اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو۔ اپنی صحت سے اتنا ہی فائدہ اٹھاؤ جو مرض کے وقت کام آئے اور اپنی زندگی سے اتنا ہی فائدہ حاصل کرو جو موت کے لئے مفید ہو۔"

قدرتی مصائب وآلام کے مقابلے میں صبر واستقامت کی تلقین

۱۔ پیاروں کی جدائی پر صبر واستقامت کی تلقین:

سیدنا معاذ بن جبلؓ کے بیٹے کی وفات پر تعزیتی مکتوب:

سیدنا معاذ بن جبلؓ، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے گورنر تھے۔ یمن ہی میں اُن کا

Marfat.com

بیٹا وفات پا گیا تو آپ نے اپنے محبوب صحابی کے غم میں شریک ہو کر اُن کو تعزیت کا مکتوب لکھا جس میں صبر و ثبات کی تلقین فرمائی۔ مکتوب کے متن کا منتخب حصہ مندرجہ ذیل ہے:

''اللہ کے نام سے جس کی رحمت ہر آن جوش میں ہے اور جس کی رحمتیں مسلسل ہیں، یہ مکتوب اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی جانب سے معاذ بن جبلؓ کے نام ہے۔ میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد کرتا ہوں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم بھی اللہ کا شکر اور اس کی تعریف کرو۔ اللہ تمہیں عظیم اجر سے نوازے اور تمہیں صبر دے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق بخشے۔ ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہماری اولاد سب اللہ تعالیٰ کی خوشگوار نعمتیں ہیں اور یہ ہمارے پاس اللہ کی امانتیں ہیں۔۔۔۔کہ جب تک یہ نعمتیں تمہارے پاس رہیں، تمہیں خوشی اور مسرت حاصل ہو اور جب یہ واپس لے لی جائیں تو ان کے صلے میں اللہ تمہیں اجر عظیم سے نوازے۔۔۔۔اگر تم نے آخرت کے اجر و ثواب کے لئے صبر کیا، تو تمہارے لئے اللہ کی رحمت، عنایت اور ہدایت ہو۔ پس تم صبر سے کام لو اور خیال رہے کہ کہیں تمہاری بے قراری و بے صبری تمہیں اجر سے محروم کر دے اور تمہیں پچھتانا پڑے۔ یقین کرو کہ بے قراری اور بے صبری سے کوئی مرنے والا کبھی لوٹ کر نہیں آسکتا اور نہ اس سے دل کا غم دور ہو سکتا ہے اور جو حادثہ پیش آیا ہے اسے تو آنا ہی تھا۔''[۶۵۶]

نواسی کی وفات پر اپنی بیٹی کو صبر کی تلقین:

سیدنا اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت ہے، آپ تشریف لائیں۔ آپ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں:

((ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی فلتصبر فلتحتسب))

Marfat.com

"جو اللہ تعالیٰ لے، وہ بھی اُسی کا ہے اور جو دے، وہ بھی اُسی کا ہے۔ اُس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اس لئے انہیں چاہیئے کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی اُمید رکھیں۔"

صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ، سیدنا سعد بن عبادہ، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر افراد کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے اُسے اپنی گود میں بٹھالیا جب کہ اُس کی جان بے چین اور مضطرب تھی۔ (اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو سیدنا سعدؓ نے کہا، یا رسول اللہ صلی الہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"یہ جذبہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ اور اللہ اپنے اُنہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں پر) مہربان ہوتے ہیں۔"
[۶۵۷]

بچے کی وفات پر مغموم صحابیؓ کو صبر کی تلقین اور جنت کی بشارت:

نبی کریم ﷺ ایک دن اپنے ایک صحابی کو ملول اور رنجیدہ خاطر بیٹھے ہوئے دیکھ کر وجہ دریافت فرماتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ میرے کلیجے کا ٹکڑا، میری آنکھوں کا نور ہٹ گیا، میرا چھوٹا بچہ جس سے مجھے بہت محبت تھی فوت ہو گیا ہے، تو آپ نے کیا ہی خوبصورت ارشاد فرمایا:

((اما تحب ان تاتی بابا من ابواب الجنة الا وجدته ينتظرك))[۶۵۸]

"کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر جاؤ اور تمہارا بچہ تمہیں تمہارے انتظار میں کھڑا ہوا ملے۔"

ایک اور مقام پر سیدنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((صغارهم دعا میص الجنة یلقی احدهم اباه فیا خذ بنا حیة ثوبه فلا یفارقه حتیٰ یدخله الجنة))[۶۵۹]

"یہ چھوٹے بچے اپنے باپ کا دامن پکڑ لیں گے اور جب تک اُنہیں جنت میں نہ پہنچا دیں اُن کا دامن نہ چھوڑیں گے۔"

اسی طرح ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کے بیٹے کا انتقال ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اُن کے پاس ایک تعزیتی پیغام بھیجا جس میں آپ نے لکھوایا:

"اللہ تعالیٰ تمہارے اجر میں اضافہ فرمائے اور تمہیں صبر عطا فرمائے۔۔۔ خبردار! جزع اور بے صبری کے ذریعے اپنے اجر کو برباد نہ کر دینا ورنہ قیامت کے دن اس مصیبت پر صبر کرنے کے ثواب سے محرومی پر پشیمان ہو گے۔ اس بات کو جان لو کہ جزع اور بیتابی سے تمہارا بیٹا زندہ نہیں ہو جائے گا۔ غم واندوہ اللہ کے فیصلوں کو بدل نہیں سکتا، لیکن یہ باتیں بیٹے کی موت کی مصیبت پر صبر کرنے کے اجر کو ضائع کر دیں گی۔"[۶۶۰]

بچے کی وفات پر صبر کرنے والے کو "بیت الحمد" کی بشارت:

سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کسی مسلمان کا کوئی چھوٹا بچہ وفات پا جاتا ہے تو اس کی روح قبض کرنے والے فرشتوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے ایک بندے کے بچے کی روح قبض کر لی، اس کے کلیجے کے ٹکڑے کو اُس سے چھین لیا۔ بتاؤ اس نے کیا کہا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اُس نے (انا للہ و انا الیہ راجعون) پڑھا اور تیری تعریفوں میں لگا رہا۔ اُس کی زبان سے تیری حمد ادا ہوئی۔ اُسی وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم دیتے ہیں:

((ابنوا لعبدی بیتا فی الجنة وسموه بیت الحمد))[۶۶۱]

"میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔"

Marfat.com

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو مصیبت میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں اور اللہ سے اجر حاصل کریں۔

جزع فزع کرنے پر اجر سے محرومی:

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا:

((اتقی اللہ واصبری))

''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔''

اُس نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تو کہہ دیا: مجھے میری حالت پر رہنے دے، تجھے مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس کو کہا گیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ تھے۔ وہ آپ کے دروازے پر آئی، دیکھا وہاں کوئی دربان بھی نہیں۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (مجھے معاف فرمادیں اب میں صبر کرتی ہوں)۔ آپ نے فرمایا:

((انما الصبر عند الصدمة الاولی))[۶۶۲]

''صبر جب مصیبت پہنچتی ہے اُس کے آغاز ہی میں ہوتا ہے۔''

امام ابن بطالؒ کہتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ نے ارادہ کیا کہ دو مصیبتیں اس عورت پر اکٹھی نہ ہوں، ایک بچے کی ہلاکت کی مصیبت اور دوسری اجر ضائع ہونے کی۔''[۶۶۳]

ایک فارسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

اگر زسہم حوادث مصیبتی رسدت
درین نشین حرمان کہ موطن خطرست
مکن بہ دست جزع دام صبوری چاک
کہ آہ و نالہ دراینجا م صیبت دگرست

''اگر تمہیں زمانے کے حوادث میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کی وجہ سے

Marfat.com

مایوس نہ ہو جانا کیونکہ دُنیا مصیبتوں کا گھر ہے۔ مصیبتوں پر واویلا کر کے صبر کا دامن چاک نہ کرنا کیونکہ یہاں آہ و واویلا کرنا ایک اور مصیبت ہے۔" [۶۶۴]

شوہر کی وفات پر سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین:

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو میں نے کہا:

((غریبٌ، وفی ارض غربة، لابکینه بکایتحدث عنه))

"پردیسی، پردیس ہی میں (چل بسے)، میں ضرور ان پر ایسا روؤں گی، کہ اس کو بیان کیا جائے گا (ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ان پر شدید نوحہ کریں گی)۔"

تو میں ان پر رونے کے لئے تیار ہو چکی تھی کہ مدینہ کے مضافات سے ایک عورت آئی اور وہ (رونے میں) میری مدد کرنا چاہتی تھی۔ (راستے میں) رسول اللہ ﷺ اسے ملے، تو آپ نے فرمایا:

((اتریدین ان تدخلی الشیطان بیتا اخرجه الله منه مرتین؟))

"کیا تو شیطان کو اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو وہاں سے دو مرتبہ نکالا ہے۔" [۶۶۵]

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فکففت عن البکا فلم ابك)) [۶۶۶]

"پس میں رونے سے رُک گئی اور میں نہ روئی۔"

۲۔ معذوری اور بیماری پر صبر و استقامت کی تلقین

مرگی کے دوروں پر صبر کی تلقین اور جنت کی بشارت:

عطا بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا ضرور دکھائیے۔ عبداللہ بن عباسؓ کے کہا: یہ سیاہ رنگ

Marfat.com

کی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دُعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا:

((ان شئت صبرت ولك الجنة، وان شعت دعوت الله ان يعافيك))[٦٦٧]

''اگر تو چاہتی ہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی، اگر شفا چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں وہ تجھے عافیت دے دے گا۔''

اس نے عرض کی کہ میں صبر کرتی ہوں۔ پھر کہا کہ دورانِ دورہ میرا ستر کھل جاتا ہے، دُعا کریں میرا ستر نہ کھلے، آپ نے اُس کے لئے دُعا فرمائی۔

بینائی سے محروم آنکھوں پر صبر کی تلقین اور جنت کی بشارت:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((ان الله عزوجل قال: اذا ابتليت عبدى بحبيبتيه فصبر عوضته منهما الجنة))يريد: عينيه۔[٦٦٨]

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں سے آزماتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے بدلے میں اس کو جنت دوں گا۔'' دو چیزوں سے آپ آنکھیں مراد لے رہے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((ما لعبدى المومن عندى جزاء اذا قبضت صفيه من اهل الدنيا ثم احتسبه الا الجنة))[٦٦٩]

''میرے ایسے مومن بندے کا جنت کے سوا اور کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا جب میں اس سے اس کی کوئی پسندیدہ چیز لے لوں تو وہ اس پر صبر کر کے ثواب کی اُمید رکھے۔''

Marfat.com

سیدنا ابو بکر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کا بخار اور تلقین نبوی:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو بخار نے آلیا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے یہ شعر کہے:

كل امرى مصبح فى اهله
والموت ادنى من شراك نعله

''ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور سیدنا بلالؓ کو بخار ہوتا تو بلند آواز سے چند شعر کہتے اور (ایک موقع پر) انہوں نے یوں دُعا کی:

''اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور اُمیہ بن خلف پر لعنت برسا جنہوں نے ہمیں ہماری زمین (مکہ) سے وباوالی زمین کی طرف نکال دیا۔''

تب اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دُعا فرمائی:

((اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد! اللهم بارك لنا فى صاعنا و فى مدنا و صحها لنا وانقل حماها الى الجحفة))[٦٧٠]

''اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت کی طرح یا اس سے بھی زیادہ ڈال دے۔ اے اللہ! ہمارے پیمانوں صاع اور مُد میں برکت عطا فرما اور مدینہ طیبہ کی فضا ہمارے لیے موافق فرما دے اور اس کا بخار جحفہ منتقل کر دے۔''

نیز آپ نے مدینہ کی شدت اور تنگی گزران پر صبر کرنے والے کو قیامت کے دن اپنی شفاعت کا مستحق قرار دیا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، لا يدعها احد رغبة عنها الا ابدل الله فيها من هو خير منه، ولا يثبت احد على

Marfat.com

لاوائها و جهدها، الا كنت له شفيعا، او شهيدا، يوم القيامة))[٦٧١]

''مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ سمجھ سے کام لیں۔کوئی آدمی جو مدینہ چھوڑ کر چلا جائے تو اللہ تعالیٰ مدینہ میں اس کا نعم البدل بھیج دیتا ہے اور جو بھی مدینہ کی سختی اور مفلسی پر ثابت قدمی دکھاتا ہے، میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔''

موت کے دروازے پر استقامت وثابت قدمی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَھُوَالْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲}[٦٧٢]

''جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔''

موت کا وقت سب سے زیادہ نازک اور استقامت طلب ہوتا ہے، اور اس وقت اللہ تعالیٰ صرف ان اہل ایمان کو ثابت قدم رہنے میں مدد دیتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی میں صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی جدوجہد کی ہو۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے پاس اللہ اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو موت کے وقت بندہ کو جنت کی بشارت سنا کر اسے استقامتِ دین پر قائم رکھتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰}[٦٧٣]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ

Marfat.com

جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔"

یعنی سخت سے سخت حالات میں بھی ایمان و توحید پر قائم رہے اور اس سے انحراف نہیں کیا۔ بعض نے استقامت کے معنی اخلاص کیے ہیں یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت و اطاعت کی۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں بھی آتا ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: مجھے ایسی بات بتلا دیں کہ آپ کے بعد کسی سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ نے فرمایا:

((قل آمنت بالله ثم استقم))[٦٧٤]

"کہہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کر۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لقّنوا موتاكم لا اله الا الله... فانه من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة يوما من الدهر وان كان اصابه قبل ذالك ما اصابه))[٦٧٥]

"اپنے قریب المرگ لوگوں کو کلمہء توحید پڑھنے کی تلقین و ترغیب دلاؤ۔۔۔ جس کی زبان سے نکلنے والا آخری کلام یہ کلمہء توحید ہو گا وہ کسی نہ کسی دن جنت میں ضرور ہی داخل ہو جائے گا، چاہے اس سے پہلے اسے کیا کیا سزائیں کیوں نہ بھگتنی پڑیں۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

"جس کا آخری کلام "لا اله الا الله" ہو وہ جنت میں جائے گا۔"[٦٧٦]

وقت رحلت اپنی لخت جگر کو صبر و استقامت کی تلقین:

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، رسول اللہ ﷺ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ آپ تڑپ کر فرمانے لگیں:

((واكرباه لكربك يا ابتاه))

"ہائے واویلا آپ کی مصیبت پر اے بابا جان!"

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

''آج کے بعد تیرے بابا کو کوئی رنج نہیں ہے۔اے فاطمہؑ! وفات رسول پر نہ گریبان چاک کرنا، نہ منہ پر طمانچے مگانا، نہ واویلا کہنا۔لیکن تم وہی کہو جو رسول (ﷺ) نے اپنے فرزند ابراہیم کی موت پر کہا تھا۔(آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل درد سے بھر جاتا ہے، لیکن وہ بات نہیں کہیں گے جس سے اللہ ناخوش ہو۔اے ابراہیم! ہم تمہاری مصیبت میں غمزدہ ہیں)۔''[۶۷۷]

فتنوں اور گناہوں کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین

ا۔گناہوں کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین:

ترک گناہ پر صبر واستقامت کی اہمیت وفضیلت:

امام جعفر بن محمد الصادقؒ، اپنے آباء کے سلسلۂ سند سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ترک گناہ پر صبر کی اہمیت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((سیاتی علی الناس زمان لا ینال الملك فیه الا بالقتل والتجبر، ولا الغنی الا بالغصب والبخل، ولا المحبة الا باستخراج الدین واتباع الهوی۔ فمن ادرك ذلك الزمان فصبر علی الفقر وهو یقدر علی الغنی و صبر علی البغضة وهو یقدر علی المحبة و صبر علی الذل وهو یقدر علی العز آتاه الله ثواب خمسین صدیقا ممن صدق بی))[۶۷۸]

''اُمت مسلمہ پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب عوام پر تسلط اور اقتدار صرف قتل اور جبر کے ذریعے حاصل ہو سکے گا۔دولت مظلوموں اور کمزوروں کا مال غصب کیے بغیر اور محروموں کے مالی حقوق میں بخل برتے بغیر حاصل نہیں ہو سکے گی۔مقبولیت حاصل کرنا اپنی زندگی سے روح دین کو خارج کیے بغیر اور نفسانی خواہشات کے آگے سر جھکائے بغیر ممکن نہیں ہوگا۔جو بھی ایسے حالات کا سامنا

Marfat.com

کرے، ذخیرہ اندوزی اور آسائش کے مقابل فقر و تنگدستی پر صبر کرے اور ثابت قدم رہے، اگرچہ وہ خود بھی دوسروں کی مانند غلط اور مختلف طریقوں سے اپنے لیے مال اکٹھا کر سکتا ہو۔ تنہائی و بے نامی اور بدنامی پر صبر کرے اور شہرت طلبی و محبت طلبی کی خواہش پر مقاومت کرے۔ اعلیٰ معاشرتی رتبوں پر (پہنچ کر) صبر کرے، اعلیٰ عہدوں اور نامور منصب سے محرومیت کو برداشت کرے (اور ان مقامات پر فائز ہونے کے لئے ایسے ذرائع و وسائل استعمال نہ کرے جو جرم و گناہ میں آلودہ ہونے کا سبب بنیں)، تو اللہ تعالیٰ ایسے فرد کو نبی (ﷺ) کے زمانے کے پچاس صدیقین کا اجر عطا فرمائے گا۔"

بدکاری کے رسیا نوجوان کو حکیمانہ وصیت:

ایک مرتبہ ایک نوجوان نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

((یا رسول اللہ ﷺ! ائذن لی فی الزنا))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔"

لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے اسے ڈانٹا اور کہا: چپ ہو جاؤ چپ ہو جاؤ۔ آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے قریب بلایا۔ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے اس سے کچھ سوالات کیے:

((اتحبہ لامك؟))

"کیا تم اس کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟"

((افتحبہ لابنتك؟))

"تو کیا تم اس کو اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟"

((افتحبہ لاختك؟))

"تو کیا تم اس کو اپنی ہمشیرہ کے لئے پسند کرتے ہو؟"

((افتحبہ لعمتك؟))

"تو کیا تم اس کو اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرتے ہو؟"

Marfat.com

((افتحبه لخالتك ؟))

''تو کیا تم اس کو اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟''

وہ ہر بار یہی جواب دیتا رہا:

((لا، والله! یا رسول الله! جعلنی الله فداك))

''نہیں، واللہ! اے اللہ کے رسول! مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر فدا کر دیں۔''

اور اللہ کے رسول ﷺ فرماتے رہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کو اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے لئے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اُس پر رکھا اور یوں دُعا فرمائی:

((اللهم اغفر ذنبه، وطهر قلبه، وحصن فرجه))

''اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرما دیجیے، اس کے دل کو پاک فرما دیجیے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما دیجیے۔''

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں:

((فلم یکن بعد ذلك الفتی یلتفت الی شی)) [۶۷۹]

''اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا۔''

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے قریشی نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے معصیت سے صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

((یا شباب قریش! لا تزنوا۔ الا من حفظ فرجه فله الجنة)) [۶۸۰]

''اے قریش کے نوجوانو! زنا نہ کرو۔ سنو! جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اُس کے لئے جنت ہے۔''

۲۔ فتنوں کے مقابل صبر و استقامت کی تلقین:

عصرِ فتن میں گناہ سے صبر کی تلقین:

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے مروی حدیث مبارکہ میں عصرِ فتن میں گناہ پر قدرت رکھنے

Marfat.com

کے باوجود صبر و استقامت کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے:

((انه سیکون زمانه لا یستقیم لهم الملك الا بالقتل والجور ولا یستقیم لهم الغنا الا بالبخل ولا یستقیم لهم الصحبة الا باتباع اهوائهم والاستخراج من الدین علی العز و صبر علی بغضة الناس وهو یقدر علی المحبة اعطاء الله ثواب خمسین صدیقا))[۶۸۱]

''ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ نہ قائم رہے گا ملک مگر قتل و جور سے، اور نہ قائم ہوگی مالداری مگر بخل سے اور نہ قائم ہوگی صحبت مگر اتباع خواہشات اور استخراج من الدین سے (یعنی ان باتوں سے جو دین سے خارج کرنے والی ہیں)، پس ایسا شخص اگر اس زمانے میں ہو کہ صبر کرے فقر پر حالانکہ وہ مال پر قادر ہو اور صبر کرے ذلت پر حالانکہ وہ عزت پر قادر ہو، اور صبر کرے لوگوں کے بغض پر حالانکہ وہ محبت پر قادر ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کو پچاس صدیقوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔''

فتنوں کے دور میں تمسک بالقرآن کی تلقین:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور بتایا:

((یا محمد الا انها ستکون فتنةٌ))

''اے محمد (ﷺ)! عنقریب فتنہ آنے والا ہے۔''

اس پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے بچنے کا راستہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کتاب الله فیه نبا ما کان قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم ما بینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من

Marfat.com

جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى فى غيره اضله الله وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم و هو الصراط المستقيم هو الذى لا تزيغ به الاهواءُ ولا تلتبس به الالسنة ولا يشبع منه العلماءُ ولا يخلق على كثرة الرد ولا تنقضى عجائبه.... ومن دعا اليه هدى الى صراط مستقيم الذى لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد))[٦٨٢]

"(ان فتنوں سے بچنے کا راستہ صرف اور صرف) اللہ کی کتاب ہے۔اس میں پہلی قوموں کے حالات ہیں اور آئندہ آنے والی قوموں کی خبریں اور مستحکم فیصلے بھی ہیں۔جو اس کو سرکشی سے چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے تباہ کر دیں گے۔جو اس سے ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔یہ قرآن کریم اللہ کی مضبوط رسی، پُرحکمت ذکر و نصیحت اور ایسا سیدھا راستہ ہے جس پر کوئی بھی چلنے والا بھٹک نہیں سکتا۔ہر زبان والے کے لئے آسان ہے۔اس سے کبھی بھی علمائے معرفت سیر نہیں ہو سکتے۔بار بار پڑھنے سے دل اُچاٹ نہیں ہوتا۔اس کے عجائب وعلوم کبھی ختم نہ ہوں گے۔۔۔اور جو اس کی طرف دعوت دے اُسے اللہ تعالیٰ خود ایسے سیدھے راستے پر چلائیں گے جہاں کسی بھی جانب سے باطل اور جھوٹ کا گزر بھی نہیں ہو سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔"

فتنۂ اختلاف میں سنت مطہرہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قد تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدى الا هالك ومن يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بما عرفتم من سنتى و سنة الخلفاء

Marfat.com

الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ))[٦٨٣]

''میں تمہیں واضح حجت و دلیل پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اور اس سے پھسلنے والا ہلاکت پانے والا ہے، جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ تم میری معروف و ثابت سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے پر قائم رہنا، اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔''

فتنۂ دجال کے مقابل صبر و استقامت:

دجال کے فتنہ کے مقابلے میں صبر و استقامت اختیار کرنے پر ایک طویل حدیث سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((انه لم تكن فتنةٌ في الارض منذ ذرا الله ذرية آدم اعظم من فتنة الدجال، وان الله لم يبعث نبيا الا حذر امته الدجال))

''اللہ تعالیٰ نے جب سے اولادِ آدم کو پیدا فرمایا ہے، روئے زمین پر فتنۂ دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں اُٹھا اور اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ جس نے اپنی اُمت کو اس فتنے سے خبردار نہ کیا ہو۔''

آگے چل کر اسی حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((يا عباد الله! فاثبتوا، فاني سأصفه، لكم صفة لم يصفها اياه نبيٌ قبلي))[٦٨٤]

''اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، میں تمہیں اس (دجال) کے وہ وصف بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں بتائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے مصائب و آزمائش کے وقت صبر و استقامت کو وسیلہ کے طور پر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''تمہارے پیچھے ایسے ایام آنے والے ہیں جو ایام صبر ہوں گے، جن دنوں میں صبر کرنا ہتھیلی پر انگارے رکھنے کے مترادف ہوگا ایسی صورتحال میں دین پر عمل کرنے والے کا اجر پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ہوگا۔''[۶۸۵]

کسی عرب شاعر کا قول ہے:

''یہ صبر کا زمانہ ہے آنکھ بند کر کے کانٹوں پر چل کر نکل جاؤ اور اللہ کے لئے صبر وتحمل سے کام لو اور نرمی و بردباری کو اپنا اوڑنا بچھونا بنالو۔ چونکہ سلف صالحین نے صبر واستقامت کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگا لیا تھا اسی لیے تو انہوں نے لوگوں کو مصائب سے نپٹنے کے لئے صبر واستقامت سے کام لینے کی غرض سے ٹریننگ کر کے تیاری کا حکم دیا ہے۔''[۶۸۶]

سیدنا مقداد بن اسودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبر واستقامت دکھانے والوں کی حوصلہ افزائی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

((ان السید لمن جنب الفتن (ثلاثا) ولمن ابتلی فصبر فواها))[۶۸۷]

''بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا (یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور جو آزمائش میں بھی صبر پر قائم رہا تو اس کے کیا کہنے۔''

ظلم وستم کے مقابل صبر واستقامت کی تلقین:

زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے سامنے حجاج بن یوسف کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

((اتقوا الله واصبروا، فانه ليس من عام الا والذی بعده اشد منه حتی تقوم الساعة))[۶۸۸]

''اللہ سے ڈرتے رہو اور صبر کرو، کیونکہ کوئی سال ایسا نہیں کہ اس کے بعد والا اس سے سخت نہ ہو، حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔''

Marfat.com

عثمان بن زائدہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مسعرؒ سے سنا۔ انہوں نے اس حدیث کو زبیر بن عدیؒ سے، انہوں نے سیدنا انس بن مالکؓ سے نقل کیا کہ میں نے یہ حدیث اللہ کے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی تسلی ہے جو اس وقت ظالموں کے مظالم کا شکار ہیں۔ صبر و استقامت سے وہ ان مظالم کو برداشت کریں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بڑا اجر دینے والے ہیں۔ اس کے بعد والے زمانے مخلص مسلمانوں کے لئے اور زیادہ مشکل آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ مومنین کو آزماتا ہے اور یہ آزمائش اللہ تعالیٰ کے غضب کا اظہار نہیں اور یہی جنت میں جانے کا راستہ ہے۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات))[٦٨٩]

"جنت کے گرد ایسے اعمال کی باڑھ لگا دی گئی جنھیں انسان ناپسند کرتا اور وہ اس پر گراں گزرتے ہیں اور دوزخ کے گرد بری خواہشات کی باڑھ لگا دی گئی ہے۔"

آزمائش کے ذریعے مسلمان کے درجات بلند ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما من مسلم يشاك شوكة فما فوقها الا كتبت له بها درجةٌ، ومحيت عنه بها خطيئةٌ))[٦٩٠]

"کسی بھی مسلمان کو ایک کانٹا چبھ جائے یا اس سے زیادہ کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی وجہ سے اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ افراد تھے۔ اُن جیسی پاکیزہ، وفا شعار، متواضع اور انسانوں سے بھلائی کرنے والی جماعت کبھی زمین پر چلی ہے، نہ انسانوں کی اس بستی میں بسی ہے نہ آسمان کی بوڑھی آنکھ نے ان کا نظارہ کیا ہے، نہ کریم خالق نے تخلیق کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ اور نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ نہ دُنیا کی تروتازگی اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ اُن کا دل للچا سکی نہ زمانہ کی ہلاکت

Marfat.com

آفرینی جادہ ءحق سے اُن کے پاؤں ڈگمگا سکی، نہ دباؤ اُن سے مرضی کا فیصلہ کرا سکا نہ لالچ انہیں اپنا بنا سکا۔ راہِ دین پر وہ صبر و ثبات اور استقامت کا کوہِ گراں تھے۔ وہ اللہ کریم کے تھے، اُسی کے بن کر رہے اور اُسی کی خاطر مر گئے۔ وہ اس آیت کریمہ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

{قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۲} [۶۹۱]

"آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عظیمہ کے تمام پہلوؤں کی بالعموم اور صبر و استقامت کے ہم عنان و ہم رکاب پہلوؤں کی بالخصوص اتباع کی، بیانِ حق اور واضح طور پر مشرکوں سے پہلوتہی، استقامت کے ساتھ تمسخر کا مقابلہ، اور اس تمسخر سے دل میں تنگی محسوس نہ کرنا، پھر اس طرزِ زندگی پر مداومت اور استقلال موت تک، یوں موت حیاتِ ابدی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو انہوں نے اپنا عمل بنا لیا اور یوں صحابہ کرام کے اخلاق، اخلاق نبوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا پرتو بن گئے اور آج بھی نبی کریم ﷺ کی سیرت مسلمانوں میں انہی اخلاق کو اپنانے کا حوصلہ پیدا کر رہی ہے۔

الغرض نبی کریم ﷺ کی تلقین اور تربیت نے دین حق کے مظلومین میں عزم و حوصلہ پیدا کیا اور مصائب و مشکلات کے طوفان میں جینا سکھایا۔ وہ اس یقین کے ساتھ جمے رہے کہ یہی راہ حق ہے اور اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

صبر و استقامت کی تلقین کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات

درج بالا مذکور تمام روحانی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ مختلف قسم کے مادی ذرائع بھی بروئے کار لاتے اور اس سلسلے میں مکمل منصوبہ بندی فرماتے، تاکہ آپ کے پیروکار ظلم و اذیت سے چھٹکارا پائیں اور مشرکین کے فتنوں سے محفوظ رہیں اور ایک ایسی ریاست قائم ہو جائے جس میں ہر مسلمان کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے رب کی عبادت کے

Marfat.com

مواقع میسر ہوں اور دعوت الی اللہ کے راستے میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں۔[۶۹۲]

(۱) یہ رسول کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ہی کمال تھا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل لڑائی جن کے خمیر میں داخل تھی، تلوار سے جن کا ازلی رشتہ تھا اور جن کی تاریخ بسوس اور داحس وغیرہ کی تاریخ سے پر تھی، اُن کی عربی نخوت دب گئی اور آپ کے ہاتھوں سے موم ہو گئے۔ بغیر ادنیٰ بزدلی کے انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ وہ سب برداشت کر رہے تھے جو دنیا کی کسی قوم نے برداشت نہیں کیا۔ تاریخ نے ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جس میں کسی مسلمان نے اپنے نفس کی طرف سے مدافعت کی ہو اور جوابی یا انتقامی کارروائی کی ہو۔ ضبط و تحمل کی یہ انتہائی مثال ہے جو ہمیں کسی جماعت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

سید ابوالحسن علی ندویؒ رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جہاں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی روحانی غذا پہنچاتے اور ایمان کے ذریعے ان کی تربیت فرماتے وہیں ان کو طہارت بدنی و خشوع قلبی، خضوع جسمانی اور حاضر دماغی کے ساتھ دن میں پانچ بار رب العالمین کے حضور میں جھکانے میں کوشاں تھے، جس کے نتیجے میں ان میں روز بروز روحانیت کی بلندی، قلب کی صفائی، اخلاق کا ستھرا پن، مادی گرفت سے آزادی اور خواہشات سے چھٹکارا حاصل ہو رہا تھا۔ اور مالک ارض و سماء کا عشق اور شوق بڑھ رہا تھا۔ آپ ان کو تکلیف میں صبر، درگزر اور ضبط نفس کی تلقین فرماتے تھے۔"[۶۹۳]

(۲) دین اسلام نے شروع ہی سے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی۔ غلام اپنے مالکوں کے رحم و کرم پر جیتے تھے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان میں سے جن غلاموں اور کنیزوں نے اسلام قبول کیا اُن پر ناقابل بیان سختیاں ہو رہی تھیں۔ یہ تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید خرید کر آزاد کیا۔ سیدنا بلال حبشی، سیدنا عامر بن فہیرہ، سیدہ اُم عبیس، سیدہ زنیرہ اور سیدہ نہدیہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور

Marfat.com

بنو مؤمل کی ایک کنیز کا ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔[۶۹۴]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیدنا ابو فکیہہ اور سیدنا بلال کی والدہ سیدہ حمامہ رضی اللہ عنہم کو بھی آزاد کیا تھا۔[۶۹۵]

کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) نے ان سے کہا: بیٹے! تم بہت ہی کمزور لوگوں کو طوقِ غلامی سے رہائی دلا رہے ہو، اگر مضبوط لوگوں کو آزاد کرو گے تو وہ تمہاری حفاظت اور دفاع کر سکیں گے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ اس کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔[۶۹۶]

اس دور میں جو غلام اور کنیزیں اسلام لانے کی پاداش میں اذیتیں برداشت کر رہے تھے اور جنہیں سیدنا ابو بکر صدیق رضؓ نے آزاد کیا، روایات میں اس کا ذکر تو ملتا ہے۔ بہت ممکن ہے بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی یہ خدمت انجام دی ہو۔ مثال کے طور پر سیدنا عثمان بن عفان رضؓ کے بارے میں آتا ہے:

((اعتق عشرین مملوکا))

''انہوں نے بیس غلام آزاد کیے۔''

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا اس کا تعلق مدنی دور ہی سے ہے یا مکہ میں بھی سیدنا عثمان بن عفان رضؓ کے ذریعے کسی کو بندِ غلامی سے رہائی ملی تھی۔

(۳) کتب سیرت میں مواخات مدینہ کا ذکر بھی تفصیل سے ملتا ہے۔ اس کی حکمت واضح ہے۔ اسی حکمت کے تحت رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ اس میں بالعموم اس بات کا خیال رکھا گیا کہ ایک فرد مالی یا سماجی لحاظ سے کمزور ہو تو دوسرا نسبتاً بہتر حیثیت کا مالک ہو، تاکہ وہ اپنے کمزور بھائی کی مدد کر سکے۔ اس مواخات کا مقصد یہ تھا کہ اسلام لانے والے دو دو افراد ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں، ایک دوسرے کے مددگار ہوں، ان کے دکھ درد میں کام آئیں۔ اپنی پریشانیوں اور مشکلات میں ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں۔ جہاں پورا

Marfat.com

معاشرہ آدمی کے خلاف ہو، خاندان اور قبیلہ اس کا دشمن ہو وہاں اس اخوت اور بھائی چارگی کی بڑی اہمیت ہے۔ مکہ میں رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن سردارانِ قبائل کی حمایت اور پناہ حاصل ہوئی جو کفر و شرک پر قائم تھے۔ اس کی وجہ سے ظلم و زیادتی سے ایک طرح کا تحفظ ملا اور دعوت و تبلیغ کی راہیں کھلیں۔ [۶۹۷]

مبحث دوّم: صحابہ و صحابیات (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور صبر و استقامت نبوی کی اقتداء

اُستاد کی صلاحیت شاگردوں میں نظر آتی ہے۔ تربیت دینے والے کی قابلیت زیر تربیت افراد میں دیکھی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کا اُسوہء صبر و استقامت آپ کے اہل بیت اور صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک وقت گزارا، اور آپ نے اُن کی تربیت فرمائی اور تزکیہ نفس کرتے رہے اور اُنہیں علم سکھایا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے توحید خداوندی کی آواز بلند کی اور آپ کی یہ آواز روز بروز معاشرہ میں نفوذ کرنے لگی اور ہر گزرتے ہوئے دن کے ساتھ کسی نہ کسی شخص کا مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو یہ بات مشرکین مکہ کے لئے سوہان روح ہونے لگی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس رویے سے بپھر گئے اور اُن کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قبیلہ اپنے خویش و اقارب مسلمانوں کی ایذا رسانی پر تُل گیا۔ سب سے پہلے وہ غلاموں اور نچلے طبقے کے لوگوں کی ایذا دہی پر کمر بستہ ہو گئے تاکہ اُنہیں واپس کفر میں لا کر مسلمانوں کی تعداد میں کمی کی جائے۔ لیکن نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اس اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) میں سے جو کہ خود ایک بہترین اُمت ہے۔ بہترین لوگ تھے، انہوں نے ہر رکاوٹ کے باوجود آپ کی دعوت کو آگے پہنچایا، آپ کی سنت کی حفاظت کی، عظمت کردار کے عظیم پہلوؤں کو اپنایا اور رزم حق و باطل میں صبر و استقامت کے عظیم الشان ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلے۔ میدان جنگ میں ان کا ایک ہی رجز تھا:

Marfat.com

((ان کان دین محمد(ﷺ) لم یستقم الا بقتلی فیا سیوف خذینی))[۶۹۸]

''اے تلوارو! اگر محمد ﷺ کا دین ہمارے قتل ہوئے بغیر باقی نہیں رہ سکتا تو آؤ ہمیں لے لو۔''

یہاں پروفیسر فلپ کے حتیٰ کا یہ جملہ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا جو کہ مؤرخانہ بصیرت کی ایک عمدہ مثال ہے:

''پیغمبر اسلام (ﷺ) کی وفات کے بعد یوں لگتا ہے کہ عرب کی بنجر سرزمین گویا کسی طلسمی اثر سے ایسے نامور ہیروز کی نرسری میں بدل گئی جن کی مثال نہ کثرت تعداد میں کہیں نظر آتی ہے اور نہ ان کی قیادت کے عظیم معیار میں۔''[۶۹۹]

بلاشبہ یہ معراج انسانیت پیغمبر ﷺ کے اُسوہء عظیم ہی کا اعجاز تھا جس نے عرب کے صحرانشینوں کی کایا پلٹ دی۔ ذیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُسوہء صبر و استقامت کے چند واقعات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھے، جن کی زندگی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت، راہِ دین میں صبر و استقامت، شوق آخرت اور دُنیا سے عدم محبت سے عبارت ہے۔ ان سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ ایمان کے مقابل جانِ عزیز کی کوئی قیمت نہیں اور سابقین الاولین نے اپنی زندگی کی قیمت پر اسلام کو اپنایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہء صبر و استقامت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس سیرت اپنے اندر ایک عظیم کائنات سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی عظیم کائنات جس میں عقل و شعور کی شمعیں اپنی مقدس کرنوں سے کاشانہء انسانیت کے در و بام کو روشن کیے ہوئے ہیں اور جس کے مینارِ عظمت پر کردار سازی کا ایسا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے کہ اُن کی پاکیزہ سیرت میں دُنیائے بشریت کی وہ تمام عظمتیں اور پاکیزہ رفعتیں سمٹ کر ایک مشعل راہ بن جاتی ہیں۔ عظیم صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راہنما اور ان کے نمونہء عمل کو سب کے لئے واجب الاتباع قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

''جس نے کسی کو نمونہ بنانا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو اپنے لیے نمونہ بنائے۔ اس لیے کہ یہ لوگ اُمت اسلامیہ کے سب سے زیادہ نیک دل، گہرا علم رکھنے والے، کم تکلف، اچھی سیرت، اچھے حال والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا انتخاب اپنے نبی کریم کی صحبت اور دین اسلام کو قائم کرنے کے لئے کیا تھا۔ پس تم لوگ ان کے فضل کو پہچانو، ان کے آثار کی اتباع کرو، بے شک وہ لوگ سیدھے راستے پر تھے۔''[۷۰۰]

دعوت حق کے راستے میں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی جرأتوں، قربانیوں، صبر واستقامت اور بہادری کے واقعات سے سیرت وتاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں جو کہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ذیل میں اسلام کے ان فدائیوں پر مشرکین مکہ کی دل خراش مشق ستم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فدویت اور صبر واستقامت کے چند مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ امام المؤذنین سیدنا بلال بن باح رضی اللہ عنہ کا اُسوہء صبر واستقامت:

سیدنا بلالؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اس قدر راسخ الایمان ہو گئے کہ ایمان کے مطالب ومقاصد ان کے دل ودماغ میں اُتر گئے۔ ایمان کی بشاشت اُن کے رگ وپے میں سما گئی۔ اپنے اسلام میں انتہائی سچے اور دل کے نہایت پاکیزہ تھے۔ اسلام پر ثابت قدمی کی بنا پر وہ بدترین تکالیف پر بھی صبر واستقامت کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ سیدنا بلالؓ اپنی تکالیف کے زمانے کو یاد کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے کہ مجھے دن رات بھوکا رکھا جاتا، پھر مجھے باہر لے جایا جاتا اور چلچلاتی دھوپ میں تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر اذیتیں دی جاتی تھیں۔[۷۰۱]

جب دوپہر شعلہ جوالہ بن جاتی تو اُمیہ بن خلف اُنہیں شہر سے نکال کر مکہ کی ریتلی اور کنکریالی زمین پر لے جاتا، جلتی ریت پر لٹا دیتا۔ جیسا کہ ابن اسحاقؒ کی روایت میں ہے:

((ثم یامر بالصخرۃ العظیمۃ فتوضع علی صدرہ))[۷۰۲]

''پھر حکم دیتا اور پتھر کی چٹان ان کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔''

Marfat.com

پھر اُن سے کہتا:

((لا والله لا تزال هكذا حتى تموت او تكفر بمحمد ﷺ تعبد اللات والعزى فيقول وهو ذلك البلاء احد احد))[۷۰۳]

''اللہ کی قسم! یہ صورتحال برقرار رہے گی یہاں تک کہ تیری جان نکل جائے یا تو محمد (ﷺ) کا انکار کر دے اور لات و عزّٰی کی عبادت کرے۔ اسی عالم ابتلاء و آزمائش میں سیدنا بلال (رضی اللہ عنہ) فرماتے، احد۔ احد۔''

جب سیدنا بلالؓ کے پائے ثبات میں کسی طرح تزلزل نہ ہو سکتا تو آپؓ کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتے۔ امام ابن کثیرؒ کی روایت ہے:

((فجعلوا يطوفون به فى شعاب مكة وهو يقول، "احد احد"))[۷۰۴]

''وہ آپ کو گھسیٹتے ہوئے مکہ کی گلیوں کے چکر لگاتے پھرتے، اس حال میں بھی آپ کی زبان سے احد احد ہی کی صدا بلند ہوتے۔''

سیدنا حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

''میں حج یا عمرے کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ میں نے دیکھا کہ بلالؓ کی گردن میں ایک لمبی رسی بندھی ہوئی تھی جسے مکہ کے شریر لڑکے کھینچ رہے تھے۔ عامر بن فہیرہؓ بھی بلالؓ کے ساتھ تھے۔ بلالؓ کہتے جا رہے تھے: ''اَحد اَحد، میں لات و عزّٰی کو نہیں مانتا۔ میں ہبل، اساف، نائلہ اور بوانہ کا انکار کرتا ہوں۔''[۷۰۵]

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں:

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دین حنیف پر انتہائی استقامت سے کاربند رہتے تھے۔ وہ بڑے مستقل مزاج تھے۔ انہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں انتہائی دردناک عذاب دیا جاتا تھا۔ جب مشرکین انہیں تکالیف دینے کی غرض سے اُن کے پاس پہنچتے تھے، وہ فوراً اللہ اللہ کی پکار بلند کر دیتے تھے۔''[۷۰۶]

ایک روایت کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا بلالؓ کو پانچ اوقیہ (۲۰۰ درہم) ادا کر کے اس وقت خریدا جب وہ بھاری پتھروں کے نیچے تقریباً دفن تھے۔[۷۰۷]

Marfat.com

قریش نے اپنے ترکش سیدنا بلالؓ پر خالی کر دیئے اور سب تیر آزمائے مگر اُن کی پختگی اور یقین بڑھتا گیا، ان کے دینی احساس میں ترقی اور ان کے ایمان میں لذت وحلاوت پیدا ہوئی، ان کی طبیعت میں نکھار پیدا ہوا اور وہ اس بھٹی سے کھرا سونا بن کر نکلے۔

۲۔ سیدنا خباب بن الارت تمیمی رضی اللہ عنہ کا اُسوہء صبر واستقامت:

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلرُبا خبر ملنے کی دیر تھی کہ سیدنا خبابؓ نے اپنے دل کو کفر کی ظلمت کے زنگ سے پاک کر لیا۔ اس وقت تک پانچ افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ آپؓ ایک شقی القلب عورت اُم انمار کے غلام تھے جس نے آپؓ کو لوہار کے کام میں لگایا تھا اور یہ تلواریں بنا بنا کر اس کے لئے کمائی کرتے تھے۔ آپؓ اُن محسنین اُمت اسلامیہ میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو مصائب وابتلاء کے لئے پیش کیا۔ سیدنا خبابؓ خود بیان کرتے ہیں:

((لقد رایتنی یوما اخذونی، فاوقدوالی نارا، ثم سلقونی فیها، ثم وضع رجل رجله علی صدری، فما اتقیت الارض۔۔ او قال برد الارض۔۔ الا بظهری قال، ثم کشف عن ظهره، فاذا هو قد برص))[۷۰۸]

''ایک دن میں نے دیکھا کہ انہوں نے مجھے پکڑا، پھر انہوں نے میرے لئے آگ جلائی اور اس پر چت لٹا دیا، پھر (اُن میں سے) ایک شخص نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھ دیا، وہ آگ میری کمر سے (نکلنے والے خون اور پیپ سے) ٹھنڈی ہوئی، یہ کہہ کر آپؓ نے اپنی کمر کو ننگا کیا، وہ ساری برص (کی طرح سفید) ہو چکی تھی۔''

مشرکین نے سیدنا خبابؓ کو مختلف طریقوں سے تکالیف دیں، کبھی مالی تکلیف دیتے، کبھی جسمانی۔ ان کے سر کے بال نوچے جاتے تھے، گردن مروڑی جاتی تھی۔ انہیں بارہا تپتے ہوئے پتھروں پر لٹایا گیا۔ پتھروں پر لٹا کر ان کے سینے پر بھی بھاری پتھر رکھ دیئے

Marfat.com

جاتے تھے تاکہ وہ اُٹھ بھی نہ سکیں۔[۷۰۹]

آپؓ کی مالکہ اُم انمار آپؓ کے سر کو گرم سلاخوں سے داغتی تھی اور روزانہ یہ مشق ستم دُہراتی۔ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

((فكانت تاخذ الحديدة المحماة فتضعها على راسه، فشكا ذلك الى رسول الله ﷺ فقال: اللهم انصر خبابا، فاشتكت مولاته أُم انمار راسها، فكانت تهوى مثل الكلاب فقيل لها: اكتوى فكان خباب ياخذالحديدة المحماة فيكوى بهاراسها))[۷۱۰]

''وہ لوہے کی گرم سلاخ لے کر اُن کے سر پر رکھتی۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس دکھ کی فریاد کی تو آپ نے دُعا فرمائی: اے اللہ! خباب کی مدد فرما (اس دعا کا اثر) یہ ہوا کہ ان کی مالکہ اُم انمار کے سر میں تکلیف شروع ہوگئی جس کی وجہ سے وہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں نکالتی تھی، اسے مشورہ دیا گیا کہ وہ (سر کو) داغ لگوائے، اب سیدنا خبابؓ وہی لوہے کی گرم سلاخ پکڑتے اور اس سے اس کے سر کو داغتے۔''

سیدنا خبابؓ خود بیان فرماتے ہیں:

((ما اعلم احدًا من اصحاب النبى ﷺ لقى من البلاء ما لقيت))[۷۱۱]

''میں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی نہیں جانتا کہ اسے اتنی تکلیفیں پہنچی ہوں جتنی مجھے پہنچی ہیں۔''

۳۔سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا اُسوہ صبر و استقامت:

سیدنا عمار بن یاسرؓ، بنو مخزوم کے غلام تھے۔یہ اپنے والدین سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے۔مشرکین مکہ اُنہیں طرح طرح کی

Marfat.com

دردناک سزائیں دیا کرتے۔ چلچلاتی دھوپ میں گرم اور پتھریلی زمین پر ان تینوں کو لٹا دیا جاتا اور اُنہیں گھسیٹ گھسیٹ کر مارا جاتا۔ سیرت و تاریخ کی کتب میں یہ روایت ملتی ہے:

((کان المشرکون وعلی راسھم ابوجھل یخرجونھم الی الابطح اذا حمیت الرمضاء فیعذبونھم بحرھا))

''مشرکین مکہ جن کے پیش پیش ابوجہل ہوتا، ان تینوں کو چلچلاتی دھوپ میں جب کہ شدت تپش سے زمین گرم ہو جاتی بطحائے مکہ میں نکالتے اور وہاں کی گرم زمین پر لٹا کر انہیں سزائیں دیا کرتے تھے۔''

جب اللہ کے رسول ﷺ کا گزر اُن کے پاس سے ہوتا اور آپ اُنہیں اسلام کی خاطر یہ سخت ایذائیں برداشت کرتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے:

((اصبر، ثم قال: اللھم! اغفر لال یاسر۔ وقد فعلت))

''صبر کرو، پھر گویا ہوئے: اے اللہ! آل یاسر کو بخش دے اور یقیناً تو نے بخش دیا ہے۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

((ابشروا یا آل یاسر، فان موعدکم الجنة))[۷۱۲]

''آل یاسر! خوشخبری ہو تمہیں، یقیناً تمہارے لیے (اللہ کی طرف سے) جنت کا وعدہ ہے۔''

آل یاسر نے جب اس محبت بھری، بشارت والی آواز کو سنا تو اُنہیں سکون حاصل ہوا اور ان کے دلوں کو تسکین پہنچی۔ مگر مشرکین کے اس دردناک عذاب کی تاب نہ لا کر سیدنا عمارؓ کے والد سیدنا یاسرؓ دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور مردانگی و بہادری، خودداری و جوانمردی، حوصلہ مندی و روشن ضمیری اور کرامت انسانیت کا سر اُس وقت شرم سے جھک جاتا ہے جب کوئی سنتا ہے کہ اس اُمت کے فرعون ابوجہل نے ایک مظلوم و مسکین سیدہ سمیہؓ (اُم عمار) کو زیر ناف نیزہ مار کر صرف اس لئے شہید کر ڈالا کہ وہ کہتی تھیں۔

((ربی اللہ))[۷۱۳]

Marfat.com

''میرا رب اللہ ہے۔''

اسلام کی خلعت شہادت سے سرفراز ہونے کی سعادت سب سے پہلے اسی خاتون کے نصیب میں آئی۔ پھر اس کے بعد کفار مکہ نے سیدنا عمارؓ پر طرح طرح کے مظالم ڈھانا شروع کیے۔

بلاذریؒ نے محمد بن کعبؒ سے روایت بیان کی ہے:

((کان عمارٌ یعذب حتیٰ لا یدری ما یقول))

''سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو اتنا سخت عذاب دیا جاتا کہ وہ (حواس کھو بیٹھتے اور) انہیں معلوم نہ ہوتا کہ ان کی زبان سے کیا کچھ نکل رہا ہے۔''

ابن سعدؒ نے محمد بن کعبؒ ہی کے حوالے سے لکھا ہے:

((اخبرنی من رأی عمّار بن یاسر متضردا فی سراویل))

''مجھے اس آدمی نے بتایا ہے جس نے سیدنا عمار بن یاسر کو صرف پاجامہ پہنے ہوئے دیکھا۔''

اُس آدمی کا بیان ہے کہ میں نے سیدنا عمار بن یاسر کی پُشت پر زخم کے آثار دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((ھذا ما کانت قریشٌ یعذبنی فی رمضاء مکة))

''مکہ کہ گرم زمین پر لٹا کر قریش مجھے جو سزائیں دیتے تھے یہ اسی کے آثار ہیں۔''

تمام غزوات میں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہے۔ درحقیقت میدان جہاد میں بھی سیدنا عمار بن یاسرؓ، استقامت اور عبقریت کا کوہ گراں تھے۔ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کو پکار پکار کر فرما رہے تھے:

((یا معشر المسلمین! امن الجنة تفرون؟ انا عمار بن یاسر ھلموا الی))[۷۱۴]

''مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ ادھر آؤ، میں عمار بن یاسر ہوں۔''

نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر یہ پیشین گوئی فرمائی تھی:

((ویح عمار، تقتله الفئة الباغیة))[۷۱۵]

Marfat.com

''(یہاں ویح کا مفہوم رحمت اور ترحم کے معنوں میں ہے کہ) عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

صبر واستقامت سے بھرپور زندگی بسر کی اور بالآخر ۳ ہجری میں جنگ صفین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے ۹۴ برس کی عمر میں ابو الغادیہ المزنی کے ہاتھوں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۴۔سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اُسوہء صبر واستقامت:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ حمنہ بنت ابوسفیان نے کھانا پینا ترک کر دیا اور فاقے کرنے لگی اور کہا کہ اگر میں اس بھوک ہڑتال سے مرگئی تو لوگ تمہیں طعنہ دیں گے کہ وہ دیکھو اپنی ماں کا قاتل جارہا ہے۔اس طرح وہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایمان کا امتحان لینے لگی اور کہا جب تک تُو اپنا دین نہیں چھوڑتا میں اسی حالت میں رہوں گی،لیکن راسخ العقیدہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اپنی والدہ کو جواب دیا وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔اُنہوں نے فرمایا:

((یا اماہ لو کانت لك مائة نفس فخرجت نفسا نفسا ما ترکت دینی هذا فان شئت فکلی وان شئت فلا تاکلی))[۷۱۶]

''اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہوتیں اور وہ (سب بھی میرے سامنے) ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو پھر بھی میں اپنا یہ دین نہ چھوڑتا۔اگر تم چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو نہ کھاؤ۔''

چنانچہ اس نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی استقامت کو دیکھ کر کھانا پینا شروع کر دیا۔البتہ دوسری روایت میں ہے کہ اُم سعد نے کھانا نہ کھایا اور تین دن کے بعد نڈھال ہو کر بے ہوش ہوگئی۔ اس کے ایک بیٹے عمارہ نے بڑھ کر اسے پانی پلایا۔وہ سعد رضی اللہ عنہ کے لئے بددعا کرنے لگی۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

{وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ

Marfat.com

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸} [۷۱۷]

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کی اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، میری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔''

سیدنا سعدؓ مزید فرماتے ہیں:

''لوگ جب اسے کھانا کھلاتے تو اس کا منہ ایک چھڑی کی مدد سے کھولتے، پھر اس میں لقمہ ڈالتے۔'' [۷۱۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کی آزمائش بڑی سخت اور ان کا کردار منفرد تھا جو ان کے ایمانی جوش کا پتہ دیتا ہے کہ نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو وہ کسی صورت اپنے ایمان پر سودے بازی نہیں کریں گے۔ [۷۱۹]

میدانِ جہاد میں گھوڑوں سمیت نہر عبور کر کے دشمن کے سر پر پہنچ جانا، معرکہء قادسیہ میں کامیابی اور ایوان کسریٰ میں فاتحانہ داخلہ آپؓ کے صبر و استقامت کی عملی مثال ہیں۔ آپؓ اللہ کے راستے میں تیر چلانے والے پہلے شخص ہیں۔ [۷۲۰]

۵۔ سیدنا عاصم بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا اُسوہء صبر و استقامت:

غزوہ اُحد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جم کر کھڑے تھے اور موت پر بیعت بھی کی تھی۔ آپؓ اُحد پہاڑ کر تعینات تیر اندازوں میں شامل تھے اور آپؓ نے اُحد والے دن کفار کے دو علمبرداروں مسافع اور حارث کو قتل کیا تھا۔ ان دونوں کی والدہ سلافہ بنت سعد نے قسم کھائی تھی کہ وہ عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور ان کا سر کاٹ کر لانے والے کے لئے سو اونٹوں کا انعام مقرر کر رکھا تھا۔ جب قبیلہ ہذیل کے چند افراد کی فرمائش اور مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دینے کی غرض سے ایک جماعت تیار کی اور سیدنا عاصم بن ثابتؓ کو

Marfat.com

بھی اُن میں شامل کر دیا۔ مگر ہذیل کے لوگوں نے دھوکہ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قید کر لیا۔ سیدنا عاصمؓ نے فرمایا: مجھے کسی مشرک کا قیدی بننا منظور نہیں۔ آپؓ نے اُن سے مقابلہ کیا۔ آپؓ لڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

ما علتی وانا جلد نابل
والقوس فیها وترعنابل
ان لم اقاتلهم فامی هابل
الموت حق والحیاۃ باطل
وکل ماحم الاله نازل
بالمرء، والمرء الیه آئل[۷۲۱]

"میں ایک تندرست و توانا شخص ہوں جسے لڑنے میں کوئی عذر درپیش نہیں، کمان کے لئے بہترین تیر موجود ہیں۔ اگر میں آج کے دن بھی نہیں لڑا تو میری ماں پر افسوس ہے۔ موت برحق ہے اور زندگانی فانی ہے اور جو تکلیف اللہ تعالیٰ نے مقدر میں جتنی لکھ دی ہے وہ پہنچ کر رہے گی، چاہے بندہ اس سے فرار کی راہ نکالنے کی کوشش کر لے۔"

تیر ختم ہو گئے تو نیزہ بازی شروع کر دی، مگر جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی:

"اے اللہ! میں نے آخری دم تک تیرے دین کی حفاظت کی، اب تو میرے بدن کی حفاظت فرما۔"

یہ دعا انہوں نے اس لئے کی کہ دشمن ہر مقتول کو ننگا کر دیتے تھے۔ اس دعا کے بعد انہوں نے اپنی تلوار کا نیام توڑ دیا اور شہادت تک لڑتے رہے۔ شہادت سے پہلے انہوں نے دو مشرکوں کو زخمی اور ایک کو قتل کیا۔ آپ لڑتے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ کہتے جاتے تھے:

"میں ابو سلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیر انداز کون ہے؟ اور میری قوم شریف لوگوں کی قوم ہے۔"

بالآخر سب مشرکوں نے اپنے نیزے اُن کے جسم میں گاڑ دیئے اور انہیں شہید کر دیا۔[۷۲۲]

Marfat.com

سیدنا بریدہ بن سفیان اسلمیؓ سے روایت ہے: جب آپ شہید ہو گئے تو مشرکین ایک دوسرے سے کہنے لگے: سلافہ بن سعد بن شُہید کو تو اسی کا سر چاہیئے۔ (غزوۂ اُحد میں سلافہ کا خاوند اور چار بیٹے قتل ہوئے تھے، ان میں سے حارث اور مسافع کو سیدنا عاصمؓ نے قتل کیا تھا۔ اس پر سلافہ نے نذر مانی تھی کہ عاصم (رضی اللہ عنہ) کے سر کا کاسہ بنا کر اس میں شراب پیوں گی اور سر لانے والے کو ایک سو اونٹنیاں انعام دوں گی)، چنانچہ اُنہوں نے آپ کا سر قلم کرنے کا ارادہ کیا، اتنے میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا جس نے آپ کی لاش کی حفاظت کی اور مشرکین آپ کا سر اُتارنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ صورتحال دیکھ کر انہوں نے کہا شام ہونے دو، اس وقت تک مکھیاں چلی جائیں گی۔ رات ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا ایک ریلا بھیجا، حالانکہ اس وقت کسی جانب بھی بادل نہ تھے۔ وہ سیلاب سیدنا عاصم بن ثابتؓ کی میت بہا لے گیا، اور مشرک نامراد رہ گئے۔ [۷۲۳]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں بھی حق کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر واستقامت سے حصہ نصیب فرمائے۔ آمین!

۶۔ سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا اُسوۂ صبر واستقامت:

سیدنا سعید بن عامرؓ، سیدنا عمر بن خطابؓ کی جانب سے حمص کے گورنر مقرر کئے گئے۔ حمص کے باشندے عمال کی شکایت کرنے میں مشہور تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ، حمص تشریف لے گئے۔ اہل حمص نے کہا: ہمیں سعید بن عامرؓ سے چار شکایات ہیں:

۱۔ صبح سورج بلند ہونے کے بعد (دیر سے) نکلتے ہیں۔

۲۔ رات کو کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔

۳۔ مہینے میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں۔

۴۔ کبھی کبھی ان پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔

چنانچہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے انہیں اور اہلِ حمص کو جمع کیا اور فرمایا: ان لوگوں کی کچھ شکایات ہیں (ان کا جواب دیجئے)۔

Marfat.com

۱۔ آپ دیر سے نکلتے ہیں؟ سیدنا سعیدؓ نے فرمایا: گھر میں کوئی خادم نہیں، سارا کام میں خود کرتا ہوں۔

۲۔ رات کو کسی سے نہیں ملتے؟ سیدنا سعیدؓ نے فرمایا: میں نے دن مخلوق کے لئے اور رات خالق کے لئے خاص کر دی ہے۔

۳۔ مہینہ میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں؟ سیدنا سعیدؓ نے فرمایا: میرے پاس ایک ہی جوڑا ہے۔ مہینے میں ایک دن اُسے دھوتا ہوں، جب وہ سوکھ جائے تب پہنتا ہوں۔

۴۔ کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے ہیں؟ سیدنا سعیدؓ نے فرمایا: میں نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر دیکھا، میں اُس وقت کافر تھا۔ جب مجھے وہ منظر یاد آتا ہے کہ میں نے اُن کی مدد نہیں کی، تو میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

یہ سن کر سیدنا عمر بن خطابؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: آپؓ کے اوپر یہی گمان مناسب ہے، میرا بھی خیال یہی تھا کہ یہ شکایات غلط ہیں۔ [۷۲۴]

ڈاکٹر حسان شمسی کی بات یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"یہ مت سمجھنا کہ مالی ثروت لوگوں کے حال بدل دیتی ہے۔ دیکھو نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے دُنیا کا دو تہائی علاقہ فتح کر لیا تھا لیکن ان میں سے بعض کے پاس صرف ایک ہی کپڑا پہننے کے لئے دستیاب تھا اور ان کے تھیلے میں چند لوب کھجوروں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ صحابہ کسریٰ کے دربار میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی جو کے آٹے سے بنی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔" [۷۲۵]

۷۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اُسوہء صبر و استقامت:

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہت زیادہ اذیتوں سے دو چار کیا گیا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو نوفل بن خویلد بن عدویہ نے انہیں رسی سے باندھ دیا۔ اس موقع پر بنو تیم نے بھی آپؓ کا بالکل دفاع نہ کیا۔ [۷۲۶]

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے نوفل کے شر سے بچنے کے لئے دُعا فرمائی:

((اللھم !اکفنا شر ابن العدویۃ))[۷۲۷]

"اے اللہ! ہمیں ابن عدویہ کے شر سے کافی ہو جا۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب مسلمانوں کی تعداد اڑتیس (۳۸) تک پہنچ گئی تو سیدنا ابو بکرؓ اسلام کی برملا دعوت کے لئے رسول اللہ ﷺ سے مسلسل اسرار کرتے رہے۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے بھی اعلانیہ دعوت کا حکم دے دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے صحن میں بیٹھ گئے اور سیدنا ابو بکرؓ کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی خطیب لوگوں کو علی الاعلان، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی والہانہ دعوت دے رہا تھا۔ مشرکین سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی اس جرأت اندانہ پر بُری طرح سٹپٹائے اور غضبناک ہو گئے۔ وہ مسلمانوں پر چڑھ دوڑے۔ اس دوران انہوں نے سیدنا ابو بکرؓ کو بڑی بے رحمی سے پیٹا۔ عتبہ بن ربیعہ، سیدنا ابو بکرؓ کو دو پیوند لگے جوتوں سے مارنے لگا۔ عتبہ نے ان کے مبارک چہرے کو نشانہ بنایا۔ پھر سیدنا ابو بکرؓ کے پیٹ پر چڑھ بیٹھا اور مسلسل ضربیں لگا لگا کر ان کے چہرے کو اتنا زخمی کر دیا کہ ناک اور چہرے کی پہچان ہی مشکل ہو گئی۔[۷۲۸]

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے صبر و استقامت کی گواہی سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے ایک خطبے میں دی۔ ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالبؓ، سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی استقامت اور اسلام کی خاطر دی گئی قربانیوں کا تذکرہ فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آخر میں آپؓ نے لوگوں سے پوچھا: اللہ تمہیں فراست دے۔ کیا آل فرعون کا مومن افضل تھا یا ابو بکر؟ لوگ خاموش رہے تو سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی زندگی کا ایک لمحہ اس کی پوری عمر سے افضل ہے۔ آل فرعون کا مومن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا لیکن ابو بکر اپنے ایمان کا ڈٹ کر اظہار و اعلان کرتے تھے۔"[۷۲۹]

جب رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ

Marfat.com

بنائے گئے، ان دنوں حالات بہت خراب ہوئے اور صورتحال بہت سنگین ہوگئی، منافقت عروج کو پہنچی، بہت سے عرب قبائل مرتد ہو گئے، جھوٹے مدعیانِ نبوت ظاہر ہوئے اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ جمعہ پڑھنے کے لئے جگہ نہ ملی۔ ان ناگفتہ بہ حالات کی تصویر کشی سیدنا عروہ بن زبیرؓ نے ان الفاظ میں کی ہے:

((واصبح المسلمون كالغنم فى الليلة المطيرة الشاتية لفقد نبيهم وقلة عددهم و كثرة عدوهم))[۷۳۰]

"مسلمانوں کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوت ہونے کی وجہ سے اپنی تعداد میں کمی، دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے اس ریوڑ کی طرح ہوگئی جو کہ موسم سرما کی بارش والی رات میں ہوتی ہے۔"

یہاں تک کہ مسلمانوں میں سے بعض نے سیدنا ابوبکرؓ کے پاس یہ رائے پیش کی:

((يا خليفة رسول الله اغلق بابك والزم بيتك واعبد ربك حتىٰ ياتيك اليقين۔ اى الموت))[۷۳۱]

"اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! اپنے دروازے کو بند کر لیجئے، اپنے گھر میں ہی بیٹھ رہیے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے۔"

سیدنا ابوبکرؓ نے ان سخت حالات کے باوجود نا اُمیدی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا، آپ نے ان تمام فتنوں کا مقابلہ قوت ایمانی سے کیا، سخت آندھی سے بھی طاقت و رعزم لے کر آگے بڑھے۔ آپ نے فرمایا:

((اينقض الدين وانا حىٌّ؟))

"دین میں کمی کی جارہی ہو اور میں زندہ رہوں؟ (یہ ممکن نہیں ہے)"

آپ اُمت مسلمہ کو پر آنے والے ان کٹھن حالات میں صبر و استقامت کے پیکر تھے۔

جب سیدنا عمر بن خطابؓ نے آپ کو مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ لڑنے کا مشورہ دیا تو ان کے سامنے کھڑے ہو کر آپ نے بلند آواز سے فرمایا:

Marfat.com

((فو الله لاجاهدنهم ماستمسك السيف فی یدی فوالله لاقاتلن من فرق بین الصلاة والزكاة، فوالله لو منعونی عقال بعیر كانوا یؤدونه الی رسول الله ﷺ لقاتلتهم علیه))[۷۳۲]

''اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور جہاد کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار اٹھانے کی سکت ہے۔ اللہ کی قسم! نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں سے ضرور قتال کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر اس رسی کو بھی روک دیتے جس سے اونٹ باندھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو (زکوٰۃ میں) دیتے تھے، اس پر بھی میں ان سے ضرور قتال کرتا۔''

سیدنا ابو بکرؓ ہی نے جیش اُسامہ کی روانگی کے بعد مخالفین سے کہا تھا:

((والذی نفس ابی بكر بیده لو ظننت ان السباع تخطفنی لانفذت بعث اُسامة كما امر به رسول الله ﷺ ولو لم یبق فی القرٰی غیری لانفذته، ما كنت اُحل عقدًا عقده رسول الله ﷺ بیده))[۷۳۳]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو بکر کی جان ہے! اگر مجھے یہ پتہ بھی ہو کہ درندے مجھے اچک لیں گے تو بھی میں اُسامہ کے لشکر کو ضرور روانہ کرتا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ اگر بستیوں میں میرے علاوہ کوئی ایک بھی نہ رہے پھر بھی میں اسے روانہ کروں گا۔ میں کسی ایسی گرہ کو کھول نہیں سکتا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے باندھا ہو۔''

یہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ ہی تھے جنہوں نے مشکلات پر قابو پایا، ہنگاموں اور فتنوں کی بیخ کنی کی، مرتدین اور نبوت کے دعویداروں اور مانعین زکوٰۃ پر فتح حاصل کی، مایوس لاگوں کی اُمید بندھائی، خلافت کا رعب و دبدبہ بحال کیا اور مسلمانوں کے عزت و اتحاد کو دوبارہ قائم کیا۔ ایسا کارنامہ صبر و شکیبائی اور استقامت و پائیداری والے اہل ایمان ہی کیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

۸۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا اُسوہء صبر و استقامت:

سیدنا حسین بن علیؓ، جن کے کانوں میں توحید الٰہی کی سب سے پہلی آواز آنحضرت ﷺ نے ڈالی اور جن کے بچپنے کی شوخیاں رسول اللہ ﷺ کو خوش کرتی تھیں۔ آپ ریاض نبوی (ﷺ) کے وہ ارغوانی پھول ہیں جس کی مہک حق و صداقت، جرأت و بسالت، عزم و استقلال، ایمان و عمل، صبر و استقامت اور ایثار و قربانی کی وادیوں کو ابدالآباد تک بساتی رہے گی۔ عبدالحفیظ ابوسعود، آپ کی استقامت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''سیدنا حسین بن علیؓ حریت، جہاد راہ خدا، عقیدہ کے تحفظ میں شہادت اور ظلم و ستم کے سامنے تسلیم نہ ہونے کی مثال ہیں۔''[۷۳۴]

ایک مسلمان مجاہد کے صبر و استقامت کی مکمل اور صحیح ترین تصویر، سیدنا حسین بن علیؓ کے بیعت ظلم کے خلاف انکار میں مجسم ہو کر سامنے آتی ہے۔ آپ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

((انّ مثلی لا یبایع مثلہ))[۷۳۵]

''مجھ جیسا اُس (یزید) جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔''

اپنے بھائی محمد بن حنفیہؓ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

((یا اخی! واللہ لو لم یکن فی الدنیا ملجا ولا ماوی لما بایعت یزید))[۷۳۶]

''برادر گرامی! اللہ کی قسم! اگر میرے لئے دُنیا میں کہیں کوئی جائے پناہ نہ بھی ہو تب بھی میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتا۔''

راہِ حق میں آپ کی استقامت اس درجہ کمال پر تھی کہ آپ کسی بھی دھمکی سے خوفزدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی مشکلات اور پریشانیوں کو خاطر میں لائے کہ جو اُمت کی اصلاح، اپنے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی بقا اور ظلم و فساد کے خلاف قیام کے سلسلے میں پیش آنے والی تھیں۔ جب حُر بن یزید نے راہ کوفہ میں آپ کو روکنا چاہا اور قتل کی دھمکی دی تو آپ نے فرمایا:

((ابالموت تخوفنی؟ وھل یعدوبکم الخطب ان تقتلونی؟

Marfat.com

ماادری ما اقول لك؟ ولكن اقول كما قال اخوالاوس لابن عمه))

''تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ اور کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ مجھے قتل کرسکو؟ میری سمجھ مین نہیں آتا کہ تمہارے بارے میں کیا کہوں؟ بس میں وہی بات کہوں گا جو قبیلہ اوس کے ایک شخص نے اپنے خاندان سے کہی تھی۔''

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

''میں اپنی راہ پر قائم رہوں گا اور بہادر کو موت کا کوئی خوف نہیں ہوتا جبکہ وہ خیر پر ہو اور اسلام کے لئے جہاد کرے، نیک افراد اس کے ساتھی ہوں اور وہ ظلم کے خلاف ہو اور مجرموں سے دور۔ اگر میں زندہ رہا تو کوئی ندامت نہیں ہوگی اور اگر مرگیا تب بھی کوئی غم نہیں ہوگا اور تیری ذلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ظلم کی حکومت کے زیر سایہ زندہ رہے۔''[۷۳۷]

سیدنا حسین بن علیؓ نے سر سے پیر تک اسلحہ میں ڈوبے ہوئے یزیدی لشکر پر نظر ڈالی مگر آپ مضبوط پہاڑ کی طرح ثابت قدم اور مطمئن تھے اور اہل باطل کی دُنیا آپ کی نظروں میں پست اور تاحد نظر پھیلا ہوا لشکر باطل وحقیر تھا۔ آپ نے فرمایا:

((والله لا اعطيكم بيدى اعطاء الذليل ولا اقر اقرر العبيد، انى عذت بربى وربكم ان ترجمون))[۷۳۸]

''اللہ کی قسم! میں ذلت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ غلاموں کے مثل تمہاری بات کا اقرار نہیں کرسکتا۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے قتل کرو۔''

آپ نے مزید فرمایا:

((الا وان الدعى ابن الدعى قد ركز بين اثنتين بين السلة والذلة وهيهات منا الذلة يابى الله ذلك و رسوله والمومنون، و حجور طابت وطهرت وانوف حمية، و نفوس

Marfat.com

ابية من ان نؤثر طاعة اللئام على مصارع الكرام))[۷۳۹]

''زنازادہ بن زنازادہ (ابن زیاد) نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مجبور کر دیا ہے، تلوار اور ذلت کے درمیان اور ہم ذلت کو قبول نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کو ذلت ناپسند ہے اور پاک دامن مائیں اور باغیرت و شرافت نفس رکھنے والے لوگ پست افراد کی اطاعت پر عزت کے ساتھ قتل ہو جانے کی مقدم سمجھتے ہیں۔''

اور کربلا میں آپ نے ایسا قیام کیا کہ صاحبان خرد حیران اور عقلیں سرگردان ہیں۔ آپ اتنی بڑی بڑی مصیبتوں کے سامنے بھی پسپا نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ اس وقت بھی پریشان نہیں ہوئے جب آپ یک و تنہا رہ گئے۔ آپ صبر و استقامت اور شجاعت و بسالت کے ایک عظیم پہاڑ کی مانند کھڑے رہے اور آپ کی بدن مبارک پر سینکڑوں زخم ہونے کے باوجود بھی دشمن آپ کے پاس پھٹکنے کی جرأت نہیں کر پا رہے تھے۔ اس بات کی گواہی خود دشمنوں نے دی ہے، جیسا کہ حمید بن مسلم کہتا ہے:

''اللہ کی قسم! میں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ ایسا شجاع کبھی نہیں دیکھا کہ جس کے بیٹے، تمام رشتہ دار اور اصحاب قتل کر دیئے گئے ہوں اور وہ اتنی دلیری سے میدان میں ڈٹا رہے۔ جب یزیدی فوج آپ پر ہجوم کر آتی تھی اور آپ اپنی تلوار لے کر اس کا رخ کرتے تھے تو فوج آپ کے داہنے اور بائیں سے بھاگنے لگتی تھی۔''[۷۴۰]

نوجوانان جنت کے سردار سیدنا حسین بن علیؓ اپنے اعزا و اقربا کو ہر لمحہ صبر و استقامت کی تلقین فرماتے رہے۔ زخمی عبداللہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا:

((اصبر---! على ما نزل بك واحتسب فى ذالك الخير فان الله تعالىٰ يلحقك بابائك الصالحين))[۷۴۱]

''بھتیجے! جو مصیبت اس وقت تم پر آئی ہے، اس پر صبر کر---! اور اس پر اللہ سے ثواب کے اُمیدوار رہو، اب بہت جلد اللہ تمہیں تمہارے صالح آباء سے ملا

Marfat.com

دے گا۔"

جب آپ میدان کارزار سے سیدنا قاسم بن حسنؓ کی لاش اٹھا کر اپنے خیمے کے سامنے لائے اور سیدنا علی اکبرؓ کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آوازیں آپ کو سنائی دیں، آپ نے اس وقت یہی ارشاد فرمایا:

((صبرا یا اهل بیتی صبرا یا ابنا عمومتی لا رایتم هوانا بعد ذالك))[۷۴۲]

"اے اہل بیت! صبر کرو۔ اپنے چچاؤں کی اولاد صبر کرو، اس کے بعد تمہیں کوئی ذلت اور تکلیف آنے والی نہیں۔"

نوجوانان جنت کے سردار سیدنا حسین بن علیؓ، یزید کے ظلم اور اقتدار کے سامنے تسلیم نہیں ہوئے اور اس کے ظلم کو قبول نہیں کیا اور عزت و شرافت اور شجاعت کے ساتھ موت کو گلے لگانے تک جدوجہد کرتے رہے۔ آپ نے میدان جنگ میں بلند آواز سے فرمایا:

((هیهات من الذلة))[۷۴۳]

"ذلت ہم سے دور ہے۔"

یعنی مرنا اور قتل ہو جانا، ذلت و خواری کی زندگی اور ظلم کے سامنے تسلیم ہونے سے بہتر ہے۔ آپ کا جسم جب زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے تو آپ کی پاکیزہ زبان سے یہ کلمات نکلے:

((صبرا علی قضائك یا رب لا اله سواك))[۷۴۴]

"تیرے فیصلے پر میں صابر اور راضی ہوں، اے میرے رب!۔۔ تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔"

حق بات یہ ہے کہ جو کوئی سیدنا حسین بن علیؓ کے انقلاب کا مطالعہ کرے گا اسے اس انقلاب کے ہر ہر موڑ پر ہر ہر واقعہ میں سچائی، استقامت اور جرأت نظر آئے گی۔ عمر ابو النصرؒ نے خوب کہا ہے:

"یہ قریش کے ایک خاندان کا قصہ ہے، اس خاندان نے مشرق سے لے کر

Marfat.com

مغرب تک قربانی، شہادر، صبر و ثبات، استقامت و پائیداری اور جانمردی کا پرچم سنبھالے رکھا۔ یہ قصہ ایسے جوانوں کا ہے کہ نہ ان کی زندگی عام لوگوں کی طرح تھی اور نہ ہی موت۔۔۔اللہ نے اس خاندان کو قربانی اور شہادت کے لئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بلند و برتر مثال قائم کرنے کے لئے پیدا کیا اور نسل در نسل ان کی ذمہ داری قرار دی کہ تقویٰ اور نیکی کا پرچم ہمیشہ سر بلند رکھیں۔"[۷۴۵]

صحابیات رضی اللہ عنہن کا اُسوہء صبر و استقامت

۱۔سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اُسوہء صبر و استقامت:

رسول اللہ ﷺ کی لاڈلی بیٹی جن کے بارے میں آپ نے فرمایا:

((فاطمة بضعة منی، فمن اغضبها اغضبنی))[۷۴۶]

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان فاطمة منی و انی اتخوف ان تفتن فی دینها))[۷۴۷]

"بلاشبہ فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اسے اس کے دین کے اعتبار سے آزمائش میں ڈالا جائے گا۔"

آپ پر جو آزمائشیں آئیں اُن میں پہلی آزمائش قریش کا وہ اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ جس نے آلِ محمد پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا، اس میں آپ بھی شعب ابی طالب میں صبر و استقامت کے ساتھ اپنے والدین کے ساتھ رہیں۔ پھر آپ کو ابھی تین سالہ محاصرے کا غم بھولا نہیں تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے تمام تر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا رکھا تھا اور جن کے ہاتھوں کی فیاضی نے خانہ نبوت کو پُر بہار بنا رکھا تھا، وفات پا گئیں۔ اب ان ذمہ داریوں کا بوجھ سیدہ فاطمۃ الزہرا کے ناتواں کندھوں پر آپڑا، لیکن ان ذمہ داریوں سے ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہی ہوا۔ مشرکین مکہ کی ناپاک

Marfat.com

تدبیروں کے مقابلے میں آپ اپنے پیارے بابا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبر و استقامت کی تصویر تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا مکہ مکرمہ کی تبلیغی کشمکش کے دوران موجود رہیں اور اپنے پیارے بابا کی جفاکشی اور اُن پر ٹوٹنے والے آلام ومصائب کا مشاہدہ فرمائیں اور یہ بھی دیکھیں کہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کس دلیری کے ساتھ کشت وخون کے دریا میں غوطہ زن ہیں، تاکہ یہ جہادی فضا اُن پر اثر انداز ہو اور مستقبل میں زندگی کی سختیاں برداشت کرنے میں اور ان کی شخصیت سازی میں معاون ثابت ہو سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی جانے والی تکالیف میں کمینگی اور گراوٹ کی انتہاء کا ایک واقعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے جسے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے کچھ ساتھی بھی وہاں بیٹھے تھے۔ وہیں ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ ابو جہل کہنے لگا: ''تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو بنو فلاں کو ذبح شدہ اونٹنی کی جیر (وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے) اٹھا لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائے تو اُس کی پشت پر رکھ دے، یہ سننا تھا کہ ایک انتہائی بد بخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور تھوڑی دیر میں غلاظت بھری جیر اٹھا لایا اور جونہی آپ سجدے میں گئے اُس نے یہ غلاظت بھری جیر آپ کے کندھوں کے درمیان پشت پر رکھ دی۔ پھر وہ خوب ہنسنے لگے۔ اتنے ہنسے کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ میں ناتواں تھا، کھڑا دیکھ رہا تھا اور خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کاش! مجھ میں قوت ہوتی (یا میرا قبیلہ مضبوط ہوتا تو میں یہ گندگی ہٹا دیتا)۔ اس وحشیانہ حرکت پر رسول اللہ ﷺ سجدے ہی کی حالت میں رہے، سر نہ اُٹھایا۔ ایک شخص آپ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس گیا اور انہیں صورتحال بتائی۔ وہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں۔ بھاگی بھاگی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے گندی جیر اُتار پھینکی اور مشرکین کو برا بھلا کہنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو ہاتھ اٹھا دیئے اور تین مرتبہ فرمایا:

((اللهم! عليك بقريشٍ))[۷۴۸]

Marfat.com

''اے اللہ! ان قریشیوں کو قابو کر۔''

جب مشرکین نے آپ کے الفاظ سنے تو اُن کی ہنسی رخصت ہوگئی اور ان پر آپ کی بد دعا کا خوف طاری ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

((اللهم! عليك بأبي جهل بن هشام، و عتبة بن ربيعة، و شيبة بن ربيعة، والوليد بن عتبه، و امية بن خلف، و عقبة بن ابي معيط و عمارة بن الوليد))[۷۴۹]

''اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اُمیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو تباہ و برباد فرما۔''

(راوی کہتا ہے) قسم اُس ذات کی جس نے محمد (ﷺ) کو سچا نبی بنا کر بھیجا! میں نے ان تمام مذکورہ اشخاص کو میدان بدر میں مرا ہوا دیکھا۔ بعد ازاں ان لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔

میدان جنگ میں بھی وہ اُن خواتین کے ہمراہ آئیں جنہوں نے زخمی مجاہدین کو پانی پلایا اور ان کی مرہم پٹی کی۔ ابو حازم سے روایت ہے، انہوں نے سیدنا سہل بن سعدؓ سے سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے زخموں کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا:

''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو دھو رہا تھا اور جو پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز کے ساتھ علاج کیا گیا۔''

وہ مزید فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ کے زخموں کو دھو رہی تھیں اور سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنی ڈھال کے ساتھ پانی ڈال رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی سے تو اور زیادہ خون بہہ رہا ہے تو انہوں نے کپڑے کے ٹکڑے کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم پر لگایا، جس سے خون بہنا بند ہوگیا۔ اس دن رسول اللہ ﷺ کا خود ٹوٹ کر سر میں دھنس گیا تھا، جس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا تھا اور آپ کے اگلے دانت مبارک بھی ٹوٹ

Marfat.com

گئے تھے۔"[۷۵۰]

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کی بہنیں بھی وفات پا گئیں۔اب اس گھر میں آپ کا انیس وغمخوار رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہ رہا تھا۔ازدواجی زندگی کی اقتصادی مشکلات میں بھی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتی رہیں۔[۷۵۱]

تنگیٔ گزران کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

((واللہ ما اصبح یا نبی اللہ فی بیت علی حبۃ طعام ولا دخل بین شفتیہ طعام منذ خمس، ولا اصبحت لہ ثاغبۃ ولا راغبۃ، ولا اصبح بیتہ سفۃ ولا ھفۃ))[۷۵۲]

"اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ کی قسم، آج صبح سے علی (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں ہے اور پانچ دنوں سے ان کے ہونٹوں سے کوئی کھانا منہ تک نہیں پہنچا ہے، نہ ہی ان کے پاس کوئی بکری ہے اور نہ کوئی اونٹنی (کہ اُس کا دودھ پی سکیں)، اور نہ ہی ان کے گھر میں کوئی کھانے والی چیز ہے اور نہ ہی پینے والی۔"

اس شدت فقر وفاقہ میں بھی آپ نے صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ بڑے صبر وتحمل سے جھیلا۔علامہ ابن اثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔وہ اسی غم میں اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔[۷۵۳]

اپنے چھوٹے بچے کی وفات پر صبر کیا۔[۷۵۴]

رسول کریم ﷺ کی اولاد میں آپ اکیلی تھیں جنہوں نے آپ کی وفات کا صدمہ جھیلا، باقی ساری اولاد نبی کریم ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئی تھی۔آپ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے ہمہ وقت اطاعت وعبادت، تقویٰ، پاکدامنی، غنیٰ، فقر وفاقہ، حلم وعلم اور تہذیب نفس پر صبر واستقامت کی طلبگار ہوتیں۔ایک خوبصورت دُعا ذیل میں درج کی جاتی ہے:

Marfat.com

((اللهم انی اسئلك الهدی والتقی والعفاف واغنی، والعمل بما تحب و ترضی، اللهم انی اسئلك من قوتك لضعفنا، ومن غناك لفقرنا و فاقتنا، ومن حلمك و علمك لجهلنا، اللهم صل علی محمد و آل محمد، واعنا علی شكرك و ذكرك و طاعتك و عبادتك یا ارحم الراحمین))[۷۵۵]

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، غنیٰ اور ایسے عمل کا جس سے تو راضی وخوشنود رہے۔ اے اللہ! میرا سوال ہے تیری قوت سے اپنے ضعف کے لئے اور تیرے استغناء سے اپنے فقر وفاقہ کے لئے اور تیرے حلم وعلم سے اپنی جہالت کے لئے، اے اللہ! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے شکر و ذکر اور اپنی اطاعت وعبادت کے لئے ہماری مدد فرما اے ارحم الراحمین!''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر یہ اشعار پڑھتی تھیں:

((نفسی علیٰ زفراتها.....))[۷۵۶]

''باباجان! میری جان غم واندوہ کی وجہ سے سینے میں گھٹ رہی ہے، اے کاش! وفور اندوہ سے نکل جاتی، باباجان! آپ کے بعد تو زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں اس خوف سے رو رہی ہوں کہ کہیں آپ کے بعد یہ زندگی طویل نہ ہو جائے۔''

آپ پر ان گنت آزمائشیں آئیں مگر آپ کا چہرہ مبارک نور ایمان سے چمکتا رہا اور آپ صبر واستقامت نبوی کی حقیقی تصویر بنی رہیں۔ آپ نے اپنی اولاد کی ایسی مثالی تربیت فرمائی کہ وہ صبر واستقامت کے پیکر ٹھہرے۔ صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیے کہ جب آپ کی بیٹی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد آپ کی قتل گاہ میں دشمن کے گھیرے میں آپ کے جسد مبارک تک پہنچیں، آپ کا پاک بدن زخموں سے لہولہان تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے تلواروں، تیروں اور نیزوں کو بدن مبارک سے ہٹایا اور جسد مبارک کو بلند کرتے ہوئے انتہائی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

((اللهم تقبل منا هذا القربان))[۷۵۷]

''اے اللہ! ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔''

یہاں عقل حیران اور آپ کے اس عمل کی گہرائیوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ وہ ایمان ثابت اور صبر واستقامت ہے جو آپ کے نفس، حواس اور شعور کی گہرائیوں میں اُتر چکے تھے۔

۲۔ سیدہ اُم سلیم بنت ملحان الانصاریہ رضی اللہ عنہا:

مرد وزن میں کم ہی ایسے لوگ ہوں گے جو سیدہ اُم سلیمؓ جیسا جگر گردہ رکھتے ہوں اور آپؓ کی طرح صبر وضبط کا مظاہرہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو صبر واستقامت کا بڑا مادہ دیا تھا اور بڑی عزت وکرامت اور آخرت کے بہترین انجام سے نوازا تھا۔

سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ اور سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہما کا ایک بیٹا تھا جو بیمار تھا۔ اُس بچے کا انتقال ہوگیا۔ جب ابوطلحہؓ گھر واپس آئے تو پوچھا کہ میرا بیٹا کیسا ہے؟ اُم سلیمؓ نے کہا کہ وہ بالکل پرسکون ہے۔ پھر انہوں نے شوہر کو کھانا پیش کیا۔ ابوطلحہؓ نے کھانا کھایا، پھر بستر پر آنے سے پہلے زیب وزینت کی خوشبو لگائی۔ فراغت کے بعد بڑے پُرحکمت طریقے سے باپ کو بیٹے کی موت کی خبر دی۔ صبح ابوطلحہؓ، رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ساری بات بتائی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگوں نے رات ہم بستری کی تھی؟ ابوطلحیؓ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے دُعا دیتے ہوئے فرمایا:

((اللهم بارك لهما))

''اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما۔''

چنانچہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ سیدنا ابوطلحہؓ نے مجھ (انس بن مالکؓ) سے فرمایا: اس بچے کو سنبھال لو اور نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ میں اسے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ سیدہ اُم سلیمؓ نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھجوائی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے کھجور لی، چبایا اور اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔[۷۵۸]

Marfat.com

سیدہ اُم سلیمؓ میدان جنگ میں مجاہدین کے ساتھ نکلا کرتی تھیں۔ آپؓ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوتیں، مریضوں کی دوا کرتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں، پیٹھ پر پانی لاد کر لاتیں اور مجاہدین کو پانی دیتیں۔ آپؓ کی بہادری، بے جگری اور ثابت قدمی کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپؓ اپنی جان و ناموس کی حفاظت کی غرض سے میدان جنگ میں ہر وقت ایک خنجر اپنے پاس رکھتیں تاکہ اگر کوئی کافر بدتہذیبی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرے تو اُس کا پیٹ پھاڑ ڈالیں۔[۷۵۹]

۳۔ سیدہ ہند بنت حزام الانصاریہ رضی اللہ عنہا:

مورخین نے سیدہ ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی راہِ دین میں استقامت اور حُبِ رسول کریم (ﷺ) کو بیان کیا ہے، اُس کی ایک مختصر جھلک یہاں پیش کی جاتی ہے۔ غزوہ ءاُحد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ رسول کریم ﷺ شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینہ میں ایک طرح کا کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون سیدہ ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جن کا باپ، بھائی اور خاوند رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ ءاُحد میں شریک ہوئے تھے اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہو گیا۔ کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہیں کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ:

((ما فعل برسول الله ﷺ؟))

"رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواب دیتے:

((خیر هو بحمد الله کما تحبین))

"الحمد للہ آپ ﷺ اُسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے۔"

رسول کریم ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگیں:

Marfat.com

((اورنیه حتی انظر الیه))

"مجھے آپ ﷺ کی زیارت کراؤ حتیٰ کہ میں خود انہیں دیکھ لوں۔"

اور پھر جب اس نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھا تو پکار اُٹھی:

((یا رسول الله ﷺ! کل مصیبة بعدك جلل))[۷۶۰]

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔"

صبر و استقامت کی یہ چند مثالیں بیان کی گئی ہیں ورنہ تاریخِ اسلام کا دامن ایسے ان گنت عاشقانِ پاک طینت، کشتگانِ تسلیم و توحید، اہلبیت و اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے پروانگانِ شمع رسالت و نبوت کے صبر و استقامت کے لازوال واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ سیدنا عبداللہ، سیدنا صہیب، سیدنا ابوفکیہہ، سیدنا عامر بن فہیرہ، سیدنا مصعب بن عمیر، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا خالد بن سعید، سیدنا ابوذر غفاری، سیدنا سلمہ بن ہشام، سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ، سیدنا ابو جندل، سیدنا طلیب، سیدنا عبداللہ ذوالبجادین، سیدنا ابو امامہ باہلی، سیدنا ابو رافع، سیدنا عبداللہ بن حذافہ، سیدنا عثمان بن مظعون، سیدہ زنیرہ، سیدہ حمامہ اُم بلال اور سیدہ نہدیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اُسوہء صبر و استقامت تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

ان عظیم انسانوں نے تاریخ میں سختیوں اور دشمنوں کے دباؤ کے سامنے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور پوری قوت سے اپنی حرکت جاری رکھی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں گھبرائے اور سستی کا شکار نہ ہوئے۔ اسی روش کو قرآن کریم اور انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے الٰہی کی تائید حاصل ہے۔ سچے اور مخلص مسلمانوں کے صبر و استقامت کی یہی کیفیت ہونی چاہیئے۔ مولانا ظفیر الدین نے خوب لکھا ہے:

"مصائب اور ظلم و ستم کی فراوانی سے ہمت پست نہیں ہوتی، بڑھتی ہے۔ مسلم انسان دبتا نہیں ابھرتا ہے، مٹتا نہیں پھیلتا ہے، رُکتا نہیں بڑھتا ہے۔ ان میں اضمحلال اور خوف و ہراس نہیں پیدا ہوتا، بلکہ کیف و مستی اور سرور و انبساط آتا ہے۔ شیدایانِ اسلام غیظ و قہر کافری سے گھبراتے نہیں، سینہ تان کر مقابلہ کرتے ہیں۔"[۷۶۱]

Marfat.com

بقول اکبر الہٰ آبادی مرحوم:

تُو خاک میں مِل اور آگ میں جل، جب خشت بنے تب کام چلے
اِن خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر![۷۶۲]

یہ تھے رسول کریم ﷺ کے صبر و استقامت کے چند جلوے جو آپ کے صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم میں بدرجۂ کمال نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے ان واقعات میں انمول سبق ہے، کاش وہ عبرت و بصیرت کی نگاہ سے پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ مصائب اور ظلم و ستم کی فراوانی سے ہمت پست نہیں ہوتی، بڑھتی ہے، مسلم انسان دبتا نہیں ابھرتا ہے، مٹتا نہیں پھیلتا ہے، رُکتا نہیں بڑھتا ہے۔ مسلمانوں میں اضمحلال اور خوف و ہراس نہیں پیدا ہوتا، بلکہ کیف و مستی اور سرور و انبساط آتا ہے، شیدایانِ اسلام غیظ و قہر کافری سے گھبراتے نہیں، سینہ تان کر مقابلہ کرتے ہیں۔

حوالہ جات/حواشی (باب دوّم)

[۱] سورۃ الاعراف ۷:۸۲

[۲] سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۵۹

[۳] سورۃ الاعراف ۷:۶۶

[۴] سورۃ ھود ۱۱:۸۷

[۵] سورۃ الانعام ۶:۳۴

[۶] سورۃ آل عمران ۳:۱۷۳

[۷] السعدیؒ، عبد الرحمٰن بن ناصر (فضیلۃ الشیخ)، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ترجمہ پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، دارالسلام پبلشرز، لاہور، سن ندارد، ج ۲، ص ۱۶۹۲۔ ۱۶۹۳

[۸] سورۃ الانبیا ۲۱:۸۵

[۹] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۲، ص ۱۶۹۲

[۱۰] ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، جامع الترمذی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۲۳۹۸، ۲۵۰۹

Marfat.com

[۱۱] ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، حسن الظن باللہ، ترجمہ، حافظ فیض اللہ ناصر، دارالابلاغ، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ص ۳۴۔۳۵

[۱۲] الحویزیؒ، عبدعلی بن جمعۃ العروسی (محدث)، تفسیر نورالثقلین، ترجمہ، علامہ محمد حسن جعفری، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء، ج ۵، ص ۵۷۹

[۱۳] سورۃ نوح ۷۱: ۲۳

[۱۴] صحفی، محمد (سید)، حکایات القرآن، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، ۲۰۱۳ء، ص ۴۵

[۱۵] سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۱۶

[۱۶] سورۃ القمر ۵۴: ۹

[۱۷] حکایات القرآن، ص ۱۸۳

[۱۸] سورۃ ص ۳۸: ۴۱

[۱۹] سورۃ الانبیا ۲۱: ۸۳

[۲۰] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۸۴

[۲۱] سورۃ ص ۳۸: ۴۴

[۲۲] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۶۸

[۲۳] ابن کثیرؒ، عمادالدین اسمٰعیل بن عمر، ابوالفداء (امام) م ۷۷۴ھ، المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، دارالسلام لاہور، ۲۰۰۷ء، ج ۴، ص ۱۲۴

[۲۴] الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد، ج ۱۷، ص ص ۱۷، ۱۸

[۲۵] البخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، صحیح البخاری، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۴۲۸۸

[۲۶] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۶۹

[۲۷] جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، ج ۱۷، ص ۵۸

[۲۸] سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۲

[۲۹] سورۃ یوسف ۱۲: ۱۸

Marfat.com

[۳۰] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۲،ص ۲۷۷

[۳۱] جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، سورۃ یوسف:۱۸

[۳۲] نسیم، آصف (مولانا)، انبیائے کرام علیہم السلام کی آزمائشیں، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ۱۳۲

[۳۳] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۲

[۳۴] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۳۵] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۳۶] ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲،ص ۱۵۶

[۳۷] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، قصص الانبیاء (البدایۃ والنھایۃ سے ماخوذ)، ترجمہ مولانا محمد عطاءاللہ ساجد، دارالسلام لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۴۳۳

[۳۸] سورۃ الشعراء ۲۶: ۶۱

[۳۹] سورۃ الشعراء ۲۶: ۶۲

[۴۰] سورۃ الشعراء ۲۶: ۶۳

[۴۱] سورۃ الاحزاب ۳۳: ۶۹

[۴۲] سورۃ المائدۃ ۵: ۲۴

[۴۳] حکایات القرآن، ص ۱۷۳

[۴۴] حکایات القرآن، ص ۱۷۸

[۴۵] سورۃ الصف ۶۱: ۵

[۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۵۰

[۴۷] متی کی انجیل، ۱۵، ص ص ۳۹۔۴۱ بحوالہ: علویؒ، خالد (ڈاکٹر)، پیغمبرانہ منہاج دعوت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جون ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۱

[۴۸] متی کی انجیل ۱۰، ص ۲۸ بحوالہ: پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص ۳۸۱

[۴۹] پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص ۳۸۲

[۵۰] قصص الانبیاء (البدایۃ والنھایۃ سے ماخوذ)، ص ۶۲۷

Marfat.com

[۵۱] قصص الانبیاء (البدایۃ والنھایۃ سے ماخوذ) ص ۶۲۷

[۵۲] حکایات القرآن، ص ۴۵

[۵۳] سورۃ آل عمران ۳:۵۱

[۵۴] قصص الانبیاء (البدایۃ والنھایۃ سے ماخوذ)، ص ۶۳۰ (تلخیص)

[۵۵] خامنہ ای، سید علی (آیت اللہ)، صبر، ترجمہ شہید سید سعید حیدر زیدی، دارالثقلین، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۳۶ھ، ص ۲۰

[۵۶] سورۃ ھود ۱۱:۱۲۰

[۵۷] سورۃ القلم ۶۸:۴

[۵۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۲۰۳

[۵۹] ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، فتح الباری، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ج ۶، ص ۵۷۵

[۶۰] القشیریؒ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۷۴۶

[۶۱] ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، مسند احمد (مجلد واحد)، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۲۴۷۶۶

[۶۲] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ص ۲۸۲۔ ۲۸۳

[۶۳] زین العابدینؒ، ابومحمد علی بن حسین بن علی (امام) م ۹۵ھ، الصحیفۃ السجادیۃ الجامعہ، ترجمہ، مفتی جعفر حسینؒ، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۶ء، ص ص ۵۴۔ ۵۵

[۶۴] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ترتیب وتہذیب، محمد احسان الحق سلیمانیؒ، مقبول اکیڈمی، لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۷

[۶۵] مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۴۹۵۷

[۶۶] السیرۃ النبویہ، ص ۲۳۷

[۶۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۶۸۱

[۶۸] مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۷۴۲

[۶۹] طبرانیؒ، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، مُعجم صَغیر، ترجمہ، عبدالصمد ریالوی، انصار

Marfat.com

السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن:۱، ۲۰۱۴ء

[۷۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۴۷۷۰

[۷۱] صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۷۷۳

[۷۲] برغش، ابوعبدالرحمٰن ھشام محمد سعید (علامہ)، انسان اعظم ﷺ، ترجمہ، خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن:۱، اگست ۲۰۱۵ء، ص ۲۲

[۷۳] جامع الترمذی، حدیث نمبر:۲۴۸۵

[۷۴] ابن ماجہؒ، ابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر:۳۲۱۲

[۷۵] جامع الترمذی، حدیث نمبر:۱۹۹۰

[۷۶] ابن سعدؒ، ابوعبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، طبقات الکبریٰ، دارصادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۴۰

[۷۷] السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دارالفکر، بیروت، ایڈیشن:۱، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۳۵۹

[۷۸] البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ترجمہ، ابوالحسن عبدالمنان راسخ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، حدیث نمبر:۲۱۱۲

[۷۹] جامع الترمذی، حدیث نمبر:۳۲۵۲

[۸۰] مسند احمد، حدیث نمبر:۶۸۶۳ والسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر:۱۰۰۲

[۸۱] صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۳۲۶

[۸۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۳۲۴

[۸۳] الحاکمؒ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، المستدرک، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء: صححہ الحاکم وقال الذھبی: علی شرط مسلم

[۸۴] السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مکتبہ اسلامیہ، لائل پور، کن ندارد، حدیث نمبر:۸۶۰۵

[۸۵] سورۃ المائدہ ۵:۱۳

[۸۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۳۲۳۱

Marfat.com

[۸۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۷

[۸۸] شبلی نعمانیؒ (علامہ) م ۱۳۳۲ھ و سلیمان ندویؒ (سید) م ۱۳۷۳ھ، سیرۃ النبی ﷺ، المصباح، لاہور، ایڈیشن: ۴، ۱۳۶۴ھ، ج ۱، ص ۵۳۵

[۸۹] گولن، محمد فتح اللہ، طرق الارشاد فی الفکر والحیاۃ، ترجمہ محمد اسلام، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۲۱۱

[۹۰] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ

[۹۱] البخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، صحیح البخاری، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

[۹۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۵

[۹۳] ابی داؤدؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۲۱۳۵

[۹۴] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۵۹۴

[۹۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۸۲۰

[۹۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۷۹۷

[۹۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۶۸

[۹۸] انسان اعظم ﷺ، ص ۱۱۹

[۹۹] مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۳۴۹

[۱۰۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۷۶

[۱۰۱] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۸

[۱۰۲] سورۃ الحجر ۱۵: ۸۵

[۱۰۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۱۰

[۱۰۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۳۱

[۱۰۵] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۰۱۰

[۱۰۶] الحصینی، محمد اکرم (فضیلۃ الشیخ)، کیف یحسبنا اللہ، ترجمہ مولانا محبوب الرحمٰن، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۶

[۱۰۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۳۵

Marfat.com

[۱۰۸] مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، بحار الانوار، مؤسسۂ مطالعات وتحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد، ج ۱۰۰، ص ۲۹۳

[۱۰۹] ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن المثنی الموصلی (امام) م ۳۰۷ھ، مسند ابی یعلی الموصلی، موسسہ علوم القرآن، بیروت، سن ندارد، حدیث نمبر: ۵۵۵۶

[۱۱۰] بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۹۴

[۱۱۱] بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۲۹۴

[۱۱۲] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۶۰۳۴

[۱۱۳] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۵۵۵

[۱۱۴] دیوان ابی تمام، ص ۱۵ بحوالہ ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبد الرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی (امام) م ۷۹۵ھ، لطائف المعارف، مکتبۃ العلم، لاہور، ۱۴۲۳ھ، ص ۱۹۵

[۱۱۵] اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، ترجمہ، قاری محمد طیب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۶

[۱۱۶] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۳۰

[۱۱۷] سورۃ الاحقاف ۴۶:۳۵

[۱۱۸] نبی کریم ﷺ کا سب سے زیادہ مشہور اسم گرامی "محمد" اور پھر "احمد" ہے جو آپ کے ذاتی اسماء ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے متعدد صفاتی اسماء قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور عرب شعراء کے کلام میں بیان ہوئے ہیں۔ حافظ شمس الدین سخاویؒ، ابن دحیہؒ اور قاضی محمد سلمان سلیمان منصور پوریؒ جیسے مشہور محدثین اور سیرت نگاروں نے آپ کے ذاتی و صفاتی اسماء پر کتب تصنیف کی ہیں۔ اسماء الرسول جہاں نبی کریم ﷺ کی صفات کی ترجمانی کرتے ہیں وہاں آپ کی سیرت طیبہ پر بھی بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔ ان ہی مبارک اسماء میں آپ کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی "صابر" ہے۔

[۱۱۹] سورۃ النحل ۱۶:۱۲۷

[۱۲۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۶۴۷

[۱۲۱] بحار الانوار، ج ۳۲، ص ۱۲۲

[۱۲۲] الہیثمیؒ، نور الدین علی بن ابی بکر (الحافظ)، مجمع الزوائد، دار الکتاب، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۸، ص ۲۲۷

[۱۲۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۹۴۳، ۳۶۱۲

[۱۲۴] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۱۸۰۲

Marfat.com

[۱۲۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۷

[۱۲۶] چشتی، شیر محمد زمان (ڈاکٹر)، نقوش سیرت، پروگریسو بکس، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱

[۱۲۶ب] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱

[۱۲۷] ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن منصور (فضیلۃ الشیخ)، لاتغضب، مکتبہ بیت السلام، الریاض، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۵ء، ص ۴۴

[۱۲۸] سورۃ الفتح ۴۸:۲۹

[۱۲۹] سورۃ التوبۃ ۹:۷۳

[۱۳۰] یوسف، صلاح الدین (حافظ)، احسن البیان، دارالسلام، الریاض، سن ندارد، ص ۵۶۵

[۱۳۱] اصفہانیؒ، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص ۲۸۶

[۱۳۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۰۱

[۱۳۳] النسائیؒ، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، سنن النسائی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۱۳۰۵

[۱۳۴] لا تغضب، ص ۴۴

[۱۳۵] سورۃ التوبہ ۹: ۱۴۔۱۵

[۱۳۶] سورۃ الاعراف ۷: ۱۵۰

[۱۳۷] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۸۷

[۱۳۸] سورۃ ص ۳۸: ۳۳

[۱۳۹] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۲۸

[۱۴۰] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۸۵

[۱۴۱] القرنی، عائض بن عبداللہ (ڈاکٹر)، لاتغضب، ترجمہ، مولانا عبدالحلیم، ادارہ دعوت وتبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۶۹

[۱۴۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۵

[۱۴۳] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۶۶

[۱۴۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۴۸

[۱۴۵] سورۃ النساء ۴: ۶۵

Marfat.com

[۱۴۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۶۶

[۱۴۷] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۶۶

[۱۴۸] سورۃ ھود ۱۱: ۱۱۲

[۱۴۹] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۳، ص ۳۵۱

[۱۵۰] القرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری (امام) م ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ و آی الفرقان، ج ۹، ص ۱۰۷

[۱۵۱] الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ وآی الفرقان، ج ۹، ص ۱۰۷

[۱۵۲] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۲۹۷

[۱۵۳] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۹۸، ۲۵۰۹

[۱۵۴] حنفی، ملا علی قاری (علامہ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، تحقیق، صدقی محمد جمیل عطار، المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ، سن ندارد، ج ۴، ص ص ۳۹۔۴۰

[۱۵۵] ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، کتاب الزھد، ترجمہ، شاہ محمد چشتی، پیغام القرآن، لاہور، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۷۴

[۱۵۶] جامع الترمذی

[۱۵۷] اہوازیؒ، حسین بن سعید بن مہران کوفی (محدث) م ۳۲۰ھ، کتاب المومن، تحقیق و ترجمہ، مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضلؒ، دار الثقافۃ الاسلامیۃ، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۱۲ھ، ص ۲۳

[۱۵۸] بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۰۷

[۱۵۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۶۴۵

[۱۶۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۹۹

[۱۶۱] سورۃ یوسف ۱۲: ۱۱۰

[۱۶۲] سورۃ البقرہ ۲: ۲۱۴

[۱۶۳] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۱، ص ۹۷

[۱۶۴] الشریف، محمد موسیٰ (علامہ)، الامن النفسی، ص ص ۶۳۔۶۴

[۱۶۵] الصدرؒ، سید رضا (آیت اللہ)، الاستقامہ، ترجمہ، سید رمیز الحسن موسوی، دار المودت، اسلام آباد، ایڈیشن: ۱،

Marfat.com

۲۰۰۶ء، ص ۱۱۴

[۱۶۶] سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۵۔۱۵۶

[۱۶۷] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۹

[۱۶۸] ظفیر الدین، محمد (مولانا)، اُسوہ حسنہ، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۵

[۱۶۹] سورۃ الضحیٰ ۹۳:۶

[۱۷۰] السہیلیؒ، ابوالقاسم عبدالرحمٰن (امام) م ۵۸۰ھ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، تحقیق، عبداللہ منشاوی، دارالحدیث، القاھرۃ، ج ۱، ص ۱۸۴

[۱۷۱] سیرت دحلانیہ، ص ص ۱۳۵۔۱۳۶ بحوالہ: کوثر، شہناز، حضور ﷺ کا بچپن، مقبول اکیڈمی، لاہور، سن ندارد، ص ۴۲

[۱۷۲] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۵

[۱۷۳] السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، والدین مصطفیٰ علیہم السلام، ترجمہ، علامہ صائم چشتیؒ، شبیر برادرز، لاہور، ص ص ۸۵۔۸۶

[۱۷۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۳۴

[۱۷۵] صنعانیؒ، ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام (امام)، مصنف عبدالرزاق، تحقیق، حبیب الرحمٰن اعظمی، ایڈیشن: ۱، حدیث نمبر: ۶۷۱۴

[۱۷۶] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۰

[۱۷۷] فضل الرحمٰن (سید)، ہادی اعظم ﷺ، زوار اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۲۰۱۴ء، ج ۱، ص ۲۲۰ و دحلانؒ، سید احمد بن زینی (علامہ) م ۱۳۰۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ذوالفقار علی ساقی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج ۱، ص ۸۰

[۱۷۸] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۱۹

[۱۷۹] تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۰ بحوالہ: غریبادی، عدی (علامہ) والآخرون، منارۃ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ)، ترجمہ، نثار احمد زین پوری، مجمع جہانی اہل بیت و امور خیریہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۲ھ، ج ۱، ص ۶۴

[۱۸۰] مبارکپوریؒ، صفی الرحمٰن (مولانا) م ۲۰۰۶ء، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ص ۶۷۰

[۱۸۱] الشریف الرضیؒ، محمد بن حسین (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ والآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، خطبہ نمبر: ۸۹

[۱۸۲] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد

Marfat.com

امین، دارالسلام، الریاض، ۱۴۳۰ھ، ج ۱، ص ۲۰۶

[۱۸۳] غلام قادر، ابوثوبان (ریسرچ اسکالر) محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۸۴

[۱۸۴] سورۃ النحل ۱۶:۶

[۱۸۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۲۶۲

[۱۸۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۴۵۳

[۱۸۷] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۱۸۱

[۱۸۸] غریباوی، عدی (علامہ) والآخرون، منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ترجمہ، نثار احمد زین پوری، مجمع جہانی اہل بیت و امور خیریہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۲ھ، ج ۱، ص ۷۰)

[۱۸۹] الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نورالدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دارالمعرفہ، بیروت، ج ۱، ص ۱۳۲ و بحارالانوار، ج ۱۶، ص ۲۲

[۱۹۰] بحارالانوار، ج ۲، ص ۲۱

[۱۹۱] کلینیؒ، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، ۱۴۰۱ھ، ج ۵۰ ص ۳۷۴

[۱۹۲] حمید اللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی، سن ندارد، ص ۵۰

[۱۹۳] محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، ص ۸۷

[۱۹۴] رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۷۶

[۱۹۵] محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، ص ۸۷

[۱۹۶] چوھدری، علی اصغر (ڈاکٹر)، سیدنا محمد ﷺ آغوش آمنہ سے غار حرا تک، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص ۱۸۳

[۱۹۷] اصفہانیؒ، ابو الفرج (علامہ) م ۳۵۶ھ، مقاتل الطالبیین، تحقیق، سید احمد صقر، منشورات الشریف الرضی، سن ندارد، ص ۳۶

[۱۹۸] اُسوہ حسنہ، ص ص ۲۶_۲۷

[۱۹۹] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۶۳

[۲۰۰] کیلانی، محمد ابراہیم طاہر (حافظ) والآخرون، اللو لو المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دارالسلام ریسرچ سنٹر، الریاض، ۱۴۳۳ھ، ج ۲۰ ص ۱۶۹

Marfat.com

[۲۰۱] طبرسیؒ، ابوعلی فضل بن حسن بن فضل (علامہ): مجمع البیان، شرکۃ المعارف الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۹ھ، ج ۵، ص ۳۳۳ (تفسیر سورۂ مبارکہ القلم)

[۲۰۲] محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، ص ۸۸

[۲۰۳] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۱۸۰

[۲۰۴] اُسوہ حسنہ، ص ۳۰

[۲۰۵] البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، انساب الاشراف، تحقیق، محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: ۳، ج ۱، ص ۲۳۶

[۲۰۶] بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۲۵

[۲۰۷] ابن اسحاقؒ، ابوعبید اللہ محمد بن یسار المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج ۱، ص ۲۴۳

[۲۰۸] ابن عبد البرؒ، ابوعمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاصابہ، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، سن ندارد، ج ۴، ص ۲۸۷ و مہدی پیشوائی، تاریخ اسلام از جاہلیت تا رحلت پیامبر اسلام ﷺ، مجمع جہانی اہلبیت، قم، ایڈیشن: ۱، ۱۴۲۷ھ، ص ۲۱۰

[۲۰۹] ابن جوزیؒ، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، تذکرۃ الخواص، المکتبۃ الحیدریہ، نجف اشرف، ۱۳۸۳ھ، ص ۹

[۲۱۰] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۲۴۷۵

[۲۱۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۴

[۲۱۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۵۸

[۲۱۳] الموسوعۃ الحدیثیۃ، حدیث نمبر: ۱۸۳۲۱ بحوالہ: احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۲، ص ۶۷۰

[۲۱۴] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۶۴۸ و مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث نمبر: ۳۶۳

[۲۱۵] قرشی، باقر شریف، حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام، بحوالہ: باہمکاری، منذر حکیم (سید) والآخرون، پیشوایان ہدایت، ترجمہ، علی قمر دھلوروی، مجمع جہانی اہل بیت، قم، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۱ء، ج ۵، ص ۵۹

[۲۱۶] حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام، بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۵، ص ۶۰

Marfat.com

[۲۱۷] مقتل الحسین للخوارزمی، ج ۱،ص ۱۱۴ بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۵،ص ۶۰

[۲۱۸] انساب الاشراف، ج ۱،ص ۹۵

[۲۱۹] ابن عساکرؒ، علی بن حسن بن ھبۃ اللہ (علامہ) م ۵۷۱ھ، تاریخ مدینۃ دمشق، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۴ء، ج ۱، ص ۱۰۸ و ۱۱۷

[۲۲۰] فتح الباری، ج ۱۴،ص ۲۹۱

[۲۲۱] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ج ۳،ص ۳۱۱

[۲۲۲] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ج ۳ ص ۳۱۱

[۲۲۳] بحارالانوار، ج ۲۲ ص ۱۵۱

[۲۲۴] ظفیر الدین، محمد (مولانا)، اُسوہ حسنہ، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۵۶

[۲۲۵] الصدرؒ، سید رضا (آیت اللہ)، الاستقامہ، ترجمہ، سید رمیز الحسن موسوی، دارالمودت، اسلام آباد، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۴

[۲۲۶] سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۵

[۲۲۷] اُسوہ حسنہ، ص ۳۳

[۲۲۸] سورہ البقرۃ ۲:۱۷۷

[۲۲۹] بحارالانوار، ج ۷۸ ص ۱۸۹

[۲۳۰] بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۱۹۶

[۲۳۱] الاستقامۃ، ص ۱۱۰

[۲۳۲] النسائیؒ، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، وفاۃ النبی (ﷺ)، ترجمہ، ابو امامہ نوید احمد بشار، تحقیق، غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، اسلامک بک کمپنی، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۵۷

[۲۳۳] سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۷

[۲۳۴] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۱،ص ۲۱۹

[۲۳۵] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۰۲۴

[۲۳۶] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۰۲۴

[۲۳۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۶۴۷

Marfat.com

[۲۳۸] صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۶۵۸۸

[۲۳۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۵

[۲۴۰] الجزائری، ابو بکر جابر (الشیخ)، حذا الحبیب محمد ﷺ یا محب، ترجمہ، مختار احمد روی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۳۹۵

[۲۴۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۲۸

[۲۴۲] البیہقی، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، تحقیق، عبد المعطی قلعجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج ۴، ص ۲۶۲

[۲۴۳] دلائل النبوۃ، ج ۷، ص ۱۷۲ والمستدرک، ج ۳، ص ۵۸

[۲۴۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۴

[۲۴۵] کحل البصر، ص ۱۹۳ بحوالہ: اشتہاردی، محمد محمدی (حجۃ الاسلام)، مصائب آل محمد علیہم السلام، ترجمہ، مولانا سید علی اختر رضوی گوپال پوری، مجمع جہانی شیعہ شناسی، قم، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۴۸

[۲۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۶۲

[۲۴۷] مفید، محمد بن نعمان (الشیخ)، ۴۱۳ھ، الارشاد، الکساء پبلشرز، کراچی، سن ندارد، ج ۱، ص ۱۷۶

[۲۴۸] سورۃ آل عمران ۳: ۱۴۴

[۲۴۹] دلائل النبوۃ، ج ۷، ص ۱۷۷

[۲۵۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۴۹

[۲۵۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۳۵۔۴۴۴۰

[۲۵۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۴۹

[۲۵۳] حذا الحبیب محمد ﷺ یا محب، ص ۳۹۸۔۳۹۹

[۲۵۴] انصاریان، علی (آقا)، نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ترجمہ، علامہ مفتی جعفر حسینؒ، ترتیب و تدوین، آغا محمد عباس ہاشمی، امامیہ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، جون ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۵

[۲۵۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۹

[۲۵۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۸۱

[۲۵۷] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۰۷۳

Marfat.com

[۲۵۸] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۳۴_۳۵

[۲۵۹] سورۃ الزمر ۳۹: ۳۰

[۲۶۰] بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۱۹۹

[۲۶۱] سورۃ الملک ۶۷: ۱۴

[۲۶۲] الخصری، محمد بن عمر بحرق الشافعی (علامہ)، حدائق الانوار و مطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار ﷺ، تحقیق، محمد غسان نصوع عزقول، دار الحاوی، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۹ھ، ص ۳۸۸

[۲۶۳] دحلانؒ، سید احمد بن زینی (علامہ) م ۱۳۰۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ذوالفقار علی ساقی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج ۲، ص ۶۱۵

[۲۶۴] دحلانؒ، سید احمد بن زینی (علامہ) م ۱۳۰۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ج، ۲ ص ۶۱۵

[۲۶۵] سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۱۵

[۲۶۵ ب] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دار السلام، الریاض، ۱۴۳۰ھ، ج ۱، ص ۴۹۷

[۲۶۶] سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۷

[۲۶۷] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۴۱۶

[۲۶۸] البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، انساب الاشراف، تحقیق، محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، دار المعارف، القاہرۃ، ایڈیشن: ۳، ج، ۱ ص ۱۴۸

[۲۶۹] انساب الاشراف، ج ۱، ص ص ۱۴۷_۱۴۸

[۲۷۰] ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد، ج ۱۰، ص ۵۹۵

[۲۷۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۰

[۲۷۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۰، ۵۲۰ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۴

[۲۷۳] المستدرک، ج، ۲ ص ۶۲۲

[۲۷۴] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۳۵۰

[۲۷۵] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفی عبد الواحد،

Marfat.com

دارالحدیث،القاھرۃ، ۱۳۸۴ھ، ج۱،ص ص ۵۰۶۔۵۰۷، ابن شہر آشوبؒ (علامہ)، مناقب آل ابی طالب، المطبعۃ العلمیہ،قم، ۱۳۲۲ھ،ج۱،ص ۵۰

[۲۷۶] ابن کثیرؒ،عمادالدین اسمٰعیل بن عمر،ابوالفدائ (امام) م ۷۷۴ھ،السیرۃ النبویۃ،ج ۱،ص ۱۳۰

[۲۷۷] صحیح البخاری،حدیث نمبر: ۳۵۳۳

[۲۷۸] تفسیر موضح القرآن،سورۂ لھب بحوالہ: اُسوہ ءحسنہ،ص ۵۰

[۲۷۹] سورۃ اللھب: ۱۱۱:۱۔۵

[۲۸۰] اللولوالمکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا،ج، ص ۲۴۷

[۲۸۱] سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۴۵

[۲۸۲] صحیح البخاری،حدیث نمبر: ۳۵۳۳

[۲۸۳] فاضل،محمد تقی (حجۃ الاسلام) وھیئت محققین، اُسوۂ بشریت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ، موسسۃ الامام المنتظر،قم المقدسہ، ۱۴۲۷ھ،ج۱،ص ۱۲۹

[۲۸۴] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون،ج۱،ص ۴۶۸

[۲۸۵] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ،السیرۃ النبویہ،ج۱،ص ۲۹۹

[۲۸۶] الرحیق المختوم،ص ۱۰۰

[۲۸۷] ابن الاثیرؒ،عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ،اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،دارالکتب العلمیہ،بیروت،سن ندارد،ج۱،ص ۶۹۶

[۲۸۸] السیوطیؒ،ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ،الخصائص الکبریٰ، مکتبۃ النوریۃ الرضویۃ،لائلپور،سن ندارد،ج۱،ص ۲۱۵

[۲۸۹] صحیح البخاری،حدیث نمبر: ۴۹۵۸

[۲۹۰] جامع الترمذی،حدیث نمبر: ۳۳۴۹

[۲۹۱] سورۃ العلق ۹۶:۶۔۷

[۲۹۲] الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،ج ۲،ص ۴۰

[۲۹۳] سورۃ المومن ۴۰:۲۸

[۲۹۴] صحیح البخاری،حدیث نمبر: ۳۸۵۶،۴۸۱۵

Marfat.com

[۲۹۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۹۵۰

[۲۹۶] سورۃ الضحیٰ ۹۳:۱_۳

[۲۹۷] السلفی، ابو عبداللہ محمد لقمان (ڈاکٹر)، الصادق الامین، مکتبہ دارالفرقان، الریاض، سن ندارد، ص ص ۱۸۳_۱۸۴

[۲۹۸] اصفہانیؒ، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۲۹۳

[۲۹۹] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۹۵

[۳۰۰] سورۃ الانعام ۶:۸_۹

[۳۰۱] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۹۵

[۳۰۲] سورۃ الانعام ۶:۱۰

[۳۰۳] ادائیں، محمد کلیم، سرورِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ اقدس کے چند نازک لمحات، رابعہ بک ہاؤس، لاہور، ۱۴۱۴ھ، ص ص ۶۸_۶۹

[۳۰۴] سورۃ الکوثر ۱۰۸:۱_۳

[۳۰۵] الکامل فی التاریخ، ج ۱، ص ۵۹۴

[۳۰۶] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ج ۱، ص ۵۱۵

[۳۰۷] انساب الاشراف، ج ۱، ص ۴۶۲

[۳۰۸] الشامیؒ، محمد بن یوسف الصالحی (امام)، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، مصطفیٰ عبدالواحد، لجنۃ الاحیاالتراث الاسلامی، القاہرۃ، ۱۳۹۲ھ، ج ۲، ص ۴۶۱

[۳۰۹] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۵۶

[۳۱۰] الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن حشام، ج ۲، ص ۴۸

[۳۱۱] کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، ج ۱، ص ۳۳۹

[۳۱۲] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۵۵

[۳۱۳] سورۃ القلم ۶۸:۱۰_۱۳

[۳۱۴] سورۃ الواقعہ ۵۶:۵۱_۵۲

[۳۱۵] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۶۲

Marfat.com

[۳۱۶] سورۃ الدخان ۴۴: ۴۳_۴۶

[۳۱۷] اُسوۂ حسنہ، ص ۹۱

[۳۱۸] السویکت، سلیمان (الدکتور)، محنۃ المسلمین فی العھد المکی، مکۃ التوبۃ، الریاض، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۲ھ، ص ۱۹۷

[۳۱۹] کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، ج ۱، ص ص ۲۴۴_۲۴۵

[۳۲۰] سورۃ المزمل ۷۳: ۱۰

[۳۲۱] سورۃ النمل ۲۷: ۷۰

[۳۲۲] سورۃ حم السجدۃ ۴۱: ۴۳

[۳۲۳] اُسوۂ حسنہ، ص ۵۱

[۳۲۴] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ۱۷۳

[۳۲۵] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، البدایۃ والنھایۃ، دار الریان للتراث، القاھرۃ، ۱۹۸۸ء، ج ۳، ص ص ۲۳۵_۲۳۶ و ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۵۱۴_۵۱۶

[۳۲۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۳۵ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۶۵، ۲۱۶۶

[۳۲۷] سورۃ المجادلۃ ۵۸: ۸

[۳۲۸] تفسیر ابی السعود، البقرۃ ۲: ۱۰۴ بحوالہ: اللولو المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، ج ۵، ص ۱۷۱

[۳۲۹] سورۃ البقرۃ ۲: ۱۰۴

[۳۴۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۷۶۳

[۳۴۱] سورۃ البقرۃ ۲: ۱۴۴

[۳۴۲] سورۃ البقرۃ ۲: ۱۴۳

[۳۴۳] ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، تحقیق، شعیب الارناؤوط و عبد القادر الارناؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۲، ص ص ۵۷_۵۸

[۳۴۴] سورۃ آل عمران ۳: ۹۶_۹۷

[۳۴۵] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ص ۱۷۳_۱۷۴

[۳۴۶] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ص ۲۱۹_۲۲۰

Marfat.com

[۳۴۷] صدیقی، محمد نعیم (مولانا)، محسن انسانیت ﷺ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲۸، نومبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۵۴

[۳۴۸] سورۃ البقرۃ ۲:۸۷

[۳۴۹] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۵۰۸، ۴۵۱۴

[۳۵۰] الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۳، ص ص ۳۸۷_۳۸۸

[۳۵۱] منصور پوری، محمد سلیمان سلمان (قاضی) م ۱۳۴۹ھ، رحمۃ للعالمین ﷺ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۰ء، ج ۲، ص ص ۳۱۶_۳۱۷

[۳۵۲] غریبادی، عدی (علامہ) والآخرون، منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ترجمہ، نثار احمد زین پوری، مجمع جہانی اہل بیت وامور خیریہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۲ھ، ص ۱۵۰

[۳۵۳] جیورجیو، کانسٹنٹ روجل، محمد پیغمبر اسلام ﷺ، ترجمہ، مشتاق حسین میر، ادارہ ترقی فکر، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۳۶۲

[۳۵۴] دہلوی، واحدی (مُلّا)، حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ، نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۲۰

[۳۵۵] ابن ہشام، ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۲۶۲

[۳۵۶] بحار الانوار، ج ۲۱، ص ۲۴۷

[۳۵۷] مجمع البیان، ج ۳، ص ۴۶

[۳۵۸] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، مولانا محمد یونس والآخرون، دار السلام، لاہور، ۱۴۳۳ھ، ج ۲، ص ص ۸۱۷_۸۱۹

[۳۵۹] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۸۲۱

[۳۶۰] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۸۲۲

[۳۶۱] سورۃ یوسف ۱۲:۱۸

[۳۶۲] جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، تفسیر سورۃ یوسف: ۱۸

[۳۶۳] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۲، ص ۱۲۷۷

[۳۶۴] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۱۴۱

[۳۶۵] سورۃ النور ۲۴:۱۱

[۳۶۶] پیشوائی، مہدی، تاریخ اسلام از جاہلیت تا رحلت پیامبر اسلام ﷺ، مجمع جہانی اہلبیت، قم، ایڈیشن: ۱، ۱۴۲۷ھ، ص ۵۶

Marfat.com

[۳۶۷] اُسوۂ حسنہ، ص ۴۰

[۳۶۸] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ص ۱۰۷۔۱۰۸

[۳۶۹] سورۃ المدثر ۷۴:۱۶۔۲۵

[۳۷۰] سورۃ ص ۳۸:۴

[۳۷۱] سورۃ الفرقان ۲۵:۸

[۳۷۲] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۴۶۲

[۳۷۳] انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۳۴

[۳۷۴] ابن ابی الحدیدؒ (علامہ)، شرح نہج البلاغہ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، دار احیاء الکتب العربیہ، القاھرۃ، ۱۹۶۱ء، ج ۱۴، ص ۶۴ و بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۱۸

[۳۷۵] ابن شہر آشوبؒ (علامہ)، مناقب آل ابی طالب، المطبعۃ العلمیہ، قم، ۱۳۲۲ھ، ج ۱، ص ۶۵

[۳۷۶] طبرسیؒ، ابو علی فضل بن حسن بن فضل (علامہ)، اعلام الوریٰ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایڈیشن: ۳، سن ندارد، ص ۴۹

[۳۷۷] بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۱۹

[۳۷۸] اعلام الوریٰ، ص ۵۰

[۳۷۹] مناقب آل ابی طالب، ج ۱، ص ۶۴ و اعلام الوریٰ، ص ۵۰

[۳۸۰] الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۲۸

[۳۸۱] شرح نہج البلاغہ، ج ۱۴، ص ۹۷ و ج ۴، ص ص ۱۲۷۔۱۲۸ و الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، دار القاموس الحدیث، بیروت، ج ۲، ص ۲۳۰ و انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۳۷

[۳۸۲] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۲ و الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ لمغلطائی، ص ۱۳۳ بحوالہ: احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۳۶۶

[۳۸۳] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۴۱۴

[۳۸۴] تاریخ الامم والملوک، ج ۲، ص ۴۲۶

[۳۸۵] البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۱۵۰

[۳۸۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۲۳۱

Marfat.com

[۳۸۷] زاد المعاد فی حدی خیر العباد، ج ۳،ص ۳۳

[۳۸۸] القحطانی، سعید بن علی بن وہف (الدکتور)، پیغمبر رحمت ﷺ، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دار السلام، الریاض، ۱۴۲۹ھ،ص ۲۴۴

[۳۸۹] اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، ج ۱،ص ۲۹۳

[۳۹۰] الاکتفا، ج ۱،ص ۳۰۶ بحوالہ: اللولو المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، ج ۳،ص ۴۹۱

[۳۹۱] الاکتفاء، ج ۱،ص ۱۰۲ بحوالہ: اللولو المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، ج ۳،ص ۴۹۱

[۳۹۲] الواقدیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، تحقیق، مارسدن جونس، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۴ء، ج ۱،ص ص ۳۵۴۔ ۳۵۵

[۳۹۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۹۸۹

[۳۹۴] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۳،ص ۱۸۰

[۳۹۵] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱،ص ۱۸۱

[۳۹۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۷۷ و ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۳،ص ص ۱۹۳۔ ۱۹۴

[۳۹۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۰۹۱، ۴۰۹۲

[۳۹۸] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۷۷

[۳۹۹] تاریخ الامم والملوک، ج ۲،ص ۶۵۴

[۴۰۰] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، (الی کسری فارس)

[۴۰۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۲۴

[۴۰۲] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱،ص ۱۹۷

[۴۰۳] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱،ص ۳۵۵

[۴۰۴] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۱،ص ۵۸۴

[۴۰۵] الغضبان، منیر احمد (الدکتور)، الرتبیۃ القیادۃ، دار الوفا، المنصورۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ، ج ۱،ص ۳۷۱

[۴۰۶] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱،ص ۴۳۴

[۴۰۷] علی الاسطل، الوفود فی العہد المکی، ص ۳۷ بحوالہ: الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۱،ص ۵۴۳

Marfat.com

[۴۰۸] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۴۴۳

[۴۰۹] سورۃ یوسف ۱۲: ۳۳۔ ۳۴

[۴۱۰] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۱۸۷

[۴۱۱] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ص ۳۲۹، ۳۳۰

[۴۱۲] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۱۰۳

[۴۱۳] البوطی، محمد سعید رمضان (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویہ، ترجمہ، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۱۶

[۴۱۴] الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ص ۲۱۶۔ ۲۱۷ و البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۱۳۸

[۴۱۵] پیغمبر رحمت ﷺ، ص ۲۲۳

[۴۱۶] الغلا ییںیؒ، قاضی مصطفی (پروفیسر) م ۱۹۴۴ء، سیرۃ المختار ﷺ، ترجمہ، جسٹس ملک غلام علی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۵، سن ندارد، ص ۹۵

[۴۱۷] ابراہیم علی محمد احمد، السیرۃ النبویہ، ص ۹۸ بحوالہ: الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۵۸۸

[۴۱۸] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ص ۵۔ ۱۲

[۴۱۹] سورۃ التوبۃ ۹: ۲۶

[۴۲۰] الاستقامہ، ص ۸۹

[۴۲۱] الاستقامہ، ص ۸۴

[۴۲۲] ابی شہبۃ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ص ۷۵۔ ۷۶ بحوالہ: الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۶۰

[۴۲۳] فتح الباری، ج ۷، ص ۲۷۹ و ج ۸، ص ۱۵۳

[۴۲۴] کاشانیؒ، محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض (ملا)، تفسیر صافی، ترجمہ، سید تلمیذ حسنین رضوی، ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکہ، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ج ۲، ص ۳۳۶

[۴۲۵] سورۃ النساء ۴: ۸۴

[۴۲۶] تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۶۱، حدیث نمبر: ۲۱۱ بحوالہ: تفسیر صافی، ج ۲، ص ۳۳۶

[۴۲۷] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ص ۱۷۴۔ ۱۷۵

[۴۲۸] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۶۲۷

[۴۲۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۶۶

Marfat.com

[۴۳۰] الواقدیؒ، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۶۹
[۴۳۱] اللولوا المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، ج ۵، ص ص ۳۶۹_۳۷۰
[۴۳۲] ندویؒ، سید ابوالحسن علی (مولانا)، نبی ءِ رحمت ﷺ، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۴۵۸
[۴۳۳] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶۶۵
[۴۳۴] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۱۴۴
[۴۳۵] نبی ءِ رحمت ﷺ، ص ۴۵۸
[۴۳۶] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۱۳۳
[۴۳۷] منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۱۵۷
[۴۳۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۷۹
[۴۳۹] سورۃ النحل ۱۶:۱۲۶
[۴۴۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۱۱
[۴۴۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۷ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۲
[۴۴۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۶
[۴۴۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۱۰۶
[۴۴۴] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۱۰۶
[۴۴۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۸۳۴
[۴۴۶] مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۱۳۰
[۴۴۷] نبی ءِ رحمت ﷺ، ص ۲۲۴
[۴۴۸] سورۃ ص ۳۸:۱۷
[۴۴۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۲۰
[۴۵۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۷ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۲
[۴۵۱] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۶۹۱
[۴۵۲] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۶۹۲
[۴۵۳] ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۰۵

Marfat.com

[۴۵۴] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۴۱۰۱

[۴۵۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۳۹۸۹

[۴۵۶] سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۷

[۴۵۷] بحار الانوار، ج ۷۷، ص ۱۴۹

[۴۵۸] بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۱۹۸

[۴۵۹] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۳

[۴۶۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۲۶۸۱

[۴۶۱] المستدرک، ج ۳، ص ۲۸۱

[۴۶۲] الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۱، ص ۲۴۲

[۴۶۳] مسند احمد، حدیث نمبر:۱۹۰

[۴۶۴] عیاضؒ، قاضی (الامام)، الشفا فی التعریف بحقوق المصطفیٰ، استانبول، عثمانیہ، ج ۱، ص ۱۵۶

[۴۶۵] سورۃ المائدۃ ۵:۳

[۴۶۶] سورۃ البقرۃ ۲:۲۳۷

[۴۶۷] انسان اعظم ﷺ، ص ۹۴

[۴۶۸] ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاصابہ، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، سن ندارد، ص ۸۷۱

[۴۶۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۳۸۲۱

[۴۷۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۴۷۸

[۴۷۱] الحداد، احمد (فضیلۃ الشیخ)، اخلاق النبی فی القرآن والسنۃ، ج ۲، ص ۵۷۶

[۴۷۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۴۰۹۳

[۴۷۳] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ص ۷۲۷۔۷۲۸

[۴۷۴] انسان اعظم ﷺ، ص ۹۹

[۴۷۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر:۲۵۴۰

[۴۷۶] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۷، ص ۱۶۶

[۴۷۷] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۷، ص ۱۶۶

Marfat.com

[۴۷۸] ابن ہشام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۴، ص ۱۰۱

[۴۷۹] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۶۷

[۴۸۰] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۱۷۴۸

[۴۸۱] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۱۷۴۸

[۴۸۲] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۸۴۳۱

[۴۸۳] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۳۴

[۴۸۴] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۲۳۳۴۵

[۴۸۵] ابن ہشام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۴۸۹۔۴۹۰

[۴۸۶] ابن ہشام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ص ۴۸۹۔۴۹۰

[۴۸۷] طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المعجم الکبیر، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ایڈیشن: ۱، سن ندارد، حدیث نمبر: ۶۶۰۲

[۴۸۸] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۷۸

[۴۸۹] انسان اعظم ﷺ، ص ۱۰۵

[۴۹۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۳۰۶

[۴۹۱] سورۃ البقرۃ ۲: ۹۳

[۴۹۲] الاستقامہ، ص ص ۱۵۹۔۱۶۰

[۴۹۳] نہج البلاغۃ، مکتوب نمبر: ۵۳

[۴۹۴] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۶۲

[۴۹۵] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۶۸

[۴۹۶] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۶۸

[۴۹۷] کیلانی، محمد اللولو المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، ج ۲، ص ۲۱۷

[۴۹۸] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۲۰۴

[۴۹۹] ابن ہشام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۱۸۶

[۵۰۰] السہیلی، ابو القاسم عبد الرحمٰن (امام) م ۵۸۰ھ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، تحقیق، عبد اللہ منشاوی، دار الحدیث، القاھرۃ، ج ۱، ص ص ۲۴۲۔۲۴۳

Marfat.com

[۵۰۱] السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن (امام) م ۵۸۰ھ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، تحقیق عبداللہ منشاوی، دارالحدیث، القاہرۃ، ج ۱، ص ۲۴۲

[۵۰۲] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، الادب المفرد، المکتبۃ الاسلامیہ، الاردن، ۲۰۰۳، حدیث نمبر: ۵۶۷

[۵۰۳] ابن ہشام، ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ص ۱۳۳۔ ۱۳۴

[۵۰۴] سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۴۲۰

[۵۰۵] انساب الاشراف، ج ۱، ص ص ۱۴۶۔ ۱۴۷

[۵۰۶] العمری، اکرم (الدکتور)، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف والحکم، مدینۃ المنورۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۲ھ، ج ۱، ص ۱۱۲

[۵۰۷] الغضبان، منیر احمد (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویہ، معہد البحوث العلمیہ واحیاء التراث، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد، ص ۱۱۰

[۵۰۸] ابوفارس، محمد (الشیخ)، السیرۃ النبویہ دراسۃ وتحلیل، دارالفرقان، عمان، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ، ص ۱۲۱

[۵۰۹] سورۃ المائدۃ ۵:۲

[۵۱۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۲۶

[۵۱۱] الغضبان، منیر احمد (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویہ، ص ص ۱۱۰۔ ۱۱۱

[۵۱۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۴۷

[۵۱۳] ظفر، محمود احمد (حکیم)، پیغمبر اسلام ﷺ اور خلق عظیم، نشریات، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۵۰

[۵۱۴] سورۃ الشوریٰ ۴۲:۲۵

[۵۱۵] سورۃ الاعراف ۷:۱۹۹

[۵۱۶] پیغمبر اسلام ﷺ اور خلق عظیم، ص ۲۵۲

[۵۱۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۰۸۸

[۵۱۸] منارۂ ہدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۲۰۰

[۵۱۹] منارۂ ہدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ)، ج ۱، ص ۲۰۰

[۵۲۰] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۴۷۹

[۵۲۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۵۰

[۵۲۲] الواقدی، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، ج ۳، ص ۹۴۸

[۵۲۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۵۰

Marfat.com

[۵۲۴] حوی، سعید (علامہ)، الرسول ﷺ، ج ۲، ص ۱۴۶؛ بحوالہ: پیغمبر اسلام ﷺ اور خلق عظیم، ص ص ۱۶۱۔ ۱۶۲
[۵۲۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۳۱
[۵۲۶] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ۴۷۴
[۵۲۷] مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۳۲
[۵۲۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۳۰
[۵۲۹] محسن انسانیت ﷺ، ص ۵۹۳
[۵۳۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۲۸
[۵۳۱] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۸۵
[۵۳۲] سورۃ الاعراف ۷: ۱۹۹
[۵۳۳] پیغمبر اسلام ﷺ اور خلق عظیم، ص ۲۵۱
[۵۳۴] جامع الترمذی، باب ماجاء فی التواضع
[۵۳۵] سورۃ البقرۃ ۲: ۱۷۷
[۵۳۶] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۱، ص ۲۱۹
[۵۳۷] الطبا طبائیؒ، سید محمد حسین (آیت اللہ)، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ، آیت اللہ سید حسن رضا غدیری، الغدیر اکیڈمی، لاہور، ایڈیشن: ۴، مارچ ۲۰۱۱ء، ج ۱، ص ۹۶۶
[۵۳۸] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶۹۴
[۵۳۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۶۵
[۵۴۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۳۸۹
[۵۴۱] مسند احمد، حدیث نمبر: ۷۱۲۰
[۵۴۲] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۲۰
[۵۴۳] قزوینی بحوالہ: نقوش رسول ﷺ نمبر، مدیر محمد طفیلؒ، لاہور
[۵۴۴] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۱۲۳
[۵۴۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۰۸
[۵۴۶] انسان اعظم ﷺ، ص ۴۴
[۵۴۷] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۱۲۳

Marfat.com

[۵۴۸] طبقات الکبریٰ، ج۱،ص ۵۰۰

[۵۴۹] طبقات الکبریٰ، ج۱، ص ۵۰۰

[۵۵۰] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۷۷

[۵۵۱] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۲۰۰۹

[۵۵۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۳۸۶

[۵۵۳] قزوینی بحوالہ: نقوش رسول (ﷺ) نمبر، مدیر محمد طفیلؒ، لاہور

[۵۵۴] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۵۱

[۵۵۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۳۷۴

[۵۵۶] فتح الباری، ج۹،ص ۵۱۹

[۵۵۷] طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المعجم الاوسط، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ایڈیشن: ۱، سن ندارد

[۵۵۸] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۱۲۲

[۵۵۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۴۱۴

[۵۶۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۴۶۰

[۵۶۱] فتح الباری، ج۱۱،ص ۲۹۳

[۵۶۲] الطباطبائیؒ، سید محمد حسین (آیت اللہ) م ۱۴۰۱ھ، سنن النبی (علی صاحبہا الصلاوۃ والسلام)، ملحقات، محمد ہادی فقیہی، موسسہ النشر الاسلامی، قم، ایڈیشن: ۲، ۱۴۲۲ھ، ص ۸۱

[۵۶۳] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۷۷

[۵۶۴] المنذریؒ، ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی (حافظ) م ۶۵۶ھ، الترغیب والترھیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۴، ص ۱۹۱

[۵۶۵] انسان اعظم ﷺ، ص ۴۶

[۵۶۶] صحیح البخاری، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ

[۵۶۷] توفیق، ابو العلم، اہل البیت، ص ۱۳۰، بحوالہ: غریباوی، عدی (علامہ) والآخرون، پیشوایان ہدایت، ترجمہ، علی قمر دھلوروی، مجمع جہانی اہل بیت، قم، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۱ء، ج ۳، ص ۲۳۰

[۵۶۸] توفیق، ابو العلم، اہل البیت، ص ۱۳۰، بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۳، ص ص ۲۳۰_۲۳۱

Marfat.com

[۵۶۹] توفیق، ابوالعلم، اہل البیت، ص ۱۳۰، بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۳، ص ص ۲۳۰_۲۳۱

[۵۷۰] الاربلیؒ، علی بن عیسی (علامہ)، کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ، انتشارات اسلامیہ، خرداد، ج ۱، ص ۳۵۶

[۵۷۱] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۳، ص ۱۶۰

[۵۷۲] کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ، ج ۱، ص ۳۵۹

[۵۷۳] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۵۵۳

[۵۷۴] صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۸۴

[۵۷۵] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۵۶۳

[۵۷۶] اعلام الوریٰ، ج ۲، ص ۲۳۲

[۵۷۷] بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۰۷

[۵۷۸] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۵۶۴

[۵۷۹] الاستقامہ، ص ۹۹

[۵۸۰] أسوۃ حسنہ، ص ۱۴۵

[۵۸۱] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱_۲

[۵۸۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۷۱

[۵۸۳] سورۃ المزمل ۷۳:۱_۴

[۵۸۴] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۳۵۰

[۵۸۵] سورۃ المائدۃ ۵:۱۱۸

[۵۸۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۷۲

[۵۸۷] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۸۵

[۵۸۸] سنن النسائی، حدیث نمبر: ۳۳۹۲

[۵۸۹] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۵۶

[۵۹۰] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۵۷، ۱۱۵۸

[۵۹۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۷۱، ۱۹۷۲

[۵۹۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۲۰

[۵۹۳] نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ص ۱۳۱

Marfat.com

[۵۹۴] سنن النسائی، حدیث نمبر: ۲۳۶۰

[۵۹۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۸

[۵۹۶] اُسوۂ حسنہ، ص ۱۰۴

[۵۹۷] الحر العاملیؒ، محمد بن حسن (علامہ)، وسائل الشیعہ، ترجمہ فقیہ اہل بیت الشیخ محمد حسین نجفی، مکتبۃ البطین، سرگودھا، مارچ ۲۰۰۱ء، ج ۲، ص ۴۵۱

[۵۹۸] قاسمی، صہیب احمد (مفتی)، سیرت النبی ﷺ کی ایک جھلک، ویب ایڈریس www.darululoom-deoband.com/urdu/articles(۳) مارچ ۲۰۱۶ء

[۵۹۹] سورۃ احزاب ۳۳:۲۱

[۶۰۰] رابنز، انتھونی (پروفیسر Awaken the Giant within)، (ترجمہ محمد احسن بٹ، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۳۴۵

[۶۰۱] ماہنامہ مولوی دہلی، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ بحوالہ: عزیز الرحمٰن (سید)، تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۳ء، ص ۲۰۱

[۶۰۲] اظہر، احسان الحق، عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، عاصم برادرز، راولپنڈی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۶۶

[۶۰۳] تہامی، محمد احسن والآخرون، محمد ﷺ کے غیر مسلم مداح اور ثنا خواں، دارالتذکیر، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ص ۴۸_۴۹

[۶۰۴] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۳۵

[۶۰۵] الامان دہلی، ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء بحوالہ: رضوی، واجد (سید)، پیغمبر رحمت ﷺ اور انسان کے بنیادی مسائل، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۶

[۶۰۶] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۴۳

[۶۰۷] ہارٹ، مائیکل (پروفیسر)، سو عظیم شخصیات، ترجمہ یاسر جواد، تخلیقات پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۲

[۶۰۸] محمد (ﷺ) عند علماء الغرب، ص ۱۰۱

[۶۰۹] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۷۰

[۶۱۰] انسان اعظم ﷺ، ص ۱۱

[۶۱۱] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۵۴

Marfat.com

[۶۱۲] بریفالٹ (پروفیسر Making of humanity)، (بحوالہ: محمد ﷺ کے غیر مسلم مداح اور ثنا خواں، ص ص ۳۱۔ ۳۲

[۶۱۳] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۵۰

[۶۱۴] انسان اعظم ﷺ، ص ۱۱

[۶۱۵] آؤٹ لائن آف ہسٹری بحوالہ: پیغمبر رحمت ﷺ اور انسان کے بنیادی مسائل، ص ۲۵۵

[۶۱۶] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ۱۴۵

[۶۱۷] محمد ﷺ کے غیر مسلم مداح اور ثنا خواں، ص ۴۴

[۶۱۸] الزقروق، محمود حمدی، سیرۃ الرسول فی تصورات الغربیین بحوالہ: عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ص ۱۴۰۔ ۱۴۱

[۶۱۹] کارلائل، تھامس، ہیروز اینڈ ہیرو وارشپ بحوالہ: ویب ایڈریس (۵) www.gainpeace.com فروری ۲۰۱۶ء

[۶۲۰] العقیقی، نجیب، المستشرقون، ایڈیشن: ۵، دار المعارف، القاھرۃ، ۲۰۰۶ء، ج ۱، ص ۱۸۳

[۶۲۱] عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، ص ص ۴۲۔ ۴۳

[۶۲۲] دی مسلم ورلڈ آف ٹوڈے، بحوالہ: پیغمبر رحمت ﷺ اور انسان کے بنیادی مسائل، ص ۲۵۷

[۶۲۳] انسان اعظم ﷺ، ص ۱۲

[۶۲۴] محمد ﷺ کے غیر مسلم مداح اور ثنا خواں، ص ۷۹

[۶۲۵] خامنہ ای، سید علی حسینی (آیت اللہ)، اُسوۂ رسول اکرم ﷺ، ترجمہ، سید کوثر عباس موسوی، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران، حیدر آباد، پاکستان، ایڈیشن: ۱، اکتوبر ۲۰۱۵ء، ص ۲۰۰

[۶۲۶] اسرار احمدؒ (ڈاکٹر)، منہج انقلابِ نبوی، مرتبہ، شیخ جمیل الرحمٰن، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، ایڈیشن: ۱۴، اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص ص ۶۹۔ ۸۱

[۶۲۷] العودۃ، محمد سلمان (الدکتور)، الغرباء الاولون، دار ابن جوزی، الدمام السعودیہ، ایڈیشن: ۳، ۱۹۹۱ء، ص ص ۱۴۵۔ ۱۴۶

[۶۲۸] سورۃ آل عمران ۳:۱۸۶

[۶۲۹] سورۃ آل عمران ۳:۱۴۶

[۶۳۰] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۱، ص ۴۳۱

Marfat.com

[۶۳۱]سورۃ الانفال ۸:۶۵

[۶۳۲]سورۃ العنکبوت ۲۹:۲۔۳

[۶۳۳]الہاشمی، طالب (مولانا)، فوز وسعادت کے ایک سو پچاس چراغ، مقدمۂ کتاب، سید ابوالحسن علی ندویؒ، القمر انٹرپرائزز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۲۱

[۶۳۴]کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث نمبر: ۳۶۵۲۴ ومیزان الحکمۃ، حدیث نمبر: ۱۷۱۸۳

[۶۳۵]المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۸۹۹۲ وابن حبانؒ، الحافظ محمد بن حبان (امام) م ۳۵۴ھ، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، حدیث نمبر: ۵۲۴

[۶۳۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۸

[۶۳۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۱۲، ۶۹۴۳

[۶۳۸]جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۲۵

[۶۳۹]الواقدیؒ، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۲۲۱

[۶۴۰] صحیح البخاری، کتاب الجہاد

[۶۴۱]مسند أحمد، حدیث نمبر:۔۔۔

[۶۴۲]الخمیس، محمد عبدالرحمٰن (فضیلۃ الشیخ)، شرح العقیدۃ الطحاویۃ المیسر، اسلام ہاؤس، ۲۰۱۰ء، حدیث نمبر: ۵۸۷

[۳۴۳]سورۃ الانعام ۶:۱۵۳

[۶۴۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۳

[۶۴۵]مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۷۶۱۷

[۶۴۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۹۹

[۶۴۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۷۰

[۶۴۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۷۰

[۶۴۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۴۶۳

[۶۵۰] صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۸۱۸۳

[۶۵۱]السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر: ۱۱

[۶۵۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۴۰۰، ۱۴۶۹

[۶۵۳]البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ)، صحیح الآداب والاخلاق، ترجمہ مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی، مکتبہ بیت السلام،

Marfat.com

لاہور، ایڈیشن:۱، ۲۰۱۲ء، ص ۳۴۳

[۶۵۴] بخاری

[۶۵۵] بخاری، ترمذی

[۶۵۶] اصلاحی، محمد یوسف (مولانا)، داعیءِ اعظم ﷺ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ایڈیشن: ۳۳، ۲۰۱۰ء، ص ۱۴۷

[۶۵۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۴

[۶۵۸] مسند احمد، ج ۳، ص ۴۳۶

[۶۵۹] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، ج ۲، ص ۳۳۱

[۶۶۰] شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ)، علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ترجمہ، ڈاکٹر نیاز محمد ہمدانی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء، ج ۲، ص ۴۴۳

[۶۶۱] السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر: ۱۴۰۸

[۶۶۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۳

[۶۶۳] صحیح الآداب والاخلاق، ص ۳۴۷

[۶۶۴] مجتہدی، سید مرتضیٰ سیستانی (آیت اللہ)، اسرار موفقیت، انتشارات الماس، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۲

[۶۶۵] دو دفعہ نکالنے سے مراد شاید یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو سلمہؓ کے خالص اسلام سے اور دوسری دفعہ اُن کی بہترین ہجرت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ملاحظہ ہو: المفہم، ج ۲، ص ص ۵۷۴۔۵۷۵)

[۶۶۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۲۲

[۶۶۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۷۱۲

[۶۶۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۶۵۳

[۶۶۹] ابن منظورؒ، محمد بن مکرم، افریقیؒ (علامہ)، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۳۷۴ھ، ج ۱، ص ۳۱۵

[۶۷۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۸۸۹

[۶۷۱] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۶۳

[۶۷۲] سورۃ الملک ۶۷:۲

[۶۷۳] سورۃ حم سجدہ ۴۱:۳۰

[۶۷۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۸

[۶۷۵] صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۵۱۴۸، ۵۱۵۰

Marfat.com

[۶۷۶] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۱۱۶

[۶۷۷] کحل البصر، ص ۱۹۳ بحوالہ: مصائب آل محمد علیہم السلام، ص ۴۸

[۶۷۸] اصول کافی، ج ۲، ص ۹۱

[۶۷۹] مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۲۱۱

[۶۸۰] المستدرک، ج ۴، ص ۳۵۸

[۶۸۱] صدوقؒ، ابوجعفر محمد بن علی بن حسن (الشیخ)، جامع الاخبار، ترجمہ، سید ظفر حسن امروھویؒ، ظفر شمیم پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، حدیث نمبر: ۶۴۷

[۶۸۲] جامع الترمذی، ج ۵، ص ۱۷۲

[۶۸۳] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۳

[۶۸۴] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۳۵۹، ۱۳۶۰

[۶۸۵] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۳۴۱

[۶۸۶] نشرطی التعریف، ص ۸۷، بحوالہ: المنجد، محمد صالح (فضیلۃ الشیخ)، اعمال القلوب، ترجمہ، فضل الرحمٰن رحمانی ندوی، الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ، سن ندارد، ص ۶۱۴

[۶۸۷] تفسیر صافی، ج ۵، ص ۴۴۲

[۶۸۸] صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ

[۶۸۹] القشیریؒ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۲۸۲۲

[۶۹۰] القشیریؒ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۲۵۷۲

[۶۹۱] سورۃ الانعام ۶: ۱۶۲

[۶۹۲] الغرباء الاولون، ص ۱۴۵_۱۴۶

[۶۹۳] الہاشمی، طالب (مولانا)، فوز و سعادت کے ایک سو پچاس چراغ، مقدمہ کتاب، سید ابوالحسن علی ندویؒ، القمر انٹرپرائزز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۲۱

[۶۹۴] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۳۲۵

[۶۹۵] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ج ۱، ص ص ۴۸۱_۴۸۲

Marfat.com

[۶۹۶] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ۔ السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ص ۳۵۵_۳۵۶
[۶۹۷] عمری، سید جلال الدین (مولانا)، اوراقِ سیرت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، مارچ ۲۰۱۵ء، ص ۱۶۹
[۶۹۸] نجفی، محمد حسین (آیت اللہ)، سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین، اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد
[۶۹۹] حتی، فلپ کے (پروفیسر)، تاریخ عرب، ص ۱۴۲
[۷۰۰] ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایت و حملہ، تحقیق، ابی الاشبال الزھری، دار الکتب الحدیثہ، قاھرہ، حدیث نمبر: ۱۸۱۰
[۷۰۱] انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۱۱
[۷۰۲] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۳۹
[۷۰۳] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۳۹
[۷۰۴] البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۵۸
[۷۰۵] انساب الاشراف، ج ۱، ص ۲۱۰
[۷۰۶] أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۲۳۷
[۷۰۷] أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۱، ص ۲۳۷
[۷۰۸] طبقات الکبریٰ، ج ۳، اصحاب بدر، تذکرہ خباب بن الارتؓ
[۷۰۹] احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام، ج ۱، ص ۲۱۳
[۷۱۰] أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، تذکرہ خباب بن الارتؓ
[۷۱۱] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۹۷۰
[۷۱۲] المستدرک، ج ۳، ص ۳۸۸
[۷۱۳] سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۴۸۱
[۷۱۴] المعجم الکبیر، ج ۲۴، ص ۳۰۳
[۷۱۵] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۹۳۲، ۴۴۷
[۷۱۶] الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ وآی الفرقان، ج ۱۳، ص ۲۹۱
[۷۱۷] سورۃ العنکبوت ۲۹:۸
[۷۱۸] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۱۸۹
[۷۱۹] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۵۰۳

Marfat.com

[۷۲۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۲۸

[۷۲۱] صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۴۶۰

[۷۲۲] الواقدیؒ، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۳۵۶

[۷۲۳] صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۴۶۰ والبیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۳، ص ۳۲۸

[۷۲۴] ابن عساکرؒ، علی بن حسن بن ھبۃ اللہ (علامہ) م ۵۷۱ھ، تاریخ مدینۃ دمشق، دارالفکر، بیروت، سن ندارد، ج ۲۱، ص ص ۱۶۱۔ ۱۶۲

[۷۲۵] شمسی، الشیخ حسان (الدکتور)، کیف تربی ابناءک فی ھذا الزمان، ترجمہ مولانا ثناءاللہ محمود، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، دسمبر ۲۰۱۲ء، ص ۳۶

[۷۲۶] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ص ۱۶۶۔ ۱۶۷

[۷۲۷] البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ص ۱۶۶۔ ۱۶۷

[۷۲۸] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابوالفداءؒ (امام) م ۷۷۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ص ص ۱۰۵۔ ۱۰۶

[۷۲۹] فتح الباری، ج ۷، ص ص ۲۱۳۔ ۲۱۴

[۷۳۰] دور الشباب فی حمل رسالۃ الاسلام، بحوالہ: بلغاری، محمد شریف (مولانا)، عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں، دارالاندلس، ایڈیشن: ۲، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۳۷

[۷۳۱] الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، سیدنا ابوبکر صدیقؓ (شخصیۃ وعصرہ)، ترجمہ شمیم احمد خلیل السلفی، الفرقان ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۲ء

[۷۳۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۹۹

[۷۳۳] البدایۃ والنھایۃ، ج ۳۰، ص ۳۱۸ والذھبیؒ، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، تاریخ الاسلام عھد الخلفاء الراشدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[۷۳۴] عبدالحفیظ، ابوسعود (الشیخ)، سبطا رسول اللہ الحسن والحسین، ص ۱۸۸ بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۵، ص ۳۰

[۷۳۵] پیشوایان ہدایت، ج ۵، ص ۳۸

[۷۳۶] خوارزمیؒ، مقتل الحسین، ج ۱، ص ۸۸ بحوالہ: بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹

[۷۳۷] الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۲۷۰

[۷۳۸] تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۳۳۰

[۷۳۹] کوفیؒ، ابن اعثم (الشیخ)، الفتوح ابن اعثم، ج ۵، ص ۲۳

[۷۴۰] تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۵۴۰

Marfat.com

[۷۴۱] سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین، ص ۳۲۲

[۷۴۲] راسخ، ابوالحسن عبدالمنان (شیخ)، شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما، راسخ اکیڈمی، فیصل آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۶۵

[۷۴۳] بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۲

[۷۴۴] شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما، ص ۱۶۷

[۷۴۵] عمر ابوالنصرؒ (فضیلۃ الشیخ)، آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ص ۳۰

[۷۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۶۷

[۷۴۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۱۱۰

[۷۴۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۰

[۷۴۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۰، ۵۲۰ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۴

[۷۵۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۷۵ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۹۰

[۷۵۱] طبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۲۱

[۷۵۲] توفیق، ابوالعلم، اہل البیت، ص ۱۳۰، بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۳، ص ۲۳۰

[۷۵۳] أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۵، ص ۳۶۷

[۷۵۴] مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۰۹

[۷۵۵] توفیق، ابوالعلم، اہل البیت، ص ۱۳۰، بحوالہ: پیشوایان ہدایت، ج ۳، ص ۲۵۸

[۷۵۶] بیت الاحزان، ص ۹۴ بحوالہ: اشتہاردی، محمد محمدی (حجۃ الاسلام)، مصائب آل محمد علیہم السلام، ترجمہ، مولانا سید علی اختر رضوی گوپال پوری، مجمع جہانی شیعہ شناسی، قم، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۵۱

[۷۵۷] حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام، ج ۳، ص ۳۰۴

[۷۵۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۴۷۵

[۷۵۹] مسند أحمد، صحیح علی شرط مسلم

[۷۶۰] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ج ۴، ص ۲۵۰ والمَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّة بِالمِنَحِ المُحَمَدِيه، ج ۲، ص ۹۳

[۷۶۱] أسوۂ حسنہ، ص ۹۴

[۷۶۲] الہ آبادیؒ، اکبر، کلیات اکبر الہ آبادی، ص ۲۲۱

Marfat.com

باب سوم

اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صبر و استقامت کے موانع، محرکات اور ثمرات

فصل اوّل: صبر و استقامت کے موانع

فصل دوّم: حصولِ صبر و استقامت کے محرکات

فصل سوّم: صبر و استقامت کے چند فوائد و ثمرات

فصل چہارم: محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ صبر و استقامت، نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکر و عمل

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم:

اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صبر واستقامت کے موانع، محرکات اور ثمرات

فصل اوّل:

صبر واستقامت کے موانع

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اس بندگی کا ایک رُخ یہ ہے کہ انسان اپنا تزکیہ کرے، یعنی وہ اپنے جسم کو پاک رکھے، لباس کو پاک رکھے، اپنے کھانے پینے، رہنے سہنے، اپنی زبان و بیان اور نیتوں اور ارادوں کو پاک وصاف رکھے اور ظلم وزیادتی کے ہر کام سے اپنے آپ کو بچائے۔ اس تزکیے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ رُوئے زمین کو خود ساختہ خداؤں کی آقائی وفرمانروائی کی گندگی وغلاظت سے پاک کرے اور مالکِ کائنات کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے جدو جہد کرتا رہے تاکہ ایک پرسکون منصفانہ معاشرہ وجود میں آسکے۔ یہی اقامتِ دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی راہ ہے۔ اس سے ابلیسی قوتوں کے مفاد پر زد پڑتی ہے۔ اس لیے وہ ظلم واستبداد اور دجل و فریب کے سارے ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس کی مزاحمت پر اُتر آتی ہیں۔ یوں حق اور باطل کی دائمی اور مستقل آویزش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کشمکش میں اہلِ حق کی اصل قوت ان کی سیرت وکردار کی پختگی ہوتی ہے۔ وہ اس کے بل پر طاغوتی قوتوں اور ابلیسی لشکروں کو زیر کرتے اور حق کو غالب کرتے ہیں۔ اس میدان میں ان کی کمزوری باطل کے مقابلے میں ان کی ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ اخلاقی قوت کی اس کمزوری کا باعث بننے والے عوامل میں

Marfat.com

عدمِ صبر و استقامت کو بڑا دخل ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس سے بچنے کی بطور خاص تاکید و تلقین فرماتے تھے اور اس کی بجائے اقامتِ دین کے کام میں صبر و ثبات اور استقامت کے اوصاف کو اپنانے پر زور دیتے تھے۔

آج بھی اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروف لوگوں کے لئے کامیابی کی منزل تک پہنچنے کی راہ یہی ہے۔ گھبراہٹ، کم حوصلگی، عجلت اور مقاصد کے حصول کی فوری طلب جادہء منزل کو کھوٹا کر دیتی ہے۔ اس کارِ عظیم کی راہ مشکلات و مصائب سے اٹی پڑی ہے۔ اس پر چلنے والوں کو طعن و تشنیع، مار پیٹ، معاشی و معاشرتی مقاطع، قید و بند، دار و رسن اور جہاد و قتال کی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی تو ایسی راہ ہے جس میں قدم قدم دیواریں حائل ہیں، ہر روز ایک نئی آزمائش انسان کا دامن تھامنے کے لئے جانے کہاں سے آجاتی ہے۔ اور کیوں نہ آئے جب کہ پیدا کرنے والے نے خود ہی فرمایا ہے:

{لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝٤}[۱]

"ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔"

یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور شدائد سے بھرپور ہے۔ درحقیقت انسان آغاز زندگی سے ہی، یہاں تک کہ اُسی لمحہ سے جب اُس کا نطفہ قرارگاہ رحم میں واقع ہوتا ہے، مشکلات اور درد و رنج کے بہت سے مراحل طے کرتا ہوا متولد ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بچپنے میں، اور اس کے بعد جوانی میں، اور سب سے زیادہ بڑھاپے میں، طرح طرح کی زحمتوں اور مشقتوں سے رُوبرو ہوتا ہے۔ دُنیا کی زندگی کا مزاج یہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور توقع رکھنا غلطی ہی غلطی ہے۔[۲]

ایک عرب شاعر کے مطابق:

طبعت على كدر و انت تريدها
صفوا عن الاكدار والاقدار؛
ومكلف الايام ضد طباعها
متطلب فى الماء جدوة نار؛[۳]

Marfat.com

"جہاں کی طبیعت کدورت اور گندے پن پر ہے اور تُو چاہتا ہے کہ ہر قسم کی کدورت اور ناپاکی سے صاف ہو، تو جو شخص دُنیا کے دور کو اُس کے مزاج کے برخلاف طلب کرے گا، وہ اُس شخص کی مانند ہے جو پانی کی موجوں کے درمیان آگ کا شعلہ طلب کرے۔"

راہِ دین میں صبر و استقامت کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن نہیں۔ پہلے لوگوں کے معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اقامتِ دین اور حاکمیتِ الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کے لئے چن لیا ہے۔ دین حق کا راستہ خاردار کانٹوں سے بھرا ہوا ہے، اس راستے میں قدم قدم پر مصیبتیں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ایک ایسا پرخطر راستہ ہے جس پر چلنے والے مسافروں کو کانٹوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس موضوع کو بہت اہمیت دی گئی ہے تاکہ اہلِ ایمان اس سے عبرت حاصل کریں اور اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور مصائب کے باوجود ثابت قدم رہ سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۝۲}[۴]

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا کہ بس وہ یہ کہہ دیں کہ: "ہم ایمان لے آئے" اور اُن کو آزمایا نہ جائے؟"

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۝۱۴۲}[۵]

"کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ نے یہ معلوم نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی محبوب بندوں کو قدم قدم پر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

((اذا احب الله عزوجل عبدا اگری به الناس ليقولوا فيه ما يا جره و يُوثمهم... من كان احب الى الله عزو جل من يحيى بن زكرياعليهما السلام؛ ثم اغرى جميع من رايت حتى صنعوا به ما صنعوا۔ ومن كان احب الى الله عزوجل من الحسين بن على عليهما السلام؛ اغرى به حتى قتلوه)) [٦]

"اللہ جس سے محبت فرماتا ہے لوگ اس کے خلاف ہو جاتے ہیں اور اسے برا کہتے ہیں کہ اسے اجر ملے اور ان پر گناہوں کا بوجھ بڑھے۔۔۔۔ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے زیادہ اللہ کا محبوب کون ہوگا؟ لیکن لوگ ان کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کو معلوم ہے اور حسین بن علی علیہما السلام سے زیادہ اللہ کا محبوب کون ہوگا، مگر لوگ اُن کے دشمن ہو گئے اور اُن کو قتل کر دیا۔"

لہٰذا اگر کوئی یہ چاہے کہ اُسے دُنیا میں کبھی کوئی محنت کرنی نہ پڑے تو یہ اُس کی خام خیالی ہے۔ ایسا کبھی ممکن ہی نہیں۔ ہاں مکمل راحت کی زندگی جنت کی زندگی ہے جو دُنیا میں کی ہوئی محنت اور صبر و استقامت کے نتیجے میں ملتی ہے۔

عمل خیر کی قبیل سے چاہے جو بھی عمل ہو اس کی انجام دہی کی راہ میں بعض آفتیں آڑ بن کر ضرور کھڑی ہو جایا کرتی ہیں، پھر وہ بندہء مومن کو کسی صورت میں بھی بحسن و خوبی کام نہیں کرنے دیتیں یا کم از کم اس کو مکمل طور پر شرمندہء تعبیر ہونے نہیں دیتیں بلکہ راستے کی رکاوٹ بن کر عمل خیر میں رخنہ اندازی ضرور ڈالتی ہیں۔ یہی معاملہ صبر و استقامت کا بھی ہے۔ صبر و استقامت کی راہ میں متعدد رکاوٹیں حائل ہیں، اگر مسلمان ایک رکاوٹ کو عبور کرتا ہے تو دوسری رکاوٹیں سامنے آجاتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انہیں صبر و استقامت کے موانع بھی کہا جا سکتا ہے، جن کی مختلف و متنوع اقسام ہیں، ان موانع میں سے بعض تو عام ہیں اور بعض خاص ہیں۔ ذیل میں صبر و استقامت کے موانع کی وضاحت کی جاتی ہے۔ تحقیق کے دوران زیادہ توجہ اُن موانع کے بیان پر دی گئی ہے جو دعوت و جہاد، عبادات اور طلب علم کے

Marfat.com

حوالے سے انسان کو بے صبری، عجلت اور عدمِ استقامت کا شکار کر دیتے ہیں۔

مبحث اوّل: صبر واستقامت کے داخلی موانع

اخلاص کا نہ ہونا:

صبر واستقامت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اخلاص کا نہ ہونا ہے۔ اخلاص کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جس میں اخلاص ہو اور وہ عمل شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر کیا گیا ہو، ورنہ کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝۱۱}[۷]

"کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ میری بندگی خالص اسی کے لئے ہو۔"

اخلاص کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ایک اور جگہ ارشاد ہے:

{اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط}[۸]

"یاد رکھو کہ خالص بندگی اللہ ہی کا حق ہے۔"

اخلاص کی اہمیت پر دلالت کرنے والی متعدد آیات کریمہ موجود ہیں نیز بے شمار احادیث مبارکہ میں بھی اخلاص کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث قدسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیه معی غیری ترکته وشرکه))[۹]

"میں شرک کرنے والوں کو شرک سے مستغنی کر دیتا ہوں، (میرے ہوتے ہوئے کسی اور کے لئے عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب میں کسی عمل پر دس سے سات سو گنا تک اجر دیتا ہوں) جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس شخص اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں

Marfat.com

(اس شخص سے اور اس کے عمل سے میں بیزار ہوں)۔"

تو جس شخص کے اندر اخلاص ہوگا، وہ اسے اعمال میں محنت پر اُبھارے گا۔ اخلاص والا شخص اطاعت الٰہی میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کرے گا۔ اس لیے کہ اسے یقین ہوگا کہ اس کے اعمال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اجر وثواب مرحمت فرمائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾} [۱۰]

"لہٰذا جس کو اپنے مالک سے ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

لیکن اگر اخلاص میں کمی ہو یا انسان ریاکاری کے مرض میں مبتلا ہو تو بہت جلد اطاعتِ الٰہی اور اسی طرح مصائب ومشکلات میں عدم استقامت کا شکار ہو جائے گا اور اس کی ہمت جواب دے جائے گی۔

ڈاکٹر ناصر بن سلیمان نے اخلاص کے حوالے سے انسان کی دو اہم ترین حالتیں بیان کی ہیں:

(الف): پہلی حالت یہ ہے کہ انسان کا اصل عمل ہی اخلاص سے بالکل خالی ہو، جیسا کہ عربی کا ایک شعر ہے:

صلى المصلى لامر كان يطلبه
فلما انقضى الامر لا صلى ولا صام

"فلاں نمازی کسی خاص مقصد کے لئے نماز پڑھتا تھا، جب وہ مقصد پورا ہوگیا تو اب نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھتا ہے۔"

(ب): دوسری حالت یہ ہے کہ انسان کے اصل عمل میں تو اخلاص ہوگا، لیکن کچھ خارجی اسباب کی وجہ سے اخلاص کمزور ہو جائے گا، جیسے ریا، دکھلاوا، حب جاہ، دُنیا طلبی یا کوئی اور دُنیوی غرض وغیرہ عمل کے ساتھ مل جائے گی جس سے عمل خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لئے نہ رہے گا۔ جب اخلاص کمزور ہو جائے تو اس کا اجر وثواب کم ہو جائے گا۔ [۱۱]

Marfat.com

اس لئے اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کے وقت مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنے اخلاص کا بڑا خیال رکھے اور بار بار اس کی تجدید کے ساتھ ساتھ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے تاکہ اس کا عمل ضائع نہ ہو اور پورے اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے۔

شرعی علم کی کمی یا جہالت:

صبر و استقامت کی راہ میں دوسری بڑی رکاوٹ جہالت ہے۔ جہالت ایک زہرِ قاتل اور مہلک بیماری ہے۔ چونکہ جاہل انسان کو اپنی بیماری کی ہلاکت خیزی کا اندازہ ہی نہیں ہوتا، اس وجہ سے اس بیماری کی ہولناکی اور بڑھ جاتی ہے۔ جس مسلمان کے پاس شرعی علم کی کمی ہو تو وہ بہت جلد بے صبری اور عدم استقامت کا شکار ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس کو ان شرعی دلائل کا علم نہیں ہوتا جو انسان کو راہِ دین میں صبر و استقامت پر ابھارتے ہیں اور بے علم انسان نہ ہی ان فضائل، فوائد اور ثمرات سے واقف ہوتا ہے جو صبر و استقامت کا نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان وعیدوں اور سزاؤں کا علم ہوتا ہے بے صبری کی وجہ سے گناہ کرنے یا عبادات چھوڑنے پر ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرنے سے جہالت کا نقصان اور علم کے فوائد ظاہر ہوتے ہیں:

{قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝٩} [۱۲]

"کہہ دیجئے: کیا وہ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟ (مگر) نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ} [۱۳]

"اللہ کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔"

دُنیا کی محبت میں آخرت کو فراموش کر دینا:

صبر و استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان دُنیا کی محبت

Marfat.com

میں گرفتار ہو کر آخرت کو فراموش کر بیٹھے اور ہر معاملے میں دُنیوی مفاد کو اُخروی مفاد پر ترجیح دے،، جس کے بعد آہستہ آہستہ اس کا ایمان کمزور ہوتا چلا جائے گا، عبادات بھاری محسوس ہوں گی اور معصیت کے کاموں میں لذت محسوس کرنے لگے گا۔ یہاں تک کہ آخرت کو بالکل ہی بھول جائے گا اور دُنیا سے لمبی اُمیدیں وابستہ کر لے گا، گویا اسے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ جس شخص کے اندر یہ بلائیں جمع ہو جائیں تو اُس کو ہلاک کر کے ہی چھوڑیں گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾} [۱۴]

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں۔ اس کی رضامندی اور خوشنودی چاہتے ہیں۔ خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دُنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((تعس عبد الدینار تعس عبد الدرهم))[۱۵]

''ہلاک ہو جائے دینار کا بندہ، ہلاک ہو جائے درہم کا بندہ۔''

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے مال اور جاہ و شرف کی محبت کے متعلق فرمایا:

((ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لها من حرص المرء علی المال والشرف لدینه))[۱۶]

''دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے درمیان کھلا چھوڑ دینا اتنا نقصان دہ نہیں جتنا دین کے لئے نقصان دہ یہ ہے کہ کوئی شخص دولت اور منصب و رُتبہ حاصل

Marfat.com

کرنے کے لالچ میں ہو۔"

عصر حاضر میں لوگوں کی اکثریت اس مرض میں مبتلا ہے۔ان کا مطمع نظر دُنیا اور اس کے مفادات، جاہ و جلال، عہدہ و منصب اور مال و دولت کا حصول ہو کر رہ گیا ہے۔جس کے نتیجے میں راہِ دین پر استقامت اور ثابت قدمی معدوم ہوگئی ہے۔مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دُنیا کو بقدر ضرورت ہی اپنائیں، اس میں زیادہ گھسنے سے پرہیز کریں، جیسے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((انما یکفی احدکم ما کان فی الدنیا مثل زاد الراکب))[۱۷]

"تم میں سے ہر ایک شخص کے لئے دُنیا میں سے اتنا ہی کافی ہے جتنا کہ کسی سواری کے لئے اُس کا توشہ (یعنی سوار اپنے ساتھ سفر میں زیادہ بوجھ نہیں لے جا سکتا، بلکہ وہ اتنا ہی سامان اپنے ساتھ لے جاتا ہے جو اس کے توشے کے لئے کافی ہو)۔"

یاد رکھنا چاہیئے کہ دُنیا بہت سرسبز و شاداب اور میٹھی چیز ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان الدنیا حلوۃ خضرۃ))[۱۸]

"بے شک دُنیا میٹھی اور سرسبز و شاداب چیز ہے۔"

دُنیا کی محبت میں گرفتار شخص کو اس فرمان الٰہی پر غور کرنا چاہیئے:

{مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط}[۱۹]

"جو شخص صرف دُنیا کا ثواب چاہتا ہے (اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ) اللہ کے پاس دُنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے سچے مومن کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا:

((لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ))[۲۰]

"تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کی

Marfat.com

تمام خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔"

غیر اللہ کا خوف:

راہ دین میں صبر و استقامت کے لئے بنیادی شرط قاطعیت، خلوص اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا ہے۔ اگر مسلمان غیر اللہ سے تھوڑے سے بھی خوف اور وحشت کا مظاہرہ کریں گے تو راہ دین میں صبر و استقامت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ غیر اللہ سے نقصان کا خوف، بدزبان لوگوں کی نازیبا باتوں، تمسخر اور افواہوں کا خوف، مفسد لوگوں کی سازشوں کا خوف یا کسی محبوب اور پیاری چیز کے کھو جانے کا ڈر جیسے مال، شہرت، منصب و رُتبہ وغیرہ، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے اور استقامت اختیار کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ جب بندہ غیر اللہ کا خوف دل سے نکال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو ایسے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ}[۲۱]

"اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ اسے کافی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔"

سچے توکل کی نشانی یہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق سے نہ ڈرے جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹}[۲۲]

"جو لوگ اللہ کا پیغام (دوسرے لوگوں تک) پہنچاتے ہیں وہ صرف اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اس کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے، اللہ ان کے لئے کافی ہے۔"

توکل علی اللہ کے انعام عظیم کا نقشہ ایک حدیث مبارکہ میں اس طرح کھینچا گیا ہے:

((یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب قالوا ومن هم یا رسول الله ﷺ قال هم الذین لا یکتوون ولا

Marfat.com

یسترقون وعلی ربھم یتوکلون))[۲۳]

''میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جسم کو داغتے نہیں، نہ ہی (غلط اور شرکیہ) منتر پڑھتے ہیں اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

مبحث دوّم: صبر واستقامت کے خارجی موانع

اہل وعیال اور مال کا فتنہ:

بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی بھی درحقیقت شریعت ہی کا حکم ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ان لربك عليك حقا وان لنفسك عليك حقا ولاهلك عليك حقا فاعط كل ذى حق حقه))[۲۴]

''بے شک تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے، پس ہر ایک حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔''

لیکن اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے دینی امور میں عدم صبر واستقامت کا مظاہرہ کرے تو یہ منافقین کی خصوصیات میں سے ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ انہوں نے جہاد پر نہ جانے کے بعد کہا:

{شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا}[۲۵]

''ہمیں ہمارے اموال اور اہل وعیال نے (جہاد میں جانے سے) مشغول کرلیا تھا۔''

پس صبر واستقامت کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک اہل وعیال بھی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل وعیال عبادات، طلب علم اور دین کے راستے میں معاون ومددگار بن جاتے ہیں اور کبھی وہی ان چیزوں سے روکنے والا فتنہ بھی بن سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے انسان بہت سے دینی امور کی انجام دہی میں استقامت کھو بیٹھتا

Marfat.com

ہے۔اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے، ان کی وجہ سے انسان اللہ کی یاد اور عبادات سے غافل ہو جاتا ہے، یہی تو وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتنہ قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ}[۲۶]

''اور تم اس بات کو جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد امتحان کی چیز ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ}[۲۷]

''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہنا۔''

یعنی جو تمھیں عمل صالح اور اطاعتِ الٰہی سے روکیں، سمجھ لو وہ تمہارے خیر خواہ نہیں، دشمن ہیں۔رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((الولد مخزنة مجبنة مجلة و مبخلة))[۲۸]

''لڑکا خزانہ بنانے، بزدلی دکھانے، جہالت برتنے اور بخل کرنے کا سبب ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ مروی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الولد ثمرة القلب، وانه مجبنةٌ، مبخلةٌ، محزنةٌ))[۲۹]

''بیٹا دل کا پھل ہوتا ہے، اور یہی بزدلی، بخل اور غم وحزن کا باعث بھی بنتا ہے۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

((ان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء))[۳۰]

''بنی اسرائیل سب سے پہلے عورتوں کے فتنے میں مبتلا ہوئے۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ، منافقین کا ایک کردار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ

Marfat.com

وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿۷۶﴾}[۳۱]

''ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور پکی طرح نیکو کاروں میں ہو جائیں گے۔لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو وہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا۔''

اس سوچ کے نمونے عصر حاضر میں بھی ہمیں مختلف چہروں میں ملیں گے۔کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو عام حالات یا غربت میں مخلص مومنین کی صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں،لیکن جب دن بدلتے ہیں اور صاحب ثروت ہو جاتے ہیں،کوئی عہدہ یا مقام انہیں حاصل ہو جاتا ہے تو مال اور اقتدار کے فتنے میں غرق ہو کر راہِ دین میں ان کی صبر و استقامت مدھم پڑ جاتی ہے۔انسانی معاشرے کے لیے ایک عظیم ترین مصیبت اور پسماندگی کا ایک عامل ایسے لوگوں کا وجود ہے۔اہل ایمان کو چاہیئے کہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے محتاط اور بہترین راستہ اختیار کریں اور کسی کے حق میں نہ ہی کوتاہی اور بخل سے کام لیں اور نہ ہی زیادہ غلو کا مظاہرہ کریں۔

بُرے اور عجلت پسند ہم نشین کی مصاحبت:

ہر انسان پر اس کی مجلس،محفل اور سوسائٹی کے اثرات رونما ہوتے ہیں اور وہ اپنے ساتھ رہنے والے افراد کے عادات وخصائل اپنا لیتا ہے۔سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((انما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير، فحامل المسك اما ان يحذيك او اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريحا طيبة ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد ريحا خبيثة))[۳۲]

''اچھے دوست کی مثال کستوری رکھنے والے آدمی کی طرح ہے جس سے کستوری

Marfat.com

خریدی نہ بھی گئی تو بھی اس کے پاس محض بیٹھنے ہی سے اس کی خوشبو مشام جان کو معطر کر دے گی اور برے دوست کی مثال آگ کی بھٹی دھونکنے والے شخص کی طرح ہے جس کے پاس بیٹھنے سے کپڑے بھی جل جاتے ہیں اور اگر کپڑے بچ بھی جائیں تو بھٹی کے دھوئیں وغیرہ سے تو قطعاً نہیں بچ سکے گا۔"

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل؟))[۳۳]

"ہر آدمی اپنے دوست کے راستہ پر چلنا پسند کرتا ہے پس پہلے دیکھ لیا کرے کہ اس کا دوست کیسا ہے؟"

فارسی میں کہا جاتا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند[۳۴]

"نیک کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی اور بُرے کی صحبت سے تم بھی برے بن جاؤ گے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾}[۳۵]

"پس تو خوب ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔"

شیخ عبدالرحمٰن السعدیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"دین حق کو چھوڑ کر دائیں، بائیں، ٹیڑھی راہوں پر نہ چلیں اور دائمی طور پر اسی عقیدے اور اسی شریعت پر عمل پیرا رہیں اور سرکشی اختیار نہ کریں۔ یعنی استقامت کی ان حدود سے تجاوز نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔

Marfat.com

اس مقام پر استقامت کو مسلک بنانے کی ترغیب اور اس کے برعکس راستہ اختیار کرنے پر ترہیب دی گئی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی طرف میلان رکھنے سے منع فرمایا ہے جنہوں نے استقامت کو چھوڑ دیا۔"[۳۶]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے معاشرے سے ہجرت کا حکم دیا ہے تاکہ ان کا دین محفوظ رہ سکے اور مسلم معاشرے میں رہتے ہوئے بھی برے لوگوں کی صحبت اور ان کے ماحول کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے، تاکہ اس ماحول کی وجہ سے مسلمان کی راہِ دین میں صبر و استقامت متاثر نہ ہو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فاسق قوم سے علیحدگی کی دعا کرتے ہوئے فرمایا:

{رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾}[۳۷]

"الٰہی! مجھے تو بجز اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں، پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں جدائی ڈال دے۔"

معاصی، منکرات اور حرام خوری:

یہ بھی صبر و استقامت کی راہ میں حائل ایک بڑا پتھر ہے۔ چونکہ گناہ اور معاصی دنیا میں رُوحانی بوجھ ہیں، جن سے انسان کا دل بوجھل ہو جاتا ہے، پھر قیامت کے دن یہ بوجھ جسم پر بھی پڑے گا اور جسم بھی گناہوں کا بوجھ محسوس کرے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَهُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰی ظُهُوۡرِهِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴿۳۱﴾}[۳۸]

"اور وہ اس وقت اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے، (لہٰذا) خبردار رہو کہ بہت بُرا بوجھ ہے جو یہ لوگ اُٹھا رہے ہیں۔"

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"معاصی اور گناہوں کی وجہ سے انسان سُست اور بے حس ہو جاتا ہے، ان کے وبال کی وجہ سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بہت ہی کمزور ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ تعلق مع اللہ جب کمزور ہو جائے تو انسان کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنا بہت بھاری ہو جاتا ہے، نیکی کی طرف قدم اٹھانا بھی بوجھ محسوس ہوتا ہے، قدم اٹھائے بھی نہیں اُٹھتے، اسکی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور ارادے پست ہو جاتے ہیں۔"[۳۹]

گناہوں کی جتنی کثرت ہوگی دل بھی اتنا ہی کمزور ہوگا، حتیٰ کہ گناہوں کی نحوست کی وجہ سے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان راہِ دین میں صبر و استقامت سے محروم ہو جائے اور مکمل طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جائے۔ جس کے بعد اس کی تباہی اور بربادی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

{وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝}[۴۰]

"جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اُس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔"

سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے (کہ شریعت میں تمام حلال و حرام چیزوں کو واضح کر کے بیان کیا گیا ہے لیکن) ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہات ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جس نے اپنے آپ کو ان مشتبہات سے بچایا تو درحقیقت اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔ (اس کے بعد فرمایا)

((... الا و ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله، و اذا فسدت فسد الجسد کله، الا و هی القلب))[۴۱]

"سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو گا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔"

سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

((ما نزل بلاءٌ الا بذنب ولا رفع الا بتوبة))[۴۲]

Marfat.com

''جو مصیبت نازل ہوتی ہے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے، اور مصیبت جو ختم ہوتی ہے تو وہ توبہ کی وجہ سے ختم ہوتی ہے۔''

اسی طرح مزید فرمایا:

((فان العبد اذا عمل بمعصية الله عزوجل عاد حامده من الناس ذاما))[۴۳]

''جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے تو اُس کو اچھا کہنے والے بھی بُرا کہنے لگتے ہیں۔''

شیطانی وسوسے:

انسان کے عمل کو تباہ کرنے اور اس کے صبر و استقامت کو ٹھیس پہنچانے والے اسباب میں سے ایک شیطانی وساوس اور اوہام ہیں۔ انسان کے دل میں وہم اور وسوسہ ڈالنے میں شیطان مردود کو کمال حاصل ہے اور یہی شیطان کا میدانِ عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((الحمد لله الذی رد کیده الی الوسوسة))[۴۴]

''تمام تعریف اُس اللہ کے لیے جس نے شیطان کو مکر و فریب اور وسوسے کی حد تک محدود فرمایا ہے۔''

یعنی شیطان دل میں وسوسہ ہی ڈال سکتا ہے، اس سے آگے مزید کچھ نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

''یہ وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ شیاطین جو جنات میں سے ہوتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قدرت دی ہے۔ علاوہ ازیں ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔''[۴۵]

شیطان جب وسوسہ ڈالتا ہے تو انسان اس کے جال میں پھنس کر صبر و استقامت کا دامن چھوڑ دیتا ہے، سوچ بٹ جاتی ہے اور فکر متزلزل ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ عقیدہ بھی

Marfat.com

خراب ہو جاتا ہے اور انسان مخلوق سے ایسا ہی ڈرنے لگتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾}[۴۶]

''درحقیقت یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، لہٰذا تم اگر مومن ہو تو ان سے خوف نہ کھاؤ اور بس میرا خوف رکھو۔''

شیطانی وسوسوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے:

{اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾}[۴۷]

''یقیناً جو لوگ متقی ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کر لیتے ہیں، پھر یکا یک اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

سیدنا ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابن عابس رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں سب سے بہترین ذریعہء بچاؤ نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے پناہ طلب کرنے والے پناہ مانگتے ہیں، انہوں نے عرض کیا: ہاں، ضرور بتلائیے! آپ نے دونوں سورتوں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا ذکر کر کے فرمایا: یہ دونوں مُعَوِّذَتَین ہیں۔''[۴۸]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آ کر اس کے خیالات کو پراگندہ کرے تو وہ یہ پڑھے:

((آمنت بالله ورسله))[۴۹]

''میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔''

ایک اور روایت ابو زمیل رحمہ اللہ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، یہ کیا ہے جو میں اپنے سینے میں پاتا ہوں؟ انہوں نے کہا، بتاؤ؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں اس کو زبان پر نہیں لا سکتا، آپ نے فرمایا: ''کیا شک والی چیز

Marfat.com

ہے؟" اور وہ ہنس پڑے اور پھر فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکا۔[۵۰]

جب تو اس طرح کا خیال اپنے دل میں پائے تو کہہ:

{هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۳}[۵۱]

"وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی، اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔"

مبحث سوّم: صبر و استقامت کے تکنیکی موانع

ہدف مقرر نہ کرنا:

اپنے لئے ایک ہدف اور ٹارگٹ مقرر نہ کر کے کسی کام میں لگ جانا بھی بے صبری اور عدم استقامت میں مبتلا ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔ بہت سے لوگ علمِ دین حاصل کرتے ہیں، بہت سے دین کی دعوت میں لگ جاتے ہیں، لیکن ان کے سامنے کوئی ہدف نہیں ہوتا، اس لئے کچھ وقت کے بعد ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بعض اوقات بغیر سوچے سمجھے لوگ بہت بڑا کام شروع تو کر دیتے ہیں، لیکن ہدف نہ ہونے کی وجہ سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے سے قبل ہی دوسرا بڑا کام شروع کرتے ہیں اور اسے بھی ادھورا چھوڑ کر تیسرا کام شروع کر دیتے ہیں۔ یوں ان کی زندگی گزر جاتی ہے اور کسی ایک کام کو انجام تک نہیں پہنچا سکتے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل))[۵۲]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو دائمی اور مستقل ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔"

بہر حال کسی کام کے اہداف کا واضح ہونا نہایت ہی ضروری ہے اور اس کا اہم اور عالی ہونا بھی ضروری ہے، جب ہدف واضح ہو تو کام کرنے میں انسان دلچسپی بھی لے گا اور بے صبری اور عدم استقامت کا شکار بھی نہیں ہوگا۔

Marfat.com

حقیقت پسندی کا فقدان:

حقیقت پسندی کا فقدان بھی صبر و استقامت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ایک وسیع مفہوم ہے جس کے تحت بہت سی جزئیات شامل ہیں جن کا احاطہ اور شمار تقریباً ناممکن ہے۔ دین میں غلو اور شدت ان میں سے ایک ہے۔ اس لئے متعدد آیات اور احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ مثال کے طور ہر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ}[۵۳]

"اے اہلِ کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ۔"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَرَهْبَانِيَّةِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا}[۵۴]

"ہاں رہبانیت تو اُن لوگوں نے خود ایجاد کر لی تھی ہم نے اُن پر اسے واجب نہ کیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے۔ سو انہوں نے اُس کی پوری رعایت نہ کی۔"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((هلك المتنطعون ثلاثا))[۵۵]

"غلو اور تکلف سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔ (یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی)"

رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے تو اُن کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خاتون کون ہے؟ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یہ فلاں خاتون ہے، اس کی نماز کا ذکر کیا (کہ یہ ایسی عبادت گزار خاتون ہے) تو آپ نے فرمایا کہ بس کرو، تم لوگوں پر اتنی ہی عبادت کرنا لازم ہے، جتنی کہ تم استطاعت رکھتے ہو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اجر و ثواب دینے نہیں تھکے گا، یہاں تک کہ تم خود تھک کے بیٹھ جاؤ گے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کو وہ عبادت پسند ہے جس پر انسان ثابت قدم رہے اور ہمیشہ کرتا رہے (چاہے تھوڑا عمل ہی کیوں نہ ہو لیکن مداومت اختیار کرنی چاہیئے)۔"[۵۶]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط}[۵۶]

"اللہ کسی بھی شخص کو اُس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔"

حقیقت پسندی کے فقدان کی ایک اور صورت انسان کا اپنے نفس کی بنیادی ضرورتوں جیسے کھانا پینا اور سونا وغیرہ کا خیال نہ رکھنا ہے، جن پر اس کی صحت کا دارومدار ہے۔ اس کی نتیجہ بھی سستی، کاہلی اور راہِ دین میں عدم صبر و استقامت کی صورت میں نکلتا ہے۔ امام ابن القیمؒ نیند کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جس طرح زیادہ سونا کئی مفاسد اور بیماریوں کو جنم دیتا ہے، اسی طرح نیند کو بالکل ہی ترک کرنا یا مناسب مقدار سے کم کرنا بھی اس سے بڑی آفات و نقصانات کا باعث بنتا ہے، اس سے انسان کا مزاج خراب ہوتا ہے، دماغ پر خشکی طاری ہوتی ہے، جس کے بعد دماغ صحیح طرح کام نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ بھی بہت سے امراض لاحق ہو جاتے ہیں جن کے ہوتے ہوئے انسان اپنے بدن سے درست کام نہیں لے سکتا۔"[۵۷]

معلوم ہوا کہ ہر عمل کی طرح نیند کے عمل میں بھی اعتدال کا دامن تھامنا چاہیئے اور یہی ہر عمل میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

قابلِ مذمت غصہ اور جذباتیت:

انسانی جذبات میں غصہ ایک ایسا جوش ہے، جس کی مہار قابو میں رکھ کر اگر اسے مثبت راہ پر لگا دیا جائے اور اسے دینِ الٰہی کے نفاذ میں اور اس کی راہ میں حائل مشکلات دور کرنے میں صرف کیا جائے تو اس کے نتائج بہت حوصلہ افزا ہوتے ہیں۔ ایسا غصہ قابلِ تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ذکر کیا ہے کہ جب ان کو علم ہوا کہ ان کی قوم نے بچھڑے کو رب بنا لیا ہے تو وہ برافروختہ ہو گئے:

Marfat.com

{وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ}[۵۸]

''اور جب موسیٰ غصے اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔''

دوسری جانب ایسا غیظ و غضب جو صبر و استقامت کے منافی بلکہ اس کی خیر و برکت کو چاٹ جانے والی بلا ہے اور جو باطل اور غلط کام کی خاطر اور شیطان کو خوش کرنے کے لئے ہوتا ہے، قابل مذمت ہے۔ جیسے جاہلیت کی ضد، ہٹ دھرمی، شرعی احکام کے نفاذ پر غصے میں آنا دینی مدارس و دعوتی پروگراموں پر ناک بھوں چڑھانا، بے پردگی کی پرجوش حمایت میں آستین چڑھا لینا اور آپے سے باہر ہو جانا۔ ایسا غصہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو تاکید کے ساتھ وصیت فرمائی تھی:

((لا تغضب))

''تو غصہ نہ کر''

وہ آدمی کہتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے یہ بات کہی تو میں نے اس پر غور کیا اور اس نتیجے تک پہنچا کہ غصے میں تمام برائیاں موجود ہیں۔[۵۹]

امام ابو حامد غزالیؒ کہتے ہیں:

''جب غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو انسان صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے، ہر نصیحت کو سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی عقل کی روشنی سے روشنی حاصل کرنا بھی چاہے تو ناکام رہتا ہے، کیونکہ غصے کے دھوئیں کی وجہ سے عقل کی روشنی بجھ جاتی ہے۔''[۶۰]

سب سے زیادہ خوبصوت عقل کا مالک وہ انسان ہے جو غصے میں نہ آئے، کیونکہ غصے کی حالت میں عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے، صبر و استقامت کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور انسان کے جو جی میں آتا ہے وہ کہتا ہے اور جو اس کا دل کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے۔

کمزور تربیت:

عصر حاضر میں اُمت کے مردوں خصوصاً نوجوان لڑکوں کی تربیت بہت کمزور ہو چکی

Marfat.com

ہے اور عورتوں کی تربیت بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مغرب نوازی کا ایسا طوفان برپا ہے جس کی رو میں نوجوان نسل بہتی چلی جارہی ہے۔ جب اولاد کی تربیت نہیں ہوگی تو وہ کسی بھی آزمائش اور امتحان کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہی تو وجہ ہے کہ ہمارے زمانے میں دین پر استقامت نہ ہونے کے برابر ہے۔

اُمت مسلمہ کی نوجوان نسل کو صحیح تربیت کی اشد ضرورت ہے اور وہ تربیت بھی قرآن و سنت کے بتائے ہوئے اصولوں اور سلف صالحین کے طریقے پر ممکن ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی عمدہ تربیت فرمائی کہ ان کی مثال پیش کرنے سے تاریخِ انسانی قاصر ہے۔ وہ مصائب وآلام کے مقابلے میں عزم وثبات کا کوہِ گراں ثابت ہوئے، اللہ کے راستے میں انہیں جو بھی مشکل پیش آئی اسے خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

عمل اور فطری صلاحیت میں عدم مطابقت:

ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے مختلف کام کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ کسی کے اندر ایک کام کی اچھی صلاحیت ہے تو دوسرے کے اندر کسی اور کام کرنے کی اچھی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ مثلاً ایک شخص کتابت کا فن سیکھنا چاہتا ہے اور اس کی مشق کرتا ہے، بھرپور محنت کرتا ہے لیکن اس کے باوجود نہیں سیکھ پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کام کا اس نے انتخاب کیا ہے وہ اس کی فطری صلاحیت اور خداداد قابلیت کے مخالف ہے، اس کے اندر اس چیز میں مہارت حاصل کرنے کا ملکہ ہی نہیں رکھا گیا۔ انسان جو بھی کام اپنے نفس کو مجبور کر کے منتخب کرے گا، آخر کار اس کا نفس اس سے بیزار ہو جائے گا اور صبر واستقامت کھو بیٹھے گا اور وہ عمل یوں ہی ادھورا رہ جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((علیکم بما تطیقون))[٦١]

''تم پر وہ کام کرنا لازم ہے جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔''

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

Marfat.com

اذا لم تستطع شیئا فدعه
وجاوزه الی ما تستطیع[۶۲]

''جو کام آپ کر نہیں سکتے، اسے چھوڑ دیں۔ اس کے بجائے وہ کام کریں جو آپ آسانی سے کر سکتے ہیں۔''

والدین کو اپنی اولاد کی فطری صلاحیتوں سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ان کو اسی کام پر لگائیں جو ان کی طبیعت کے موافق ہو۔ اس طرح وہ اپنے پسندیدہ فن میں مہارت حاصل کریں گے۔ یہ بات یاد رہے کہ زیر بحث موضوع کا تعلق اُن امور اور افعال سے ہے جو مستحبات اور فرض کفایہ سے متعلق ہیں، باقی جو فرض عین امور ہیں، اُن کی انجام دہی ہر حال میں لازم ہے۔

مبحث چہارم: صبر واستقامت کے تربیتی موانع

بے صبری / جلد بازی وعجلت پسندی:

انسان اپنی طبیعت اور خلقت کے اعتبار سے بڑا ہی جلد باز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی گھٹی میں یہ چیز ودیعت کر رکھی ہے اور اس کی خلقت کو اسی صورت میں ڈھالا ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود، ارشاد فرماتے ہیں:

{خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط}[۶۳]

''انسان جلد باز مخلوق ہے۔''

جو انسان صبر واستقامت سے کام نہ لے اور عجلت پسندی اور وقت سے پہلے اپنی محنت کا پھل حاصل کرنے کی تگ ودو شروع کر دے تو جلد بازی میں سب کچھ گنوا بیٹھتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیئے کہ سمجھ بوجھ کے ساتھ کام کرے یہاں تک کہ نتیجہ تک رسائی مل جائے۔ چاہے اس میں تاخیر ہی کیوں نہ واقع ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صبر کا حکم دیا ہے اور جلد بازی سے کام لینے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ جلد بازی سے کام نہ لینا اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا اُسوہ حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا:

Marfat.com

{فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط}[٦٤]

"پس آپ صبر کریں جس طرح عزم وہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لئے جلدی کا مطالبہ نہ کریں۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

{فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ ط}[٦٥]

"پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اُس نے غم کی حالت میں دُعا کی۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

((التودة والاقتصاد والسمت الحسن جزءٌ من اربعة و عشرين جزءٌ من النبوة))[٦٦]

"جلد بازی سے بچنا، میانہ روی سے چلنا اور اچھے طور طریقے اور چال چلن نبوت کا چوبیسواں حصہ ہیں۔"

انفرادیت اور فرقہ بندی کا فتنہ:

جو شخص اجتماعیت کو چھوڑ کر انفرادیت کی زندگی اپنائے گا اور گوشہ نشینی اختیار کرے گا تو اس کا شیرازہ بکھر جائے گا اور قوت منتشر ہو جائے گی۔ بے صبری اور عدم استقامت کا شکار ہو جائے گا کیونکہ انفرادی راستے میں کوئی اس کا ساتھ دینے والا اور ہمت باندھنے والا نہیں ہو گا۔ اسلام ایک اجتماعی دین ہے اور اس میں انفرادیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، سوائے چند عبادات کے جن میں تہجد وغیرہ شامل ہے، باقی تمام دینی امور اور عبادات اجتماعیت سے عبارت ہیں۔ جیسے نماز باجماعت، زکوٰۃ کا نظام، روزہ اور حج تو ساری دنیا کے مسلمانوں کی اجتماعیت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((صومکم یوم تصومون، و فطرکم یوم تفطرون و الاضحی یوم تضحو))[٦٧]

''تمہارا روزہ اُسی دن شروع ہوگا جس دن سب روزہ رکھیں گے اور تم عید الفطر بھی اُسی دن مناؤ جس دن سارے عید منائیں گے اور تم عید الاضحی بھی اُسی دن مناؤ جس دن سارے مسلمان منائیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((علیکم بالجماعة، و ایاکم والفرقة، فان الشیطان مع الواحد، و هو من الاثنین ابعد، من اراد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة))[٦٨]

''تم پر اجتماعیت لازم ہے اور اپنے آپ کو تفرقہ بازی سے بچاؤ، اس لیے کہ اکیلے انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو سے دور ہٹ جاتا ہے، جو جنت کے وسط میں گھر چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ اجتماعیت کو لازم پکڑے۔''

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے منسوب قول ہے:

((کدر الجماعة خیر من صفو الفرد))[٦٩]

''جماعت کا گدلا پانی بھی انفرادیت کے صاف پانی سے بہتر ہے۔''

جماعت ناجیہ سے کٹ جانے والے کی مثال لق و دق صحرا میں اُگنے والے اُس پودے کی طرح ہوگی جو ایک نہ ایک دن طوفانی تھپیڑوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ کر ختم ہو جائے گا، یا اس بکری کی طرح ہوگا جو ریوڑ سے الگ تھلگ ہو کر کسی گھاٹی میں بھیڑیے کی خوراک بن جائے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

((انما یاکل الذئب من الغنم القاصیة))[٧٠]

''بھیڑیا اسی بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور چلی جائے۔''

آپس میں تفرقہ بازی، فرقہ پرستی اور اختلاف سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

Marfat.com

الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾} [۷۱]

''تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، اُنہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص} [۷۲]

''اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، آپس میں متفرق مت ہو جاؤ۔''

افسوس کہ اس اُمت کے تفرقہ بازوں نے بھی ٹھیک یہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں اُنہیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں مگر وہ اپنے دُنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لئے فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل و ذہانت کا سارا جوہر سابقہ اُمتوں کی طرح تاویل وتحریف کے مکروہ شغل میں ضائع کر رہے ہیں۔

طویل انتظار اور ممد ومعاون اسباب کی قلت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

{اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾} [۷۳]

''کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اُس سے نرم ہو جائیں اور اُن کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اُن سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب اُن پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں بہت سے فاسق ہیں۔''

اس ارشادِ ربانی میں غور فرمائیں تو لمبی امیدوں اور طویل انتظار کا نقصان واضح ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لا یزال قلب الکبیر شابا فی اثنتین فی حب المال و طول الامل)) [۷۴]

Marfat.com

''انسان کے بوڑھا ہونے کے باوجود دو چیزیں جوان رہتی ہیں، ایک مال کی محبت اور دوسرے لمبی اُمیدیں۔''

جب طویل انتظار کے ساتھ لمبی اُمیدیں بھی جمع ہو جائیں تو انسان کی مشکلات دوگنی ہو جاتی ہیں، اس کے ارادے اور ہمت پست ہو جاتی ہے، صبر و استقامت کا دامن چھوٹنے لگتا ہے۔ اِنہی اُمیدوں نے سابقہ اُمتوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

{ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٣}[۷۵]

''(اے پیغمبر!) ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو کہ یہ خوب کھا لیں، مزے اُڑا لیں اور خیالی اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں، کیونکہ عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا (کہ حقیقت کیا تھی)۔''

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تزود من التقویٰ فانك لا تدری
اذا جن لیل هل تعیش الی الفجر
فکم من سلیم مات من غیر علة
وکم من سقیم عاش حینا من الدهر
وکم من فتی یمسی ویصبح آمنا
وقد نسجت اکفانه وهو لا یدری[۷۶]

''تقویٰ کو اپنے لیے زادِ راہ بنا لو، اس لیے کہ تمہیں نہیں معلوم کہ جب رات چھا جائے گی تو تم صبح تک زندہ بھی رہو گے یا مردوں میں تمہارا شمار ہو گا، کتنے ہی ایسے لوگ موت کی وادی میں چلے گئے جو جسمانی صحت سے مالا مال تھے اور کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو بیمار ہونے کے باوجود ایک زمانے تک زندہ رہتے ہیں، کتنے ہی ایسے جوان ہیں جو صحیح و سلامت صبح و شام کرتے ہیں، لیکن ان کے کفن تیار ہو چکے ہیں، مگر انہیں کچھ علم نہیں ہے۔''

اس لیے مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کی تجدید اور نفس کا محاسبہ کرتا رہے، ہر وقت

Marfat.com

موت اور موت کے بعد آنے والی زندگی اور سخت ترین منزلوں کو ہمیشہ مدنظر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر بھروسہ رکھے۔

مایوسی و نا اُمیدی:

مایوسی و نا اُمیدی بھی صبر و استقامت کی راہ کا کانٹا ہے۔ اسی لئے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو مایوسی سے منع فرما کر اُس کے بُرے انجام سے متنبہ اور آگاہ فرما دیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے:

{یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ} [۷۷]

"اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔"

اللہ کی رحمت سے مایوسی کو گمراہوں کی نشانی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝۵۶} [۷۸]

"گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہوتے ہیں۔"

مایوسی و نا اُمیدی کا مریض زندگی کی دوڑ میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے اور گمراہی اُس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ مشکلات و مصائب میں صبر و استقامت ہی اُمید کی کرن ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اہل ایمان کو سخت سے سخت حالات میں بھی صبر و استقامت کا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی اُمید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

جزع و بے تابی:

جزع سے مراد بے صبری ہے۔ یہ مذموم ترین صفت ہے جو دُنیا و آخرت میں انسان کو ذلت اور بدبختی سے دو چار کر دیتی ہے اور انسان کو بلند مقامات تک پہنچنے سے روک دیتی ہے۔ اس صفت کی بدولت معاشرے میں انسان کی عزت بھی جاتی رہتی ہے اور اُس کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے۔ انسان حوادث اور مشکلات کے سامنے ہمت ہار جاتا ہے۔ مایوس

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ بے تابی کرتا ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کوشش اور جدو جہد ترک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس صفت کے حوالے سے انسان کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

{اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾}[۷۹]

''بے شک انسان تو پیدا کیا گیا ہے کم حوصلہ۔ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑا بے صبرا ہے۔ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔''

ان آیات کریمہ میں جن انسانوں کی مذمت کی جارہی ہے، وہ غیر تربیت یافتہ افراد ہیں لیکن جن لوگوں کی ایمانی تربیت ہو جاتی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾}[۸۰]

''مگر وہ نمازی، جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں، اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک اُن کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ اور

Marfat.com

جولوگ اپنی شرم گاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں۔ ہاں اُن کی بیویوں اورلونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں اُنہیں کوئی ملامت نہیں۔اب جوکوئی اس کے علاوہ (راہ) ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔اور جواپنی امانتوں کااوراپنے قول وقرار کاپاس رکھتے ہیں۔اور جواپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں۔اور جواپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔"

سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

((الجزع لا یدفع القدر ولٰکن یحبط الاجر))[۸۱]

"جزع تقدیر کوتو نہیں ٹال سکتی لیکن انسان کے اجرکو برباد کردیتی ہے۔"

ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کوعبور کرنے کاطریقہ یہ ہے قرآن کریم کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے، انبیائے کرام علیہم السلام پر آنے والے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے، بالخصوص رسول کریم ﷺ کی سیرت اورآپ پرآنے والے مصائب ومشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے اُسوۂ حسنہ سے روشنی لی جائے۔اہلبیت عظام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دین حق کے لئے جوقربانیاں دیں ہیں اوران پر جوحالات آئے ہیں، انہیں ہمیشہ اپنے ذہن میں تازہ رکھا جائے۔اس کے علاوہ دین حق کی سربلندی کے لئے اسلاف کے کارناموں کوملحوظ نظر رکھا جائے تو ہر مسلمان کے لئے دین حق کے راستے میں آنے والی آزمائشوں سے نمٹنا آسان ہوگااوروہ ہر قسم کی مشکلات کے سامنے صبر واستقامت کاکوہِ گراں ثابت ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کاارشاد گرامی ہے:

{یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰}[۸۲]

"اے ایمان والو!صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔"

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں میں ہرگز شامل نہ فرمائے جنہوں

Marfat.com

نے صبر و استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور ہمیشہ ہمیش کا خسارہ اُن کا مقدر ٹھہرا اور وہ اپنے کفر کی وجہ سے اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت کے مستحق ٹھہرے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝} [۸۳]

"اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد کافر ہو جائیں، اللہ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہِ راست پر نہیں لاتا۔ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ جس میں یہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ انہیں مہلت دی جائے گی مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

فصل دوّم:

حصولِ صبر و استقامت کے محرکات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن فرائض کی ادائیگی کا ہمیں حکم دیا ہے ان پر قائم رہنا اور جمے رہنا ہی صبر و استقامت ہے۔ جب یہ استقامت دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو ہمارا ایمان اور عقیدہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل ہی ایمان کی جڑ ہے۔ جب دل صحیح ہوگا تو انسان پورے کا پورا صحیح ہوگا۔ مگر آج ہم نام نہاد مسلمانوں کی طبع نازک پر احکامِ دین بڑے ناگوار گزرتے ہیں،

Marfat.com

نماز کو قید، رمضان کو بھاری سمجھنے والا آسائشوں کا رسیا مسلمان اسلام کی خاطر معمولی سی تکلیف بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر اللہ مالک الملک کی طرف سے چھوٹی سی آزمائش بھی آتی ہے تو اس کی شکووں بھری زبان کھل جاتی ہے اور وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ٹھہرتا ہے:

{إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾}[۸۴]

''جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑا بے صبرا ہے۔''

ایسا انسان صبر واستقامت کا دامن تار تار کر بیٹھتا ہے، چونکہ اسلام وراثت میں مل گیا اب وہ دین کی خاطر قربانیاں دینا ایک گزرا ہوا خواب یا صرف بزرگوں کی داستان سمجھتا ہے اور بس۔ جبکہ اسلام کی فطرت یہ ہے کہ اپنے ماننے والوں کو آزمائشوں سے گزار کر مس خام کو کندن بنائے اور کھرے کھوٹے کی تمیز کرے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اپنوں کو پریشانی و پشیمانی، خوف وخطر، فقر وافلاس، قحط الاموال اور قحط الرجال جیسی آزمائشوں میں ڈالتا ہے اور پھر صبر واستقامت کا دامن تھامنے والوں کو ہر لمحہ نصرت فرما کر دُنیا وآخرت کے درجات سے نوازتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ وصیت کے طالب کو صبر واستقامت کی ہی وصیت فرماتے ہیں۔ جب سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے عرض کیا:

((یا رسول اللہ ﷺ! قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنه احدا بعدك))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بتائیں جس کے بارے میں مجھے آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنا نہ پڑے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

((قل اٰمنت باللہ ثم استقم))[۸۵]

''تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جا۔''

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلام لانے اور عقیدہء توحید اپنانے کے بعد مصائب وآلام کا آنا لازمی ہے اور کامیابی صبر واستقامت میں ہی ہے اور یہی بات قرآن کریم نے مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے:

Marfat.com

{اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾}[۸۶]

"کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سُن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔"

جب یہ بات اٹل ہے کہ عصر حاضر میں اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان معرکہ بپا ہے اور اسلام کے لئے مصائب سے دو چار ہونا پڑتا ہے، دین کے لئے قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور مغربی تہذیب کے خلاف معرکے میں صبر و استقامت کا دامن تھامنے سے ہی ایمان مضبوط رہتا ہے۔ تو پھر آئیے! اُسوہء حسنہ کی روشنی میں صبر و استقامت کے حصول کے ذرائع معلوم کریں اور اُن کو اپنانے کی کوشش کریں تا کہ ہم بھی اُن لوگوں کی صف میں شامل ہو جائیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع}[۸۷]

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں

Marfat.com

گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔"

ذیل میں صبر و استقامت کے حصول کے اہم ترین ذرائع اور بنیادی باتیں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر کئے گئی ہیں۔ اگر کسی میں صبر و استقامت کی کمی ہو تو وہ ان ذرائع سے اپنی ذات میں صبر اور استقامت کو تقویت دے سکتا ہے۔ صبر و استقامت کے ذرائع کی شناخت اور اُن سے آگاہی ضروری ہے بصورت دیگر منزل مقصود تک پہنچنا دشوار ہو جائے گا۔

امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں:

"شناخت اور آگاہی کے بغیر کام انجام دینے والے کی مثال اُس شخص کی جیسی ہے جو گم شدہ راہ پر قدم بڑھاتا ہے۔ وہ جس قدر بھی تیز چلے اپنی منزل مقصود سے دور ہوتا جائے گا۔"[۸۸]

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں صبر و استقامت کے محرکات کو جاننے اور اُن کو اپنی زندگی کا شعار بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مبحث اوّل: حصول صبر و استقامت بذریعہ ایمانیات

کلمہء توحید پر کاربند رہنا:

جب انسان کلمہء توحید کو قبول کرلے اور طاغوتی طاقتوں کا انکار کر دے، تو گویا اس نے دین کی اصل بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا، یعنی اسے استقامت نصیب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝}[۸۹]

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہو چکی ہے، اس لئے جو شخص اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے

Marfat.com

اللہ پر ایمان لائے اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

کلمہء حق کی قبولیت سے صبر و استقامت اور ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ جن کے دلوں میں کلمہء طیبہ کی محبت رچ بس جاتی ہے، آزمائش کے وقت اُن کے پائے استقلال میں تزلزل نہیں آتا اور قیامت کے دن بھی جب اُن سے اُن کے دین و عقیدہ کے بارے میں سوال ہوگا تو میدانِ محشر کی ہولناکیوں سے متاثر ہو کر اُن کی زبانیں نہیں لڑکھڑائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾} [۹۰]

"اللہ ایمان والوں کو دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات یعنی کلمہء طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

کلمہ طیبہ کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ مومن کسی حال میں بھی نہیں گھبراتا، وہ مصائب و مشکلات کے دور میں بھی اللہ پر بھروسہ رکھتا، ثابت قدم رہتا اور استقلال سے سب کچھ برداشت کر جاتا ہے اور آخرت میں تو اسے بعینہ وہی مناظر پیش آئیں گے جن پر وہ پہلے ہی ایمان رکھتا تھا، لہٰذا وہاں بھی اس کے گھبرانے کی کوئی وجہ نہ ہوگی اور اس کلمہ کی برکت سے وہاں بھی وہ ثابت قدم رہے گا۔ [۹۱]

اس کی تفسیر حدیث مبارکہ میں اس طرح آتی ہے۔ سیدنا براء بن عاذبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ پس یہی مطلب ہے اللہ کے اس فرمان کا۔" [۹۲]

تقدیر پر ایمان لانا:

تقدیر پر ایمان لانا، ایمان کے چھ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہؓ

Marfat.com

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا یومن احد کم بالقدر خیرہ و شرہ حتیٰ یعلم ان ما اصابہ لم یکن لیخطئہ وان ما اخطاہ لم یکن لیصیبہ)) [۹۳،ا]

''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک تقدیر کے اچھا یا برا ہونے کے بارے میں ایمان نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ یہ یقین نہ کر لے کہ جو کچھ اُسے مصیبت پہنچی ہے، وہ لازماً اُسے پہنچ کر رہنی تھی اور جو چیز اُس تک نہیں پہنچی، وہ اُس تک کسی صورت بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((واعلم ان الامة لوجتمعت علی ان ینفعوك بشیء لم ینفعوك الا بشیء قد کتبہ اللہ لك وان اجتمعوا علی ان یضروك بشیء لم یضروك الا بشیء قد کتبہ علیك لك وان اجتمعوا علی ان یضروك بشیء قد کتبہ اللہ علیك)) [۹۳،ب]

''جان لو کہ اگر ساری اُمت اس بات پر جمع ہو جائے کہ وہ تمہیں کسی چیز کا فائدہ پہنچائیں تو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس بات کا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچائیں تو وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔''

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ، کا قول ہے:

((اصل الصبر حسن الیقین باللہ)) [۹۴]

''صبر کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر حسن یقین ہے۔''

تقدیر پر ایمان لانے سے انسان میں صبر و شکر والا رویہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ عزیمت و استقامت کی راہ اختیار کرتا ہے اس لئے کہ تقدیر کو تسلیم کرنے والا انسان جانتا ہے کہ زندگی، موت، صحت، بیماری، خوشی، غمی، عزت، ذلت الغرض ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ

Marfat.com

میں ہے، وقت سے پہلے کوئی موت نہیں دے سکتا، جو لقمہ منہ میں جانا ہے، دُنیا کی کوئی طاقت اُسے چھین نہیں سکتی۔ اگر اللہ نے عزت رکھنی ہے تو دُنیا والے اس عزت کو ذلت میں نہیں بدل سکتے۔ گو کہ اس میں اس کی اپنی محنت بھی شامل ہوتی ہے مگر ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ یہ محنت بھی تبھی کارگر ثابت ہوتی ہے جب اللہ کی طرف سے اس کا بارآور اور فائدہ مند ہونا مقدر ہو ورنہ ہزاروں محنتیں اللہ نہ چاہے تو رائیگاں بھی چلی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۖ﴿۲۲﴾ لِّكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَآ اٰتٰىكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ﴿۲۳﴾}[۹۵]

"نہ کوئی مصیبت دُنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمھاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اُس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ پر (بالکل) آسان ہے۔ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اتراجاؤ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی سب باتیں لکھ دی ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((قدر الله المقادير قبل ان يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة))[۹۶]

"اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ہی ساری تقدیریں لکھ دی تھیں۔"

تقدیر پر ایمان رکھنے والا ایک مسلمان نقصان اور مصیبت پہنچنے پر یہی یقین رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو کر ہی رہنا تھا۔ یہ رویہ اور سوچ انسان کو عاجز

Marfat.com

کر دینے اور عمل سے روک رکھنے کی بجائے ایک طرف اسے صبر اور حوصلہ دلاتی ہے اور دوسری طرف اس میں مزید اس بات کی رغبت پیدا کرتی ہے کہ اسے پھر سے اللہ پر توکل کر کے محنت کرنی چاہیئے کیونکہ ضروری نہیں کہ اس کے مقدر میں ہمیشہ نقصان اور خسارہ ہی لکھا ہو۔

شکر اور صبر کے اس رویے کو درج ذیل حدیث میں ایک مومن کے لئے عمدہ ترین چیز قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عجبا لامر المومن، ان امرہ کلہ خیر، ولیس ذاك لاحد الا للمومن: ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ۔ وان اصابتہ ضرا صبر، فکان خیرا لہ))[۹۷]

''مومن کا معاملہ باعثِ تعجب ہے۔ بلاشبہ اس کا ہر کام (سراپا) خیر ہے اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کے لئے بھی نہیں۔ اگر اُسے خوشی پہنچے اور وہ شکر کرے، تو (اس خوشی کی آمد) اس کے لئے خیر ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچے (اور) وہ اس پر صبر کرے، تو (اس کی آمد) اس کے لئے سراسر خیر ہے۔''

تقدیر پر ایمان رکھنے والا انسان ہر نازک اور پر خطر موقع پر اللہ پر توکل کرتا ہے اور حق کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے صبر و استقامت کی راہ پر چلنا آسان بنا دیتے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس نے مسلمانوں کو ہمیشہ حق کی راہ میں لڑ مرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہر طاقت سے ٹکرا جانے کا حوصلہ دیا۔

ایمان کی تجدید:

مردانگی و شجاعت کے درخت کی سینچائی ایمان سے ہوتی ہے۔ انسان کے تمام فضائل سے آراستہ ہونے کا باعث بھی ایمان ہی ہے اور ایمان ہمیشہ صبر و استقامت کے ہمراہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان الایمان یخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب فاسالوا اللہ ان یجدد الایمان فی قلوبکم))[۹۸]

Marfat.com

"بلا شبہ تم میں سے ایک شخص کے اندر کا ایمان ایسے ہی پرانا اور بوسیدہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید کرے۔"

جو ایمان دار ہے وہی صبر و استقامت رکھتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ جو ایمان دار نہیں وہ صبر و استقامت سے عاری ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ فرماتے ہیں:

((ان المومن اشد من زبر الحدید ان زبر الحدید اذا دخل النار تغیّر وان المومن لو قتل ثم نشر ثم قتل لم یتغیر قلبه))[۹۹]

"ایمان دار شخص لوہے سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔ لوہے کو جب آگ میں ڈالتے ہیں تو وہ متغیر ہو جاتا ہے لیکن مومن اگر ایک دفعہ قتل ہو کر زندہ ہو اور پھر قتل ہو تو بھی اُس کا قلب نا قابل تغیر ہے اور اُس کا ایمان قائم و محکم ہے۔ مومن کا ایمان قتل ہو جانے سے اور زیادہ مضبوط، پائیدار اور راسخ ہو جاتا ہے چونکہ وہ حقیقی دُنیا سے آشنا ہو کر سمجھ جاتا ہے کہ جس راہ کو اس نے طے کیا ہے وہی حقیقی اور صحیح راہ تھی۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

((المومن اعز من الجبل، الجبل یستقل بالمعادل والمومن لا یستقل من دینه))[۱۰۰]

"ایماندار شخص کی استقامت اور پائیداری پہاڑ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ پہاڑ کو کدال سے کھود کر کم کیا جا سکتا ہے لیکن مومن کا ایمان کسی بھی کدال سے کم نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ اپنے اعتقاد پر ثابت قدم اور پائیدار رہتا ہے۔"

اگر ایمان کی تجدید نہ ہو تو بہت سی باطنی بیماریاں بالخصوص بے صبری، عجلت پسندی اور عدم استقامت اسے گہنا دیں گی، بیماریوں سے بچاؤ کے لئے ایمان کی تجدید نسخہء کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے:

Marfat.com

{اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾}[۱۰۱]

"یقیناً جولوگ متقی ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو وہ چونک پڑتے ہیں، پھر یکا یک اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔"

قرآن کریم میں جہاں ایمان میں اضافے اور زیادتی کا ذکر آیا ہے، ان آیات کو اس پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد ایمان کی حفاظت اور اس کی تجدید ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

{لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ ط}[۱۰۲]

"تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

{فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا}[۱۰۳]

"سو جولوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے۔"

لہٰذا آیات وروایات میں وارد مختلف طریقے ایمان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور صبر واستقامت کی صفات پیدا ہوتی ہیں جیسے کثرت عبادت، سنن اور نوافل کا اہتمام، نفلی روزے، قیام اللیل کی پابندی تو گویا ایک نسخہء کیمیا ہے۔ اسی طرح چھپا کر صدقہ دینا، صلہ رحمی، یتیموں، مسکینوں، فقیروں کے ساتھ ہمدردی، حج وعمرہ، اعتکاف، دل کا مسجدوں میں معلق رہنا وغیرہ، یہ اور ان جیسے دوسرے امور سے مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل ایمان کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((من احب لله و ابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان))[۱۰۴]

"جس نے اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت کی، اللہ ہی کے لئے نفرت کی، اللہ ہی کے لئے کسی کو مال دیا اور اللہ ہی کی رضا کی وجہ سے کسی کو محروم کیا اُس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے مدد اور پناہ طلب کرنا:

مصائب و آلام میں صبر و استقامت کے گوہر کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ سیدنا زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ظاہری اور پوشیدہ فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو، ہم نے کہا:

((نعوذ باللہ من الفتن ما ظھر منھا وما بطن))

''ہم ظاہری اور پوشیدہ فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو، ہم نے کہا:

((نعوذ باللہ من فتنۃ الدجال))[۱۰۵]

''ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے سلسلے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے ایک عظیم مثال لی جا سکتی ہے، جب عزیز مصر کی بیوی سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی اور انہیں دعوتِ گناہ دینے لگی۔ قرآن کریم نے اس کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

{وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ}[۱۰۶]

''اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: لو آجاؤ۔''

اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فوراً شیطان کے وساوس اور بہکاوے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

{قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳}[۱۰۷]

''یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔''

Marfat.com

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے پاس ظالم بادشاہ بُرا ارادہ لے کر آیا تو انہوں نے استعانت بالصلوٰۃ کا طریقہ اپنایا:

((فقامت توضات وتصلی))

سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا نے نماز پڑھی اور دُعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارا:

((اللھم ان کنت اٰمنت بك و برسولك و احصنت فرجی الا علی زوجی فلا تسلط علی ھذا الکافر))

"اے اللہ! بے شک میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرمگاہ کو اپنے خاوند کے علاوہ تمام لوگوں سے محفوظ رکھا، تو اے اللہ! آج بھی میری عزت کو اس کافر سے محفوظ فرما اور اس کو مجھ پر مسلط نہ کر۔"

اس پکار پر نہ صرف اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو محفوظ فرما دیا بلکہ بادشاہ نے آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ایک خادمہ ہاجرہ نامی بھی دے دی۔[۱۰۸]

ہر لمحے اور ہر معاملے میں مومن کو چاہیئے کہ وہ اللہ کی پناہ مانگے، اسی سے دعا مانگے اور اپنے نفس پر جو کہ شیطان کا بھائی ہے بھروسہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد جب تک شامل حال نہ ہو اس وقت تک مومن کچھ بھی نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہمیں نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں:

{اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝}[۱۰۹]

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

((کان رسول اللہ ﷺ اذا حزبہ امرٌ صلی))[۱۱۰]

"رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو آپ نماز پڑھنے لگتے۔"

درحقیقت جو اللہ کی مدد سے محروم ہے وہ کسی صورت بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰی مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ

Marfat.com

أَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾} [۱۱۱]

''اور اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ اور اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو نفس کے شرور سے پناہ مانگنے کے حوالے سے تعلیم فرمائی کہ ہر صبح و شام اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں:

((یا حی یا قیوم برحمتك استغیث اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الیٰ نفسی طرفة عین)) [۱۱۲]

''اے زندہء جاوید! اے کائنات کے نگران! میں تیری ہی رحمت کے ذریعے سے فریاد کرتی ہوں، تو سنوار دے میرے سب کام اور نہ سپرد کر مجھے اپنے نفس کے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی۔''

جب رسول کریم ﷺ دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو زیر لب یہ دعا فرما رہے تھے:

((اللهم خذ العیون والاخبار من قریش حتی نباغتها فی بلادها)) [۱۱۳]

''اے اللہ! قریش کی آنکھوں اور ان کے سراغ رساں لوگوں کو ناکام کر دے یہاں تک کہ ہم ان کے شہر میں ان کے سروں پر پہنچ جائیں۔''

اخلاص اور تقویٰ:

مخلوق سے قطع نظر کر کے ہمیشہ خالق کی طرف نظر کرنا اخلاص کہلاتا ہے۔ صبر و استقامت ایک بلند اور پُر مشقت مقام ہے جس تک صرف وہی متقی اہلِ ایمان پہنچ سکتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے عمل کرتے ہوں اور جنہوں نے اپنی گردنوں سے غیر اللہ کی بندگی کا قلادہ اتار پھینکا ہو اور مال و جاہ، اقتدار، عیش و آرام، لذتوں اور دیگر تمام ان چیزوں

Marfat.com

سے منہ موڑ لیا ہو اور بے تعلق ہو گئے ہوں جن سے اس دنیا میں لوگوں کے دل اٹکے رہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

{یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا}[۱۱۴]

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی چیز دے گا۔"

{اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ}[۱۱۵]

"ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اُس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اُس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اُس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا۔"

مومن کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے سے زندہ فرما دیتا ہے جس سے زندگی کی راہیں اُس کے لئے روشن ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان و ہدایت اور صبر و استقامت کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ کامیابی و کامرانی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم))[۱۱۶]

"اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔"

سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ:

"اخلاص یہ ہے کہ انسان کی حرکت و سکون اعلانیہ اور پوشیدہ حالتوں میں اللہ کے لئے ہو، اس کے ساتھ نفس کی خواہشات، دُنیا کی ہوس وغیرہ ملی ہوئی نہ ہو۔ اخلاص دل کا مُشک ہے اور اسی پر دل کی زندگی کا دارومدار ہے۔ انسان شیطان سے چھٹکارا صرف اخلاص کے ذریعے ہی پا سکتا ہے۔"[۱۱۷]

Marfat.com

قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا:

قرآن کریم مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت کا ذریعہ ہے۔ راہِ دین میں صبر و استقامت کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اُسے حفظ کرنا اور اُس کی آیات کریمہ کو سمجھنا اور اُن پر غور و فکر اور تدبّر کرنا سب سے زیادہ معاون و مفید ہے کیونکہ قرآن کریم مسلمانوں کو بنیادی احکامات، اسلام کی اخلاقی قدریں اور دین کی صحیح سمجھ فراہم کرتا ہے جس کی بنا پر مسلمان حالات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور صحیح فیصلہ اختیار کر سکتے ہیں، نیز قرآن کریم میں اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کے وعدے موجود ہیں جو مسلمان کو اپنے دین پر مطمئن اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس کے لئے آسانی کا باعث بنتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾} [۱۱۸]

"کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے لئے راہنمائی اور بشارت ہو جائے۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾} [۱۱۹]

"اور ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نیا اُتارا) تاکہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ نے نزول قرآن میں تدریج کے دو بڑے فائدے ذکر کئے ہیں:

Marfat.com

"پہلا یہ کہ تکرار احکام سے ایمان میں بتدریج پختگی واقع ہوتی رہتی ہے اور ان میں ثبات واستقلال پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ جو کفارِ مکہ آئے دن مسلمانوں پر ناجائز مظالم اور سختیاں کرتے رہتے تھے، اس لیے مسلمانوں کو بھی بار بار تسلی دینے، مصائب میں ثابت قدم رہنے، اس دُنیا میں بھی سیدھی راہ پر گامزن رہنے پر اور مصائب کی برداشت پر جنت کی خوشخبری دینے کی ضرورت پیش آتی رہی۔"[۱۲۰]

موت کی یاد اور غم آخرت:

دُنیا میں ایسی زندگی گزارنا جو آخرت سے اندھا اور اس کے لئے توشہ جمع کرنے سے غافل کردے اس کی مثال ایسے ہے جس طرح بچے سارا دن مٹی کے گھروندوں سے کھیلتے ہیں، پھر خالی ہاتھ گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، سوائے تھکاوٹ کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾}[۱۲۱]

"اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے۔"

نبی کریم ﷺ دُنیا سے اپنے تعلق کو ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:

((مالی وللدنیا ما مثلی و مثل الدنیا الا کراکب سار فی یوم صائف فاستظل تحت شجرۃ ساعۃ من نہار ثم راح و ترکھا))[۱۲۲]

"میرا دُنیا سے کیا لینا دینا ہے۔ میری مثال تو ایک مسافر جیسی ہے جو سفر کے دوران کچھ دیر آرام کی خاطر کسی درخت کے سائے میں بیٹھا اور پھر منزل کی طرف چل پڑا۔"

Marfat.com

موت کی بکثرت یاد کرنے کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اکثروا من ذکر ھادم اللذات))[۱۲۳]

''موت کو بکثرت یاد کرو جو کہ خواہشات اور لذتوں کو مٹانے والی ہے۔''

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور، فزوروھا، فانھا ترق القلب، و تدمع العین، و تذکر الآخرۃ))[۱۲۴]

''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سو اب ان کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ اس سے دل نرم، آنکھیں پُرنم اور آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔''

موت کو کثرت سے یاد کرنا اور بُرے انجام سے ہمیشہ ڈرنے سے انسان راہِ دین میں صبر و استقامت کا عادی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بُرے خاتمے کا خطرہ جس شخص کو ہمیشہ دامن گیر ہو تو اس کے دل میں لازماً خوف الٰہی پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے کہ دل کی کیفیت بدلنے میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ لوگوں کے دل تو رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ ان کو جس طرح چاہے پھیر دیتا ہے، اس لیے دل کے پھر جانے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ دلوں کو پھیرنے والے رب کا فرمان ہے:

{اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾}[۱۲۵]

''یقیناً ان کے رب کا عذاب کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

((لا تنسوا العظیمتین: الجنۃ والنار ثم بکی حتی جری اوبل دموعہ جانبشی لحیتہ ثم قال: والذی نفس محمد بیدہ لو تعلمون ما اعلم امر الاخرۃ لمشیتم الی الصعید ولحتیتم علی رووسکم التراب))[۱۲۶]

''تم دو بڑی بڑی عظیم چیزوں کو نہ بھول جانا۔ ایک جنت اور دوسری جہنم (پھر آخرت کا سوچ کر) آپ کے آنسو بہہ پڑے اور آنسوؤں کی لڑی آپ کی ریش

Marfat.com

مبارک پر جاری ہوگئی۔ پھر فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم چٹیل میدانوں میں نکل جاؤ اور اپنے سروں پر مٹی ڈال لو۔"

امام ابن القیمؒ نے اپنی دونوں کتابوں "الداوالدوا" اور "طریق الھجرتین" میں بہت سے ایسے لوگوں کے قصے نقل کیے ہیں، جو راہِ دین میں صبر و استقامت کا مظاہرہ نہیں کر سکے اور اُن کا آخری انجام نہایت برا ہوا۔ ان کے سامنے کلمہ طیبہ کی تلقین کے باوجود وہ "لا الہ الا اللہ" نہ پڑھ سکے، اس لیے کہ ان لوگوں کا دل دُنیا کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ سیدنا انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من كانت الآخرة همه جعل الله غناه فى قلبه و جمع له شمله و اتته الدنيا و هى راغمة ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه و فرق عليه شمله ولم ياته من الدنيا الا ما قدر له))[۱۲۷]

"جس کا غم آخرت ہو تو اللہ اس کے دل میں غنا پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دُنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جو شخص دُنیا کے غم کو اپنا لیتا ہے تو اللہ اُس کی آنکھوں کے درمیان فقر لکھ دیتا ہے، اس کے کام متفرق کر دیتا ہے اور دُنیا اس کے پاس اتنی ہی آتی ہے جتنی اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔"

انسان کو چاہیئے کہ آخرت کا غم اپنائے۔ دُنیا کا غم تو دل میں تشویش پیدا کرتا ہے اور جمع شدہ کاموں کو پراگندہ کر دیتا ہے، جب انسان آخرت کے غم کو اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ارادے کو قوی اور کاموں کو جمع کر دیتے ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ موت انسان کے جوتوں کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور موت اس پر کسی بھی وقت اچانک آجائے گی، اور جب وہ آجائے گی تب نہ تو اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا اور نہ اُس کی کوئی فریاد سنی جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

Marfat.com

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾} [۱۲۸]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اگر مسلمان ان باتوں کو ذہن نشین کر لیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بھول جائیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد رکھنا:

فطری طور پر ضمیر قربانیاں دینے اور مشکلات کا ثابت قدمی کے ساتھ سامنا کرنے کی طرف اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اسے کسی چیز کا لالچ نہ ہو۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے نفس کو اکثر اللہ کے وعدے اور اجر و انعام کی یاد دلاتے رہیں۔ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی آزمائش آتی تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے آسانی پیدا کرنے والی آیات نازل فرماتے جن میں جنت کی خوشخبری ہوتی، اور یہی معمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی تھا کہ وہ پریشان حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارتیں دے کر مطمئن فرمایا کرتے تھے۔ آپ سیدنا عمار اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے جبکہ مشرکین مکہ انہیں محض اللہ کے دین کی خاطر اذیت پہنچا رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

((اصبروا یا آل یاسر! ان موعدکم الجنة)) [۱۲۹]

''آل یاسر! صبر کرو، کیونکہ تمہاری منزل جنت ہے۔''

اس کے علاوہ ان آیات و احادیث کا مطالعہ بھی ضروری ہے جن میں اللہ کے دین سے پھر جانے پر سخت وعید اور عذاب کا تذکرہ موجود ہے۔ اس سے ہمارے قلوب میں اللہ کا خوف اور رعب پیدا ہوگا اور قیامت کے دردناک عذاب کے بالمقابل دنیوی مشکلات کا جھیلنا آسان اور معمولی نظر آئے گا۔

مبحث دوّم: حصول صبر و استقامت بذریعہ اعمال

ذکر اللہ کی کثرت:

ذکر اللہ سے دل اور روح کو قوت ملتی ہے، جب مومن اسے چھوڑ دیتا ہے تو اس کی مثال

Marfat.com

ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ کسی جسم سے اس کی قوت کو سلب کر لیا جائے۔ سیدنا معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: سب سے آخری بات جس وقت میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا وہ یہ تھی، کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک کون سے اعمال زیادہ محبوب ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ کہ تو مرے اور تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔"[۱۳۰]

ہر وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یاد رکھنا صبر و استقامت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵}[۱۳۱]

"اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲}[۱۳۲]

"اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

{وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ}[۱۳۳]

"بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔"

مومن ہر وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد، اس کی تسبیح و تہلیل اور اس کی تحمید و تمجید میں رطب اللسان ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے صبر و استقامت اور روحانی قوت کے اعلیٰ مراتب حاصل نہ ہوں۔ یہی تو وجہ ہے کہ بے شمار آیات کریمہ اور احادیث نبویہ میں ذکر الٰہی پر زور دیا گیا ہے۔ شیطان سے بچاؤ کی ایک اہم تدبیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ سیدنا حارث الاشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ کلمات کا حکم دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ان پر عمل کریں، پھر آپ نے وہ پانچ کلمات ذکر کئے اور فرمایا: اور

Marfat.com

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کا ذکر کرو، کیونکہ ذکر کرنے والے کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن بھاگ رہا ہو تو اس کے آگے ایک محفوظ قلعہ آ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس قلعے میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اس طرح آدمی اللہ کا ذکر کر کے شیطان سے بچاؤ حاصل کر سکتا ہے۔"[۱۳۴]

سیدنا عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ پر اسلام کے احکامات بہت زیادہ ہو چکے ہیں، لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا یزال لسانك رطبا من ذکر اللہ))[۱۳۵]

"تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہنی چاہیے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ}[۱۳۶]

"جو اللہ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں۔"

امام ابن القیمؒ، ذکرِ الٰہی کو صبر و استقامت اور روحانی قوت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر سے انسان کو ایسی روحانی قوت حاصل ہوتی ہے، جس کے ہوتے ہوئے وہ ایسے ایسے امور سرانجام دیتا ہے، جن کی انجام دہی اس روحانی قوت کے بغیر ناممکن ہے۔ میں نے اپنے استاذ جلیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چلنے پھرنے، بولنے اور لکھنے میں ایسی قوت عطا فرمائی تھی، جس سے انسانی عقل دنگ رہ جائے، آپؒ ایک ہی دن میں اتنے صفحات تحریر فرماتے تھے کہ انہیں لکھتے لکھتے کاتب پورا ہفتہ لگاتا تھا، میدانِ کارزار میں بھی میں نے آپؒ کی حیرت انگیز قوت کا مشاہدہ کیا ہے۔"[۱۳۷]

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر سر تسلیم خم کرنا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

{وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝}[۱۳۸]

"اور اگر وہ وہی کچھ کر لیتے جو انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ بات اُن کے حق میں بہتر اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب بن جاتی۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میری مثال اور جو مجھے دے کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا: "اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، تو بچ جاؤ۔" اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی اور رات کے شروع میں ہی سفر شروع کر دیا تو وہ حفاظت کی جگہ پہنچ گئے اور وہ بچ گئے۔ انہی میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلا دیا اور وہ اپنے گھروں میں ہی رہے۔ پس ان پر لشکر نے صبح کی اور انہیں ہلاک کر دیا اور ختم کر دیا۔ تو یہ مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلا دیا۔"[۱۳۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری ساری اُمت جنت میں داخل ہو جائے گی سوائے اس شخص کے جس نے خود انکار کر دیا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ کون ہے جو خود انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔"[۱۴۰]

Marfat.com

وہ لوگ جو فرامین نبوی کو ماننے سے مطلق انکار کرتے ہیں یا دین میں اضافہ کر کے دین کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں یا حدیث سے اختلاف رکھتے ہیں یا دورِ حاضر میں حدیث کو قابل عمل اور قابل حجت نہیں سمجھتے یا حدیث کو عقل کے معیار پر پرکھتے ہیں یا اپنے بڑوں کی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، یہ سب عقل و خواہش کے مرید ہیں۔ یہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ لوگوں کے درمیان حق اور باطل کا معیار صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ جو آپ سے ہو کر آئے گا صرف وہی حق ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

((محمدٌ ﷺ فرقٌ بین الناس))[۱۴۱]

''محمد ﷺ (حق اور باطل میں) لوگوں کے درمیان فرق ہیں۔''

عزم و ہمت کی بلندی اور عزیمت پر عمل:

انسان کے پاس دیگر حیوانات کی طرح ''ارادہ'' کی طاقت بھی ہوتی ہے۔ دیگر حیوانات کا ارادہ ان کی ''حیوانی جبلت'' کے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ انسان کے ارادے کو ''عقل'' کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ جعفر بحانی رقمطراز ہیں:

''مصمم ارادہ رکھنے والا شخص، ڈیوٹی پر موجود فوجی کی طرح ہوتا ہے، جسے تیار رہنے کا حکم مل چکا ہو۔ ایسا شخص حالات سے ٹکرا جاتا ہے اور مشکلات اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔ ہدف کے راستے کی سختیاں اس کی نظر میں ممکن چیز کو ناممکن ظاہر نہیں کر سکتیں۔''[۱۴۲]

انسان کو عزم و ارادہ ہمیشہ بلند رکھنا چاہیئے، اس کا مقصد ناپائیدار اور گھٹیا دُنیا کی بجائے آخرت ہونی چاہیئے، دُنیوی کامیابی کی بجائے اس کی نظر جنت الفردوس کے حصول پر ہونی چاہیئے، مخلوق کی رضا کی بجائے اسے خالق کی رضامندی کی فکر ہونی چاہیئے، جو شخص اس کوشش میں کامیاب ہو گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ اب اسے چاہیئے کہ جب تک جسم میں جان ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کو لازم پکڑے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝٩٩}[۱۴۳]

Marfat.com

''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں جنت میں آپ کا ساتھی بننا چاہتا ہوں، آپ نے اُس سے ارشاد فرمایا:

((اعنی علی نفسك بكثرة السجود))[۱۴۴]

''تم اس حوالے سے میری مدد کے لئے اپنے اوپر زیادہ سے زیادہ سجدوں کو لازم کرلو۔''

جب انسان کا مقصد عالی اور اس کے ارادے بلند ہوں تو وہ راہِ دین میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے گا، خواہشات دُنیوی سے منہ موڑ لے گا، زُہد کی زندگی اپنائے گا اور اپنی زندگی کو آخرت کی دائمی نعمتوں کے حصول کے لئے وقف کر دے گا، الغرض ہر معاملے میں عزیمت کا راستہ اختیار کرے گا۔ صبر واستقامت کے حصول کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مومن اپنے نفس کو عزیمت کا عادی بنائے، کیونکہ رخصتوں کا خوگر بننے والا نفس بہت بے صبری اور عجلت پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔

صبر واستقامت کی مشق اور تلقین:

دیگر تمام اخلاقی فضائل کی طرح صبر اور استقامت بھی مشق اور مختلف قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے:

((من توالت عليه نكبات الزمان اكسبته فضيلة الصبر))[۱۴۵]

''جس شخص پر پے در پے حوادث نازل ہوتے ہیں، اُسے صبر کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔''

رسول کریم ﷺ سے منقول ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((قال الله عزوجل عبدی المومن لا اصرفه فی شئی الا جعلت ذلك خيرا له فليرض بقضائی وليصبر علیٰ بلائی وليشكر علیٰ نعمائی اكتبه فی الصديقين عندی))[۱۴۶]

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندۂ مومن سے جو چیز بھی لیتا ہوں اس کے لیے بہتری قرار دیتا ہوں۔ مومن کو میرے فیصلہ پر راضی، میری آزمائش پر صابر اور میری نعمتوں پر شکر گزار رہنا چاہیئے، میں اسے اپنے صدیقین میں شمار کروں گا۔"

بالفاظ دیگر جب انسان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا وہ اللہ کی بندگی اور اطاعت کی طرف آتا ہے تو آہستہ آہستہ انسان کے اندر صبر و استقامت ایک پختہ عادت بنتی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کو صبر و استقامت کی تلقین کرنے کی متعدد خیر و برکات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دوسروں کو صبر و استقامت کی نصیحت کرنے والے کو اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے نعمت تقویٰ سے نوازتے ہیں اور بسا اوقات اس کی تلقین تقویٰ سے دوسرے بھی فیض یاب ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انتہائی کثرت سے صبر و استقامت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ [۱۴۷]

اس نکتے کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ تلقین، خواہ اپنی طرف سے ہو، خواہ دوسروں کی طرف سے، نفس انسانی میں پسندیدہ صفات پیدا کرنے میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ حصول صبر و استقامت کے خواہشمند حضرات و خواتین ہر روز اپنے آپ کو صبر کی تلقین کریں اور اسی طرح دوسروں کو صبر و استقامت کی دعوت دینا اپنا دستورِ حیات بنالیں تو اُمید ہے کہ مولائے کریم اس کی برکت سے انہیں بھی صبر و استقامت کی دولت سے نواز دیں۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

گہری سوچ اور کامل غور و فکر:

راستے کا تعین کیے بغیر اندھوں کی طرح بس چل پڑنا کامیابی کی طرف نہیں ناکامی کی طرف لے جاتا ہے۔ جب اہداف کا صحیح تعین نہیں ہوگا تو صبر و استقامت کا حصول مشکل ہو جائے گا۔ انسان کو اپنے مقصد کی طرف ہر قدم اُٹھانے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار اور کامل فکر نیز اُس مقصد کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے تحقیق و مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ اُس مقصد کے حصول کے لئے اتنی ہی کوشش و پائیداری کی جائے کہ جتنی ضرورت

Marfat.com

ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ اگر ضرورت سے زیادہ طاقت صرف کی جائے گی تو ضرر یقینی ہے۔ اور جتنا حاصل ہوگا اُس سے زیادہ ضائع ہو جائے گا، اسی کو حماقت اور بیوقوفی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام سے فرمایا:

{فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾} [۱۴۸]

"تم استقامت دکھاؤ اور اُن لوگوں کے طور طریقے کی پیروی نہ کرو جو نہیں جانتے۔"

یعنی تم مضبوطی سے اپنی راہ پر کھڑے ہو جاؤ، استقامت و پامردی دکھاؤ، اپنی تبلیغ و دعوت، بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی اور اس کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کی جدو جہد جاری رکھو۔ اور جو لوگ اللہ کی سنت، اس کے قانون اور اس کی مصلحتوں اور حکمتوں کو نہیں جانتے، تم ان کی طرح مت ہونا بلکہ اب انتظار اور صبر کرو، اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق جلد یا بدیر اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا کیونکہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ نیز اس بات پر بھی دھیان رہے کہ دُنیا حوادث اور مشکلات کا گھر ہے، یہاں کسی مادی یا معنوی نعمت کا حصول رکاوٹوں اور مشکلات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس دُنیا میں پھولوں کے حصول کے لئے کانٹوں سے واسطہ، شہد کے حصول کے لئے شہد کی مکھی سے واسطہ اور قدرتی خزانے نکلنے کے لئے صحراؤں اور پہاڑوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی طرح جنت کے حصول کے لئے سخت، ناخوشگوار اور کٹھن حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

روزہ، صبر و استقامت کا بہترین معلّم:

رسول کریم ﷺ نے ماہ رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیا ہے۔ روزے کے لیے عربی زبان میں "صوم" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "صوم" کے لفظی معنی کسی کام سے رُک جانے کے ہیں۔ اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ پو پھٹنے سے لے کر رات تک کھانے پینے اور جنسی لذت سے رُکے رہنا۔ گویا یہ علامت ہے پورے جسم کو بمعہ اس کی خواہشات کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حوالے کر دینے کی۔ چنانچہ "صوم" کا حقیقی مفہوم یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

"انسان سر سے لے کر پاؤں تک اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے روک لے

Marfat.com

اور قابو میں لے لے، جسم کے تمام اعضاء کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا لے۔ زبان ہے تو وہ جھوٹ، غیبت، تہمت، بدگوئی، طعنہ زنی، چغلی اور یاوہ گوئی سے رک جائے، ہاتھ ظلم کے ہر کام سے رک جائیں، پاؤں ہیں تو کوچۂ یار کی طرف روانہ ہوں غیروں کے در کی خاک نہ چھانتے پھریں، دل و دماغ صرف محبوب حقیقی کی باتوں کو سوچیں، اس سے جذباتی و ذہنی تعلق رکھیں، غلط منصوبوں، حسد، بغض، کبر، نفرت وغیرہ سے رک جائیں۔ اسی طرح سے جسم کے دیگر اعضاء یعنی آنکھ کان اور اعضائے جنسی وغیرہ صرف محبوب حقیقی کی مرضیات پر چلیں اور اس کی نافرمانی کے ہر کام سے بلکہ ہر خیال سے رک جائیں۔"[۱۴۹]

صبر ایک مطلوبہ حالت پر رک جانے اور استقامت اسی حالت پر مضبوطی سے جم جانے کا دوسرا نام ہے۔ ایک روزہ دار صبح سے شام تک اسی خیال کے زیر اثر رہتا ہے کہ اس کا جسم، اس کی جان، اس کا دل و دماغ، اس کی ساری قوتیں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور مطیع کر دی گئی ہیں۔ حلال عمل بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ مسلسل بھوک، پیاس اور پابندی کی کیفیت اس کے دل میں اللہ کی حضوری کا احساس پیدا کر دیتی ہے۔ وہ ہر ہر لمحہ اپنے آپ کو اس کے حضور پابند اور مطیع محسوس کرتا ہے۔ اسے ہر لمحہ اپنے دل میں خوف الٰہی پیدا کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ وہ عملی طور پر مستقلاً ایک محبت بھرا بندی، ایک مطیع انسان اور وفادار عاشق بن جاتا ہے۔ اسی کو "استقامت" کہا جاتا ہے۔ اسی بات کی طرف یہ حدیث مبارکہ اشارہ کرتی ہے۔

سیدنا ابو امامہ باہلیؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا کام بتلائیے جو مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا:

((علیك بالصیام فانه لا مثل له))[۱۵۰]

"روزے کو اپنے اوپر لازم اختیار کرو کیونکہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں۔"

روزے میں انسان اپنے نفس کی لذتوں اور اس کے حیوانی تقاضوں کو نظر انداز کر

Marfat.com

کے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے جس سے اس کے اندر صبر و استقامت کا وصف راسخ ہو جاتا ہے۔ روزہ انسانی قوت کے سیلاب کے اوپر صبر و استقامت کا بند باندھ دیتا ہے ایک روزہ دار مہینہ بھر کی مشق کے بعد ایک ضبطِ نفس رکھنے والا، مشکلات سہنے والا اور متقی انسان بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سرکش نفس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے روزہ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطیع فعلیه بالصوم فان له وجاء))[۱۵۱]

"اے نوجوانو! تم میں سے جسے نکاح کی توفیق ہو اُسے چاہیئے کہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح شرم و حیا اور شرم گاہ کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے اور جس نوجوان کو نکاح کی استطاعت نہ ہو اُسے لازم ہے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ جنسی ہیجان کا تدارک کرتا ہے۔"

کثرت سے نیک اعمال انجام دینا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝}[۱۵۲]

"اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی اُن کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے، تب تو انہیں ہم اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں اور یقیناً انہیں راہِ راست دکھلا دیں۔"

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے استقامت کا نسخہ یہ بتایا ہے کہ ہم ان اعمال کو ہمیشہ سرانجام دیتے رہیں جنکا ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ اس آیت

Marfat.com

کریمہ کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے حضرت قتادہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"جہاں تک دنیوی زندگی کا تعلق ہے، اللہ انہیں نیک و صالح اعمال کرتے رہنے میں استقامت دے گا اور آخرت (قبر) میں اللہ انہیں ثابت قدم رہنے میں مدد کرے گا۔" [۱۵۳]

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہمیشہ نیک اعمال میں مشغول رہا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ وہ اعمال محبوب ہیں جن پر ہمیشگی اختیار کی جائے چاہے وہ اعمال معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔ نیک اعمال کا تعلق خالق سے ہو چاہے مخلوق سے، انسان اُن کے ذریعے نہ صرف اجرِ عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ راہِ دین میں استقامت نصیب ہو جاتی ہے۔ نیک اعمال کے فضائل و برکات پر ہزاروں احادیث موجود ہیں۔ بطور نمونہ چند احادیث سے اپنے قلوب و اذہان کو معطر کرتے ہیں۔ سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((من صلی فی یوم و لیلة ثنتی عشرة رکعة بنی له بیتٌ فی الجنة)) [۱۵۴]

"جو شخص دن اور رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھے، اُس کے لئے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے۔"

اور ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((... ما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه، وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه)) [۱۵۵]

"میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے جو عبادات بجا لاتا ہے اُن میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نفلی عبادات سے بھی میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔"

ملائکہ کے سردار سیدنا جبریل علیہ السلام اگر اہلِ دُنیا میں سے ہوتے تو کون سے نیک

Marfat.com

اعمال کثرت سے انجام دیتے۔اس کے لئے یہ حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: اے جبریل! اگر میں تجھے دُنیا والوں کا ایک فرد بنا کر دُنیا میں بھیجتا تو تُو کون سے نیک اعمال پسند کرتا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: الٰہی! تو مجھ سے بہتر میرا حال جانتا ہے، لیکن (اگر میری زبانی سننا چاہتا ہے تو) میں یہ تین کام کرتا:

((اولها: كنت اعين صاحب العيال فى النفقة على عياله۔ والثانى: كنت استر عيوب الخلق و ذنوبهم حتىٰ لا يعلم احدٌ من خلقك عيوب عبادك و ذنوبهم غيرك۔ والثالث: اسقى العطشان و ارويه من الماء))[۱۵۶]

"پہلا کام یہ کہ عیالداروں کی مالی مدد کرتا۔ دوسرا کام یہ کہ میں مخلوق کی پردہ پوشی کرتا تاکہ تیرے سوا کوئی تیرے بندوں کے عیبوں اور گناہوں کو نہ جان سکے۔ تیسرا کام یہ کہ میں پیاسے کو سیر کر کے پانی پلاتا۔"

اگر ہم عام حالات میں نیک اعمال پر مداومت اختیار کریں گے تو یقیناً ہم میں وہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ پرفتن دور اور مصائب و مشکلات میں صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑیں۔

اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کے حصول کی دُعائیں:

دُعا الفاظ کا وہ مرکب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دُنیا میں حاجت برآری کے لیے سب سے موثر ہتھیار کی صورت عطا کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا کرنا ایک ایسا وسیلہ ہے جس سے بظاہر ناممکن کام بھی آسان ہو جاتے ہیں اور انسان اس سے وہ کچھ پالیتا ہے جو کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر پاتا۔ حصول صبر و استقامت کے جتنے بھی ذرائع گزشتہ سطور میں بیان کیے گئے ہیں اُن میں سب سے زیادہ مفید چیز اور پُرتاثیر ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دستِ دُعا دراز کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((سلوا الله كل شيىء حتى الشسع، فان الله عزوجل ان لم ييسره لم يتيسر))[۱۵۷]

Marfat.com

"ہر چیز اللہ ہی سے مانگو، یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مہیا نہ کریں تو وہ نہیں مل سکتی۔"

سیدنا سلمان فارسیؓ سے مروی آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ، ان یردھما صفرا))[۱۵۸]

"بے شک تمہارا رب شرم و حیا کا مالک ہے، وہ بڑا کریم ہے، وہ اپنے حضور میں اپنے بندے کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔"

یعنی وہ اس حیادار، سخی جیسا معاملہ کرتا ہے جو بغیر مانگے دیتا ہے اور اگر اس سے مانگ لیا جائے تو پھر اس کی سخاوت کا کیا ہی کہنا ہے؟ چنانچہ یہ بتایا کہ وہ اپنے مومن بندے کے دُعا کے لئے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

{وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ}[۱۵۹]

"اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر اور دعا میں لگ جائے وہ بہترین وقت ہے اور یہی وہ اعلیٰ لمحاتِ حیات ہیں جن میں زندگی کی سانسیں صرف ہو جائیں تو بندہ دُنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی قدر و قیمت، اس کے اللہ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور دُعا و التجا کی وجہ سے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ}[۱۶۰]

"کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دُعا و التجا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروا نہ کرتا۔"

امام محمد بن علی الباقرؒ سے سوال کیا گیا کہ:

((کثرۃ القرائۃ افضل او کثرۃ الدعاء))

"قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت افضل ہے یا کثرت سے دعا مانگنا؟"

تو آپ نے جواب دیا:

Marfat.com

((کثرۃ الدعاء افضل... {قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ}))

''کثرت سے دعا مانگنا فضیلت رکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دُعا والتجا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروا نہ کرتا۔)''[۱۶۱]

جب عالم اسباب کے تمام دروازے انسان پر بند ہو جاتے ہیں اور وہ مایوس اور پریشان ہو جاتا ہے تو اللہ ہی ان مشکلات کو حل کرتا ہے، مایوسیوں کو دور کرتا ہے، اُمید کی کرن دلوں میں روشن کرتا ہے اور عاجز و درماندہ لوگوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

{اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ}[۱۶۲]

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟''

ہر انسان کی زندگی میں حوادث رونما ہوتے ہیں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے اُسے نا اُمیدی کی گہرائیوں میں لے جاتے ہیں لیکن یہ دعا ہی ہے جو اسے صبر و استقامت کا پہاڑ بنا دیتی ہے، کامیابی کے دریچے کھول دیتی ہے اور نا اُمیدی اور مایوسی سے نبرد آزمائی کا موثر ذریعہ بن جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((الدعا سلاح المومن، و عمود الدین، و نور السمٰوٰت والارض))[۱۶۳]

''دُعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمان اور زمین کا نور ہے۔''

امام علی بن موسیٰ الرضاؒ نے دُعا کو انبیاء علیہم السلام کا ہتھیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

((علیکم بسلاح الانبیاء، فقیل وما سلاح الانبیاء، قال: الدعا))[۱۶۴]

''تمہیں انبیاء علیہم السلام کے ہتھیار سے آراستہ ہونا چاہیئے! دریافت کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کا ہتھیار کیا ہے؟ فرمایا: دُعا۔''

سیدنا علی بن ابی طالبؓ دُعا کو کامیابیوں کی دلیل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

((الدعا مفاتیح النجاح، و مقالید الفلاح و خیر الدعاء ما صدر عن صدر نقی و قلب تقی))[۱۶۵]

''دُعا کامیابیوں کی دلیل ہے، فلاح اور کامرانیوں کی چابی ہے اور بہترین دعا وہ ہے جو پاک سینے اور پرہیز گار دل سے بلند ہو۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے ہی صبر و استقامت جیسی دولت حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ ایک دعا ہے:

((بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ))[۱۶۶]

''اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی چیز سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کر سکنے کی قوت ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں روایات میں آیا ہے:

((اذا اھاله امرٌ فزع، قام الی الصلوۃ ثم تلیٰ ھذہ الآیة {یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾}))[۱۶۷]

''جب آپ ﷺ کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور (نماز کے بعد اپنی مشکل کے حل کے لئے عملی کوشش میں مصروف ہو جاتے) پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے {اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو، اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے}''

آزمائشوں میں مبتلا انسان اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہو کر اس سے یہ سوال کرے کہ وہ اسے ان آزمائشوں سے نجات دے تو یہ صبر و استقامت کے منافی نہیں بلکہ عین عبادت ہے اور اس کا ثبوت انبیائے کرام علیہم السلام کا وہ طرز عمل ہے جو وہ مختلف مصائب و آلام میں اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو جب برادرانِ یوسف نے بتایا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھا لیا ہے تو انہوں نے کہا:

{فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾}[۱۶۸]

Marfat.com

''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

پھر جب اُن کے دوسرے بیٹے کے بارے میں انہیں بتایا گیا کہ بادشاہ نے اُسے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے تو تب بھی انہوں نے یہی کہا:

{فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ط}[۱۶۹]

''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، اُمید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔''

اس کے بعد انہوں نے کہا:

{اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ}[۱۷۰]

''میں تو اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور اپنے غم کی شکایت صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی صبر واستقامت عطا فرمانے والے ہیں۔ امام سیوطیؒ نے حضرت لیث بن ابی سلیمؒ سے روایت نقل کی ہے:

((قيل لايوب: يا ايوب لا تعجبن بصبرك، فانى قد علمت ما يمتص كل شعرة من لحمك و دمك، ولولا انى اعطيت موضع كل شعرة منك صبرا ما صبرت))[۱۷۱]

''سیدنا ایوب علیہ السلام سے کہا گیا اے ایوب! اپنے صبر پر نہ اترانا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے گوشت اور تمہارے خون کے ہر بال کے برابر حصہ کو کاٹا گیا ہے۔ اگر میں ہر ہر بال کی جگہ کو صبر نہ دیتا تو تُو صبر نہ کرسکتا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کے پیروکاروں کے صبر و استقامت اور ثابت قدمی کی مثالیں دیتے ہوئے اُن کی دُعائے استقامت کا تذکرہ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ

Marfat.com

الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾} [۱۷۲]

"بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے۔ وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اُسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔"

جب طالوت اور اُن کا لشکر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں جالوت کا طاقتور لشکر نمایاں طور پر نظر آ رہا تھا تو وہ اس عظیم قوت کے سامنے صف بستہ ہو گئے، اُنہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، اپنے تئیں پروردگار کی لامتناہی قدرت کے سپرد کر دیا اور اس سے استقامت اور صبر کا تقاضا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾} [۱۷۳]

"جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار! ہمیں صبر دے، ثابت قدمی دے اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما۔"

مفسرین کرام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"افراغ کا مطلب ہے کسی سیال مادے کو کسی برتن سے ایسے گرانا کہ برتن خالی ہو جائے۔ حضرت طالوت کے ہمراہی دعا کے وقت کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم پر صبر و استقامت اُنڈیل دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے صبر، استقامت اور پامردی کا آخری درجہ طلب کر رہے ہیں جیسے کسی برتن کا سارا پانی کسی پر ڈال دیا جائے اور برتن خالی ہو جائے۔" [۱۷۴]

Marfat.com

اپنی نمازوں میں ہم روزانہ اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی درخواست کرتے ہوئے عرض گزار ہوتے ہیں:

{اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ ۝٧}[۱۷۵]

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔"

قرآن وحدیث میں موجود حصول صبر و استقامت کی بے شمار دعاؤں کے عظیم الشان ذخیرے میں سے چند دُعائیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

{رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝٢٠١}[۱۷۶]

"اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذابِ جہنم سے نجات دے۔"

{رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝٨}[۱۷۷]

"اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔"

ناپسندیدہ واقعہ پیش آئے یا بے بسی کا موقع ہو تو صبر و استقامت کے لئے حسب ذیل دُعا پڑھنی چاہیئے:

((قدر اللّٰہُ وما شاء فعل))[۱۷۸]

"اللہ تعالیٰ نے اسے تقدیر میں لکھا اور اس نے جو چاہا کیا۔"

جب کسی سے خطرہ ہو تو صبر و استقامت کے حصول کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یوں

Marfat.com

مخاطب کیا جائے:

((اللھم اکفنیھم بما شئت))[۱۷۹]

"اے اللہ! تو جس طرح چاہتا ہے مجھے ان سے کافی ہو جا۔"

راہِ دین میں استقامت کے لئے سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی آپ ﷺ کی ایک خوبصورت دُعا یہ ہے:

((اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینك))[۱۸۰]

"اے اللہ! اے دلوں کو الٹنے پلٹنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔"

نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

((ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبھا))[۱۸۱]

"بے شک ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی دو اُنگلیوں کے درمیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہیں ان کو بدلتے رہتے ہیں۔"

اسی طرح استقامتِ قلب کے لئے سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی آپ ﷺ کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

((اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك))[۱۸۲]

"اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

((اللھم لك اسلمت، و بك اٰمنت وعلیك توکلت و الیك انبت وبك خاصمت، اللھم انی اعوذ بعزتك لا الہ الا انت ان تضلنی، انت الحیی الذی لا یموت، والجن والانس یموتون))[۱۸۳]

"اے اللہ! میں تیرے لئے مسلمان ہوا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا

Marfat.com

اور تیری طرف رجوع کیا اور تیرے لیے ہی لڑا، اے اللہ! میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں یہ کہ تو مجھے گمراہ کرے، تو زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور جن اور انسان مرتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کی ایک دلنشیں دُعا یہ بھی تھی۔

((اللهم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزيمة على الرشد))[۱۸۴]

"اے اللہ! میں تجھ سے ثابت قدمی اور بھلائی پر استقامت مانگتا ہوں۔"

مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدمی اور استقامت کے لئے یوں دعا کی جا سکتی ہے۔

((يا ولی الاسلام و اهله، ثبتنی به حتی القاك))[۱۸۵]

"اے سلامتی (اسلام کی توفیق) عطا کرنے والے تو مجھے تب تک اسلام پر ثابت رکھ یہاں تک کہ تجھ سے آملوں۔"

حضرت قتادہؒ حصول استقامت کے لئے یوں دعا مانگا کرتے تھے:

((اللهم انت ربنا فارزقنا الاستقامة))[۱۸۶]

"اے اللہ! تو ہمارا رب ہے، ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔"

آزمائشوں پر صبر و استقامت کے لئے سیدنا جبریل علیہ السلام کی لائی ہوئی ایک دُعا ملاحظہ ہو جس کے بارے میں ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تھی۔

((اللهم انی اسالك تعجيل عافيتك و صبرا على بليتك و خروجا من الدنيا الى رحمتك))[۱۸۷]

"میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی طرف سے جلد عافیت عطا فرما۔ اپنی آزمائشوں پر مجھے صبر و استقامت عطا فرما اور دُنیا سے روانگی کے موقع پر اپنی رحمت (کو مجھ پر سایہ فگن) قرار دے۔"

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ دُعا میں خوب کوشش کرتے تو یہ پڑھتے:

((يا حی يا قيوم))[۱۸۸]

Marfat.com

"اے زندہ رہنے والے! اے کائنات کو قائم رکھنے والے"

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت یا ضرورت ہو اللہ تبارک وتعالیٰ سے متعلق یا کسی آدمی سے متعلق، اُس کو چاہیئے کہ وہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کچھ حمد وثناء کرے اور درود پڑھے، پھر اس طرح عرض کرے:

((لا اله الا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، اسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل دبر والسلامة من كل اثم، لا تدع لى ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هى لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين))[۱۸۹]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑے حلم والا اور بڑا کریم ہے، پاک ہے، وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی رب اور مالک ہے، ساری حمد اس اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان اعمال اور ان اخلاق کا جو تیری رحمت کا باعث اور وسیلہ اور تیری مغفرت اور بخشش کا پکا ذریعہ بنیں اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصہ لینے کا اور ہر گناہ اور معصیت سے سلامتی اور حفاظت کا۔ اے اللہ! میرے سارے ہی گناہ بخش دے اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کر دے اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اس کو پورا فرما دے۔ اے سب مہربانوں سے بڑے مہربان!"

اسی طرح وہ دعا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُس وقت مانگی تھی جب وہ فرعون اور اس کے کارندوں کے ظلم سے نجات پانے کے لئے مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے تھے اور وہاں بظاہر اُن کا کوئی پُرسان حال نہیں تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دُعا کی برکت سے اُن کی ملاقات سیدنا شعیب علیہ السلام سے کرائی اور اُن کی خوشگوار زندگی کا آغاز ہوا۔

{رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾} [۱۹۰]

Marfat.com

''اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اُتارے. میں اُس کا محتاج ہوں۔''

سیدنا یونس علیہ السلام کی دُعا جس کے ذریعے آپ علیہ السلام کو سمندر کے اندھیروں اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

{لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۖ﴿۸۷﴾}[۱۹۱]

''الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہوگیا۔''

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس مسلمان نے بھی ان الفاظ {لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۖ﴿۸۷﴾} کے ساتھ کسی معاملے کے لئے دُعا مانگی تو اللہ نے اُسے قبول فرمایا ہے۔''[۱۹۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملا تو اس کے ساتھ ہی آپ کے دل اطمینان کے لئے یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی:

{وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾}[۱۹۳]

''اور کہیے: اے میرے رب! مجھے (جہاں لے جائے تو) سچائی کے ساتھ لے جا اور (جہاں سے نکالے تو) سچائی کے ساتھ نکال اور مجھے اپنے پاس سے مدد کرنے والا غلبہ عطا فرما۔''

یقیناً اس مختصر اور نہایت بلیغ دُعا کو آپ کے لئے منتخب فرمانا آپ کے دلی اطمینان اور استقامت کے لئے کافی وشافی تھا۔

بلاشبہ دل سے نکلی یہ دُعائیں مصائب کے پہاڑوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں لیکن ان کے موثر ہونے کے لئے درج ذیل پرہیز بہت ضروری ہے۔

(الف) حقوق العباد کی ادائیگی کا بھرپور اہتمام

(ب) حرام و مشکوک آمدن سے حتی الامکان پرہیز

(ج) مسلمان کے دل کو تکلیف دینے والے ہر رویے سے دوری

Marfat.com

نیز رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا بھی دعاؤں کی قبولیت کی شرائط میں سے ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((کل دعا محجوب حتی یصلی علی النبی ﷺ))[۱۹۴]

"ہر دعا اس وقت تک پس حجاب رہتی ہے جب تک نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔"

متعدد آیات و روایات کی روشنی میں علمائے اسلام نے درود شریف پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ سے اس استحباب کی مزید تائید بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اتانی ات من ربی فقال: ما من عبد یصلی علیك صلاۃ الا صلی اللہ علیہ بہا عشرا))

"میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا تو اس نے کہا کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"

یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر درود پڑھنے کو اپنی دعا کا آدھا حصہ بنالوں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ایسا کرلو۔ پھر اس نے کہا: میں درود کو اپنی دعا کا دو تہائی حصہ نہ بنالوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ایسا کرلو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ میں درود کو اپنی دعا کا کل حصہ نہ بنالوں؟ اس پر آپ نے فرمایا:

((اذن یکفیك اللہ ہم الدنیا وہم الاخرۃ))[۱۹۵]

"پھر تو اللہ تعالیٰ تیرے دُنیا و آخرت کے غموں میں تیرے لیے کافی ہوگا۔"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وافنیہ الملوك محجبات
و باب اللہ مبذول الفناء
فما ارجو سواہ لکشف ضری
ولا افزع الی غیر الدعاء

Marfat.com

ولا ادعو الی اللاواء کھفا
سوی من لا یصم عن الدعاء[۱۹۶]

''بادشاہوں کی چوکھٹوں پر دربان متعین ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ دربانوں سے بے نیاز ہر وقت وا ہے۔ میں مشکل کشائی کے لئے اُس کے سوا کسی سے اُمید رکھتا ہوں نہ مشکلات میں سوائے دُعا کے کسی چیز کا سہارا لیتا ہوں۔ میں مصائب سے چھٹکارے کے لئے غار میں چھپنے کی بجائے اس ذات کو پکارتا ہوں جو دعائیں سننے سے ہرگز قاصر نہیں ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے بھی بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ استقامت سے دعا مانگتے رہنا چاہیئے کہ اس میں اپنے رب کے سامنے عاجزی اور فقیری کا اظہار ہے: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی))[۱۹۷]

''تمہاری دُعا قبول کی جاتی ہے جب تک جلد بازی نہ ہو (مثلاً دُعا کرتے کرتے یوں نہ کہے) میں نے دُعا کی لیکن وہ قبول نہیں ہوئی۔''

صبر واستقامت کے حصول اور دیگر حاجات کے لئے قرآنی ونبوی دعاؤں میں بڑی تاثیر ہے گویا حاکم اعلیٰ نے خود ہی درخواست پیش کرنے کے آداب اور درخواست کے مضمون کا ڈرافٹ بنا کر دے دیا ہے۔ جب اہل ایمان سچے دل سے اور خوب کوشش کے ساتھ، دُعا کے مکمل اسباب کے ساتھ مسلسل دُعا مانگیں گے تو ان شاء اللہ دل صبر وشکر کے جذبات سے معمور ہوگا، استقامت اور ثابت قدمی نصیب ہوگی اور غم خوشی میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اللہ کی کتاب از آغاز تا اختتام مستقل دُعاؤں سے عبارت ہے۔ سورۃ الفاتحہ سے بہتر آداب اور دُعا کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور آخری دو سورتوں (معوذتین) سے بہتر استعاذہ اور مدد کے لئے کیا اذکار ہو سکتے ہیں؟ مختصر یہ کہ اسلام سے بہتر حقیقتِ دُعا کو کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ سے بہتر کسی نے اس کے آداب وضوابط اور کلمات عطا نہیں فرمائے۔

Marfat.com

مبحث سوّم: حصول صبر و استقامت بذریعہ اُسوۂ حسنہ

انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک سیرت کا مطالعہ:

عام طور پر عمل کا اثر بات سے زیادہ ہوتا ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے (Action speaks louder) اعمال زیادہ اونچی آواز سے بولتے ہیں۔ جو انسان صبر و استقامت حاصل کرنا چاہتا ہو، وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک سیرتوں کا مسلسل مطالعہ اور تذکرہ کرتا رہے اور انہیں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾} [۱۹۸]

"ہم نے پیغمبروں میں سے ہر ایک کی سرگزشت تم سے بیان کی ہے تاکہ تمہارا دل آرام وسکون پائے (اور تمہارا ارادہ قوی ہو) اور ان (واقعات) میں مومنین کے لیے حق، نصیحت اور یاد دہانی آئی ہے۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ کی تثبیتِ قلب اور ارادوں کو تقویت بخشنا مقصود ہے، کیونکہ سخت ہٹ دھرم اور نہایت بے رحم دشمنوں کی مخالفتیں آپ کے دل پر اثر ڈالتی تھیں کیونکہ آپ بھی انسان اور بشر تھے لیکن اس بنا پر کہ نا اُمیدی اور یاس کی تھوڑی سی گرد بھی آپ کے قلبِ پاک پر نہ پڑے اور آپ کا آہنی ارادہ ان مخالفتوں اور کارشکنیوں سے کمزور نہ ہو، اللہ تعالیٰ آپ سے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات، ان کے کام کی مشکلات، ہٹ دھرم قوموں کے مقابلے میں اُن کی استقامت و پامردی اور بالآخر کامیابی کے واقعات یکے بعد دیگرے بیان کرتا ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کا قلب و روح اور اسی طرح وہ مومنین کے جو اس عظیم جنگ اور معرکے میں آپ کے دوش بدوش شریک تھے ہر روز قوی تر ہوتے رہیں۔ [۱۹۹]

نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اُمت کے سامنے انبیائے کرام علیہم السلام کے قصوں کو بیان فرمائیں:

{فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾} [۲۰۰]

Marfat.com

"سو آپ ان واقعات کو بیان کر دیجئے تا کہ وہ لوگ کچھ سوچیں۔"

آج سارے مسلمانوں پر خصوصاً با ایمان اور پُر جوش نوجوانوں پر فرض ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت مقدسہ کو حرف بحرف پڑھیں اور اسے دل میں جگہ دے کر ہر لحاظ سے اپنے لیے اُسوہ اور نمونہ قرار دیں، کیونکہ نفوس انسانی اقتداء سے مانوس ہوتے ہیں اور اعمال پر ان کو نشاط حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔[۲۰۱]

امام شعبیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس علم کا اتنا بڑا ذخیرہ کیسے جمع ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا:

"حاصل شدہ علم یا معلومات کو ناکافی سمجھتے ہوئے مختلف علاقوں اور ملکوں میں گھومنے پھرنے اور کوّے کی طرح صبح سویرے جاگنے اور پتھر کی طرح صبر کرنے سے میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔"[۲۰۲]

سعادت کا اہم ترین وسیلہ اور کامیابی و کامرانی کی اصل کلید انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہے۔ جس سے انسان کو صبر و شکیبائی اور استقامت و پائیداری کا گوہر نایاب حاصل ہوتا ہے۔ شیخ محمود مصری لکھتے ہیں:

"آزمائشوں کا شکار ہونے والوں اور اس پر صبر و استقامت دکھانے والوں کے حالات اور قصّے سننا آزمائشوں کا ہلکا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ واقعات سننے سے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے یہاں کوئی اور بھی ہے جو ایسی مصیبتوں میں مبتلا ہوا چنانچہ ان کے احوال سن کر صبر و استقامت کی صلاحیت بحال ہوتی ہے۔"[۲۰۳]

سید علی خامنہ ای اپنے ایک خطاب میں مطالعہ سیرت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کا ایک ایک ملی میٹر کے حساب سے مطالعہ کرنا چاہیئے اس لیے کہ آپ کی حیات کا ایک ایک لمحہ ایک عظیم واقعہ اور درس ہے۔ ہر لمحہ عظیم جلوہ انسانی ہے۔ آپ کی زندگی کے پورے تیئیس سال اسی انداز میں گزرے ہیں۔"[۲۰۴]

Marfat.com

دُشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر رہنا:

رسول کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ معاشرے میں رونما ہونے والے واقعات وحادثات کی گہرائیوں اور اُن کے مضمرات سے بھی مکمل آگاہی رکھتے تھے اور اپنی خاص درایت اور تدبیر کے ذریعے واقعات کے تاریک اور پنہاں پہلوؤں کو آشکارا کرتے تھے۔ تاکہ لوگ حق وباطل میں تمیز دے کر صحیح راستے کی طرف گامزن ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵} [۲۰۵]

''اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔''

یعنی مجرموں اور دین کے مخالفوں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ اسے {لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵} بھی پڑھا گیا ہے، یعنی اے محمد ﷺ! یا اے مخاطب! تاکہ تم مجرموں کے رستے کو پہچان لو۔''[۲۰۶]

غزوۂ اُحد کے بعد کفار کے احوال دریافت کرنے کے لئے آپ نے سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے فرمایا:

((اخرج فی آثار القوم، وانظر ماذا یصنعون، وما یریدون؟))[۲۰۷]

''اُن کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو کہ ان کے عزائم کیا ہیں؟''

اس ضمن میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا قول بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

((کان الناس یسالون رسول اللہ ﷺ عن الخیر، و کنت اسالہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی۔۔۔))[۲۰۸]

''لوگ، رسول اللہ ﷺ سے خیر وبھلائی کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں شر وبرائی کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا اور یہ اس خدشہ کی بنا پر کہ میں کہیں اُس میں نہ پھنس جاؤں۔۔۔۔''

Marfat.com

اسی طرح کفار و مشرکین وغیرہ سے موالات اور مودت رکھنے کی سخت ممانعت بیان کی گئی ہے کیونکہ یہ ایمان اور ملت ابراہیمی کے اصولوں کے منافی اور عقل کے خلاف ہیں جو ایسے دشمن سے پوری طرح سے بچنے کو واجب قرار دیتی ہے جو اپنی دشمنی میں جہد و کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا اور اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔[۲۰۹]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ}[۲۱۰]

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دشمن کے غلبے سے پناہ مانگا کرتے تھے:

((اللهم انی اعوذبك من غلبة الدين و غلبة العدو و شماتة الاعداء))[۲۱۱]

"اے اللہ! میں قرض اور دشمن کے غلبے سے اور دشمن کی تکلیفوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ دشمنانِ اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی آپ کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:

((اللهم متعنی بسمعی و بصری، واجعلهما الوارث منی، وانصرنی علی عدوی وارنی منه ثاری))[۲۱۲]

"اے اللہ! مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے فائدہ دے اور ان دونوں کو مجھ سے وارث بنا اور میرے دشمن پر میری مدد کر اور مجھے اس سے میرا انتقام دکھا۔"

آج ہمارا حال یہ ہے کہ دشمنوں اور اعدائے اسلام کی ہمارے اُوپر یلغار ہے اور اہل

Marfat.com

ایمان کو کمزور کرنے کی سازش کی جارہی ہے اور ملحدین اور زنادقہ دندناتے پھر رہے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ نے فساد کا بیج بونے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ دشمن کی سازشوں سے باخبر رہیں اور اپنے آپ کو صبر و استقامت کے ہتھیاروں سے لیس کر کے میدان میں اُتریں۔

اعتدال پسندی اور میانہ روی:

میانہ روی اور اعتدال، صبر و استقامت کے حصول کا ایک بنیادی سبب ہے۔ دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے میانہ روی اور اعتدال کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے، جو شخص اعتدال کا دامن تھامے رکھے گا وہ ہر قسم کی آزمائشوں اور ابتلاؤں سے محفوظ رہے گا، نیز اس کی برکت سے مسلمان کے اندر مشکلات اور آزمائشوں سے مقابلہ کرنے کی قوت اور قدرت پیدا ہو جائے گی اور وہ صبر و ثبات سے ان کا مقابلہ کر سکے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے بارے میں فرمایا ہے:

{وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا}[۲۱۳]

"اور (مسلمانو!) اس طرح ہم نے تم کو ایک معتدل اُمت بنایا ہے۔"

اُمت وسط ہونا اس اُمت کا خاصہ ہے اور وسط اُمت ہونے کا تعلق جس طرح عقیدے اور نظریات سے ہے، اسی طرح اعمال کے ساتھ بھی ہے، لیکن جو لوگ میانہ روی اور اعتدال کے راستے کو چھوڑ کر غلو اور شدت سے کام لیتے ہیں، وہ عنقریب بے صبری اور عدم استقامت کا شکار ہو جائیں گے۔ خاص طور پر عبادات میں غلو سے کام لینا یا دعوت الی اللہ میں اعتدال کے راستے کو چھوڑ کر غلو اور شدت پسندی کا شکار ہونے سے انسان بہت جلدی تھک جاتا ہے، جس کے بعد اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ قرآن و سنت کی بے شمار نصوص میں میانہ روی اور اعتدال کے راستے کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ شدت پسندی، غلو اور بے جا تکلف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا}[۲۱۴]

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔''

حدیث مبارکہ میں ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قصہ مشہور ہے، جنہوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے رسول کریم ﷺ کی خفیہ عبادات کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان حضرات کو اس حوالے سے تفصیل بتادی۔ اس پر ایک صحابیؓ کہنے لگے کہ میں تو آج سے ہمیشہ پوری پوری رات نمازیں پڑھا کروں گا۔ دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں سال بھر روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا، تیسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے دور بھاگوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔

تینوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

((انتم الذین قلتم کذا و کذا؟ اما واللہ انی لاخشاکم للہ، لکنی اصوم و افطر، و اصلی وارقد، واتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی))[۲۱۵]

''تم نے یوں یوں کہا! لیکن اللہ کی قسم! میں تو تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، تم سے زیادہ متقی ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور خواتین سے شادی بھی کی ہے۔ جس نے میری سنت سے روگردانی اختیار کی تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

یہ حدیث مبارکہ قابل غور ہے۔ یہ سب نیکی کے کام تھے لیکن دین میں افراط وتفریط تھی، جس سے بدعت کا آغاز ہوسکتا تھا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں سختی سے روک دیا۔ غلو اور تشدد کو نبی کریم ﷺ نے رہبان کی صفت قرار دیا ہے۔ سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تشددوا علی انفسکم فیشدداللہ علیکم فانّ قوما بشددوا فشداللہ علیہم فتلك بقایاہم فی الصوامع والدیار))[۲۱۶]

Marfat.com

''اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ بھی تم پر سختی کرے۔ ایک قوم نے تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی اسے سختی کے ساتھ پکڑا، وہ ان کے بقایا ہی تو ہیں جو تم کو راہب خانوں اور کنیساؤں میں دکھائی دیتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے:

((سددوا وقاربوا، واغدوا وروحوا، وشيئا من الدلجة، والقصد القصد تبلغوا))[۲۱۷]

''اپنے اعمال درست کرو، میانہ روی اختیار کرو۔ کچھ سفر صبح کر لیا کرو، کچھ شام کو اور کچھ رات کے آخری پہر میں۔ اس طرح میانہ روی اختیار کرو گے تو منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔''

اسلام اعتدال کی راہ پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر مسلمان خود کو اُمت وسط سمجھتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ مذہبی، معاشی یا معاشرتی معاملہ ہو اعتدال و توسط کی روش اختیار کریں۔ یہی عمل صالح کی راہ ہے اور یہی صبر و استقامت کے حصول کی کلید ہے۔ ؎

صالح پیشوا یا گریٹ آئیڈیل:

کسی صالح اور بڑی شخصیت کو اپنا پیشوا اور اپنے لیے آئیڈیل یا نمونہ بنانا فائدے سے خالی نہیں ہے۔ اپنی آئیڈیل شخصیت کی زندگی اور اس کی قربانی اور محنتوں کو دیکھ کر انسان کے عزم و ارادے بلند ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے مشکل سے مشکل کام سرانجام دینا آسان ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ نیک اور باہمت لوگوں کو اپنا آئیڈیل اور پیشوا بنانے کی تعلیم ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں انبیاء و رسل علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

{أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۖ}[۲۱۸]

''یہ لوگ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، لہٰذا (اے پیغمبر!) تم بھی انہی

Marfat.com

کے راستے پر چلو۔"

امام محمد بن علی الشوکانیؒ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا کا حکم مسئلہ توحید میں اور ان احکام و شرائع میں ہے جو منسوخ نہیں ہوئے۔[۲۱۹]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ اور آئیڈیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ}[۲۲۰]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔"

جب رسول کریم ﷺ کے اسم مبارک کا تذکرہ ہوتا ہے تو گویا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا نوح علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا سلیمان علیہ السلام کی شخصیت اور اللہ تعالیٰ کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک و صالح بندوں کی ذواتِ مقدسہ خود بخود اس نامِ نامی سے مکمل درخشندگی کے ساتھ مجسم ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی ہر شعبے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ کی اقتدا ضروری ہے، چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنے لیے گریٹ آئیڈیل قرار دے دیں اور آپ کے ایمان و توکل، خلوص و شجاعت، نظم و نظامت، زہد و تقویٰ اور صبر و استقامت کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنا لیں تو ہماری کایا پلٹ جائے اور ہماری زندگی روشن اور منور ہو جائے۔ یہ ایک ایسا بہترین نسخہ ہے جو اہلِ ایمان کو صبر و استقامت میں مزید تقویت عطا کرتا ہے۔ وہ جب سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں گے تو اس سے ضرور روحانی قوت حاصل کریں گے اور اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔

دُنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنا:

اس مقام پر سب سے نفع بخش حدیث مبارکہ وہ ہے جو سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((انظروا الی من هو اسفل منکم ولا تنظروا الی من هو فوقکم فانه اجدر ان لا تزدروا نعمة الله علیکم))[۲۲۱]

"(دُنیا کے اعتبار سے ہمیشہ) اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اپنے سے اوپر والے کی طرف نظر مت کرو کیونکہ یہ زیادہ لائق ہے اس سے کہ تم (جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کی ناقدری کرو)۔"

انسان جب اس عظیم بات کو اپنے سامنے رکھے گا اور دیکھے گا کہ بہت سارے لوگوں پر اللہ نے اسے فضیلت دی ہے اور کثیر نعمتوں سے نوازا ہے تو اس کے دل میں ایک خوشی کی کیفیت پیدا ہوگی، صابر و شاکر رہے گا، استقامتِ قلب نصیب ہوگی جو اس کو بلند مراتب پر لے جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرے گا۔ درحقیقت صبر اور اللہ کی رضا میں راضی رہنے کا وظیفہ کڑوی چیزوں کو میٹھا کر کے چھوڑتا ہے اور اجر و ثواب کی لذت صبر و استقامت کی کڑواہٹ کو بھلا دیتی ہے۔

مصائب و مشکلات کے خفیہ فوائد پر یقین:

انسان کو یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ تمام کاموں کا انجام عالم الغیب میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات پسندیدہ چیز کا انجام خراب اور خراب چیز کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۧ﴿۲۱۶﴾}[۲۲۲]

"تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو، ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بُری جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بُری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔"

یہ آیت کریمہ اس بات کی بابت عام ہے کہ نیکی کے وہ کام جن کو نفوس ناپسند کرتے ہیں،

Marfat.com

کیونکہ ان کے کرنے میں مشقت ہے بلا شک وشبہ بھلائی ہیں اور بُرے کام جن کو نفوس پسند کرتے ہیں کیونکہ ان میں لذت و راحت کا واہمہ ہے، بلا شک وشبہ شر ہیں۔ رہے دُنیا کے حالات تو یہ اصول عام نہیں۔[۲۲۳]

یہ مسلّم ہے کہ انسان کا علم ہر لحاظ سے محدود اور ناچیز ہے۔ انسانی مجہولات کے مقابلے میں انسانی علم دریا کے سامنے قطرے کی طرح ہے۔ اس لئے وہ قوانین جن کا سرچشمہ علمِ الٰہی ہے اور جو ہر لحاظ سے لا متناہی ہیں، انسان کو کبھی ان سے روگردانی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ انسان کو جان لینا چاہیئے کہ یہ تمام قوانین اس کے فائدے اور منفعت کے لئے ہیں۔ یہ آیت کریمہ انسان میں انضباط اور تسلیم کی روح کی پرورش کرتی ہے۔[۲۲۴]

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس سے کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے اور اپنے بندے کے مصالح کی اس سے کہیں زیادہ دیکھ بھال کرتا ہے جتنی دیکھ بھال بندہ خود کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے سے زیادہ اس کے مصالح کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٢١٦}[۲۲۵]

"حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔"

امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

((لا یصبر (یمتر) علی المومن اربعون صباحا الا تعاهده الرب تبارك و تعالیٰ بوجع فی جسده، او ذهاب ماله اور مصیبة یاجره الله علیهما))[۲۲۶]

"مومن چالیس دن تک ایک حالت میں رہ سکتا ہی نہیں۔ اللہ ضرور اس کی نگہداشت فرمائے گا، یا جسم کو تکلیف ہوگی یا مال جاتا رہے گا یا کوئی ایسا صدمہ ہوگا جس کا اسے اجر دیا جا سکے۔"

لہٰذا انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ کی قضاء و قدر کے ساتھ ساتھ چلے، خواہ اسے اچھا لگے یا بُرا۔ اللہ کے فیصلے کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی باز پرس کرنے

Marfat.com

والا ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾} [۲۲۷]

''وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔''

انسان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ ایک غلام ہے اور غلام کو آقا سے کچھ پوچھنے کا اختیار نہیں ہوا کرتا۔لہٰذا انسان جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔ابو الوفا ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے عقیل کا انتقال ہو گیا۔ وہ بڑا فقیہ اور اچھے آداب و اخلاق والا انسان تھا۔تو میں نے عمرو بن عبدود کے قصہ سے اپنے آپ کو تسلی دی۔عمرو بن عبدود کو سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے قتل کیا تھا تو اس کی ماں نے ایک مرثیہ پڑھا:

لو كان عمرو غير قاتله
ماذلت ابكى عليه دائم الابد
لكن قاتله من لا يعاب به
من كان يدعى ابوه بيضة البلد[۲۲۸]

''اگر عمرو کو کسی اور نے قتل کیا ہوتا تو میں ہمیشہ اس پر روتی رہتی، لیکن عمرو کو ایک ایسے شخص نے قتل کیا ہے جسے عیب نہیں لگایا جا سکا۔اس کا باپ ایک سردار شخص تھا۔''

گویا اس عورت نے قاتل کی عظمت کے ساتھ نہ صرف اپنے آپ کو تسلی دی بلکہ بیٹے کے قتل پر قاتل کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے فخر کیا، کہ میرے بیٹے کا قاتل اتنا بڑا شخص ہے کہ وہ اپنے قبیلے اور شہر کے سردار کا بیٹا ہے، کوئی عام شخص نہیں۔

مبحث چہارم: حصول صبر و استقامت کے دیگر محرکات

دل کی پاکیزگی اور روحانی لطافت:

دل کی پاکیزگی اور روحانی لطافت کا خاص اہتمام کرنا صبر و استقامت کے حصول کے

Marfat.com

ذرائع میں سے ہے۔ کیونکہ جس قدر انسان کی روحانی دُنیا میں گدلاہٹ پیدا ہوگی اُسی قدر اُس کے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تعلقات میں کدورت آئے گی اور راہِ دین میں صبر و استقامت کا دامن چھوٹ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے شرح صدر کا ذکر کر کے آپ پر احسان جتلایا، فرمایا:

{اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱} [۲۲۹]

"(اے پیغمبر!) کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟"

اور اہلِ جنت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

{وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ} [۲۳۰]

"اور ان (جنتیوں) کے سینوں میں (ایک دوسرے سے دُنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اسے ہم نکال باہر کریں گے۔"

ان مومنین کی بھی تعریف فرمائی جو اپنی دعاؤں میں یہ کہتے ہیں:

{وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔} [۲۳۱]

"اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھیے۔"

مخلص اہل ایمان کی صفت ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں دل کو صاف رکھتے ہیں۔ ہمیشہ اُس صحابی رضی اللہ عنہ کو یاد رکھیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، اُن کی خوبی یہ تھی کہ اُن کی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے سونے سے پہلے سب کو معاف نہ کر دیا ہو اور ان کے دل میں کسی کے بارے میں کھوٹ ہو۔ [۲۳۲]

ایک اور آیت کریمہ میں اہل ایمان اور کافروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ} [۲۳۳]

"غرض جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کر لے، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو (اس کی ضد کی وجہ سے) گمراہ کرنے کا ارادہ کر لے، اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے، کہ (اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے) جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو۔"

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ بغض و کینہ، حسد و عداوت، بدگمانی اور دیگر بُرے اوصاف سے دل کو پاک کرنا بہت ضروری ہے۔ جس شخص کا دل بُرے اور گندے اوصاف سے آلودہ ہو، وہ نیکی کی طرف سبقت نہیں لے جا سکتا، بلکہ سستی، کاہلی، بے صبری اور عدم استقامت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی دنیوی زندگی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے برعکس جو شخص قلبِ سلیم کا مالک ہو، اس کا دل اس قسم کی آلودگیوں سے پاک ہو تو وہ ہر نیک عمل میں صبر و استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے گا۔ یہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خاصیت تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

{إِذْ جَآءَ رَبَّهُۥ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾} [۲۳۴]

"جب وہ اپنے پروردگار کے پاس صاف ستھرا دل لے کر آئے۔"

دل کی پاکیزگی کے لئے مختلف امور کی پابندی کے حوالے سے ڈاکٹر ناصر بن سلیمان لکھتے ہیں:

۱۔ دعوت دین کے کام سے وابستہ لوگوں کی قربت و ہم نشینی، اُن سے محبت اور اُن کی باتیں سننا۔

۲۔ معاف کرنا اور حسن سلوک کی عادت اپنانا، کہ یہ مرد کی زینت ہے۔

۳۔ کسی مسلمان سے جھگڑا ہو جائے تو صلح صفائی میں سبقت کرنا۔

۴۔ چغل خوروں کی کارستانیوں سے بچنا اور خود تحقیق کرنا۔ [۲۳۵]

صالحین و صابرین کی صحبت اور مشابہت:

صالحین و صابرین کی صحبت اور اپنے اہداف سے متعلقہ دوست بنانے سے بہت زیادہ اخلاقی مدد ملتی ہے۔ ایک کے ساتھ دوسرا مل جائے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں پر جب بھی آزمائش کا وقت آیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو مطمئن کیا اور ان کی مدد چند ایسے صالح افراد کے ذریعے کی جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کی شان و

Marfat.com

رفعت کا تذکرہ کرتے، مومنین کو اللہ کی رحمتیں اور انعامات یاد دلاتے اور انہیں دین کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت کی تلقین کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان من الناس مفاتیحُ للخیر مغالیقُ للشر، وان من الناس مفاتیحُ للشر مغالیقُ للخیر))[۲۳۶]

''لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو بھلائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں اور بدی کا راستہ بند کرنے والے ہیں، اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو برائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں ہیں اور وہ نیکی کے راستہ کو بند کرنے والے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک دُعا یہ بھی ہوتی تھی:

((اللھم انی اعوذبك من جار السُوء فی دار المقام، فان جار البادیة یتحول))[۲۳۷]

''اے اللہ! میں قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پس بے شک جنگل کے رہنے والے کا پڑوسی پھرتا رہتا ہے۔''

نیک لوگوں کا ہم نشین اُن سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ علماءِ تربیت کے ہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کسی کو نمونہ بنانے سے، گفتگو اور نصیحت کی نسبت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل))[۲۳۸]

''آدمی اپنے دوست کے دین (طور طریقہ) پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو سوچ سمجھ کر دوست کا انتخاب کرنا چاہیئے۔''

پس اس سے ظاہر ہوا کہ آدمی اپنے دوست و ہم نشین کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، صبر و استقامت میں بھی اور اس کے برعکس بھی، کیونکہ طبیعتیں تو ایک دوسرے کی عادات کو غیر شعوری طور پر چوری کر لیتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہترین ہم نشین کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((من ذکرکم الله رُویته، وزاد فی عملکم منطقه، و ذکرکم

Marfat.com

فی الآخرۃ عملہ))[۲۳۹]

"جسے دیکھنے سے اللہ یاد آئے، جس کی گفتگو تیرے عمل میں اضافے کا باعث بنے اور جس کا عمل تجھے آخرت کی یاد دلائے۔"

یہ مسئلہ تمام اخلاقی فضائل میں مشترک ہے کہ اگر انسان کسی صفت سے آراستہ نہ ہو تو بظاہر ایسا رویہ اختیار کرے گا کہ گویا یہ صفت اُس میں موجود ہے۔ ایسا کرنے سے بتدریج یہ صفت انسان کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا انسان کو اہل صبر و استقامت کے ساتھ مشابہت و مماثلت پیدا کرنی چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((من یتصبر یصبرہ اللہ ومن یستعفف یعفہ اللہ ومن یستغن یغنہ اللہ وما اعطی عبدٌ عطاء ھو خیرٌ واوسع من الصبر))[۲۴۰]

"جو شخص صابروں جیسی مماثلت بنالے، اللہ تعالیٰ اُس کے اندر صبر کی روح پیدا کر دیتے ہیں۔ جو شخص پاکدامن افراد کی مماثلت اختیار کرلے، اللہ تعالیٰ اُسے پاکدامنی کی زینت عطا فرما دیتے ہیں۔ جو شخص غنی ہونے کا مظاہرہ کرے، اللہ تعالیٰ اُسے غنی فرما دیتے ہیں اور کسی بھی شخص کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی۔"

درست منہج کا انتخاب اور اس کی حقانیت پر یقین:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود اور دین کی صداقت کا عقیدہ انسان میں صبر و استقامت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا جب تک جزا دینے والے پروردگار کا عقیدہ موجود نہ ہو اس وقت تک استقامت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ انسان کو اپنے راستے کی حقانیت کا جتنا زیادہ یقین و اعتماد ہوگا اتنی ہی مضبوطی کے ساتھ وہ اپنے راستہ پر قائم و دائم رہے گا۔ اس کی بہترین مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے اُن جادوگروں کی ہے جنہیں فرعون نے بڑے انعام اور عہدے کا وعدہ دے کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لئے اپنے دربار میں اکٹھا کیا تھا۔

Marfat.com

مگر جب انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا ہوا معجزہ دیکھا تو دنگ رہ گئے اور سرِ تسلیم خم کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝۷۰} [۲۴۱]

"وہ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اُٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔"

اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں اُن کے مقام کا نظارہ کروا دیا۔ اب فرعون انہیں دھمکانے لگا، اللہ تعالیٰ نے اُس کا مقولہ یوں بیان کیا ہے:

{قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝۷۱} [۲۴۲]

"فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھلایا ہے، (سن لو) میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا، اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔"

مگر وہ لوگ جو چند لمحات پہلے فرعون سے زیادہ سکّوں اور انعامات کی بھیک مانگ رہے تھے، اپنے ایمان اور اس کی حقانیت پر اعتماد و یقین کی بنا پر اتنے نڈر ہو گئے کہ فرعون کو پلٹ کر جواب دینے لگے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

{قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳} [۲۴۳]

Marfat.com

"انہوں نے جواب دیا کہ یہ نا ممکن ہے کہ ہم تجھے ان دلیلوں پر ترجیح دیں جو ہمارے سامنے آچکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تُو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر، تُو جو کچھ بھی حکم چلائے گا، وہ اسی زندگی میں ہے۔ ہم (اس اُمید سے) اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرمادے اور (خاص کر) جادوگری (کا گناہ)، جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا ہے، اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما نے ان جادوگروں کے بارے میں فرمایا ہے:

((اصبحوا سحرة وامسو شهداء))[۲۴۴]

"صبح وہ جادوگر بن کر اُٹھے اور دن کے ختم ہونے پر وہ شہداء بن گئے۔"

اور یہ سب کچھ اپنے ایمان اور اس کی حقانیت پر اعتماد و یقین کی بنا پر تھا۔ کامل یقین کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ ایک خوبصورت دُعا ہے:

((اللهم انی اسئلك من اليقين ما تهون على به مصائب الدنيا))[۲۴۵]

"اے اللہ! مجھے ایسا یقین عطا فرما جس کی وجہ سے ساری دُنیا کی مصیبتیں ہیچ رہ جائیں۔"

یہی حق سچ کا منہج اور راسخ عقیدہ ہی سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو ملا تھا جس کی وجہ سے پھانسی کے پھندے کے ساتھ جھولتے ہوئے مسکرا کر فرما رہے تھے:

لست ابالی حین اقتل مسلما

علی ای جنب کان الله مصرعی[۲۴۶]

"مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے اسلام کی حالت میں شہید کر دیا جائے اور میری لاش جس کروٹ پر بھی گرے۔"

لیکن جب کسی کو اس راستے کے بارے میں سو فیصد برحق ہونے کا یقین نہ ہو جسے اُس نے اپنایا ہے تو اس کا اس پر ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ عرصے تک اگر وہ

Marfat.com

اس کے ساتھ وابستہ بھی رہے تو آگے چل کر اس طریقے کا شرعاً غلط ہونا اس کے سامنے ہو جائے گا اور اس کی سابقہ ساری محنتیں اسے رائیگاں نظر آئیں گی، جس پر وہ ساری زندگی کفِ افسوس ملتا رہ جائے گا۔ بقول شاعر:

من غرس الحنظل لا یرتجی
ان یجتنی السکر من غرسة[۲۴۷]

''جس نے اندرائن کا پودا لگایا تو یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے بوئے ہوئے پودے سے کوئی میٹھا پھل چن لے گا، بلکہ اندرائن کے کڑوے کسیلے پھلوں سے ہی اسے اپنا دامن بھرنا پڑے گا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو شکوک وشبہات اور اوہام وخیالات کی گہری کھائی سے نکالنے کے لئے قرآن وسنت کے بتائے ہوئے منہج اور اہلبیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے، جس سے مسلمان کسی منزل پر نہ حیران و پریشان ہوگا اور نہ اسے اپنے کئے ہوئے سابقہ اعمال پر کبھی ندامت کا سامنا ہوگا، بلکہ وہ زندگی بھر ایک مضبوط رسی کو تھامے ہوئے ہوگا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ یہی ہمارے پیارے رسول ﷺ کا بتایا ہوا راستہ ہے، ہمیں اسی پر چلنا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ}[۲۴۸]

''اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو جس چیز سے منع کریں، اس سے رُک جاؤ۔''

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ جب فتنے سر اُٹھائیں تو میں اُس وقت کیا کروں اور کس طرح ان فتنوں سے بچ جاؤں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((تلزم جماعة المسلمين وامامهم))[۲۴۹]

''تم مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام کو لازم پکڑو۔''

دینی تعلیم وتربیت کا حصول:

دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ یہ نہ صرف انسان کو مہذب بناتی اور اس کے اخلاق وکردار کو سنوارتی ہے بلکہ زندگی کے دشوار گزار اور پر پیچ

Marfat.com

راستوں پر چلنے کے لئے اس کے اندر صبر اور استقامت بھی پیدا کرتی ہے۔اس کے برعکس وہ شخص جو اپنے دین کو سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، وہ دین پر قائم کیسے رہے گا؟ کیونکہ وہ اپنے دین کو پہچانتا ہی نہیں ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٩}[۲۵۰]

''بتلاؤ تو بھلا! علم والے اور بے علم، کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔''

انسان جس قسم کی تعلیم حاصل کرتا ہے اُس کے سیرت و کردار پر اُسی قسم کے نقوش پختہ اور مرتسم ہو جاتے ہیں اور پھر اُنہی نقوش کے مطابق وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دین کا علم اور سمجھ پیدا کرنے کے لئے بڑی جدوجہد فرمائی۔اسی دینی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین پر وہ پختہ استقامت حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے دین کی خاطر جسمانی اور روحانی اذیتیں گوارا کر لیں مگر اللہ کے دین سے ہٹ جانا انہیں پسند نہ آیا۔صحابہ کرام کے صبر و استقامت کے جلووں کی جھلکیاں باب دوم میں بیان کی گئی ہیں، بلاشبہ اُن کا صبر اور عزیمت و استقامت ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

صحابہ کرامؓ پر مشرکین مکہ کے ظلم و ستم کے بارے میں ابن ہشامؒ کی روایت ہے:

((فجعلوا يحسبونهم و يعذبونهم۔ بالضرب والجوع والعطش و برمضاء مكة اذا اشتد الحر))[۲۵۱]

''وہ مسلمانوں کو قید رکھتے، اور انہیں زدوکوب کرتے، بھوک و پیاس اور شدت کی گرمی میں، مکہ کی توے کی طرح جلتی تپتی زمین پر تڑپانے کے عذاب میں مبتلا کرتے۔''

امام محمد بن سعدؒ، سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

((فالبسوهم ادرع الحديد و صهروهم فى الشمس... فجعلوا يطوفون به فى شعاب مكة وهو يقول، "احد احد"))[۲۵۲]

Marfat.com

''اُنہیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور آفتاب کی تیز و تند اور جھلسا دینے والی دھوپ اور گرمی میں ڈال دیتے۔۔۔وہ آپ کو گھسیٹتے ہوئے مکہ کی گلیوں کے چکر لگاتے پھرتے، اس حال میں بھی آپ کی زبان سے ''احد احد'' کی صدا بلند ہوتی۔''

اور جب مشرکین، سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے کہتے، جس طرح ہم کہتے ہیں تو بھی اسی طرح (مشرکانہ الفاظ) کہہ۔تو آپ فرماتے:

((ان لسانی لا یحسنه!))[۲۵۳]

''میری زبان اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے مشرکین کے مظالم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اپنی پیٹھ سامنے کر دی۔سیدنا عمرؓ نے پیٹھ دیکھی تو فرمایا:

((ما رایت کالیوم))

''میں نے آج تک یہ نظارہ نہیں دیکھا۔''

سیدنا خبابؓ نے فرمایا، میرے لئے آگ جلائی گئی اور مجھے گھسیٹ کر انگاروں پر ڈال دیا گیا، یہاں تک کہ:

((فما اطفاها الا ودك ظهری))[۲۵۴]

''آگ کو میری پیٹھ کی چربی نے پگھل پگھل کر بجھا دیا۔''

اسی طرح دیگر صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم پر ہونے والے جسمانی و ذہنی مظالم و شدائد کی لرزہ خیز داستانیں اور اُن کی عزیمت و استقامت ضرب المثل ہے۔اگر نبی کریم ﷺ نے انہیں دین کی تعلیم نہ دی ہوتی اور نفس پر قابو پانا اور شیطان کے وساوس کا مقابلہ کرنا نہ بتلایا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی تکلیف برداشت کرنے کے باوجود اپنے دین پر اس قدر ثابت قدم رہتے؟ یہ نبوی تعلیم و تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے دُشمنانِ اسلام کی ایذا و تعذیب کے بالمقابل عظیم الشان صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔اس لئے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ علمِ دین کے حصول کی کوششوں میں لگا رہے، جتنا علم بڑھتا جائے گا اس کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی اضافہ ہو گا اور راہِ دین میں صبر و استقامت پیدا ہو گی۔مثال کے طور پر جس شخص کو صبر و

Marfat.com

استقامت کے فضائل جو آیات کریمہ اور احادیث نبویہ میں وارد ہوئے ہیں اُن کا علم ہو تو اس کے لئے نیکی پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کرنا بہت آسان ہو جائے گا۔

دین اسلام کے روشن مستقبل کا پختہ یقین:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝۹}[۲۵۵]

"وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے دیگر تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔"

ہمیں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیسی کیسی مشکلات برداشت کیں جس کے نتیجے میں آج ایک عظیم اُمت نظر آ رہی ہے۔ یہ اُمت مشکلات و مصائب سے گزرنے کے بعد معرض وجود میں آئی، پھلی پھولی اور مستحکم و مضبوط ہوئی ہے ورنہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم حق پر ہیں، کامیابی حاصل ہونے والی نہیں ہے، حق کے ساتھ صبر و استقامت لازمی ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صفین کے موقع پر کیا خوب جملہ ارشاد فرمایا:

((لا یحمل هذا العلم الا اهل البصر والصبر))[۲۵۶]

"اس پرچم کو صرف وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں جو سب سے پہلے زیور بصیرت سے آراستہ ہوں اور دوسرے یہ کہ صبر کی توانائی اُن میں ہو۔"

قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر اسلام کے روشن مستقبل کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ہمیں ان آیات کریمہ اور ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ خصوصاً آج کے دور میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم بڑھتا جا رہا ہے اور ہماری فتح و کامیابی میں تاخیر ہو گئی ہے، تاکہ نا اُمیدی اور عدم یقین کی وجہ سے ہم کہیں ہدایت پا لینے کے بعد پھر گمراہی کی دلدل میں نہ پھنس جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت تھی کہ جب کبھی آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطمئن کرنا چاہتے تو انہیں خوشخبری سناتے اور حوصلہ دلاتے کہ آنے والے دن اسلام کے ہیں۔ سیدنا

Marfat.com

خباب بن الارتؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((واللہ لیتمّنّ ھذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعا الی حضر موت لا یخاف الا اللہ، او الذئب علی غنمہ ولکنّکم تستعجلون))[۲۵۷]

''اللہ کی قسم! یہ امر (اسلام) ضرور کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ (راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اُس کی بکریوں کو نہ کھا جائے، لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔''

صبر و استقامت کے حصول کے ایسے کتنے ہی محرکات ہیں جنہیں اختیار کر کے ہم نجی زندگی میں نافذ کر سکتے ہیں اور اپنے اخلاق و کردار کو سنوار کر ان کی عملی مثال بن سکتے ہیں۔ اس طرح ہم دُنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹ لیں گے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ رقمطراز ہیں:

''انسان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسے اعمال کے لئے کوشاں رہے جو اسے اُن شدائد سے (نجات دلا کر) راحت، اس کے لئے دائمی فرحت اور سرور کا موجب بنیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابدالآباد تک سخت عذاب کی مشقت برداشت کرتا رہے گا۔''[۲۵۸]

امام علی بن موسیٰ الرضاؒ فرماتے ہیں:

((من سال اللہ الجنۃ ولم یصبر علی الشدائد فقد استھزا بنفسہ))[۲۵۹]

''جو شخص، اللہ سے جنت کی درخواست تو کرتا ہے لیکن مشکلات پر صبر نہیں کرتا وہ درحقیقت اپنا خود ہی مذاق اڑاتا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے

{اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ}[۲۶۰]

''میں تم سے کسی عمل کو ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت۔''

Marfat.com

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۳}[۲۶۱]

''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔''

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

((وعود نفسك بالتصبر))[۲۶۲]

''اپنے نفس کو صبر و استقامت کی عادت ڈالو۔''

کیونکہ نفس آرام پسند ہے جو کہ سختیوں اور تلخیوں سے بھاگتا ہے۔ جو انہیں تحمل کرنے کی تاب نہیں رکھتا وہ کبھی بھی بلند مقامات تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام سے فرمایا:

((وطن نفسك على الصبر))[۲۶۳]

''اپنے نفس کو صبر کے لئے آمادہ کرو۔''

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''جو شخص مصائب سے مقابلہ کے لئے صبر و استقامت سے مسلح ہو کر تیار نہ ہو تو وہ آزمائش کا مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ ایسا شخص اس کے سامنے عاجز ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔''[۲۶۴]

جب انسان صبر و استقامت سے کام لے تو وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ صبر و استقامت پانی کے ایسے بند کی مانند ہے جو پانی کو ضائع ہونے سے روکتا ہے اور ہماری توانائی کو متمرکز کرتا ہے۔

اُمید ہے کہ حصول صبر و استقامت کے مندرجہ بالا محرکات کو اپنانے سے ہمیں صبر و استقامت کا خزانہ مل جائے گا، جس سے زیادہ اس دُنیا میں ہماری کوئی اور ضرورت نہیں ہے اور ہم مشکل سے مشکل راہوں کو طے کر کے منزل کی درخشانی دیکھ سکیں گے۔ ان شاء اللہ

Marfat.com

{اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾} [۲۶۵]

"بے شک یہ نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔"

فصل سوّم: صبر و استقامت کے فوائد و ثمرات

راہِ دین میں صبر و استقامت سخت اور طاقت فرسا کام ہے جس کے لئے ایمان اور قوی حوصلے کی ضرورت ہے لیکن صبر و استقامت کا نتیجہ نہایت ہی شیریں اور میٹھا ہے اور اس کی بہت سی دُنیوی برکات اور اُخروی ثمرات ہیں۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر و استقامت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا اچھا نعم البدل عطا فرما دیتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دینے والے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ہوائی سواری عنایت فرما دی۔ جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا تو رب تعالیٰ نے انہیں مصر کی حاکمیت عطا فرما دی۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب باوفا رضی اللہ عنہم نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنا ملک اور گھر بار چھوڑا تو اس کے بدلے اُنہیں دُنیا کی حکومت اور فتح عطا فرما دی گئی۔ میدان جہاد میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والے جب جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بدلے میں اُنہیں سبز پرندوں کے جسم عنایت فرما دیتے ہیں اور وہ جنت کی باغیچوں میں گھومتے پھرتے جنت کے پھل کھاتے ہیں۔ نیکی کا بدلہ سات سو گنا تک بڑھ جانا بھی صبر و استقامت ہی کی برکات ہیں۔

صبر و استقامت اسلامی اخلاق کا عنوانِ جلی ہے۔ استقامت، توکل علی اللہ اور تواصوا بالحق کا حاصل جمع صبر ہے۔ صبر انسان کو وہ قوت عطا کرتا ہے کہ ہر ناوکِ ستم انسان سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ آج ہم بے صبری اور عدم استقامت کے عفریت کے اسیر ہو چکے ہیں۔ کفار تو رہے ایک طرف، ہم اپنے مسلمان بھائیوں حتیٰ کہ خونی رشتہ داروں کے معاملے میں بھی ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے ہیں اور اخلاقی اعتبار سے گرے ہوئے ایسے

Marfat.com

اقدامات کر گزرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والوں کے ہرگز شایانِ شان نہیں ہوتے۔ جبکہ صبر و استقامت بہت سے ثمرات و فوائد کے حصول کا ذریعہ، بہت زیادہ منافع کی دستیابی کا وسیلہ، عظیم الشان خوبیوں کا گنجینہ اور مومن کے لئے ہر طرح کی بھلائی سے آراستگی کا ذریعہ ہے۔ ایک عرب شاعر کا قول ہے:

"میں دشواریوں اور سختیوں کو آسان سمجھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ میں اپنی دلی خواہش کو حاصل نہ کرلوں اور صبر و استقامت دکھانے والے کی اُمنگیں اور اُمیدیں بہرصورت شرمندہء تعبیر ہو کر رہتی ہیں۔"[۲۶۶]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ومن يستعفف يعفه الله، ومن يستغن يغنه الله، ومن يتصبر يصبره الله، وما اعطِى احدٌ عطاء خيرا واوسع من الصبر))[۲۶۷]

"جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اُسے بچا لیتا ہے۔ جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ اُسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اللہ اُسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔"

امام جعفر بن محمد الصادقؒ کا فرمان ہے:

((لا تعدن مصيبة اعطيت عليها الصبر واستو جبت عليها من الله ثواباً مصيبة انما المصيبة ان يحرم صاحبها اجرها و ثوابها اذا لم يصبر عند نزولها))[۲۶۸]

"جس مصیبت پر آپ نے صبر و استقامت دکھائی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پایا ہے، اُسے مصیبت و سختی نہ کہو بلکہ مصیبت اُس وقت ہے کہ جب تم اس کے مقابلے میں صبر سے کام نہ لو اور الٰہی اجر و ثواب سے محروم رہو۔"

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو جو کچھ دیا جاتا ہے، جو نعمت دی جاتی

Marfat.com

ہے اُن میں صبر سب سے افضل ہے۔اس کا بدلہ لا محدود ہے۔"[۲۶۹]

اللہ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ پر تدبرانہ نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے، جب انہوں نے اپنی بے جا قید و بند کی صعوبت پر صبر و تحمل سے کام لیا تو اُن کی استقامت نے اُن کو غلامی سے آزاد کرا کر حکومت کے تخت پر فائز کر دیا۔ایک عرب شاعر نے اس پر خوبصورت تبصرہ کیا ہے:

"کیا اللہ کے نبی (سیدنا یوسف علیہ السلام) کی مظلومانہ قید و بند اور تہمت کی آلودہ طرزِ زندگی میں تمہارے لئے اُسوہ اور نمونہ کا سامان نہیں، جنہوں نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک لمبے عرصے تک حبس بے جا کی سزا کاٹی، جس کے نتیجہ میں صبر و استقامت نے انہیں سیاہ و سفید کا مالک بنا کر تخت شاہی کا حق دار بنا دیا۔"[۲۷۰]

امام غزالیؒ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے صابرین کو مختلف اوصاف سے متصف کیا ہے اور قرآن کریم میں کم و بیش ستر (۷۰) جگہ صبر کا ذکر فرمایا ہے نیز بندو بالا درجات اور خیرات و برکات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اسے صبر کا ثمرہ اور نتیجہ قرار دیا ہے۔"[۲۷۱]

ذیل میں اُن دُنیوی اور اُخروی فوائد و ثمرات کا مختصر سا تذکرہ کیا جائے گا جو محض صبر اور استقامت کی وجہ سے صابرین کے لئے منتج ہو کر منظرِ عام پر آتے ہیں۔

مبحث اوّل: صبر و استقامت کے دُنیوی فوائد و ثمرات

اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضامندی:

مصائب و مشکلات میں مبتلا شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((ان الله اذا احب عبدا ابتلاه فمن رضى فله الرضى ومن سخط فله السخط))[۲۷۲]

"بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند کرتے ہیں تو اُسے مصیبت دے کر

Marfat.com

آزماتے ہیں۔ جو راضی رہا (یعنی اللہ کے فیصلوں پر صبر کا مظاہرہ کیا) اس کے لئے اللہ کی رضا ہے اور جو ناراض ہوا (یعنی اللہ کے فیصلوں پر بے صبری اور عدم استقامت کا شکار ہوا) اس کے لئے اللہ کی ناراضگی ہے۔"

اور جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثمرہ ظاہر ہو گیا تو پھر اس مصیبت پر صبر کے بدلے جو انعام اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ عظیم الشان ہے۔ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه))[۲۷۳]

"میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو اُسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔"

دُنیوی فلاح و کامیابی:

قرآن کریم نے صبر و استقامت اور فلاح و کامیابی کو باہم مربوط کر کے دونوں کا رشتہ مستحکم کر دیا ہے اور کامیابی و کامرانی کو صبر کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰}[۲۷۴]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور ڈٹے رہو اور کمر بستہ رہو، اور ڈرو اللہ سے، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر اسی آیت کریمہ کی عکاسی کرتا ہے۔

Marfat.com

صبر و ظفر ہر دو دوستانِ قدیمند
بر اثرِ صبر نوبتِ ظفر آید[۲۷۵]

"صبر اور کامیابی دونوں ایک دوسرے کے قدیمی دوست ہیں۔ صبر کے نتیجے میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اپنے ہر کام اور ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

{فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۲}[۲۷۶]

"پس تو خوب ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔"

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو سیدھی راہ پر دوام و ہمیشگی اور ثابت قدمی کا حکم دے رہے ہیں۔ کیونکہ دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس پر کامیابی حاصل کرنے میں یہی سب سے بڑی معاون چیز ہے۔"[۲۷۷]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے خطبہء قاصعہ میں تاریخ کے کمزور لوگوں کی زندگی میں تبدیلی اور ان کی ظالموں پر فتح اور کمزوروں کے متین جذبات کی کامیابی کا یوں تجزیہ کیا ہے:

((حتی اذا رای اللہ جد الصبر منھم علی الاذی فی محبتہ والاحتمال للمکروہ من خوفہ جعل لھم من مضائق البلاء فرجا فابدلھم العز مکان الذل، والامن مکان الخوف فصاروا ملوکا حکاما و ائمۃ اعلاما، وقد بلغت الکرامۃ من اللہ لھم ما لم تبلغ الامال الیہ بھم۔))[۲۷۸]

"جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کمزوروں کو اپنی محبت کے راستے میں مصیبتوں پر صبر

Marfat.com

کرتے دیکھا اور اللہ کے خوف کی وجہ سے ان پر جو ناگوار حادثات گزرے، انہیں برداشت کرتے پایا۔ تو ان پر مصیبت کی گھٹن میں مسرت کے دروازے کھول دیئے اور ان کی ذلت کو عزت اور خوف و ہراس کو امن میں بدل دیا۔ اور وہ لوگ تختِ فرمانروائی پر حکمران اور مسندِ ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں اُمیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہوئی کہ ان کی بلند پرواز خواہش بھی وہاں تک نہیں پہنچی تھی۔"

یہ تاریخ کا عمل ہے جو ابد تک ایسا ہی رہے گا اور صبر و استقامت تمام دینی، انفرادی اور اجتماعی خواہشات و مقاصد کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

پیشوائی اور حکمرانی:

جس دل میں صبر و استقامت پنہاں نہیں وہ صحیح معنوں میں انسان نہیں۔ ایک ہندی کہاوت ہے۔ "چوٹ سہے جو شبد کی وائے گرد و میں واس" یعنی جو شخص لفظ کی چوٹ سہہ سکے وہ اس قابل ہے کہ اُس کو پیشوائی کا درجہ دے دیا جائے اور دوسرے لوگ اس کے خادم بن کر رہیں۔ لفظ کو سن کر بظاہر نہ کسی کا خون بہتا اور نہ کسی کا ہاتھ پاؤں ٹوٹتا ہے، مگر لفظ کی چوٹ کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا بلاشبہ کسی آدمی کے لئے مشکل ترین کام ہے۔ لفظ کی چوٹ وہی برداشت کر سکتا ہے جس کے اندر گہرائی ہو اور وہ ظاہری سطح سے اوپر اٹھ کر چیزوں کو دیکھ سکے۔[۲۷۹]

آسمان ترقی پر پہنچانے والی چیز یہی صبر و استقامت ہے۔ صبر والوں کے لئے بڑے بڑے درجات ہیں۔ بنی اسرائیل غلام اور محکوم تھے لیکن صبر اور استقلال ہی کی وجہ سے حاکم ہوئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

{وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ

Marfat.com

وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴿۱۳۷﴾} [۲۸۰]

"اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا نیک وعدہ، بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر و ثبات کی وجہ سے پورا ہو گیا اور فرعون اور اس کی قوم جو بناتے اور جو اونچی اونچی عمارتیں اور محلات وہ تعمیر کرتے تھے، سب کو ہم نے درہم برہم کر دیا۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ بنی اسرائیل جیسی کمزور قوم فرعون جیسی طاقت کے سامنے اس لئے سربلند ہوئی کہ اس نے صبر اور ثابت قدمی سے کام لیا اور اس کے نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو شام کی بابرکت زمین کی حکومت عطا فرمائی۔ چنانچہ اس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بھی فرمائی ہے:

{وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴿۲۴﴾} [۲۸۱]

"اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔"

اس آیت کریمہ سے صبر کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ صبر و استقامت اختیار کرنے اور آیات الٰہی پر یقین رکھنے کی وجہ سے اُن کو دینی امامت اور پیشوائی کے منصب پر فائز کیا گیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کنوئیں میں گرنا برداشت کیا، زر خرید بننا تحمل کیا اور سالہا سال قید کاٹنے کے بعد مصر کی حکمرانی حاصل کی۔ صبر و استقامت ہی دُنیا کی ہر قوم کی ترقی کا سنگِ بنیاد ہیں۔

دشمن کے مکر و فریب سے بچاؤ:

صبر و استقامت کی برکات میں سے ایک انتہائی قیمتی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے صابرین اور پرہیزگاروں کے لئے دشمنوں کے مکر و فریب سے بچاؤ کے اسباب میں سے بنایا ہے۔ ملکی استحکام اور قوم کی اجتماعی زندگی اور فلاح و بہبود کے لئے بھی اسے بنیادی اہمیت

Marfat.com

حاصل ہے۔ صبر و استقامت کو اپنا کر دشمن کے حیلوں اور اس کی تباہ کن تدبیروں سے انفرادی اور اجتماعی طور پر محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۱۲۰}[۲۸۲]

''تم اگر صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔''

دُشمن کی بُری سازشوں سے بچنے اور تائید الٰہی کے حصول کے لئے صبر و استقامت، ہوشیاری اور پرہیز گاری شرط ہے اور اسی صورت میں ان سے مامون رہنے کی ضمانت دی گئی ہے۔

ایمان و یقین میں اضافہ:

سیدنا علی بن ابی طالبؓ، صابروں کو بشارت سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

((صابروا انفسکم علی فعل الطاعات و ضونوها عن دنس السیئات تجدوا حلاوۃ الایمان))[۲۸۳]

''اپنے آپ کو صبر و استقامت کے ساتھ، اطاعتوں کی انجام دہی پر لگا دو، اور اسے بُرائیوں کی آلودگی سے بچاؤ، تو ایمان کی حلاوت محسوس کرو گے۔''

عبادات میں استقامت کے حوالے سے علامہ اسماعیل حقیؒ نے روح البیان میں شیخ ابو طالبؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

((مداومة الاوراد من اخلاق المومن و طریق العابدین وهی مزید الایمان و علامة الایقان))[۲۸۴]

''معمولات کو بہ پابندی انجام دینا ایمان والوں کے اخلاق سے ہے اور عبادت گزاروں کا طریقہ ہے نیز یہ ایمان میں اضافہ کا باعث اور ایقان کی علامت ہے۔''

Marfat.com

اللہ کی مدد اور فرشتوں کے نزول کی خوشخبری:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾} [۲۸۵]

"(اے نبی!) جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے: کیا تمہارے لیے کافی نہ ہوگا کہ اللہ آسمان سے تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد کرے؟ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو اسی لمحے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جن کے (خاص) نشان لگے ہوں گے۔"

اور اس کے بعد فرمایا:

{وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾} [۲۸۶]

"اور نہیں کیا اس کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لیے اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل ساتھ اس کے، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ ہی کی طرف سے جو زبردست حکمت والا ہے۔"

فضل وکمال کا حصول:

سارے فضل وکمال کا حصول عزیمت اور ثابت قدمی پر منحصر ہے اور جس کے اندر عزیمت اور صبر واستقامت نہ ہو اس کے لئے کمال کا پانا ممکن نہیں۔ اس لئے سب سے کامل شخص وہ ہے جو صبر میں سب سے آگے ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے۔

((اللهم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزيمة على الرشد)) [۲۸۷]

"اے اللہ! میں تجھ سے ثابت قدمی اور بھلائی پر استقامت مانگتا ہوں۔"

Marfat.com

صبر واستقامت کی اہمیت کا اظہار حضور اکرم ﷺ نے یوں بھی فرمایا:

((ما اعطی احد عطاء خیرا اوسع من الصبر))[۲۸۸]

''کسی بھی شخص کو صبر سے بڑھ کر کوئی بخشش نہیں ملتی۔''

عزیمت، ثابت قدمی اور استقامت کی تعمیر صبر ہی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ صبر فی الحقیقت خزانۂ سعادت کا طلسم ہے۔

حفاظت ایمان اور حرام سے بچاؤ:

علامہ ابن ابی الدنیاؒ نے امام ابن قیمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''صبر کے دو سبب اور دو فائدے ہیں۔ دو سبب تو یہ ہیں کہ آدمی گناہ کے وقت اس عذاب کے خوف سے ڈرے جو گناہ کرنے کے بعد لاحق ہوگا اور دوسرا سبب رب تعالیٰ سے حیاء ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ کی نافرمانیوں میں استعمال کرے اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جائے۔ نیز صبر کے دو فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ آدمی کا ایمان محفوظ رہتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ حرام سے بچ جاتا ہے۔ سزا کو مدنظر رکھنا اور اس سے خوف کھانا ایمان کی قوت کو زیادہ کرتا ہے۔''[۲۸۹]

اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمتیں:

قرآن کریم میں صبر کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ خوشخبریاں سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝۱۵۷}[۲۹۰]

''''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو

Marfat.com

خوشخبری دے دیجئے، جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے دُرود اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

اس آخری فقرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صبر کرنے والوں کے درجات پیشِ پروردگار کس قدر بلند ہیں کہ وہ ان پر دُرود اور رحمت کی بارشیں کرتا ہے۔

صبر واستقامت دکھانے والوں کے معنوی اور روحانی ثواب کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((من ابتلی فصبر و اُعطی فشکر وظلم فغفر اولئك لهم الا من وهم مهتدون))[۲۹۱]

"جن لوگوں پر آزمائش آئے اور وہ صبر کریں اور اُنہیں نعمت عطا ہو اور وہ شکر کریں اور اُن پر ظلم ہو اور وہ معاف کریں تو اُن کے لئے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

بہترین نعم البدل کا حصول:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝٣٤}[۲۹۲]

"اور (اے اللہ کے رسول ﷺ ایمان پر) اطمینان رکھنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:

((ما من مسلم تصیبه مصیبة فیقول ما امره الله: {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝١٥٦}، اللهم اوجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منها، الا اخلف الله له خیرا منها))[۲۹۳]

"جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے، پھر وہ اللہ کے حکم کے مطابق {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝١٥٦} پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس

Marfat.com

کے بعد مجھے خیر نصیب کر، تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے۔"

سعید بن جبیرؒ نے ان کلمات کے حوالے سے کہا ہے کہ:

"یہ کلمات ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کیے گئے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کلمات انہیں دیئے گئے ہوتے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام {یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُف} نہ کہتے بلکہ {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝} کہتے۔"[۲۹۴]

جسمانی ونفسیاتی صحت:

مشکلات کے سامنے صبر و استقامت دکھانا صرف ایک اخلاقی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا انسان کی صحت وسلامتی کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے۔ جن لوگوں میں صبر کی کمی ہوتی ہے وہ دل اور اعصاب کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، مایوسی، جزع اور بیتابی اُن کو گھیر لیتی ہے۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد ترک کر دیتے ہیں۔ یہ مذموم ترین صفات دُنیا و آخرت میں انسان کو ذلت اور بدبختی سے دوچار کر دیتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس صفت کے حوالے سے انسان کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

{اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝}[۲۹۵]

"بے شک انسان تو پیدا کیا گیا ہے کم حوصلہ۔ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑا بے صبرا ہے۔ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔"

صبر و استقامت کی دولت سے مالا مال افراد صحت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر پاتے ہیں۔ ماہرین نفسیات نے مذہب کو انسان کی جسمانی اور نفسیاتی صحت کا ایک اہم سبب قرار دیا ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مذہب انسان کو صبر و استقامت کی دولت عطا کرتا ہے۔ فارسی کا ایک مقولہ ہے "بی رنج گنج میسر نمی شود" تن پروری اور راحت طلبی سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں لاتی۔" وہی صلہ پاتا ہے جو کام ومحنت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر اپنی نعمتیں نازل کرتا ہے جو مصائب میں صبر و استقامت سے کام لے۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ

Marfat.com

سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((من احب البقاء فلیعد للمصائب قلبا صبورا))[۲۹۶]

"جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اُس کی عمر طویل ہو تو اسے چاہیئے کہ مصائب کے مقابلے کے لئے صبر کرنے والا دل پیدا کرے۔"

قوت وقدرت میں اضافہ:

اللہ تعالیٰ نے صبر کو مدد اور استعانت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

{وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط}[۲۹۷]

"صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔"

اللہ تعالیٰ نے صبر کو نماز کے ساتھ بلکہ اس پر مقدم فرمایا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ صبر کی وجہ سے انسان میں ایجاد ہونے والے قوت بخش آثار سے بخوبی مدد لے سکتے ہیں۔ انسان صبر کی وجہ سے اللہ کی غیبی امداد سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے اور یہ غیبی امداد ملائکہ صبر واستقامت والوں تک پہنچاتے ہیں۔[۲۹۸]

انسان صبر و استقامت کے ذریعے بیشتر قوت و قدرت حاصل کرتا ہے جس سے وہ مشکلات اور سختیوں کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ج}[۲۹۹]

"اگر ان میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں۔"

کیونکہ صبر، انسان کی جسمانی قوت میں اضافہ کر کے اُسے دشمن کے سامنے مقاوم اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ بقول شاعر:

پا فشاری و استقامت میخ
سزداذ عبرت بشر گردد
برسرش هرچه بیشتر کوبی
پافشاریش بیشتر گردد[۳۰۰]

Marfat.com

''یعنی استقامت اور ثابت قدمی میخ کی شان ہے جس میں انسانوں کے لئے سبق ہے کیونکہ میخ کے سر پر جتنا زیادہ مارو وہ اتنا ہی زیادہ محکم اور ثابت قدم ہو جاتا ہے۔''

کمزور ارادے کے مالک، کم حوصلہ اور بے صبر افراد جلد ہی حوادث کے میدان سے بھاگ جاتے ہیں یا مشکلات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ صبر و استقامت کے بغیر انسان کو دُنیا ملتی ہے نہ ہی آخرت۔ یہی وجہ ہے کہ جن اقوم میں صبر و استقامت کا عنصر پایا جاتا ہے وہی اقوام دُنیا میں ترقی کرتی ہیں۔ بڑے علماء، موجدین اور سائنسدانوں میں ایک چیز مشترک ہوتی ہے اور وہ صبر و استقامت ہے جو اُن کی دیگر خصوصیات کے مقابلے میں زیادہ درخشاں اور نمایاں ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک سائنسدان کو سالہا سال تک کُتب خانوں اور لیبارٹری میں محنت کرنی پڑتی ہے، پھر کہیں جا کر کسی سائنسی قانون کی دریافت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((من رکب مرا کب الصبر اھتدی الی میدان النصر))[۳۰۱]

''جو شخص صبر کی سواری پر سوار ہوتا ہے، کامیابی کے میدان میں قدم رکھتا ہے۔''

مبحث دوم: صبر و استقامت کے اُخروی فوائد و ثمرات

اُخروی نجات اور حصول جنت کا ذریعہ:

شریعت مقدسہ کے احکامات پر عمل کرنا اور ممنوعات سے رُکنا صبر و استقامت کی زندگی ہے۔ جس میں آدمی اپنے نفس کو ذاتی خواہشات سے اور آرام پسندی سے بچاتا ہے۔ یہ صبر کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ ایسے لوگ جنت میں بلا تاخیر بڑی تیزی سے داخل ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اذا جمع اللہ الخلائق نادٰی منادٍ: این اھل الصبر؟))

''اللہ تعالیٰ جب مخلوقات کو (قیامت کے دن) جمع کریں گے تو ایک منادی ندا کرے گا۔ صابر کہاں ہیں؟''

Marfat.com

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فیقوم ناس و هم یسیر، فینطلقون سراعا الی الجنة، فیلقاهم الملائکة فیقولون: انا نراکم سراعا الی الجنة فمن انتم؟ فیقولون: نحن اهل الصبر۔ فیقولون: وما کان صبرکم؟ فیقولون: کنا نصبر علی طاعة الله، و کنا نصبر عن معاصی الله۔ فیقال لهم: ادخلوا الجنة فنعم اجر العاملین))[۳۰۲]

"کچھ لوگ کھڑے ہوں گے جن کی تعداد بہت کم ہوگی اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلنے لگیں گے۔ فرشتے ان سے ملیں گے تو پوچھیں گے ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں، تم جلدی جلدی جنت میں جا رہے ہو۔ تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ہم صابرین ہیں۔ فرشتے سوال کریں گے تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کی اطاعت پر صبر کرتے رہے اور اللہ کی نافرمانیوں سے رُکے رہے۔ تو اُن سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نیک عمل کرنے والوں کے لئے یہ بہترین اجر ہے۔"

نیز نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((الصبر کنزٌ من کنوز الجنة))[۳۰۳]

"صبر جنت کی چابیوں میں سے ایک چابی ہے۔"

قرآن کریم میں بھی خسارے سے بچنے والوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳}[۳۰۴]

"زمانے کی قسم! کہ بیشک انسان گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔"

Marfat.com

یعنی مصائب و آلام پر صبر، احکام و فرائض شریعت پر عمل کرنے میں صبر، معاصی سے اجتناب پر صبر، لذت و خواہشات کی قربانی پر صبر، صبر بھی اگرچہ تواصی بالحق میں شامل ہے تاہم خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے الگ ذکر کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''لوگ اگر اس سورۃ مبارکہ پر غور کریں تو ہدایت و راہنمائی کے لئے یہ کافی ثابت ہو۔''[۳۰۵]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

((من لم ینجه الصبر اهلکه الجزع))[۳۰۶]

''جو شخص صبر کے ذریعے سے نجات حاصل نہ کرے، اُسے گھبراہٹ اور واویلا برباد کر دے گی۔''

مغفرت اور اجر عظیم:

عمل صالح کی انجام دہی کے ساتھ صبر و استقامت پر عمل پیرا ہونے والے شخص کو مغفرت اور اجر کبیر کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ}[۳۰۷]

''وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

مراد یہ ہے کہ اہل ایمان راحت و فراغت ہو یا تنگی و مصیبت دونوں حالتوں میں اللہ کے احکام کے مطابق طرز عمل اختیار کرنے میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مومن کی زندگی صبر و شکر کا حسین امتزاج ہوتی ہے۔ صابر مومن کو ملنے والے اجر عظیم کے حوالے سے سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یود اهل العافیة یوم القیامة حین یعطی اهل البلاء الثواب لو ان جلودهم کانت قرضت فی الدنیا

Marfat.com

بالمقاریض))[۳۰۸]

''قیامت کے دن عافیت والے خواہش ظاہر کریں گے کہ کاش دُنیا میں ان کے جسموں کو قینچی سے کاٹا جاتا، جب وہ دیکھیں گے کہ مصیبتوں اور آزمائشوں والے حضرات کو (بڑے بڑے انعامات) عطا ہو رہے ہیں۔''

خوش کن بشارتیں:

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کتاب اللہ کے اندر کون سی آیت کریمہ زیادہ اُمید دلانے والی ہے؟ تو اُنہوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:[۳۰۹]

{اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۝۳۱ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۝۳۲}[۳۱۰]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

صبر واستقامت اختیار کرنے والے اہلِ ایمان کتنے زیادہ ثواب کے مستحق ہیں! قیامت کے دن ان کا کتنا اعزاز واکرام ہوگا! اور کتنی اچھی اور خوش کن بشارتیں ہیں جنہیں لے کر فرشتے اُن پر نازل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

عزت وشرف اور بلندیٔ درجات:

سیدنا ابوکبشہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں پر قسم اُٹھاتے ہوئے ایک حدیث بیان کی اور اسے یاد کرنے کی تلقین فرمائی:

((ما نقض مال عبد من صدقة ولا ظلم عبدٌ مظلمة صبر عليها الا زاده الله عزا ولا فتح عبدٌ باب مسالة الا فتح الله عليه باب فقر))[۳۱۱]

"صدقے سے بندے کے مال میں کمی نہیں آتی اور جس بندے پر بھی ظلم کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت وشرف میں بڑھا دیں گے اور جس بندے نے بھی سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے صبر کی مختلف مقامات اور اُن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((الصبر ثلاثةٌ، صبرٌ على المصيبة و صبرٌ على الطاعة وصبرٌ على المعصية فمن صبر على المصيبة حتىٰ يردها بحسن عزائها، كتب الله له ثلاث ماة درجة ما بين الدرجة الى الدرجة كما بين السماء الى الارض ومن صبر على الطاعة كتب الله له ست ماة درجة، ما بين الدرجة الى الدرجة كما بين تخوم الارض الى العرش ومن صبر على المعصية كتب الله له تسع ماة درجة مابين الدرجة الى الدرجة كما بين تخوم الارض الى منتهى العرش))[۳۱۲]

"صبر کی تین اقسام ہیں: مصیبت پر صبر، اطاعت پر صبر اور گناہ پر صبر۔ جو شخص کسی مصیبت پر صبر کرے اور صبر جمیل کے ساتھ مصیبت کو برداشت کرے، اللہ اُس کے لئے تین سو درجات لکھ دے گا جن میں سے ہر درجے کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ جو شخص اطاعت پر صبر کرے، اللہ اُس کے

Marfat.com

لئے چھ سو درجات لکھ دے گا جن میں سے ہر درجے کا دوسرے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور عرش کے درمیان فاصلہ ہے۔ جو شخص گناہ پر صبر کرے گا، اللہ اُس کے لئے نو سو درجات لکھ دے گا جن میں ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین سے عرش کے درمیان فاصلہ ہے۔"

جنت کی شاہراہ اور فرشتوں کا درود وسلام:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

{وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾} [۱۳/۲۲]

"اور جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لئے صبر سے کام لیتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور بُرائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لئے ہے۔ یعنی ایسے باغ جو اِن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے، وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور اُن کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں اور اولادوں میں سے جو صالح ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لئے آئیں گے اور اُن سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو، تم نے دُنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا، اُس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو۔"

سیدنا عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ہم باری باری سے اونٹوں کو چرانے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ جب میری باری آئی تو میں نے

Marfat.com

اپنے اونٹوں کو چرنے کیلئے بھیجا، پھر واپس ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تو میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((یجمع الناس فی صعید واحد ینفذهم البصر و یسمعهم الداعی فینادی منادسیعلم اهل الجمع لمن الکرم الیوم ثلاث مرات ثم یقول: این الذین کانت تتجافی جنوبهم عن المضاجع، ثم یقول: این الذین کانوا (لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله الی آخر الآیة)، ثم ینادی منادسیعلم الجمع من الکرم الیوم، ثم یقول این الحمادون الذین کانوا یحمدون ربهم))[۳۱۴]

''لوگوں کو ایک ایسے میدان میں جمع کیا جائے گا کہ نگاہ اُن کو پالے گی، داعی اُن کو اپنی آواز سنائے گا، ایک نداد ینے والا ندا دے گا: ضرور سارا مجمع جان لے گا کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے۔ یہ ندا تین مرتبہ ہوگی، پھر نداد ینے والا کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو، خواب گاہوں سے علیحدہ ہو جایا کرتے تھے؟ پھر کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے، نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تجارت غافل کرتی تھی اور نہ خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے تھے جس میں دل اور نگاہیں مضطرب ہوں گی۔ پھر ندا دینے والا ندا دے گا: ضرور تمام لوگ جان لیں گے کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے، پھر کہے گا: خوب حمد کرنے والے کہاں ہیں، جو اپنے رب کی حمد وثناء کیا کرتے تھے۔''

رسول کریم ﷺ، مومنین صالحین کی اس قدر افزائی کی مزید توضیح اس طرح فرماتے ہیں:

''اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے مہاجر فقراء ہوں گے جو ہر نازک موڑ پر کام آتے ہیں اور جن کے ذریعے آفات ومصائب سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کی موت آتی ہے تو اس حال میں کہ اس کی

Marfat.com

خواہش اس کے سینے ہی میں دبی ہوتی ہے، اسے پورا کرنے کی وہ قدرت نہیں رکھتا۔۔۔۔ چنانچہ ملائکہ اُن کے استقبال کو آگے بڑھیں گے اور ہر دروازے سے اُن کے پاس داخل ہوں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے: [۳۱۵]

{سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾} [۳۱۶]

"تم پر سلامتی ہے، تم نے دُنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اُس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو۔"

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں امام علی بن حسین زین العابدینؒ فرماتے ہیں:

"جب قیامت برپا ہو گی تو آواز دی جائے گی کہ صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ ایک گروہ کھڑا ہو گا۔ اُن سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے اور پوچھیں گے کہ تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے: ہم اللہ کی اطاعت، گناہوں سے پرہیز اور دُنیا میں غموں اور دکھوں پر صبر کرتے تھے۔ اسی موقع پر فرشتے کہیں گے:

{سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾}" [۳۱۷]

بندہء مومن میں صبر و استقامت تا دم زیست رہنی چاہیئے، مرتے دم تک وہ احکامِ اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنے حسن عمل پر مداومت اور پابندی کرے، تبھی وہ دارین کی سعادتوں کا حقدار ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾} [۳۱۸]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ، اخلاق حسنہ سے ہمارے کردار کو مزین فرمائے تا کہ ہم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنی اخلاقی قوت کے بل پر اقامتِ دین کے فریضے کی بطریق احسن تکمیل کریں اور صبر و استقامت کے فوائد و ثمرات سے مستفید ہوں۔ آمین!

Marfat.com

فصل چہارم:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوجوانوں کے لئے اُسوۂ صبر و استقامت کے پیکر اور لمحۂ فکر و عمل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی عمر تین مختلف ادوار میں تقسیم فرمادی ہے۔ پہلا دور لڑکپن اور بچپنے کا دور ہے، اس میں انسان ضعیف اور ناتواں ہے۔ کچھ کرنے کے قابل نہیں۔ پھر بتدریج قوت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ طاقت بڑھتے بڑھتے عمر کا ایک ایسا دور شروع ہو جاتا ہے جس میں یہ طاقت مکمل ہو جاتی ہے۔ انسان کی ساری قوتیں اور استعداد اپنے نکتۂ عروج پر جا پہنچتی ہے، یہی جوانی کا سنہری دور ہے۔ عربی زبان میں جوانی کے لئے کلمہ "شباب" استعمال کیا جاتا ہے۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں:

"شباب لغت میں "شب" سے متعلق ہے۔ یہ لفظ قوت و طاقت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز اس میں نشاط، حرکت و حسن اور بلندی کا معنی پایا جاتا ہے۔ زیادتی اور کثرت کا معنی بھی ملحوظ ہوتا ہے۔ اسی سے ہے (الشباب والشباب والشبیبہ)[۳۱۹]

نیز "شباب" کا مطلب کسی چیز کا آغاز ہے اور جوان کو "فتیٰ" بھی کہا جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق جوانی اُس زمانے کو کہتے ہیں جب انسان کی جسمانی توانائیاں اور ذہنی صلاحیتیں اپنے کمال تک پہنچتی ہیں۔[۳۲۰]

اس دور میں انسان کے ذہن میں فکر کی صلاحیت مکمل ہو جاتی ہے، دیگر صلاحیتیں بھی اوج پر پہنچ جاتی ہیں اور کچھ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے بعد تیسرا دور شروع ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ قدرت ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

مبحث اوّل: نوجوان اور صبر و استقامت

جوانی کی نعمت اور اُسوۂ حسنہ:

نوجوان آج کے باغ و بہار اور مستقبل کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ نوجوان ایک ایسی نسل ہے

Marfat.com

جس کی ہر دور میں قدر و قیمت رہی ہے۔ جوانی کا دور بلند حوصلے، شجاعت، اعلیٰ ہمت اور جنون وعشق کا دور ہوتا ہے۔ اس لئے تاریخ عالم کو ہمیشہ جوانوں کے گرم لہو نے ہی انقلابات سے ہمکنار کیا ہے۔ اگر کسی بھی تحریک سے جوانوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو وہ تحریک، تحریک نہیں رہتی بلکہ پیکرِ جمود بن جاتی ہے۔

نوجوانی میں کسی کام کو کرنے کا جذبہ، ولولہ، کسی معاملہ کو عروج تک پہنچانے کی جرأت اور کسی حادثے سے مقابلہ کرنے کی عظیم قوت پائی جاتی ہے۔ علم النفس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ نوجوانی کا یہ عرصہ اس قدر نازک ہوتا ہے کہ اُسے جو راہ مل جائے وہ اُسے اپنا لیتا ہے۔ نوجوانی کے اس سنہرے دور کی قدر و قیمت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے۔ شیخ طوسیؒ نے سیدنا ابو ذر غفاریؓ سے اور امام حاکمؒ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اغتنم خمسا قبل خمس، شبابك قبل هرمك، وصحتك قبل سقمك، وغناك قبل فقرك، وفراغك قبل شغلك، وحياتك قبل موتك))[۳۲۱]

"پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت وسلامتی کو بیماری سے پہلے، دولت مندی کو فقر و ناداری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔"

رسول اللہ ﷺ نوجوانوں کو احساس ذمہ داری دلاتے ہوئے قیامت کے دن رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

((لا تزول قدما ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتىٰ يسال عن خمس، عن عمره فيما افناه وعن شبابه فيما ابلاه وعن ماله من اين اكتسبه وفيما انفقه وماذا عمل فيما علم))[۳۲۲]

"روز قیامت بندے کا قدم اس وقت تک حرکت نہیں کر سکے گا، جب تک اس

Marfat.com

سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کس چیز میں ضائع کیا، اس کی جوانی کے متعلق کہ اسے کس چیز میں ختم کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے علم کے بارے میں کہ کس حد تک عمل کیا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں جوانی سے بھرپور استفادہ نہ کرنے والے جوان کو محرومیت کی وعید سنائی گئی ہے:

"جس جوان نے اپنی فرصت کے اوقات سے مناسب استفادہ نہ کیا ہو، وہ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور دستورات کی اطاعت کرنے کی توانائی سے محروم رہے گا۔"[۳۲۳]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عقلمند جوان کی علامات بیان کی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"عقلمند اور باشعور جوان اپنی اسی ناپائیدار جوانی سے جلد اور بہتر استفادہ کرتا ہے، اپنے نیک اعمال اور برتاؤ کو بڑھاوا دیتا ہے اور علم حاصل کرنے کی سعی و کوشش کرتا ہے۔"[۳۲۴]

سیدنا عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نوجوانوں کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے فرمایا:

((ان اللہ لیعجب من الشاب الذی لیست لہ صبوۃ))[۳۲۵]

"اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو پسند فرماتا ہے جس میں کم عمری کی نادانی نہ ہو۔"

اور نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کو لازم پکڑنے، حوادث اور خوف کے وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی اہمیت جتلانے کے لئے فرمایا:

((سبعۃٌ یظلھم اللہُ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ (وعد منھم)
شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ))[۳۲۶]

"اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا۔ ان میں سے ایک وہ نوجوان ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

Marfat.com

پرورش پائی ہو۔"

جوانی، صبر و استقامت کا بہترین دور:

دُنیا میں انسان کی اوّلین حیثیت اُس کا مکلف اور ذمہ دار ہونا ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرے، دعوت و جہاد کا کام کرے اور یہ مکلف ہونے کا لازمی نتیجہ ہے اور حق یہ ہے کہ مکلف بنے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان بصد عجز و نیاز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ قرآن کریم میں ہے:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶} [۳۲۷]

"میں نے جن و انس کو صرف اس لئے تخلیق کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ عبودیت انسان کے مکلف ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور مکلف ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس و خواہشات کا مقابلہ کرے اور فتنوں کے مقابلے میں ڈٹ جائے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی مشقت اٹھانی پڑے یا مبتلائے آزمائش ہونا پڑے تو دلیری، جوانمردی، صبر اور استقامت کا ثبوت دے۔ آزمائش کے نرغے میں ہی سچے اور جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جوانی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور صبر و استقامت کا بہترین دور جوانی ہی کا دور ہے۔ اس لئے کہ صبر و استقامت کے معنی کچھ کرنے کے ہیں۔ مصائب و مشکلات کے مقابلے میں ڈٹ جانا، تیروں اور تلواروں کا سامنا کرنا، الغرض زندگی کے ہر میدان میں ثابت قدمی کے جوہر دکھانے کا بہترین دور یہی جوانی کا دور ہے۔ اس دور میں انسان بہت کچھ کر سکتا ہے اور صابرین کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔

ادیان سابقہ سے تعلق رکھنے والے صالحین اپنے بیٹوں اور اہل و عیال کو صبر کی وصیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اللہ کے راستے میں جو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچیں اس پر صبر کرنا نہ بھولنا۔ فرماتے ہیں:

Marfat.com

{یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷} [۳۲۸]

"اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، بُرے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا، یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے بوڑھے آپ کی دعوت کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھے، اور نوجوان انہی کے اشاروں پر آپ اور آپ کے ساتھیوں کو تکالیف پہنچاتے تھے۔ سیدنا بلال بن رباح حبشی، سیدنا عمار یاسر اور سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہم سے تمسخر کرنے والے اور اُن کو اذیتیں دینے والے نوجوان ہی تھے جو بڑوں کے اشاروں پر اُن کو ستاتے تھے۔ لیکن دوسرے جانب رسول کریم ﷺ کے ابتدائی ساتھیوں کی فہرست پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر ابتدائی مسلمان جوان ہی تھے۔ بزرگ اور سن رسیدہ افراد مخالف تھے اور بت پرستی کا رواج اُن کے افکار میں رچ بس گیا تھا۔ لیکن جوان نسل کے اذہان اور افکار، جوانی کی بنا پر نئے عقائد اور افکار کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور تیار تھے۔

وہ مومن گروہ جو ابتدائے اسلام میں دار ارقم میں تھا، وہ کون لوگ تھے؟ وہ نوجوان ہی تھے۔ ان کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی، ان کے پاؤں باطل سے دور، راہِ دین میں صبر و استقامت کے پیکر، کثرت عبادت سے جسم نڈھال، بااخلاق و باکردار اور ان کا کام تبلیغ و جہاد تھا۔ انہی کے ذریعے اسلام نے انسانیت کے اندر اپنے جھنڈے کو بلند کیا اور اسلام کے تسلط نے زمین میں وسعت پائی اور دُنیا جہاں میں اس کی دعوت عام ہوئی۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور یہ کمال شباب کا دور ہوتا ہے اور سیدنا ابوبکر صدیق، آپ سے تین سال چھوٹے تھے۔ اسلام قبول کرنے والے زیادہ تر افراد کی عمر تیس سال سے کم تھی۔ سیدنا عمر فاروق جب مسلمان ہوئے تو ستائیس سال کے تھے، سیدنا سعد بن ابی وقاص سترہ یا اُنیس سال کے تھے، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف تیس سال کے، سیدنا مصعب بن عمیر پچیس سال کے، سیدنا ارقم بن ابی الارقم کی عمر بھی تیس سال سے کم تھی، سیدنا

Marfat.com

علی بن ابی طالب ان تمام سے چھوٹے تھے، اسی طرح عبداللہ بن مسعود، سعید بن زید، بلال بن رباح، عمار بن یاسر، مصعب بن عمیر وغیرہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیگر جانثار صحابہ کرام نوجوان ہی تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین [۳۲۹]

یہی پاکباز افراد تھے جو اسلام پر ثابت قدم رہے اور وہ سب اللہ کے دین کی راہ میں صبر و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ قریش مکہ کو بھی اپنے جوانوں کے اسلام کی جانب راغب ہونے کا زیادہ خطرہ تھا جس کی وضاحت مندرجہ ذیل نکات سے ہوتی ہے:

(ا) روَسائے قریش کئی مرتبہ سردار ابو طالب کے پاس آئے کہ محمد (ﷺ) ہمارے آباؤ اجداد اور خداؤں کو برا بھلا نہ کہیں اور ہمارے بچوں، جوانوں، غلاموں اور کنیزوں کو ہمارے راستے سے نہ ہٹائیں۔ [۳۳۰]

(ب) رسول اللہ ﷺ نے جب طائف کا تبلیغی سفر کیا تو اس شہر کی اہم شخصیتوں نے اس ڈر سے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ کہیں ان کے جوان، آپ کی پیروی نہ کرنے لگیں۔ [۳۳۱]

(ج) قبیلہ بنو ہذیل کے آدمی نے جب ابو جہل سے کہا کہ تم محمد (ﷺ) کو اپنے شہر سے باہر کیوں نہیں نکال دیتے، تو اُس نے جواب دیا: ''اگر وہ باہر چلا گیا اور جوانوں نے اس کی باتوں کو سن لیا اور اس کی شیریں بیانی کو دیکھ لیا تو وہ اس کے گرویدہ ہو جائیں گے اور اس کی پیروی کرنے لگیں گے اور ممکن ہے وہ ان کی مدد سے ہم پر حملہ کر دے۔'' [۳۳۲]

(د) مشرکین مکہ کا سردار عتبہ جب اسعد بن زرارہ سے ملا تو رسول اللہ ﷺ سے جوانوں کے رجحانات اور لگاؤ کا ہی شکوہ کیا۔ [۳۳۳]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نوجوان ہی تھے۔ دین کی نشر و اشاعت میں بہادری دکھانے والے، قربانی دینے والے اور اس کے لئے ہر قسم کی تکلیف کو صبر و استقامت اور خندہ پیشانی سے گلے لگانے والے تھے۔ آپ ﷺ نے نوجوانوں کی حقیقت، ان کے جذبات اور ان کی قدر و قیمت کو جان لیا تھا۔ آپ نے ان پر جہاد میں،

Marfat.com

دعوت میں، معرکوں اور غزوات میں اعتماد کیا۔ انہیں جنگوں میں بھیجا، دشمنوں کی گھات لگانے کے لئے منتخب کیا اور انہیں ایسے ایسے لشکروں کا امیر و قائد بنایا جن میں اکابر صحابہ کرام اور مہاجرین و انصار کے شیوخ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ چنانچہ اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل شام کی طرف آپ نے ایک لشکر ترتیب دیا جس کے قائد سترہ سالہ نوجوان سیدنا اُسامہ بن زیدؓ تھے۔ اسی طرح ہجرت سے پہلے مدینہ والوں کو دین سکھانے کے لئے آپ نے ایک نوجوان سیدنا مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا تھا۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے مکہ کا والی اور قاضی ایک جوان سیدنا عتاب بن اُسیدؓ ہی کو بنایا۔ سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا اور یہ دونوں عنفوان شباب میں تھے۔ سیدنا زید بن ثابت کاتب وحی تھے اور وہ بھی نوخیز نوجوان تھے۔ اسی طرح غزوۂ اُحد میں بھی آپ نے نوجوانوں کی رائے پر عمل فرمایا تھا اور غزوۂ اُحد کے لئے میدان میں نکل پڑے تھے۔ اسی وجہ سے منافقت میں پھنسے ہوئے اور دلوں میں کینہ چھپائے ہوئے منافقین بگڑے اور کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے نوخیز اور نوعمر نوجوانوں کی بات لے لی اور ہمارے مشورے کو چھوڑ دیا۔

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اوصیکم بالشباب خیراً، فانهم ارق افئدة؛.... لقد بعثنی الله بالحنیفیة السمحة..... فخالفنی الشباب و خالفنی الشیوخ))[۳۳۴]

''میں تمہیں نوجوانوں سے بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ نرم دل ہوتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی کھلی سچائی دے کر بھیجا ہے چنانچہ میری نوجوانوں نے حمایت کی اور بوڑھوں نے میری مخالفت کی۔''

جوانی اور بے صبری:

عصر حاضر میں مسلمانوں کی بالعموم اور نوجوانوں کی بالخصوص حالت وہی ہے جو غزوۂ حنین کے آغاز میں مسلمانوں کی تھی۔ جب مسلمانوں میں یہ عجب پیدا ہو گیا کہ آج کم از کم قلت

Marfat.com

کی وجہ سے ہم مغلوب نہیں ہوں گے، یعنی اللہ کی مدد کی بجائے اپنی کثرت تعداد پر اعتماد زیادہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عجب اور یہ کلمہ پسند نہیں آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہوازن کی غیر متوقع اور اچانک تیروں کی بوچھاڑ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔[۳۳۵]

اسی طرح سیدنا انس بن مالک ؓ کی روایت میں ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ہم نے مکہ فتح کیا پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین نے اتنی اچھی صف بندی کی جو میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے عورتیں، پھر ان سب کے پیچھے مال و مویشی، ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے، ہمارے میمنہ پر سیدنا خالد بن ولید ؓ تھے مگر ہمارے سوار دشمن کی تیر اندازی کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے، اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔''[۳۳۶]

اس بھگدڑ سے مسلمانوں کی حالت وہ ہوگئی جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

{لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝}[۳۳۷]

''یقیناً اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔''

یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انتباہ تھا۔ اللہ کے فضل و کرم کا محور محمد رسول اللہ ﷺ کا پیکر مقدس تھا جو اپنی جگہ استقلال و استقامت کا پہاڑ اور پیکر شجاعت و بسالت بن کر ڈٹے رہے۔ آپ اس وقت اپنے خچر شہباء پر جلوہ افروز تھے اور دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے اسے آگے بڑھا رہے تھے اور مسلمانوں کو بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

((الی عباد اللہ، الی انا رسول اللہ))[۳۳۸]

Marfat.com

''اے بندگان الٰہی! میرے پاس آؤ! میرے پاس آؤ، میرے پاس ااؤ میں اللہ کا رسول تم سے مخاطب ہوں۔''

اس حال میں آپ یہ بھی فرما رہے تھے۔

((انا النبی لا کذب۔۔ انا ابن عبد المطلب))[۳۳۹]

''میں نبی ہوں، اس میں کچھ جھوٹ نہیں (اور) میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

آپ نے سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے آواز دیں۔ چنانچہ ان کی ندا سن کر مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور دوبارہ میدان میں آگئے اور پھر اس طرح جم کر لڑے کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی۔

{ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔}[۳۴۰]

''پھر اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے۔''

سید حسن صدرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''بعید نہیں کہ جو فوج و مدد بھیجی گئی ہو وہ یہی استقامت و ثابت قدمی ہو۔''[۳۴۱]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''جنگ کی ابتدا میں کفار اپنی ہمت اور استقامت پر بھروسہ کیے ہوئے تھے جبکہ مسلمان اپنی کثرت تعداد پر۔ لیکن مسلمان حضرت حق کی طرف اپنی بازگشت کے بعد، اپنی قوت بازو اور استقامت پر اعتماد کرنے لگے، اور ان کی ایمانی قوت دوبارہ لوٹ آئی تھی۔ جنگ کی بدلتی حالت دیکھ کر کفار میں خوف اور تزلزل پیدا ہو گیا۔ ان کے دماغ میں استقامت و پائیداری کی جگہ فرار کی فکر پرورش پانے لگی۔''

ہم آج باطل قوتوں کو عظیم اور طاقتور سمجھنے لگے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے اندر استقامت ختم ہو چکی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ کیوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم پر رحمت و کرم کی نگاہ نہیں ڈالتا اور ہمیں اپنی تائیدات سے نہیں نوازتا؟ اس سوال کا جواب مندرجہ بالا آیت

Marfat.com

کریمہ میں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دلوں میں سکون و اطمینان ڈالتا ہے۔ اگر ہم میں بھی ایمانِ حقیقی پایا جاتا تو اللہ تعالیٰ ہماری بھی تائید فرماتا۔ ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہمارے اعصاب پر شک و تردد اور نفاق مسلط ہو چکا ہے۔ صبر و شکیبائی، استقامت و پائیداری، ایثار و فداکاری اور ایمان و دیانت جیسے الفاظ ہمارے لئے بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔

مبحث دوّم: عصر حاضر میں مسلم نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکر و عمل

عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کو اندرونی و بیرونی خطرات اور نوجوانوں کی ذمہ داری:

عصر حاضر میں معاشی بدحالی، اخلاقی پستی، سیاسی افراتفری، اسلامی تعلیمات سے بے اعتنائی، غلط اعتقادات اور توہم پرستی کے سبب پورا معاشرہ بدامنی، بے سکونی، عدم برداشت، ذہنی انتشار اور گوناگوں مصائب و مشکلات میں دوچار ہے۔

ملت اسلامیہ کی موجودہ حالت زار کے بارے میں ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ لکھتے ہیں:

"آج ہم کوتاہی اور غفلت کے بسبب نوجوانوں کا ضیاع، ان میں قلق و اضطراب اور انتشار دیکھ رہے ہیں۔ اجتماعیت میں ضعف و کمزوری، افکار میں جھگڑے، صفوں میں انقسام، اتحاد و اتفاق میں پھسلن اور خاندان میں بے رخی اسی وجہ سے ہے، یہاں تک کہ ایک گھر کے افراد آپس میں دست و گریباں ہیں۔ سارے مسلمان کئی گروہوں اور مخالف جماعتوں میں بٹ گئے۔ بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ کا دشمن، بیٹی ماں باپ اور گھر کی دشمن۔" [۳۴۲]

ہماری عام حالت یہی ہے کہ گھر میں پے در پے کچھ اموات ہو جائیں یا چند اشخاص یکے بعد دیگرے یا ایک ہی وقت میں بیمار پڑ جائیں یا کاروبار میں نقصان یا مندی قدرے طول پکڑ جائے یا جائیداد کے لین دین میں کچھ تعطل پیدا ہو جائے یا دفتری و دیگر معاملات ذرا دِگرگوں ہو جائیں تو صبر و استقامت سے کام لینے کی بجائے سب سے پہلے ذہن سحر و سفلی کی طرف جاتا ہے۔ غریب و افلاس زدہ، جاہل و کم تعلیم یافتہ افراد کو تو چھوڑیئے، اچھے خاصے پڑھے لکھے، معقول اور مالی اعتبار سے بہتر پوزیشن والے بھی اس توہم پرستی اور اعتقادی

Marfat.com

کمزوری کا شکار ہیں، بلکہ بعض بڑے بڑے علماء بھی اس میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ یہ سوچ اور طرزِ عمل صحیح نہیں۔ اس طرح مصائب و پریشانیاں کم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی ہیں۔

یہ تو غیر مسلم اقوام کا المیہ ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کا مستقبل مخدوش ہے لیکن ملت اسلامیہ کا مستقبل تو اس لئے روشن ہے کہ یہ ملت رسول اللہ ﷺ سے نورِ حیات لیتی ہے۔ بھلا جس قوم کے جوانوں کے آئیڈیل امام الصابرین محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت و اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین ہوں، اس قوم کو کفر کیسے شکست دے سکتا ہے؟ جو شخص پاک صاف رہتا ہو، نماز پابندی سے ادا کرتا ہو، صدقہ و خیرات کرتا رہتا ہو، قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و اذکار میں اپنا کچھ وقت گزارتا ہو اور اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہو کہ ہر قسم کا نفع و نقصان، بیماری و تندرستی، ناداری و خوشحالی، موت و حیات اور رنج و مصیبت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ایسے شخص پر شیطانی وسوسے اور باطل نظریات اثر انداز نہیں ہوتے۔

ان تمام خطرات سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو فکری و عقیدہ ہر لحاظ سے لازم پکڑیں۔ نظم و نسق اور عبادت و شریعت کے لحاظ سے اس پر عمل پیرا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے ہر شعبہ زندگی کے لئے نہایت عمدہ اور آسان نمونہ عمل چھوڑا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو اُسوۂ حسنہ کہا ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم دُنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی طرح بیرونی خطرات میں صہیونیوں، صلیبیوں، کمیونسٹوں اور استعمار کے وہ تمام پروگرام شامل ہیں جو وہ اپنے گھونسلوں میں بناتے ہیں، ایسے پروگرام شمار سے باہر ہیں اور یہ تمام اسلامی ماحول کو شراب، جنس پرستی، شہوت کے اسباب کو بے لگام چھوڑنا اور اندھی تقلید کی طرف لے جا کو خراب کرنا ہیں۔ ان سازشیوں کے نزدیک عورت اس جنسی ہیجان کی طرف دعوت دینے کے لیے بہترین آلہ ہے اور یہ صنف نازک ہی ہے جو بغیر کسی سوچ و فکر کے اس فتنے کو اُبھارنے کے لیے مناسب ہے اور یہ عورت ہی ہے جو اخلاق کو خراب کرنے کے لیے مناسب و مؤثر ہے۔

ایک فاجر ماسونی شخص کا کہنا ہے کہ ہم پر عورت کو حاصل کرنا واجب ہے۔ جب یہ

Marfat.com

عورت ہماری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گی تو اس کے ساتھ زنا ہوگا تو دین کی مدد کے لئے نکلی ہوئی فوج منتشر ہوگی۔ استعماری اقطاب میں سے ایک کا کہنا ہے کہ شراب کا گلاس اور گانے والی عورت اُمت محمدیہ کو ختم کرنے کے لئے ایک ہزار توپ سے بہتر ہے، پس انہیں مادیت اور شہوت کی محبت میں غرق کر دو۔ گریٹر اسرائیل کے عالمی صیہونی منصوبے کی خفیہ دستاویزات کا ترجمہ جو، وکٹر۔ای۔مارسڈن نے روسی زبان سے انگریزی میں کیا ہے اس میں یہودی پروٹوکولز پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔ اشقیاء صیہون کے پروٹوکول میں آیا ہے:

"ہر جگہ اخلاق کو گرانے کے لئے کام کرنا چاہیئے اس طرح مسلمانوں پر ہمارا تسلط جمانا آسان ہوگا۔ بے شک "فرد ید" ہم سے ہے، جنسی تعلقات کو سورج کی روشنی میں پیش کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ نوجوانوں کے دلوں میں کوئی چیز مقدس نہ رہے اور ان کی پوری سوچ و فکر جنسی غریزہ کو بجھانا ہو جائے، تب نوجوان اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔"[۳۴۳]

وکٹر۔ای۔ مارسڈن، صہیونیوں کی فحش ادب کے فروغ کے حوالے سے کی گئی کوششوں کے بارے میں لکھتا ہے:

"ترقی پسند اور روشن خیال کہلانے والے ممالک میں ہم نے لغو، فحش اور قابل نفرت قسم کے ادب کو پہلے ہی سے خوب فروغ دے رکھا ہے۔ عنان اقتدار سنبھالنے کے لئے کچھ عرصہ بعد تک ہم عوام کو تقریروں اور تفریحی پروگراموں کے ذریعے مخرب اخلاق ادب کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے۔ ہمارے دانشور جنہیں غیر یہود کی قیادت سنبھالنے کی تربیت دی جائے گی، ایسی تقاریر اور مضامین تیار کیا کریں گے جن سے ذہن فوراً اثر قبول کریں گے تاکہ نئی نسلیں ہماری متعین کردہ راہوں پر گامزن ہو سکیں۔"[۳۴۴]

اسی قسم کے چوبیس پروٹوکولز ہیں جو اُمت مسلمہ کے خلاف تیار کیے گئے ہیں اور ان تمام کے پیچھے عالمی یہودی سازش کارفرما ہے۔ کوشش کی جارہی ہے کہ مسلم نوجوانوں کے دلوں میں کوئی چیز مقدس نہ رہ سکے یہاں تک کہ مسلم بچے الحاد و حیوانیت کے کیچڑ میں ڈوب جائیں۔

Marfat.com

عصر حاضر میں نوجوانوں کو کمیونسٹ یورش کو جاننا چاہیئے۔ یہ ثقافتی اداروں کے ذریعے اپنا کام کر رہے ہیں۔ یہ اور ان جیسے متعدد دوسرے ادارے کارل مارکس اور نیتشے کے افکار کی ترویج چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام سے نکالنے میں اور لادینیت و اباحیت کی لہر میں داخل کرنے میں استعماری وسائل اور اسالیب کا ہی ہاتھ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مستقبل کے مسلم نوجوان کو ملحد بنانا اور ان کے اخلاق و عقیدے کو خراب کرنا عالمی کمیونسٹ نظریات کے حامل لوگوں کا سب سے بڑا ہدف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عرب ممالک اور عالم اسلام میں لادینیت پھیلانے کی ہر کوشش میں عالمی یہودی تنظیموں کے منصوبے اور اسالیب ہی کام کر رہے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ اسرائیل کو عالمی سپر پاور بنانے میں چاہے مغربی ہوں یا مشرقی تمام تنظیمیں بڑی محنت سے کام کر رہی ہیں اور اس کے وجود کو اپنے اقتصادی اور سیاسی مصالح کی بنا پر ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ بے پناہ وسائل سے لیس سازشیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر خطرناک حد تک پھیل چکی ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر نوجوانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عزت کو بحال کرنے کے لئے اپنے اندر نا اُمیدی کو جگہ نہ دیں اور کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مایوسی کو غالب نہ آنے دیں۔ کیونکہ اسلامی تاریخ عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے متعدد وسائل سے مالا مال ہے۔ علامہ اقبالؒ اپنی ملت کے جوانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ؎

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا [۳۴۵]

عہد حاضر میں عجیب و غریب بات یہ ہے کہ کچھ لوگ نوجوانوں کو مذہبی سرگرمیوں سے روکتے نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا چاہیئے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اصلاح اُمت کی کوئی سبیل نہیں، عزت گم گشتہ واپس ہونے کے لئے کوئی اُمید ہی نہیں۔

Marfat.com

اور وہ وقت آ گیا ہے کہ مسلمان کچھ بھیڑ بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیں تا کہ فتنوں سے اپنے دین کو بچاتے ہوئے اپنی پوری زندگی وہاں گزار دیں۔ حتیٰ کہ اُنہیں وہیں موت آ جائے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

((یوشك ان یکون خیر مال الرجل غنمٌ یتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن))[۳۴۶]

''قریب ہے کہ آدمی کا بہترین مال وہ بھیڑ بکریاں ہوں جنہیں لے کر وہ فتنوں سے اپنے دین کو بچاتے ہوئے پہاڑ کی چوٹیوں اور پانی والی جگہوں پر پھرے۔''

یہ حدیث، صحیح بخاری میں سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ لیکن شارحین حدیث کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جسے مرتد ہونے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن جب تک مسلمان اسلامی شعائر کو ادا کر رہے ہوں اور اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں اور مسلمانوں کے آپس میں اسلامی عزت وجاہ کو واپس لانے کے لئے تھوڑا بہت تعاون ہو رہا ہو اور جب تک اسلامی معاشروں میں کچھ جماعتیں زمین میں اسلامی احکامات نافذ کرانے کے لئے کوشاں ہوں ایسے حالات میں کنارہ کشی کرنا مسلمانوں پر حرام ہے، اس لئے کہ اصول فقہ کا قاعدہ معروف ہے:

((ما لا یحقق الواجب الا به فهو واجب))

''جس چیز پر عمل کیے بغیر اصل واجب پر عمل نہ ہو سکتا ہو تو اُس چیز کو بھی کرنا واجب ہے۔''

اس لئے عصر حاضر میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اللہ کے احکامات کو اسلام پسند لوگوں پر نافذ کریں اور ارض مقدس کو یہودی چنگل سے آزاد کرائیں۔ اسی طرح دیگر مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے چنگل سے چھڑائیں۔ خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے کوشش کریں، وگرنہ روزِ حشر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا اور تاریخ بھی ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝۷۰}[۳۴۷]

Marfat.com

"اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔"

اجتماعی صبر و استقامت، عصر حاضر کی ضرورت:

اقوام و ملل کی زندگی اور قوموں کے عروج و زوال کے مسئلے میں صرف انفرادی صبر و استقامت کافی نہیں ہوتی، اجتماعی صبر و استقامت اور ہمت و استقلال کی ایک عام فضا اور ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر فرد دوسرے فرد کے لئے باعث تقویت، اس کا پشت پناہ، اپنی جگہ پر صابر و مستقیم اور دوسروں کے لئے صبر و استقامت کا داعی و مبلغ ہو۔ اس کی زندگی، اس کا ایمان و یقین، اس کا صبر و توکل، اس کا عزم و حوصلہ، اس کا بلند کردار دوسروں میں اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ اور ان کے لئے مشعل راہ ہو۔ اس کو دیکھ کر اکھڑتے ہوئے قدم جم جائیں، افسردہ طبیعتیں اور بلند ہمتیں مستحکم ہو جائیں۔ اس فضا میں بے ہمتی اور بے صبری کی بات کہنا ایسا ہی مشکل ہو جائے اور معیوب سمجھا جائے جیسے تردد و تذبذب کے ماحول اور خوف و ہراس کے عالم میں صبر و ہمت کی تلقین اور ثبات و استقامت کی ہدایت۔ [۳۴۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝} [۳۴۹]

"اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو اور مورچوں پر جمے رہو اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو۔"

امام حسن بصریؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اس دین پر ثابت قدم رہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اسے خوشی، غمی اور تنگ دستی و خوشحالی میں بھی نہ چھوڑیں حتیٰ کہ حالت اسلام ہی میں فوت ہوں۔" [۳۵۰]

مفسرین نے "مرابطہ" کے کئی معنی بیان فرمائے ہیں۔ اس کے ایک معنی عبادت کی جگہ

Marfat.com

پر ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۷۶۱ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((الا اخبرکم بما یمحو الله به الخطایا، و یرفع به الدرجات؟ اسباغ الوضوء علی المکاره، و کثرة الخطا الی المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، فذلکم الرباط،فذلکم الرباط،فذلکم الرباط))[۳۵۱]

"کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دے اور تمہارے درجات بلند کر دے؟ فرمایا: وہ ہے ناپسندیدہ اوقات میں اچھی طرح وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور فرمایا: یہی رباط ہے، یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔"

ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "مرابطہ" سے مراد دشمن کے مقابلے میں مورچوں میں جمے رہنا اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔[۳۵۲]

تاکہ دشمن انہیں عبور کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل نہ ہو۔ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب اور اس پر بہت زیادہ ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔ سیدنا سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((رباط یوم فی سبیل الله خیر من الدنیا وما علیها))[۳۵۳]

"اللہ کے رستے میں ایک دن پہرہ دینا دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

سید ابوالحسن علی ندویؒ نے "مرابطہ" کی تعبیر حفاظت دین و ملت کے مورچے سے فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مورچے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک فوجی اور زمینی مورچہ اور دوسرا معنوی مورچہ۔ فوجی اور زمینی مورچہ بھی بہت اہم ہے۔۔۔ لیکن معنوی مورچوں کا معاملہ ان سے بالکل مختلف ہے۔ کسی معنوی مورچہ پر شکست و پسپائی بعض اوقات صدیوں و ہزاروں برس کا فیصلہ کر دیتی ہے اور بعض

Marfat.com

اوقات اس سے کسی قوم وملت کی قسمت پر مہر لگ جاتی ہے۔آج ملت اسلامیہ کو یہی معنوی مورچہ درپیش ہے۔"[۳۵۴]

ان مورچوں کی حفاظت "خواص" ہی کر سکتے ہیں۔اس کے لئے جس علم، جس فہم، جس احساس، جس دوربینی اور حقیقت شناسی اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے جن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے، وہ اسی طبقہ کے پاس ہیں اور وہی مسلم نوجوانوں کو قرآن وسنت کی شاہراہ پر چلا سکتے ہیں۔ان کی بروقت فرض شناسی اور مستعدی، ان کے بے چینی اور دردمندی مدتوں کے لئے اس خطرہ کو ٹال سکتی ہے اور پوری ملت اسلامیہ کو اس خطرہ سے محفوظ بنا سکتی ہے۔اور ان کی ذراسی غفلت و سستی ملت کے قافلہ کو سالوں اور صدیوں کے حساب سے منزل سے دور کر سکتی ہے۔انہوں نے اگر اپنے ذاتی مقاصد و مفادات کو ملت کے مفاد پر اور اپنی ذات کو پیش آنے والے دوراز کار خطرات کو ملت کے حقیقی خطرات پر ترجیح دی تو ان مورچوں پر شکست یقینی ہے۔

مسلم نوجوانوں کے آئیڈیل محمد رسول اللہ ﷺ:

عصر رواں میں بے خوف چہرے لئے، تائید ربی سمیٹے اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں یہ کس ذات کے پیروکار ہیں؟ ان کے محسن و رہنما کون ہیں؟ کس نے ان کو مشکلات میں صبر و استقامت سے ڈٹ جانے کا درس دیا؟ کس کی سیرت مطہرہ اور عادات نورانیہ ان کے دلوں کو بھا گئیں؟ جی ہاں ان کے رہبر و رہنما، آقا و مولا، ہادی و مرشد محمد رسول اللہ ﷺ، صبر و استقامت کے ایک بلند و بالا پہاڑ تھے کہ بڑی سے بڑی مشکل میں بھی پایہء استقلال میں لغزش نہ آئی۔

لبنان کے مشہور مؤرخ عمر ابو النصرؒ، نبی کریم ﷺ کا تعارف بطل جلیل کی حیثیت سے کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ ایک بطل جلیل تھے۔بطل ان معنوں میں کہ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق اور توحید کی تبلیغ کی خاطر وہ وہ مصائب و آلام اور مظالم برداشت کیے جن کا برداشت کرنا ہر کس و ناکس کے بس میں نہ تھا۔۔۔مشرکین نے آپ کی سخت

Marfat.com

مخالفت کی بلکہ آپ پر شدید مظالم بھی ڈھانے شروع کر دیئے تا کہ آپ ان کی تاب نہ لا کر تبلیغ حق کے کام سے باز آجائیں اور وحدانیت کی تعلیم و تلقین چھوڑ دیں۔ لیکن سرور کائنات ﷺ نے اکیلے ہونے کے باوجود ہمت نہ ہاری اور بڑی بے خوفی کے ساتھ ان عقائد کی تبلیغ کرتے رہے۔ تمام عرب قبائل آپ کے مقابلے میں قریش کے ساتھ تھے۔ آپ کے قتل کی ترغیبیں کی گئیں، شعب ابی طالب جیسی تنگ جگہ میں محصور رہے، اہل طائف نے مظالم کی انتہا کر دی لیکن آپ کے پائے استقلال میں خفیف سی جنبش بھی پیدا نہ ہوئی۔"[۳۵۵]

مصائب و آلام پر صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑنا رسول کریم ﷺ کی محبت کی علامات میں سے ایک ہے، حتیٰ کہ صبر و استقامت ایک مومن کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ محبت کی مصیبت حلاوت کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ جب مومن کے لئے وہ حلاوت مفقود ہوتی ہے تو وہ اس مصیبت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔[۳۵۶]

ایک عرب شاعر کا کہنا ہے:

تشکی المحبون المصائب لیتنی
نحلت بما یلقون من بینهم وحدی
فکانت لقلبی لذة الحب کلها
فلم یلقها قبلی محب ولا بعدی[۳۵۷]

"محبت کرنے والے مصائب کا شکوہ کرتے ہیں۔ کاش! مجھے تنہا وہ سارے مصائب دے دیئے جاتے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ میرے دل کو محبت کی ساری لذت نصیب ہو جاتی۔ جو مجھ سے پہلے یا مجھ سے بعد کسی محب کو نصیب نہ ہوتی۔"

عصر حاضر میں نوجوانوں کے لئے رسول کریم ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا بنیادی مقصد انسان کو ابدی کمال و سعادت کی طرف ہدایت کرنا ہے۔ اس راہ میں ایک بنیادی اور عملی طریقہ کار نمونہ عمل کے ذریعے تربیت ہے۔ علمائے اسلام کے نزدیک کسی بھی شخصیت کو نمونہ عمل بنانے کے سلسلے میں تین بنیادی مسائل قابل توجہ ہیں۔

Marfat.com

ا۔ نمونہ عمل قرار دی جانے والی شخصیت۔
ب۔ نمونہ عمل کی پیروی کرنے والا۔
ج۔ نمونہ عمل والی چیزیں جن کی پیروی کی جانی چاہیئے۔

نمونہ عمل قرار دی جانے والی شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ نمونہ عمل کی پیروی کرنے والے مسلم نوجوان ہیں اور نمونہ عمل والی چیزیں جن کی پیروی کرنی چاہیئے وہ رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ جب رسول کریم ﷺ کے اسم مبارک کا تذکرہ ہوتا ہے تو گویا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا نوح علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت، سیدنا سلیمان علیہ السلام کی شخصیت اور اللہ تعالیٰ کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک و صالح بندوں کی ذواتِ مقدسہ خود بخود اس نامِ نامی سے مکمل درخشندگی کے ساتھ مجسم ہوتی ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنائیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ہی کی زندگی کو مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔}[۳۵۸]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔"

آپ ﷺ کی زندگی ہر شعبے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ کی اقتدا ضروری ہے، چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنے لیے آئیڈیل قرار دے دیں اور آپ کے ایمان و توکل، خلوص و شجاعت، نظم و نظامت، زہد و تقویٰ اور صبر و استقامت کو اپنے لیے مشعل راہ بنالیں تو ہماری کایا پلٹ جائے اور ہماری زندگی روشن اور منور ہو جائے۔ یہ ایک ایسا بہترین نسخہ ہے جو اہلِ ایمان کو صبر و استقامت میں مزید تقویت عطا کرتا ہے۔ امام ابن القیمؒ رقمطراز ہیں:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دُنیا و آخرت کی سعادت کو رسول کریم ﷺ کی اتباع کے ساتھ معلق کیا ہے اور آپ کی مخالفت کرنے والے کے مقدر میں دُنیا و آخرت کی بدبختی کر دی ہے، پس آپ کا اتباع کرنے والوں کے لیے ہدایت، امن و

Marfat.com

سلامتی، فلاح، عزت، کفایت، نصرت، ولایت اور دنیا و آخرت میں اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی جیسی نعمتیں ہیں اور اس کے برعکس ذلت، رسوائی، خوف، گمراہی، خذلان اور دنیا و آخرت کی بدبختی ان لوگوں کا مقدر بنے گی جو آپ کی مخالفت کرنے والے ہوں گے۔"[۳۵۹]

ایک اسلامی شاعر نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے نیک اور مخلص جوانوں کی تعریف میں کہا ہے:

شبابٌ ذللوا سبل المعالی
وما عرفوا سوی الاسلام دینا
تعهدهم فانبتهم نباتا
کریما طاب فی الدنیا غصونا
اذا شهدوا الوغی کانوا کماة
یدکون المعاقل والحصونا
وان جن المساء فلا تراهم
من الاشفاق الی ساجدینا
وهکذا اخرج الاسلام قومی
شبابا مخلصا حرا امینا
علمه الکرامة کیف تبنی
فیابی ان ینل او یهونا[۳۶۰]

"ایسے نوجوان جنہوں نے ترقی اور بلندیوں کے تمام راستے مسخر کر لئے، انہوں نے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پہچانا ہی نہیں۔ اسلام نے ان کے ایمان کی تجدید کرتے ہوئے ایسا پودا اُگایا جو عمدہ ہے اور جس کی شاخیں اس دُنیا میں اچھی ہیں۔ جب جنگوں میں حاضر ہوتے ہیں تو بہادر زرہ پوش بن جاتے ہیں۔ محلات اور قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں۔ اگر رات کی

Marfat.com

تاریکی چھا جائے تو تم ان کو نہیں دیکھتے مگر اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے سجدے کی حالت میں۔ اسی طرح اسلام نے میری قوم میں سے نکالے ہیں مخلص، آزاد منش اور امانتدار نوجوان۔ بزرگی اور عظمت کیسے بنانی ہے؟ اسے سکھایا ہے۔ پس ذلت اور رسوائی کے ہر سبب سے دور رہتا اور انکار کرتا ہے۔"

ڈاکٹر ایس ایم زمان لکھتے ہیں:

"جہاں بیسیوں سیاسی، معاشرتی، ادبی اور پیشہ روانہ تنظیمیں موجود ہیں وہاں ایک ایسی تحریک بھی اٹھنی چاہیئے جس کے علمبردار اپنے ہادی و مولا (ﷺ) کے عزم کی چنگاری سے وہ شمع روشن کریں جو ہمارے معاشرے کے ہر شعبہ میں اُسوہء محمدی (ﷺ) کا اِحیاء کرے، جس کی روشنی بندے بندے تک پہنچے، جس کی ضیاء ملتِ اسلامیہ کے اصلی تشخص کو اس طرح زندہ کرے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہمارا شعار ہو، اسلام کی بنیادی عبادات کی پابندی ہماری پہچان ہو اور اخلاقِ محمدی (ﷺ) کی عاشقانہ تقلید ہمارا طرۂ امتیاز ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام بنیادی اسلامی عبادات کا مقصدِ اوّلین یہی ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو اپنے خالق و مالک کے سامنے تسلیم کر دے۔ اسی بنیاد پر مکارم اخلاق کی محکم عمارت اٹھتی ہے۔"[۳۶۱]

ایک ایسا وقت آئے گا کہ سب کچھ واضح ہو جائے گا اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ جو لوگ صبر و استقامت کی بات کرتے تھے وہ صحیح تھے۔ اسی طرح وقت، دشمنی اور انتقام کے جذبات کو ختم کر دے گا۔ صرف محبت، عفو و درگزر، صبر و شکیبائی، استقامت و پائیداری اور مکالمہ پر مبنی احساسات جاری رہیں گے۔ صبر و استقامت والے لوگ صبر و استقامت پر مبنی معاشرہ تشکیل دیں گے۔ وہ لوگ جن کا مقصد صبر و استقامت نہیں ہے اپنی جزع، بے تابی، ضد، ہٹ دھرمی اور غصے کے ساتھ عدم صبر و استقامت والے کنویں میں ڈوب جائیں گے۔ میری یہ خواہش ہے کہ اس طرح کے لوگ بیدار ہوں اور اس کھائی میں جس میں وہ گر چکے ہیں ڈوبنے سے بچ جائیں۔ ورنہ ہمیں بھی ان کے لئے رونا پڑے گا۔

اس سلسلے میں نوجوانوں اور طلبہ و طالبات پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ قوم کے

Marfat.com

اندر حُریتِ فکر اور قوت عمل کا سب سے قوی مظہر یہی طبقہ ہوتا ہے اور اکثر بڑوں کی مصلحت پسندی اور سودے بازی سے آزاد بھی۔ کیا یہ توقع بے محل ہے کہ وہ اخلاقِ محمدی (ﷺ) کا علم سنبھالنے کے لئے سیاسی گروہ بندیوں کو خیرباد کہہ دیں، خود اپنی شخصیتوں کو اخلاق محمدی (ﷺ) کے قالب میں ڈھالنے کی مخلصانہ جدوجہد میں لگ جائیں اور معاشرہ کے ہر چھوٹے بڑے ادنیٰ و اعلیٰ طبقہ میں موجود مادہ پرستی، زراندوزی و اخلاق فروشی، بددیانتی و فرض ناشناسی کے خلاف جہاد کریں۔ تشدد و تکبر اور نیکی کے غرور کے ساتھ نہیں بلکہ محمدی رحمت و محبت، فقر و انکسار اور شان صبر و استقامت کے ساتھ۔ اُسوۂ رسول (ﷺ) کی پیروی ہی ہماری زندگی ہے۔ بقول اقبالؒ:

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما

ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ فرماتے ہیں:

''نوجوان اُمت کا سرمایہ، مستقبل کی اُمید اور وطن کا ذخیرہ ہیں۔ اُمت کی اجتماعی زندگی کے کام کاج کی شہ رگ اور مستقبل کی بنیاد کے لئے زندہ عضو ہیں۔ یہی نوجوان ہیں جن سے ایسی بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ جن کی طرف خاندان و قبائل بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ مثلاً مفادات عامہ، ملکی دفاع اور مقدس مقامات کی آزادگی۔ یہی نوجوان ہیں جو جواں مردی اور بہادری کا سرچشمہ، شور و غل کرنے والے ببر شیر کی طرح چست و چالاک، وطن و دیار کے محافظ و نگہباں۔'' [۳۶۲]

آخری بات یہ ہے کہ جوانی جیسی عظیم الشان قیمتی دولت کو پوری اُمت مسلمہ کے نفع کے لئے وقف ہونا چاہیئے لیکن ایسا نہیں ہے۔ کبھی تو اس دولت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور کبھی اس کی ناقدری کر کے اسے شر، فساد، بربادر اور گھٹیا کاموں میں لگا دیا جاتا ہے۔ بڑی بھاری ذمہ داری ہے والدین، مدرسہ، یونیورسٹی، ماحول اور ملک پر کہ نوجوانوں کی صحیح طریقے سے تربیت کی جائے تاکہ وہ مستقبل کا بڑا بوجھ اٹھا سکیں۔ جاہلی رسومات، اجتماعی فسادات، غیر

Marfat.com

اسلامی حکومت اور اس بڑے اختلاف (جس کے بوجھ تلے اُمت مسلمہ دب جانے کو ہے) کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے بنیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط} [۳۶۳]

"بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔"

اور اس اُمت کی اصلاح کا وہی طریقہ ہے جو اس کے ابتدائے طبقہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کا تھا۔ اللہ نہ کرے اگر ہمارے نوجوان ان باتوں سے خالی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی اس وعید کے ہم مستحق ہوں گے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

{وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾} [۳۶۴]

"اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا، اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان تھا کہ جدوجہد، صبر و استقامت، مشقت و پریشانی کی قیمت وصول کیے بغیر اسلامی معاشرے کی بنیادیں قائم کر دے۔ لیکن بندوں کے معاملے میں اللہ کی سنت یہ نہیں ہے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جس طرح ان میں اجباری طور پر اس کی عبودیت کی صفت پائی جاتی ہے اسی طرح وہ اختیاری طور پر بھی اس کی عبادت گزاری کریں۔ اور اس کی عبادت گزاری بغیر جدوجہد کے ممکن نہیں، اور بغیر تکلیفیں جھیلے یا اس کی راہ میں شہادت کا درجہ حاصل کیے سچے مومن اور منافق کے درمیان امتیاز نہیں ہو سکتا۔ [۳۶۵]

یہ بات قرین انصاف بھی نہیں ہے کہ انسان مشقت تو کچھ نہ اٹھائے لیکن فائدے خوب حاصل کرے۔ تاریخ پر نظر دوڑانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں کا مکلف ٹھہرایا ہے:

۱۔ اسلامی شریعت کو نافذ اور اسلامی معاشرے کو قائم کرنا۔

۲۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کانٹوں سے بھرا، تکلیف دہ اور ناہموار راستہ اختیار کرے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مسلمان نوجوانوں کی حفاظت فرمائے، اُنہیں رسول کریم ﷺ کی بے مثل زندگی کے آئینے میں اپنی اصلاح کرنے والا بنائے، اور اُسوۂ حسنہ کی مشعل راہ کی روشنی میں زندگی کی مشکل اور تیرہ و تاریک رہگذر طے کرنے والا بنائے، اُن میں علمی و عملی برکت ہو، اُنہیں اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرنے والا، مستقل مزاجی، ثابت قدمی اور حق پر ڈٹے رہنے کا عادی بنائے اور اپنی شخصی زندگی میں بھی اور معاشرتی و اجتماعی زندگی میں بھی اُسوۂ کامل کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ اُنہیں اُمت مسلمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ نیز مسلم نوجوانوں میں پھر سے وہ عقابی روح بیدار کر دے کہ جس کی بدولت وہ تاریخ کے اس نازک موڑ پر متحرک، فعال اور مؤثر کردار ادا کر سکیں اور اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء، صالحین اور اچھے رفقاء کے جھرمٹ میں ہوں۔۔۔ آمین!

حرف آخر!

جس طرح آفتاب سے شعاع کا اور پھول سے مہک کا ظہور ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح موضوع سیرت سے باطن کو ایمان و اخلاص اور ظاہر کو سلیقہ حیات نصیب ہوتا ہے۔ دوران تحقیق میرا یہ یقین اور بھی پختہ ہو گیا کہ انسان سازی اور آدم گری کا بس ایک یہی نسخہ کیمیا ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی اگر ہم اصلاح امت چاہتے ہیں تو ہمیں رسول کریم ﷺ کی سیرت کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہو گا۔ اس کتاب میں اللہ رب العزت کی توفیق سے رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

نیک صفات میں کامل اور اعلیٰ ترین صفت صبر و استقامت ہے اور اس کے ذریعے تمام نفسانی اور غیر نفسانی کمالات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ انسان جو بھی نیک و اچھی صفت کسب کرنا چاہے تو اسے استقامت کے ذریعے ہی کسب کر سکتا ہے، دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ اُس نے اپنے ناتواں بندے کو [محمد رسول اللہ، ﷺ صبر و استقامت کے کوہِ گراں] ایسے عظیم الشان موضوع کے بارے

Marfat.com

میں اوراق ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کوشش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

((الحمد عدد ما خلق۔ الحمدلله ملء ما خلق،الحمد لله عدد ما فی السموات وما فی الارض،الحمدلله عدد ما احصی کتابه والحمدلله علی ما احصی کتابه والحمدلله عدد کل شیءٍ والحمدلله ملء کل شیءٍ))[۳۶۶]

''میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس سے اُس کی مخلوقات بھر جائیں، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں ان چیزوں کی گنتی کے برابر جو آسمان و زمین میں ہیں، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں ان چیزوں کی گنتی کے برابر جنہیں اس کی کتاب نے شمار کیا اور میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس پر جو اس کی کتاب نے شمار کیا اور میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں ہر چیز کی گنتی کے برابر اور میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس سے ہر چیز بھر جائے۔''

رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کے سنہرے واقعات آپ نے پڑھے۔ اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہر ایک چیز سے یک سو ہو کر غور کیجیے، کون سی ایسی اذیت، تکلیف، درد و دکھ اور مصیبت باقی رہ گئی، جو رحمت عالم ﷺ کو نہ پہنچائی گئی؟ جان، مال، آل اولاد، عزت، آبرو کس چیز پر مصیبت نہیں آئی؟ اور پھر اپنے سے لے کر غیر تک، اور سردار سے لے کر غنڈہ تک میں کس نے معاف کیا؟ مکی زندگی میں نہ سہی، مدنی زندگی میں ظاہری اطمینان کب نصیب ہوا؟ ایک منصف مزاج کا فیصلہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ رحمت عالم ﷺ کی ظاہری زندگی مصائب میں گھری ہوئی زندگی تھی، اور خود آپ کا ارشاد ہے:

((واوذیت فی الله مالم یوذ احد قبلی))[۳۶۷]

''اللہ کے راستے میں جس قدر مجھے اذیت دی گئی کسی اور کو پہلے ایسی تکلیف نہ دی گئی۔''

اس سے بڑھ کر اور کس کی شہادت چاہیئے، مگر سوچنا یہ ہے کہ ان ساری اذیتوں سے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کیوں دو چار ہوئے؟ تاریخ و سیر کی کتابیں شاہد ہیں کہ انسانیت بیمار ہو چکی تھی، دُنیا نجات کے راستے سے دور جا پڑی تھی، جس کی اصلاح بے حد ضروری ہو چکی

Marfat.com

تھی۔ رسول کریم ﷺ اسی اصلاح کی غرض سے مبعوث ہوئے اور پوری زندگی اسی میں صرف کر دی۔ آخری دین جس کا نام نامی "اسلام" ہے، دُنیا کو اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کر گئے اور بیمارانِ انسانیت کو تندرستی اور صحت کا انمٹ نسخہ "قرآن کریم" عطا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت کی تابعداری کے عظیم الشان ثمرہ کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

{يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ}[۳۶۸]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی (دعوت) قبول کرو، جب وہ تمہیں اُس چیز کی دعوت دیں، جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

اے اللہ! ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرما لے جنہوں نے صبر و استقامت کا دروازہ کھول کر راستہ ہموار کر دیا اور جزع و بے تابی اور ضد و ہٹ دھرمی کی خندقوں کو پاٹ کر ہمیشہ کے لئے اس بے راہ روی کا راستہ بند کر دیا اور سخت ترین عقاب کی گھاٹی سر کر لی اور خواہش نفس کا پُل عبور کر کے اطاعت الٰہی کے حرم سرا میں داخل ہو گئے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ کا فرمان ہے:

((لا تعدن مصيبة اعطيت عليها الصبر واستو جبت عليها من الله ثواباً مصيبة انما المصيبة ان يحرم صاحبها اجرها و ثوابها اذا لم يصبر عند نزولها))[۳۶۹]

"جس مصیبت پر آپ نے صبر و استقامت دکھائی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پایا ہے، اُسے مصیبت و سختی نہ کہو بلکہ مصیبت اُس وقت ہے کہ جب تم اس کے مقابلے میں صبر سے کام نہ لو اور الٰہی اجر و ثواب سے محروم رہو۔"

آج اُمت مسلمہ ایک بار پھر اپنی تاریخ کے شدید ترین بحران سے دو چار ہے، مشکلات، مصائب اور شدائد کی ایک قطار ہے جو اس پر مسلسل نازل ہو رہے ہیں اور ہر مصیبت پہلے سے زیادہ شدید نظر آتی ہے، لیکن قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لیں اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کے اہل بیت و اصحاب رضی اللہ عنہم کی

Marfat.com

زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ مصائب ہلکے نظر آنے لگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا صبر و استقامت اور عزم و استقلال ہمیں نئے راستے بتاتا اور عزم و عمل کی نئی راہیں دکھاتا ہے۔ [۳۷۰]

میں اپنی کتاب کے قارئین اور اُن میں سے خصوصاً نوجوانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کا نہ صرف اس کتاب کے ذریعے بلکہ دوسری کتب تفسیر و حدیث و سیرت کی مدد سے گہرا شعور حاصل کریں، ان کے مطالعہ سے آپ جتنی گہرائی تک پہنچیں گے اتنا ہی رسول کریم ﷺ کے ساتھ آپ کا تعلق مضبوط ہوگا۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیں روشنیوں کے اس منبع کی جانب رہنمائی کرتا ہے جہاں اندھیروں کا گزر ہی نہیں۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ پہلے ہمارے اپنے اندر محمدی انقلاب کا آغاز ہو اور پھر ہم نہ صرف اپنے ملک اور معاشرے کو بلکہ پوری نوعِ انسانی کو اس کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند کرنے کے لئے اُسوۂ حسنہ کی روشنی کو ساری دُنیا میں پھیلانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

میری دلی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے اس کتاب کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ شائع کیا جائے تا کہ ہم دیگر اقوام کو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ صبر و استقامت کے حوالے سے آگاہ کر سکیں تا کہ اسلام کے بارے میں ان کی غلط فہمیاں دور ہوں۔

ہمارے لئے حق کی راہ صرف یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے پیشوا، قائد، اُسوہ اور نمونہ تسلیم کریں، اسی پر عمل پیرا ہو کر زندگی کے ہر حصے کو کامیاب و کامران بنایا جا سکتا ہے، بصورت دیگر تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاں رائیگاں شمار ہوگی۔

اے میرے مسلمان بھائی! آپ کوئی بھی ہوں، وعدہ کیجئے کہ اس کتاب کو ختم کرتے وقت اپنے اس بھائی کے لئے ضرور دعا کریں گے۔ میں ایسی مخلص دعا کا بہت محتاج ہوں جو میرا کوئی بھائی غائبانہ طور پر کرے۔

اے الٰہ العالمین! تو خوب جانتا ہے کہ اگر ہم تہذیب نفس، حسن اخلاق اور بالخصوص صبر و استقامت میں تیرے پیارے رسول ﷺ کی راہ پر چلنے کی توفیق نہیں رکھتے تو اس کے خواہش مند اور چاہنے والے ضرور ہیں۔ تو ہمیں اس کام کی توفیق عطا فرما اور اس راہ میں ہماری مدد فرما اور ہمیں اُن لوگوں سے ملحق فرما جن پر تو نے اپنا انعام کیا ہے (من انعم

Marfat.com

اللہ علیھم) اور ہمیں اُن لوگوں کی رفاقت نصیب فرما جو بہترین رفیق ہیں (وحسن اولئك رفیقا)۔ آمین!

رحمت و عزیمت کے پیکر، صبر و استقامت کے کوہ گراں، محمد رسول اللہ ﷺ پر ہزاروں سلام، لاکھوں سلام، بے حد و حساب، بے عدد و شمار سلام، آپ ﷺ کی راہ سے بھٹکے ہوئے مسافروں کی طرف سے، جو گنہگار ہیں مگر آپ کی نسبت کے دعویدار ہیں اور آپ ﷺ کے نام پر نثار ہونے کو آج بھی تیار ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ واتباعہ وبارك وسلم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حوالہ جات / حواشی (باب سوّم)

[۱] سورۃ البلد ۹۰:۴

[۲] شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ) والآخرون، تفسیر نمونہ، ترجمہ، سید صفدر حسین نجفیؒ، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۱۴۱۷ھ، ج ۱۵، ص ۲۵۴

[۳] سیالوی، محمد دین (مولانا)، دانش حجاز، جامعہ رحمانیہ رضویہ، سوہاوہ ضلع جہلم، ۲۰۰۳ء، ص ۷۹

[۴] سورۃ العنکبوت ۲۹:۲

[۵] سورۃ آل عمران ۳:۱۴۲

[۶] اہوازیؒ، حسین بن سعید بن مہران کوفی (محدث) م ۳۲۰ھ، کتاب المومن، تحقیق و ترجمہ، مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضلؒ، دار الثقافۃ الاسلامیۃ، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۱۲ھ، ص ص ۴۰۔۴۱

[۷] سورۃ الزمر ۳۹:۱۱

[۸] سورۃ الزمر ۳۹:۳

[۹] القشیریؒ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، کتاب الزھد

[۱۰] سورۃ الکہف ۱۸:۱۱۰

[۱۱] العمر، الشیخ ناصر بن سلیمان (الدکتور)، الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ترجمہ، مولانا ضیاء الرحمٰن چترالی، ادارہ دعوت

Marfat.com

وتبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۶۰

[۱۲] سورۃ الزمر ۳۹:۹

[۱۳] سورۃ فاطر ۳۵:۲۸

[۱۴] سورۃ الکہف ۱۸:۲۸

[۱۵] البخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، صحیح البخاری، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب الجہاد

[۱۶] ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل (مجلد واحد)، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۴۶۰

[۱۷] ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، جامع الترمذی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب اللباس

[۱۸] صحیح مسلم، کتاب الذکر

[۱۹] سورۃ النساء ۴:۱۳۴

[۲۰] الخطیبؒ، ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی (امام) م ۷۴۳ھ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن: ۱، ۱۹۶۱ء، حدیث نمبر: ۱۶۷

[۲۱] سورۃ الطلاق ۶۵:۳

[۲۲] سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۹

[۲۳] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۸

[۲۴] صحیح البخاری، کتاب الصوم

[۲۵] سورۃ الفتح ۴۸:۱۱

[۲۶] سورۃ الانفال ۸:۲۸

[۲۷] سورۃ التغابن ۶۴:۱۴

[۲۸] الماوردیؒ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (امام) م ۴۵۰ھ، البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ۴۳۴

[۲۹] ابو یعلیؒ، احمد بن علی بن المثنی الموصلی (امام) م ۳۰۷ھ، مسند ابی یعلی الموصلی بحوالہ: البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ)، صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۷۱۶۰

[۳۰] صحیح مسلم، کتاب الذکر و مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ) م ۱۱۱۱ھ، بحار الانوار، مؤسسۂ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد، ج ۵۵، ص ۲۳۴

Marfat.com

[۳۱] سورۃ التوبہ ۹:۷۵۔۷۶

[۳۲] صحیح البخاری، کتاب البیوع

[۳۳] جامع الترمذی، کتاب الزھد

[۳۴] مصباح، محمد تقی (آیت اللہ)، زاد راہ، ترجمہ، سید قلبی حسین رضوی، مجمع جہانی اہلبیت (ع)، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء، ج ۲، ص ۳۴

[۳۵] سورۃ ھود ۱۱: ۱۱۲

[۳۶] السعدیؒ، عبدالرحمٰن بن ناصر (فضیلۃ الشیخ)، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ترجمہ پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، دارالسلام پبلشرز، لاہور، سن ندارد، ج ۲، ص ۱۲۳۱

[۳۷] سورۃ المائدۃ ۵:۲۵

[۳۸] سورۃ الانعام ۶:۳۱

[۳۹] ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، دوائے شافی، دارالابلاغ، لاہور، سن ندارد، ص ۴۸

[۴۰] سورۃ الاسراء ۱۷:۳۶

[۴۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۹۴

[۴۲] ابن جوزیؒ، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، صفۃ الصفوۃ، تحقیق، محمود خوری و رواس قلعجی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ذکر طرف من مواعظھا وکلامھا، ج ۲، ص ۲۳

[۴۳] صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۲۴

[۴۴] سنن ابی داؤد، کتاب الادب

[۴۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۱۴

[۴۶] سورۃ آل عمران ۳:۱۷۵

[۴۷] سورۃ الاعراف ۷:۲۰۱

[۴۸] البانیؒ، محمد ناصرالدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن النسائی، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض، ج ۳، ص ۴۵۴

[۴۹] البانیؒ، محمد ناصرالدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر: ۱۵۴۲

[۵۰] البانیؒ، محمد ناصرالدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن ابی داؤد، مکتبہ دارالبیان، دمشق، حدیث نمبر: ۵۱۱۰

Marfat.com

[۵۱] سورۃ الحدید ۵۷:۳

[۵۲] صحیح البخاری، کتاب الرقاق

[۵۳] سورۃ النساء ۴:۱۷۱

[۵۴] سورۃ الحدید ۵۷:۲۷

[۵۵] صحیح مسلم، کتاب العلم

[۵۶] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین

[۵۶] سورۃ البقرہ ۲:۲۸۶

[۵۷] ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج ۱، ص ۴۵۹

[۵۸] سورۃ الاعراف ۷:۱۵۰

[۵۹] صنعانیؒ، ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام (امام)، مصنف عبدالرزاق، تحقیق، حبیب الرحمٰن اعظمی، ایڈیشن: ۱، حدیث نمبر: ۲۰۲۸۶۔

[۶۰] ابن منصور، ابوعبیدہ عبدالرحمٰن (الشیخ)، لا تغضب، ترجمہ، پروفیسر حافظ عبدالجبار، مکتبہ بیت السلام، لاہور، اپریل ۲۰۱۵ء، ص ۱۰۷

[۶۱] صحیح البخاری، کتاب الایمان

[۶۲] گولن، محمد فتح اللہ، اضواءِ قرآن در فلکِ وجدان، ترجمہ، عبدالخالق ہمدرد، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۶

[۶۳] سورۃ الانبیاء ۲۱:۳۷

[۶۴] سورۃ الاحقاف ۴۶:۳۵

[۶۵] سورۃ القلم ۶۸:۴۸

[۶۶] البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، حدیث نمبر: ۳۰۱۰

[۶۷] جامع الترمذی، ابواب الصیام

[۶۸] جامع الترمذی، کتاب الفتن

[۶۹] الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ص ۱۰۲

[۷۰] ابی داؤدؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء،

Marfat.com

کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر: ۵۴۷

[۷۱] سورۃ آل عمران ۳:۱۰۵

[۷۲] سورۃ آل عمران ۳:۱۰۳

[۷۳] سورۃ الحدید ۵۷:۱۶

[۷۴] صحیح البخاری، کتاب الرقاق

[۷۵] سورۃ الحجر ۱۵:۳

[۷۶] البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ص ۹۸

[۷۷] سورۃ یوسف ۱۲:۸۷

[۷۸] سورۃ الحجر ۱۵:۵۶

[۷۹] سورۃ المعارج ۷۰:۱۹_۲۱

[۸۰] سورۃ المعارج ۷۰:۲۲_۳۵

[۸۱] غرر الحکم، حدیث نمبر: ۱۸۷۶ بحوالہ: الحرانیؒ، ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ (المحدث)، تحف العقول عن آل الرسولؐ، جامعہ مدرسین قم، ایڈیشن: ۲، ۱۴۰۴ھ

[۸۲] سورۃ آل عمران ۳:۲۰۰

[۸۳] سورۃ آل عمران ۳:۸۶_۸۹

[۸۴] سورۃ المعارج ۷۰:۲۰

[۸۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۸

[۸۶] سورۃ البقرہ ۲:۲۱۴

[۸۷] سورۃ حم سجدہ ۴۱:۳۰_۳۲

[۸۸] کلینیؒ، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، ۱۴۰۱ھ، ج ۱، ص ۴۳

[۸۹] سورۃ البقرہ ۲:۲۵۶

[۹۰] سورۃ ابراھیم ۱۴:۲۷

[۹۱] کیلانیؒ، عبد الرحمٰن (مولانا)، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، سن ندارد، تفسیر سورہ ابراھیم، آیت ۲۷

[۹۲] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۶۹۹

Marfat.com

| ۹۳،۱] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۴۴

| ۹۳.ب] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۲۶۶۴

| ۹۴] آمدیؒ، عبدالواحد (علامہ)، غرر الحکم و درر الکلم، موسسہ آل البیت، قم، سن ندارد، حدیث نمبر: ۳۰۸۲

[۹۵] سورۃ الحدید ۵۷: ۲۲۔ ۲۳

[۹۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۵۳

[۹۷] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۹۹

[۹۸] الحاکمؒ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، المستدرک، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۹۳

[۹۹] تُحفُ العقُول عن آل الرسولؑ، ج ۲، ص ۴۵

[۱۰۰] بحار الانوار، ج ۶۴، ص ۷۲

[۱۰۱] سورۃ الاعراف ۷: ۲۰۱

[۱۰۲] سورۃ الفتح ۴۸: ۴

[۱۰۳] سورۃ التوبہ ۹: ۱۲۴

[۱۰۴] طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المعجم الاوسط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ایڈیشن: ا، سن ندارد، ج ۱، ص ۹۰

[۱۰۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۶۷

[۱۰۶] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۱۰۷] سورۃ یوسف ۱۲: ۲۳

[۱۰۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۱۰۴

[۱۰۹] سورۃ الفاتحہ ۱: ۵

[۱۱۰] مسند أحمد، حدیث نمبر: ۲۲۷۸۸

[۱۱۱] سورۃ النور ۲۴: ۲۱

[۱۱۲] النسائیؒ، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، سنن النسائی، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۱۴۰۵

[۱۱۳] الواقدیؒ، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۷۹۶

Marfat.com

[۱۱۴] سورۃ الانفال ۸:۲۹

[۱۱۵] سورۃ الانعام ۶:۱۲۲

[۱۱۶] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۶۴

[۱۱۷] ابن حبانؒ، ابو حاتم محمد البستی (امام)، روضۃ العقلاء، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹

[۱۱۸] سورۃ النحل ۱۶:۱۰۲

[۱۱۹] سورۃ الفرقان ۲۵:۳۲

[۱۲۰] تیسیر القرآن، تفسیر سورہ الفرقان، آیت ۳۲

[۱۲۱] سورۃ العنکبوت ۲۹:۶۴

[۱۲۲] مسند احمد، ج ۱، ص ۳۰۱

[۱۲۳] جامع الترمذی، ج ۲، ص ۵۰

[۱۲۴] المستدرک، ج ۱، ص ۳۷۶

[۱۲۵] سورۃ المعارج: ۲۸

[۱۲۶] المنذریؒ، ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی (حافظ) م ۶۵۶ھ، الترغیب والترھیب، ترجمہ، مولانا محمد عثمان، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۴۱۶ھ، حدیث نمبر: ۵۵۳۷

[۱۲۷] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۸۹

[۱۲۸] سورۃ آل عمران ۳:۱۰۲

[۱۲۹] المستدرک، ج ۳، ص ۳۸۳

[۱۳۰] البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن الترمذی، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض، حدیث نمبر: ۲۸۶۳

[۱۳۱] سورۃ الانفال ۸:۴۵

[۱۳۲] سورۃ الاحزاب ۳۳:۴۱۔۴۲

[۱۳۳] سورۃ العنکبوت ۲۹:۴۵

[۱۳۴] صحیح سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۶۳

[۱۳۵] جامع الترمذی، کتاب الدعوات

Marfat.com

| ۱۳۶ | سورۃ آل عمران ۳:۱۹۱

| ۱۳۷ | ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، الوابل الصیب من کلم الطیب، مکتبہ دار البیان، دمشق بن ندارد، ص ۱۵۵

[۱۳۸] سورۃ النساء ۴:۶۶

[۱۳۹] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۸۳

[۱۴۰] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۲۸۰

[۱۴۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۲۸۱

[۱۴۲] سبحانی، جعفر (اُستاد)، عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز، ترجمہ، مولانا اسد علی شجاعتی، دار الثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۷ھ، ص ص ۹۹_۱۰۰

[۱۴۳] سورۃ الحجر ۱۵:۹۹

[۱۴۴] صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ

[۱۴۵] شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ)، علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ترجمہ، ڈاکٹر نیاز محمد ہمدانی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء، ج ۲، ص ۴۳۷

[۱۴۶] کتاب المومن، ص ۴۸

[۱۴۷] اس بارے میں تفصیل اس کتاب کے باب دوم کی فصل (صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کو صبر و استقامت کی تلقین و تربیت) میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۴۸] سورۃ یونس ۱۰:۸۹

[۱۴۹] غلام مرتضیٰ شہید، ملک (ڈاکٹر)، خطبات حرم، ڈاکٹر مرتضیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳

[۱۵۰] سنن النسائی، حدیث نمبر: ۲۲۲۳

[۱۵۱] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۰۶۵

[۱۵۲] سورۃ النساء ۴:۶۶_۶۸

[۱۵۳] ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفداء (امام) م ۷۷۴ھ، المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، دار السلام لاہور، ۲۰۰۷ء، ج ۲، ص ۱۳۳

[۱۵۴] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۲۸

[۱۵۵] صحیح البخاری، کتاب الرقاق

Marfat.com

[۱۵۶] تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۳۹۷

[۱۵۷] مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث نمبر: ۴۵۶۰

[۱۵۸] ابن ماجہؒ، ابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۳۸۶۵

[۱۵۹] سورۃ المومن ۴۰:۶۰

[۱۶۰] سورۃ الفرقان ۲۵:۷۷

[۱۶۱] تفسیر نمونہ، ج ۸، ص ۴۴۸

[۱۶۲] سورۃ النمل ۲۷:۶۲

[۱۶۳] کلینیؒ، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، ۱۴۰۱ھ، ج ۲، ابواب الدعاء

[۱۶۴] نقوی، رضی جعفر (حجۃ الاسلام)، مناجات معصومین، رحمت اللہ بک ایجنسی، کراچی، سن ندارد، ص ۶

[۱۶۵] اصول کافی، ج ۲، ابواب الدعاء

[۱۶۶] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۹۵

[۱۶۷] بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۵۴

[۱۶۸] سورۃ یوسف ۱۲:۱۸

[۱۶۹] سورۃ یوسف ۱۲:۸۳

[۱۷۰] سورۃ یوسف ۱۲:۸۶

[۱۷۱] السیوطیؒ، ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دارالفکر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ، ج ۵، ص ۵۹۲

[۱۷۲] سورۃ آل عمران ۳:۱۴۶۔۱۴۷

[۱۷۳] سورۃ البقرہ ۲:۲۵۰

[۱۷۴] تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۵۸۲

[۱۷۵] سورۃ الفاتحہ ۱:۵۔۷

[۱۷۶] سورۃ البقرہ ۲:۲۰۱

[۱۷۷] سورۃ آل عمران ۳:۸

Marfat.com

[۱۷۸] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۶۴

[۱۷۹] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۰۵

[۱۸۰] صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۶۲۷۵

[۱۸۱] ابن ابی شیبہؒ، ابو بکر عبداللہ بن محمد (امام) م ۲۳۵ھ، المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء، حدیث نمبر: ۵۵

[۱۸۲] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۵۴

[۱۸۳] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۱۷

[۱۸۴] ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، طریق الہجرتین و باب السعادتین، ترجمہ، عبدالعلیم اصلاحی، ریاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء وکالۃ الطباعۃ والترجمۃ، الریاض، ۱۹۹۴ء، ص ۲۱۹

[۱۸۵] السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر: ۱۸۲۳

[۱۸۶] ہزاروی، فضل الرحمٰن (مولانا)، استقامت فی الدین، تحریک اصلاح اُمت، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰ء، ص ۳۰

[۱۸۷] مصباح کفعمی، ص ۴۰۱ بحوالہ: نقوی، رضی جعفر (حجۃ الاسلام)، مناجات معصومین (حصہ اول: مناجات رسول اکرم ﷺ)، رحمت اللہ بک ایجنسی، کراچی، سن ندارد، ص ۲۶، ۵۸

[۱۸۸] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۴۲۴

[۱۸۹] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۴۷۹

[۱۹۰] سورۃ القصص ۲۸: ۲۴

[۱۹۱] سورۃ الانبیاء ۲۱: ۸۷

[۱۹۲] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۰۵

[۱۹۳] سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۸۰

[۱۹۴] المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۷۲۵

[۱۹۵] الجہضمیؒ، اسماعیل بن اسحاق القاضی (امام)، فضل الصلوۃ علی النبی صلی الہ علیہ وآلہ وسلم، دارالغد جدید، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۰ء، حدیث نمبر: ۱۳

[۱۹۶] الخضری، عبداللہ (فضیلۃ الشیخ)، دعا کی قبولیت کیسے؟، ترجمہ، محمد رفیع مفتی، دارالسلام، لاہور، سن ندارد، ص ۹

[۱۹۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۳۴۰

[۱۹۸] سورۃ ھود ۱۱: ۱۲۰

Marfat.com

[۱۹۹] تفسیر نمونہ، ج ۵، ص ۴۱۳

[۲۰۰] سورۃ الاعراف ۷:۱۷۶

[۲۰۱] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۲، ص ۱۲۳۵

[۲۰۲] الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ص ۲۰۸

[۲۰۳] المصری، محمد محمود (فضیلۃ الشیخ)، لا تحزن، ترجمہ: ڈاکٹر مفتی ثناء اللہ محمود، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۳۳۹

[۲۰۴] خامنہ ای، سید علی حسینی (آیت اللہ العظمیٰ)، اُسوۂ رسول اکرم ﷺ، ترجمہ، سید کوثر عباس موسوی، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران، حیدر آباد، پاکستان، ایڈیشن: ۱، اکتوبر ۲۰۱۵ء، ۲۲۸

[۲۰۵] سورۃ الانعام ۶:۵۵

[۲۰۶] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۴۵۹

[۲۰۷] السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۱۰۰

[۲۰۸] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۰۶، ۳۶۰۷

[۲۰۹] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۳، ص ۲۷۴۹

[۲۱۰] سورۃ الممتحنہ ۶۰:۱

[۲۱۱] صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۱۲۹۶

[۲۱۲] الأدب المفرد، حدیث نمبر: ۶۵۰

[۲۱۳] سورۃ البقرہ ۲:۱۴۳

[۲۱۴] سورۃ البقرہ ۲:۲۸۶

[۲۱۵] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۰۱

[۲۱۶] جعفریان، رسول (حجۃ الاسلام)، تاریخ سیاسی اسلام رسول خدا ﷺ، سازمان چاپ و انتشارات، ایڈیشن: ۱، ۱۳۷۳ش، ص ۳۲۸

[۲۱۷] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۴۶۳

[۲۱۸] سورۃ الانعام ۶:۹۰

[۲۱۹] یوسف، صلاح الدین (حافظ)، تفسیر احسن البیان، دارالسلام، الریاض، سن ندارد، ص ۳۹۴

[۲۲۰] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱

[۲۲۱] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۵۱۳

Marfat.com

| ۲۲۲ | سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۶

| ۲۲۳ | تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۱، ص ۲۶۱

[۲۲۴] تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۵۰۳

[۲۲۵] سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۶

[۲۲۶] کتاب المومن، ص ص ۴۶۔۴۷

[۲۲۷] سورۃ الانبیاء ۲۱:۲۳

[۲۲۸] روضۃ العقلاء، ص ۲۲۷

[۲۲۹] سورۃ الم نشرح ۹۴:۱

[۲۳۰] سورۃ الاعراف ۷:۴۳

[۲۳۱] سورۃ الحشر ۵۹:۱۰

[۲۳۲] الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ص ۱۶۹

[۲۳۳] سورۃ الانعام ۶:۱۲۵

[۲۳۴] سورۃ الصافات ۳۷:۸۴

[۲۳۵] الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ص ص ۱۶۷۔۱۶۹ (تلخیص)

[۲۳۶] البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ترجمہ، ابو الحسن عبد المنان راسخ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، حدیث نمبر: ۱۳۳۲

[۲۳۷] البخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، الادب المفرد، المکتبۃ الاسلامیہ، الاردن، ۲۰۰۳ء، حدیث نمبر: ۱۱۷

[۲۳۸] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۷۸

[۲۳۹] حقائق عن التصوف، ص ۵۱، بحوالہ: سیالوی، محمد دین (مولانا)، دانش حجاز، جامعہ رحمانیہ رضویہ، سوہاوہ ضلع جہلم، ۲۰۰۳ء، ص ۲۶۳

[۲۴۰] ری شہری، محمدی (آیت اللہ)، میزان الحکمۃ، ترجمہ، مولانا محمد علی فاضل، مصباح الہدیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۳۲ھ، حدیث نمبر: ۱۰۱۲۸

[۲۴۱] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۷۰

[۲۴۲] سورۃ طٰہٰ ۲۰:۷۱

Marfat.com

[۲۴۳] سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۷۲۔۷۳

[۲۴۴] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۲۱۵

[۲۴۵] جامع الترمذی، ج ۳ ص ۱۱۶

[۲۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۰۴۵

[۲۴۷] الفتور المظاہر الاسباب العلاج، ص ۱۷۹

[۲۴۸] سورۃ الحشر ۵۹: ۷

[۲۴۹] صحیح البخاری، کتاب الفتن

[۲۵۰] سورۃ الزمر ۳۹: ۹

[۲۵۱] ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، دار المعرفۃ، بیروت، ص ۳۳۹

[۲۵۲] ابن سعدؒ، ابو عبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، طبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ، ج ۳، ص ۲۳۳

[۲۵۳] طبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۲۳۳

[۲۵۴] ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، سن ندارد، ترجمہ سیدنا خبابؓ

[۲۵۵] سورۃ الصف ۶۱: ۹

[۲۵۶] الشریف الرضیؒ، محمد بن حسین (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ والآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، خطبہ نمبر: ۱۷۳

[۲۵۷] العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، فتح الباری، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج ۷، ص ۱۶۵

[۲۵۸] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج ۳، ص ۲۹۴۹

[۲۵۹] بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۵۶ بحوالہ: نقوی، سید رضی جعفر (علامہ)، قندیل حیات، ادارہ اصلاح، کجھوا، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴۲

[۲۶۰] سورۃ آل عمران ۳: ۱۹۵

[۲۶۱] سورۃ البقرہ ۲: ۱۴۳

[۲۶۲] نہج البلاغۃ، مکتوب ۳۱

[۲۶۳] بحار الانوار، ج ۳۴، ص ۶۱

[۲۶۴] المصنف فی الاحادیث والآثار، حدیث نمبر: ۳۴۵۹۶

Marfat.com

[۲۶۵] سورۃ المزمل ۷۳:۱۹

[۲۶۶] آلوسیؒ شہاب الدین ابی الثناء محمود بن عبداللہ (علامہ) م ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، موسسہ الرسالۃ، بیروت، سن ندارد، ج ۴، ص ۱۷۶

[۲۶۷] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۳

[۲۶۸] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۶۱

[۲۶۹] روضۃ العقلاء، ص ۲۲۱

[۲۷۰] الخطیبؒ، ابی بکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی (امام) م ۴۶۳ھ۔ تاریخ بغداد أو مدینۃ السلام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج ۱۳، ص ۴۷۹

[۲۷۱] الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن محمد (امام) م ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۴، ص ۶۱

[۲۷۲] الحویزیؒ، عبد علی بن جمعۃ العروسی (محدث)، تفسیر نور الثقلین، ترجمہ، علامہ محمد حسن جعفری، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء، ج ۵، ص ۲۴۳

[۲۷۳] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۵۰۲

[۲۷۴] سورۃ آل عمران ۳:۲۰۰

[۲۷۵] عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز، ص ص ۳۷

[۲۷۶] سورۃ ھود ۱۱: ۱۱۲

[۲۷۷] تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۶۰۶

[۲۷۸] نہج البلاغۃ، خطبہ قاصعہ ۱۸۹

[۲۷۹] خان، وحید الدین (مولانا)، راز حیات، دالابلاغ، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء، ص ۱۹۸

[۲۸۰] سورۃ الاعراف ۷:۱۳۷

[۲۸۱] سورۃ السجدۃ ۳۲:۲۴

[۲۸۲] سورۃ آل عمران ۳:۱۲۰

[۲۸۳] قندیل حیات، ص ۲۴۳

[۲۸۴] روح البیان، تفسیر سورۃ آل عمران، ص ۱۱۲

[۲۸۵] سورۃ آل عمران ۳:۱۲۴_۱۲۵

[۲۸۶] سورۃ آل عمران ۳:۱۲۶

Marfat.com

[۲۸۷] طریق الہجرتین و باب السعادتین، ص ۲۱۹

[۲۸۸] طریق الہجرتین و باب السعادتین، ص ص ۲۱۹۔ ۲۲۰

[۲۸۹] ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، الصبر و الثواب علیہ، ترجمہ، مفتی امداد اللہ انور، دار المعارف، ملتان، ۲۰۰۷ء، ص ۲۹

[۲۹۰] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۵۔۱۵۷

[۲۹۱] مجمع الانوار، ج ۲، ص ۵۲۶؛ بحوالہ: علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ج ۲، ص ۴۳۱

[۲۹۲] سورۃ الحج ۲۲:۳۴

[۲۹۳] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۱۸

[۲۹۴] روضۃ العقلاء، ص ۱۵۷

[۲۹۵] سورۃ المعارج ۷۰:۱۹۔۲۱

[۲۹۶] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۸۱

[۲۹۷] سورۃ البقرہ ۲:۴۵

[۲۹۸] مجتہدی، سید مرتضیٰ سیستانی (آیت اللہ)، اسرار موفقیت، انتشارات الماس، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ج ۱، ص ۱۵۸

[۲۹۹] سورۃ الانفال ۸:۶۵

[۳۰۰] اسرار موفقیت، ج ۱، ص ۱۵۹

[۳۰۱] کنز الفوائد، ص ۵۸ بحوالہ: علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ج ۲، ص ۴۳۳

[۳۰۲] ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، المطالب العالیۃ، ج ۴، ص ۳۹۴، رقم ۴۶۶۳ بحوالہ الصبر و الثواب علیہ، ص ص ۵۶۔۵۷

[۳۰۳] المحجۃ البیضاء، ج ۷، ص ۱۰۷؛ بحوالہ: علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ج ۲، ص ۴۳۰

[۳۰۴] سورۃ العصر ۱۰۳:۱۔۳

[۳۰۵] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ۵۶۹

[۳۰۶] قندیل حیات، ص ۲۴۳

[۳۰۷] سورۃ ھود ۱۱:۱۱

[۳۰۸] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۲۶

[۳۰۹] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۷، ص ۳۲۲

Marfat.com

| ۳۱۰ | سورۃ حم سجدہ ۴۱: ۳۰۔ ۳۲

| ۳۱۱ | جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۲۵

| ۳۱۲ | بحار الانوار، ج ۶۸ ص ۷۷ و بر ہانپوری، علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی (علامہ) م ۹۷۵ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، حیدر آباد، دکن، سن ندارد، حدیث نمبر: ۶۵۱۵

[۳۱۳] سورۃ الرعد ۱۳: ۲۲۔ ۲۴

[۳۱۴] المستدرک، حدیث نمبر: ۳۴۶۷

[۳۱۵] الخولیؒ، البہی مصری (الاستاذ)، داعی اور دعوت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۲۳۹

[۳۱۶] سورۃ الرعد ۱۳: ۲۴

[۳۱۷] القرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری (امام) م ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن و المبین لما تضمنہ من السنۃ و آی الفرقان، ج ۵، ص ۴۵۳۲

[۳۱۸] سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۲

[۳۱۹] الزحیلیؒ، وھبۃ (الدکتور)، الاسلام و الشباب، ترجمہ، مفتی عبدالغفور، مکتبہ دارالقلم، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۳ء، ص ۲۲

[۳۲۰] روانشناسی رشد، لورا برک، ترجمہ، یحییٰ سید محمدی، آدین بکس، ایران، سن ندارد، ص ۲۰۷

[۳۲۱] طوسیؒ، محمد بن حسن (محقق)، الامالی، دارالثقافہ، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ، ص ۵۲۶، و المستدرک، حدیث نمبر: ۷۸۴۶

[۳۲۲] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۴۱۶

[۳۲۳] اصول کافی، ج ۲، ص ۱۳۵

[۳۲۴] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر: ۸۲

[۳۲۵] مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۷۳۷۱

[۳۲۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۴۲۳

[۳۲۷] سورۃ الذاریات ۵۱: ۵۶

[۳۲۸] سورۃ لقمان ۳۱: ۱۷

[۳۲۹] ابن سعدؒ، ابو عبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، طبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۹ھ، ج ۳، ص ۱۰۲، ۱۲۴، ۱۳۹، ۲۲۲، ۲۴۴، الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نورالدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دارالمعرفہ، بیروت، ج ۱، ص ۴۴۶،
(نوٹ) عبدالمتعال مصری نے ایک کتاب "شباب قریش فی بدء الاسلام" کے نام سے تالیف کی ہے اور قریش کے

Marfat.com

جن چالیس جوان افراد نے دعوت اسلام کو قبول کیا تھا اُن کو ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

[۳۳۰] البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، انساب الاشراف، تحقیق محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: ۳، ج ۱، ص ۲۲۹، و بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۱۸۵

[۳۳۱] طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۲

[۳۳۲] انساب الاشراف، ج ۱، ص ۱۲۸

[۳۳۳] طبرسیؒ، ابو علی فضل بن حسن (علامہ)، اعلام الوریٰ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایڈیشن: ۳، سن ندارد، ص ۵۶

[۳۳۴] شمسی، الشیخ حسان (الدکتور)، کیف تربی ابناءک فی ھذا الزمان، ترجمہ مولانا ثناء اللہ محمود، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، دسمبر ۲۰۱۲ء، ص ۲۰

[۳۳۵] یوسف، صلاح الدین (حافظ)، احسن البیان، دار السلام، الریاض، سن ندارد، ص ۵۴۳

[۳۳۶] فتح الباری، ج ۸، ص ۲۹

[۳۳۷] سورۃ التوبۃ ۹:۲۵

[۳۳۸] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۶۹

[۳۳۹] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۸۶۴

[۳۴۰] سورۃ التوبۃ ۹:۲۶

[۳۴۱] الصدرؒ، سید رضا (آیت اللہ)، الاستقامہ، ترجمہ، سید رمیز الحسن موسوی، دار المودت، اسلام آباد، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء، ص ۷۸

[۳۴۲] الاسلام والشباب، ص ۱۲۲

[۳۴۳] مارسڈن، وکٹر۔ای (پروفیسر)، یہودی پروٹوکولز، ترجمہ محمد یحییٰ خان، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۵

[۳۴۴] یہودی پروٹوکولز، ص ۱۸۴

[۳۴۵] اقبال، محمد (علامہ)، کلیات اقبال، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ص ۲۳۶

[۳۴۶] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳۰۰

[۳۴۷] سورۃ النحل ۱۶:۳۳

[۳۴۸] ندویؒ، سید ابو الحسن علی (مولانا)، قرآنی افادات (اہل فکر و قائدین کا مقام اور ذمہ داریاں) بحوالہ: ہفت روزہ القلم پشاور، مدیر، مولانا مسعود ازہر، ۱۱ تا ۱۷ مارچ ۲۰۱۶ء

[۳۴۹] سورۃ آل عمران ۳:۲۰۰

[۳۵۰] ابن ابی حاتمؒ، عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی (امام)، تفسیر ابن ابی حاتم، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ

Marfat.com

المکرمۃ.۱۴۱۷ھ.ج ۳.ص ۸۴۷

[۳۵۱] صحیح مسلم.حدیث نمبر:۲۵۱

[۳۵۲] تفسیر ابن ابی حاتم.ج ۳.ص ۸۵۰

[۳۵۳] صحیح البخاری.حدیث نمبر:۲۸۹۲

[۳۵۴] قرآنی افادات (اہل فکر و قائدین کا مقام اور ذمہ داریاں) بحوالہ: ہفت روزہ القلم پشاور، مدیر، مولانا مسعود ازہر، ۱۱ تا ۱۷ مارچ ۲۰۱۶ء

[۳۵۵] عمر ابو النصرؒ (فضیلۃ الشیخ)، رسول عربی ﷺ، مقبول اکیڈمی، لاہور.۱۹۹۵ء، ص ۶۳

[۳۵۶] دحلانؒ، سید احمد بن زینی (علامہ) م ۱۳۰۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ذوالفقار علی ساقی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج ۲، ص ۵۸۹

[۳۵۷] ایضاً، ج ۲، ص ۵۸۹

[۳۵۸] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱

[۳۵۹] ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، تحقیق، شعیب الارناؤوط و عبد القادر الارناؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۳۹

[۳۶۰] دور الشباب فی حمل رسالۃ الاسلام بحوالہ: بلغاری، محمد شریف (مولانا)، عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں، دار الاندلس، ایڈیشن: ۲، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۹۴

[۳۶۱] چشتی، شیر محمد زمان (ڈاکٹر)، نقوش سیرت، پروگریسو بکس، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء، ص ص ۵۶۔۵۷

[۳۶۲] الاسلام و الشباب، ص ۱۲۳

[۳۶۳] سورۃ الرعد ۱۳:۱۱

[۳۶۴] سورۃ محمد ۴۷:۳۸

[۳۶۵] البوطی، محمد سعید رمضان (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء، ۲۱۷

[۳۶۶] صحیح الجامع، حدیث نمبر:۲۶۱۵

[۳۶۷] المغربیؒ، محمد بن سلیمان (امام) م ۱۰۹۴ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، دار ابن حزم، ۱۴۰۲ھ، ج ۲، ص ۲۷۴

[۳۶۸] سورۃ الانفال ۸:۲۴

[۳۶۹] بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۶۱

[۳۷۰] عزیز الرحمٰن، ڈاکٹر (سید)، درس سیرت، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۷

Marfat.com

مصادر و مراجع

(کتاب کی تیاری میں چند بنیادی مصادر و مراجع حروف تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہیں)

القرآن الکریم تنزیل من رب العالمین

آ

آزادؒ، ابوالکلام (مولانا) م ۱۹۵۸ء، ترجمان القرآن، مکتبہ جمال، لاہور، سن ندارد

آلوسیؒ، شہاب الدین ابی الثناء محمود بن عبداللہ (علامہ)، م ۱۲۷۰ھ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، موسسہ الرسالۃ، بیروت، سن ندارد

آمدی، عبدالواحد (علامہ)، غرر الحکم و درر الکلم، موسسہ آل البیت، قم المقدسہ، ۱۴۲۲ھ

الف

ابن ابی حاتمؒ، عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی (امام)، تفسیر ابن ابی حاتم، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۷ھ

ابن ابی الدنیاؒ، عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، کتاب الزھد، ترجمہ، مولانا نور محمد انیس، دارالاشاعت، کراچی، جولائی ۲۰۰۱ء

ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، کتاب الجوع، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، ۲۰۱۳ء

ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، حسن الظن باللہ، ترجمہ، حافظ فیض اللہ ناصر، دارالابلاغ، لاہور، ۲۰۱۵ء

ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، الصبر والثواب علیہ، ترجمہ، مفتی امداد اللہ انور، دار المعارف، ملتان، ۲۰۰۷ء

ابن ابی شیبہؒ، ابو بکر عبداللہ بن محمد (امام) م ۲۳۵ھ، المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء

Marfat.com

ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد

ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، النہایہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

ابن اسحاقؒ، ابوعبید اللہ محمد بن یسار المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

ابن اسحاقؒ، ابوعبید اللہ محمد بن یسار المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، تحقیق و تعلیق، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، مدیر، جاوید طفیل، نقوش، شمارہ نمبر ۱۴۹، ادارۂ فروغ اُردو، لاہور، ۲۰۰۸ء

ابن جوزیؒ، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، تذکرۃ الخواص، المکتبۃ الحیدریہ، نجف اشرف، ۱۳۸۳ھ

ابن جوزیؒ، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، صفۃ الصفوۃ، تحقیق، محمود خوری و رواس قلعجی، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ

ابن جوزیؒ، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، علامہ محمد اشرف سیالوی، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، جون ۲۰۰۲ء

ابن حبانؒ، الحافظ محمد بن حبان (امام) م ۳۵۴ھ، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء

ابن حبانؒ، ابوحاتم محمد البستی (امام)، روضۃ العقلاء، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء

ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، فتح الباری، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، باکستان، ۱۹۸۱ء

ابن حزمؒ، ظاہری اندلسی (امام) م ۴۵۶ھ، جوامع السیرۃ، ترجمہ، محمد سرور احمد، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۹۰ء

ابن حمید، صالح بن محمد (امام الحرم المکی) والآخرون، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۰ھ

ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، مسند أحمد (مجلد واحد)، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء

Marfat.com

ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، کتاب الزھد، ترجمہ، شاہ محمد چشتی، پیغام القرآن، لاہور، دسمبر ۲۰۰۹ء

ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی (امام) م ۷۹۵ھ، لطائف المعارف، مکتبۃ العلم، لاہور، ۱۴۲۳ھ

ابن سعدؒ، ابوعبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، طبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ

ابن شہر آشوبؒ (علامہ)، مناقب آل ابی طالب، المطبعۃ العلمیہ، قم، ۱۴۲۲ھ

ابن عبد البرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایت و حملہ، تحقیق، ابی الاشبال الزھری، دار الکتب الحدیثۃ، قاھرہ، سن ندارد

ابن عبد البرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاصابہ، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، سن ندارد

ابن عساکرؒ، علی بن حسن بن ھبۃ اللہ (علامہ) م ۵۷۱ھ، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۴ء

ابن عطیہؒ، ابوطالب محمد بن علی حارثی المکی (الشیخ) م ۳۸۶ھ، قوت القلوب، ترجمہ، محمد منظور الوجیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۳۸۸ھ

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، دوائے شافی، دار الابلاغ، لاہور، سن ندارد

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، تحقیق، شعیب الارناؤوط وعبدالقادر الارناؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، طریق الھجرتین و باب السعادتین، ترجمہ، عبدالعلیم اصلاحی، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء وکالۃ الطباعۃ والترجمۃ، الریاض، ۱۹۹۴ء

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، عدۃ الصابرین و ذخیرۃ الشاکرین، دار الاشاعت، کراچی، سن ندارد

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، الوابل الصیب من کلم الطیب، مکتبہ دار البیان، دمشق، سن ندارد

Marfat.com

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائی (امام) م ۷۷۴ھ، المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، دار السلام لاہور، ۲۰۰۷ء

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائی (امام) م ۷۷۴ھ، السیرۃ النبویہ، تحقیق مصطفی عبدالواحد، دار الحدیث، القاہرۃ، ۱۳۸۴ھ

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائی (امام) م ۷۷۴ھ، قصص الانبیائی (البدایۃ والنہایۃ سے ماخوذ)، ترجمہ مولانا محمد عطاء اللہ ساجد، دار السلام لاہور، ۲۰۰۴ء

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفدائی (امام) م ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ، دار الریان للتراث، القاہرۃ، ۱۹۸۸ء

ابن ماجہؒ، ابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

ابن مبارکؒ، ابو عبدالرحمٰن عبداللہ الحنظلی التمیمی المروزی (امام)، کتاب الزھد، ترجمہ، لجنۃ المصنفین، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد

ابن منصور، ابو عبیدہ عبدالرحمٰن (الشیخ)، لاتغضب، ترجمہ، پروفیسر حافظ عبدالجبار، مکتبہ بیت السلام، لاہور، اپریل ۲۰۱۵ء

ابن منظورؒ، محمد بن مکرم، افریقیؒ (علامہ) م ۷۱۱ھ، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۳۷۴ھ

ابن ہشامؒ، ابو محمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، دار المعرفۃ، بیروت

ابو غدہؒ، عبدالفتح (الشیخ)، الرسول المعلم، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، ادارۃ الانور، کراچی، طبع جدید، ستمبر ۲۰۰۸ء

ابو فارس، محمد (الشیخ)، السیرۃ النبویۃ دراسۃ وتحلیل، دار الفرقان، عمان، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ

ابو یعلیٰؒ، احمد بن علی بن المثنی الموصلی (امام) م ۳۰۷ھ، مسند ابی یعلی الموصلی، موسسہ علوم القرآن، بیروت، سن ندارد

ابی داؤدؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

احمد، مہدی رزق اللہ (ڈاکٹر)، سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دار السلام، الریاض، ۱۴۳۰ھ

ارائیں، محمد کلیم، سرور دو عالم ﷺ کی حیات اقدس کے چند نازک لمحات، رابعہ بک ہاؤس، لاہور، ۱۴۱۴ھ

الاربلیؒ، علی بن عیسی (علامہ)، کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ، انتشارات اسلامیہ، مشہد

الازہری، مقتدیٰ حسن (مولانا)، مقالات سیرت طیبہ، (سیرت کانفرنس ۱۴۱۲ھ، جامعہ سلفیہ بنارس)، کتاب سرائے، لاہور، ۱۴۳۳ھ

Marfat.com

الازہری، محمد کرم شاہ (پیر)، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۲۰۱۱ء

اسرار احمد، (ڈاکٹر)، منہج انقلاب نبوی، مرتبہ، شیخ جمیل الرحمٰن، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، ایڈیشن: ۱۴، اکتوبر ۲۰۱۲ء

اشتہاردی، محمد محمدی (حجۃ الاسلام)، مصائب آل محمد علیہم السلام، ترجمہ، مولانا سید علی اختر رضوی گوپال پوری، مجمع جہانی شیعہ شناسی، قم، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۴۸

اصفہانی، ابوالفرج (علامہ) م ۳۵۶ھ، مقاتل الطالبیین، تحقیق، سید احمد صقر، منشورات الشریف الرضی، سن ندارد

اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، تحقیق، الدکتور محمد رواس قلعجی و عبدالبر عباس، دارالنفائس، بیروت، ایڈیشن: ۲، ۱۹۸۶ء

اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، ترجمہ، قاری محمد طیب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء

اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء

اصلاحی، محمد یوسف (مولانا)، داعی اعظم ﷺ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، ایڈیشن: ۳۳، ۲۰۱۰ء

اظہر، احسان الحق، عظمت رسول (ﷺ) کا غیر مسلم اہل علم کے قلم سے اعتراف، عاصم برادرز، راولپنڈی، ۲۰۰۱ء

اعظمی، الطاف احمد (علیگ)، ایمان وعمل کا قرآنی تصور، دارالتذکیر، لاہور، ۲۰۰۶ء

امیر علی، (سید)، The Spirit of Islam، روح اِسلام، ترجمہ، محمد ہادی حسین، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جنوری ۲۰۱۰ء

انصاریان، علی (آقا)، نہج البلاغہ موضوعاتی (الدلیل)، ترجمہ، علامہ مفتی جعفر حسین، ترتیب وتدوین، آغا محمد عباس ہاشمی، امامیہ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، جون ۲۰۰۳ء

اہوازی، حسین بن سعید بن مہران کوفی (محدث) م ۳۲۰ھ، کتاب المومن، تحقیق وترجمہ، مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل، دارالثقافۃ الاسلامیۃ، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۱۲ھ

ب

البانی، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، مترجمہ، ابوالحسن عبدالمنان راسخ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء

البانی، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن النسائی، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض

البانی، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن الترمذی، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض

Marfat.com

البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح سنن ابی داؤد، مکتبہ دار البیان، دمشق

البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) ۱۹۹۹ء، صحیح الآداب والاخلاق، ترجمہ مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی، مکتبہ بیت السلام، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ) م ۱۹۹۹ء، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

باہمکاری، منذر حکیم (سید) والآخرون، پیشوایان ہدایت، ترجمہ علی قمر دھلوروی، مجمع جہانی اہل بیت، قم، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۱ء

البخاریؒ، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، صحیح البخاری، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

البخاریؒ، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، الأدب المفرد، المکتبۃ الاسلامیہ، الاردن، ۲۰۰۳ء

برہانپوریؒ، علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی (علامہ) م ۹۷۵ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حیدرآباد، دکن، سن ندارد

برغش، ابو عبدالرحمٰن ھشام محمد سعید (علامہ)، انسان اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۱، اگست ۲۰۱۵ء

بریفالٹ، روبرٹ (پروفیسر) م ۱۹۱۹ء، The Making of Humanity، ویب ایڈریس (۲) www.amazon.com جنوری ۲۰۱۶ء

بلغاری، محمد شریف (مولانا)، عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں، دار الاندلس، ایڈیشن: ۲، جنوری ۲۰۰۴ء

بلیاویؒ، ابو الفضل عبدالحفیظ (مولانا)، مصباح اللغات، مکتبہ دانیال، لاہور، ۲۰۰۲ء

البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، انساب الاشراف، تحقیق، محمد حمید اللہ (ڈاکٹر)، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: ۳

البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، فتوح البلدان، ترجمہ، سید ابو الخیر مودودیؒ، نفیس اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۳، جنوری ۱۹۸۶ء

البوطی، محمد سعید رمضان (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء

البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، تحقیق، عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

پ

پیشوائی، مہدی، تاریخ اسلام از جاہلیت تا رحلت پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجمع جہانی اہلبیت، قم، ایڈیشن: ۱، ۱۴۲۷ھ

Marfat.com

ت

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، جامع الترمذی، مکتبہ بیت السلام، الریاض، ۲۰۱۶ء

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، الشمائل المحمدیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی، ترجمہ و شرح، عبدالصمد ریالوی، انصارالسنہ پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد

تہامی، محمد احسن والآخرون، محمد ﷺ کے غیر مسلم مداح اور ثنا خواں، دارلتذکیر، لاہور، ۲۰۰۱ء

ج

الجرجانیؒ، علی بن محمد بن علی السید الزین ابی الحسن الحسینی الحنفی (السید) م ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات، مکتبہ حقانیہ، ملتان، سن ندارد

الجزائری، ابوبکر جابر (الشیخ)، ھذا الحبیب محمد ﷺ یا محب، ترجمہ، مختار احمد ردمی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء

جعفریان، رسول (حجۃ الاسلام)، تاریخ سیاسی اسلام رسول خدا ﷺ، سازمان چاپ و انتشارات، ایڈیشن: ۱

الجھزمیؒ، اسماعیل بن اسحاق القاضی (امام)، فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ، دارالغد جدید، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۰ء

جیورجیو، کانسٹنٹ روجل، محمد پیغمبر اسلام ﷺ، ترجمہ، مشتاق حسین میر، ادارہ ترقی فکر، لاہور، ۲۰۰۹ء

چ

چشتی، شیر محمد زمان (ڈاکٹر)، نقوش سیرت، پروگریسو بکس، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء

چوھدری، علی اصغر (ڈاکٹر)، سیدنا محمد ﷺ (جلد اوّل) ولادت سے نزول وحی تک، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۷ء

چوھدری، علی اصغر (ڈاکٹر)، سیدنا محمد ﷺ (جلد دوم) نزول وحی سے ہجرت تک، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۷ء

چوھدری، علی اصغر (ڈاکٹر)، سیدنا محمد ﷺ (جلد سوم) ہجرت سے رفیق اعلیٰ تک، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۷ء

ح

الحاکمؒ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، المستدرک، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء

حتی، فلپ کے (پروفیسر)، تاریخ عرب، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء

الحداد، احمد (فضیلۃ الشیخ)، اخلاق النبی فی القرآن والسنۃ، دارالفکر العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء

الحذیفی، علی بن عبدالرحمٰن (ڈاکٹر)، خطبات حرمین، ویب ایڈریس (www.forum.mohaddis.com)،

Marfat.com

۱۳ فروری ۲۰۱۵ء

الحر العاملیؒ، محمد بن حسن (علامہ) م ۱۱۰۴ھ، وسائل الشیعہ، ترجمہ، فقیہ اہل بیت الشیخ محمد حسین نجفی، مکتبۃ السبطین، سرگودھا، مارچ ۲۰۰۱ء

الحرانیؒ، ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ (المحدث)، تُحف العقول عن آل الرسولؐ، جامعہ مدرسین قم، ایڈیشن: ۲، ۱۴۰۴ھ

الحزیم، یوسف بن عثمان محمد (ڈاکٹر)، ۱۵ مبدا للقیادۃ عند الملک عبد العزیز، مکتبۃ دار السلام، الریاض، ۱۴۳۱ھ

حسن البناءؒ شہید (امام)، دور الشباب فی حمل رسالۃ الاسلام، دار الدعوۃ، القاہر، ۱۹۹۰ء

حسنی، ھاشم (علامہ)، سیرۃ المصطفی نظرۃ جدیدۃ، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۹۶ء

حسینیؒ، سید جمال (علامہ) م ۸۸۰ھ، روضۃ الاحباب، ترجمہ، مفتی عزیز الرحمٰن، مکتبۃ العلم، لاہور، سن ندارد

الحسینیؒ، محمد بن علوی المالکی (اُستاذ مسجد الحرام)، انسان کامل ﷺ، ترجمہ، سید اسرار بخاری، ضیا القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء

الحصینی، محمد اکرم (فضیلۃ الشیخ)، کیف یحسبنا اللہ، ترجمہ، مولانا محبوب الرحمٰن، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

الخصری، محمد بن عمر بحرق الشافعی (علامہ)، حدائق الانوار و مطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار ﷺ، تحقیق، محمد غسان نصوع عرقول، دار الحاوی، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۹ھ

الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نور الدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دار المعرفہ، بیروت

الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نور الدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ترجمہ، محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء

حمید اللہؒ، محمد بن خلیل اللہ (ڈاکٹر) م ۲۰۰۱ء، خطباتِ بہاولپور، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء

حمید اللہؒ، محمد بن خلیل اللہ (ڈاکٹر) م ۲۰۰۱ء، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۹۵ء

حمید اللہؒ، محمد بن خلیل اللہ (ڈاکٹر) م ۲۰۰۱ء، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی، سن ندارد

حنفی، ملا علی قاری (علامہ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، تحقیق، صدقی محمد جمیل عطار، المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ، سن ندارد

الحویزیؒ، عبد علی بن جمعۃ العروسی (محدث)، تفسیر نور الثقلین، ترجمہ، علامہ محمد حسن جعفری، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

خ

خاکوانی، محمد باقر خان (ڈاکٹر)، اسلامی اصول تحقیق، ادارہ مطبوعات سلیمانی (ادبیات)، لاہور، ۲۰۱۵ء

Marfat.com

خامنہ ای، سید علی حسینی (آیت اللہ العظمیٰ)، اُسوۂ رسول اکرم ﷺ، ترجمہ، سید کوثر عباس موسوی، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران، حیدرآباد، پاکستان، ایڈیشن: ۱، اکتوبر ۲۰۱۵ء

خامنہ ای، سید علی حسینی (آیت اللہ العظمیٰ)، صبر، ترجمہ، شہید سید سعید حیدر زیدی، دارالثقلین، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۳۶ھ

خان، وحید الدین (مولانا)، رازِ حیات، دالابلاغ، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

الخضری، عبداللہ (فضیلۃ الشیخ)، دُعا کی قبولیت کیسے؟، ترجمہ، محمد رفیع مفتی، دارالسلام، لاہور، ایڈیشن: ۱، سن ندارد

الخطیبؒ، ابی بکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی (امام) م ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد اَو مدینۃ السلام، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

الخطیبؒ، ابی بکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی (امام) م ۴۶۳ھ، اقتضاء العلم العمل، ترجمہ، پروفیسر محمد یعقوب طاہر، مکتبۃ البخاری، کراچی، ایڈیشن: ۱، جنوری ۲۰۰۵ء

الخطیبؒ، ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی (امام) م ۷۴۳ھ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن: ۱، ۱۹۶۱ء

الخمیس، محمد عبدالرحمٰن (فضیلۃ الشیخ)، شرح العقیدۃ الطحاویۃ المیسر، اسلام ہاؤس، ۲۰۱۰ء

خمینیؒ، روح اللہ، سید (امام) م ۱۹۸۹ء، شرح چہل حدیث، دارالثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، اگست ۱۹۹۹ء

الخولیؒ، الیسبی مصری (الاستاذ)، داعی اور دعوت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد

د

الدارمیؒ، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن التمیمی (امام) م ۲۵۵ھ، سُنَن دَارمی، ترجمہ، بنت عبدالستار الحماد، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ۱۴۲۶ھ

داناپوریؒ، ابوالبرکات عبدالرؤف (حکیم)، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۴ء

دحلانؒ، سید احمد بن زینی (علامہ) م ۱۳۰۴ھ، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، ذوالفقار علی ساقی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء

دوانی، علی، تاریخ اسلام از آغاز تا ہجرت، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ، قم المقدسہ، سن ندارد

دہلویؒ، شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، عزیز ملک، بک سنٹر، راولپنڈی، فروری ۱۹۵۶ء

دہلویؒ، سید محمد ارتضیٰ واحدی (مُلّا)، حیاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء

Marfat.com

ڈ

ڈوگر، محمد رفیق، الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دید شنید پبلشرز، لاہور، اپریل ۲۰۰۶ء

ذ

الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، تاریخ الاسلام عہد الخلفاء الراشدین، دار الکتب العلمیہ بیروت

ر

رابنز، انتھونی (پروفیسر)، Awaken the Giant within، ترجمہ محمد احسن بٹ، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء
الرازی، محمد بن عمر فخر الدین (امام)، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ تہران، ایڈیشن: ۳، سن ندارد
راسخ، ابو الحسن عبد المنان (شیخ)، شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما، راسخ اکیڈمی، فیصل آباد، ۲۰۱۵ء
راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن مفضل بن محمد (امام) م ۵۰۲ھ، مفردات القرآن، ترجمہ و حواشی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہٗ فیروز پوری، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۳۹۰ھ
رحمانی، خالد سیف اللہ (مولانا)، پیام سیرت عصر حاضر کے پس منظر میں، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۲ء
رضوی، واجد (سید)، پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انسان کے بنیادی مسائل، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء
ری شہری، محمدی (آیت اللہ)، میزان الحکمۃ، ترجمہ، مولانا محمد علی فاضل، مصباح الہدیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۳۲ھ

ز

الزحیلی، وھبۃ (الدکتور)، الاسلام والشباب، ترجمہ، مفتی عبد الغفور، مکتبہ دار القلم، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۳ء
زرگری نژاد، غلام حسین، تاریخ صدر اسلام عصر نبوت، سازمان مطالعہ وتدوین کتب علوم انسانی، دانشگاہ تہران، سن ندارد
زیدی، تاجدار حسین (سید)، سیرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہج البلاغہ کے آئینے میں، ویب ایڈریس (۵) www.balaghah.net فروری ۲۰۱۶ء
زین العابدینؒ، ابو محمد علی بن حسین بن علی (امام) م ۹۵ھ، الصحیفۃ السجادیۃ الجامعہ، ترجمہ، مفتی جعفر حسینؒ، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۶ء
زین العابدین، محمد سرور بن نایف (الاستاذ)، دعوت الی اللہ اور انبیاء کا طریقہ کار، ترجمہ، محمد خالد سیف، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۰ء

Marfat.com

س

سبحانی، جعفر تبریزی (اُستاد)، فروغ ابدیت، مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزۂ علمیہ، قم المقدسہ، ۱۳۷۲ش

سبحانی، جعفر تبریزی (اُستاد)، عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز، ترجمہ، مولانا اسد علی شجاعتی، دارالثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۷ھ

سپرا، محمد ایوب، اسماء الرسول (پیارے رسول ﷺ کے پیارے نام)، دارالسلام، لاہور، ایڈیشن: ۲، نومبر ۲۰۱۱ء

السعدیؒ، عبدالرحمٰن بن ناصر (فضیلۃ الشیخ)، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ترجمہ پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، دارالسلام پبلشرز، لاہور، سن ندارد

السلفی، ابوعبداللہ محمد لقمان (ڈاکٹر)، الصادق الامین، مکتبہ دارالفرقان، الریاض، سن ندارد

سلیمؒ، سید محمد (پروفیسر)، اذکارِ سیرت، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، اگست ۲۰۰۵ء

السماحیجیؒ، عبداللہ بن محمد بن صالح البحرانی (الشیخ)، الصحیفۃ العلویہ والتحفۃ المرتضویہ، ترجمہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنویؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

السمرقندیؒ، ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم، تنبیہ الغافلین، ترجمہ، عبدالنصیر علوی، مکتبۃ العلم، لاہور، سن ندارد

السویکت، سلیمان (الدکتور)، محنۃ المسلمین فی العھد المکی، مکۃ التوبۃ، الریاض، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۲ھ

السھیلیؒ، ابوالقاسم عبدالرحمٰن (امام) م ۵۸۰ھ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، تحقیق، عبداللہ منشاوی، دارالحدیث، القاھرۃ

سیالوی، محمد دین (مولانا)، دانش حجاز، جامعہ رحمانیہ رضویہ، سوہاوہ ضلع جہلم، ۲۰۰۳ء

السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دارالفکر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ

السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، اسباب النزول، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۰۲ھ

السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، والدین مصطفیٰ علیہم السلام، ترجمہ، علامہ صائم چشتیؒ، چشتی کتب خانہ، فیصل آباد

السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مکتبہ اسلامیہ، لائل پور، سن ندارد

السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مکتبۃ النوریۃ الرضویۃ، لائلپور، سن ندارد

Marfat.com

ش

الشامیؒ، محمد بن یوسف الصالحی (امام)، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، مصطفی عبدالواحد، لجنۃ الاحیاالتراث الاسلامی، القاھرۃ، ۱۳۹۲ھ

شبلی نعمانیؒ (علامہ) م ۱۳۳۲ھ، وسلیمان ندویؒ (سید) م ۱۳۷۳ھ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ادارہ اسلامیات، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء

الشریف الرضیؒ، ابوالحسن محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ والآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء

الشریف الرضیؒ، ابوالحسن محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغۃ (موضوعاتی)، ترجمہ، مفتی جعفر حسینؒ، امامیہ پبلیکیشنز، لاہور، جون ۲۰۰۳ء

شفیعؒ، محمد (مفتی)، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۶ء

شکیل، شاہ مصباح الدین، نشاناتِ ارضِ نبوی، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، ایڈیشن: ۱، مئی ۲۰۰۹ء

شمسی، الشیخ حسان (الدکتور)، کیف تربی ابناءک فی ھذا الزمان، ترجمہ مولانا ثناءاللہ محمود، ادارہ دعوت وتبلیغ، کراچی، دسمبر ۲۰۱۲ء

شوقی ابوخلیل (ڈاکٹر)، اطلس السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دارالسلام، لاہور، ۱۴۲۴ھ

شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ) والآخرون، تفسیر نمونہ، ترجمہ، سید صفدر حسین نجفیؒ، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۱۴۱۷ھ

شیرازی، ناصر مکارم (آیت اللہ)، علم الاخلاق قرآن کی روشنی میں، ترجمہ، ڈاکٹر نیاز محمد ہمدانی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء

ص

صحفی، محمد (سید)، حکایات القرآن، ترجمہ، محمد فضل حق، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، ۲۰۱۳ء

الصدرؒ، سید رضا (آیت اللہ)، الاستقامہ، ترجمہ، سید رمیز الحسن موسوی، دارالمودت، اسلام آباد، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء

صدوقؒ، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین (الشیخ) م ۳۸۱ھ، جامع الاخبار، ترجمہ، سید ظفر حسن امروھویؒ، ظفر شمیم پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء

صدوقؒ، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین (الشیخ) م ۳۸۱ھ، صفات الشیعہ، اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد

Marfat.com

صدیقی، محمد میاں (ڈاکٹر)، مقالات سیرت، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ایڈیشن: ۳، ۱۹۸۶ء

صدیقی، محمد نعیم (مولانا)، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲۸، نومبر ۱۹۹۷ء

صدیقی، یاسین مظہر (پروفیسر)، عہد نبوی کا نظام حکومت، مکتبہ خلیل، لاہور، سن ندارد

الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، مولانا محمد یونس والآخرون، دارالسلام، لاہور، ۱۴۳۳ھ

صنعانیؒ، ابوبکر عبدالرزاق بن حمام (امام)، مصنف عبدالرزاق، تحقیق، حبیب الرحمٰن اعظمی، ایڈیشن: ۱

ط

الطباطبائیؒ، سید محمد حسین (آیت اللہ) م ۱۴۰۱ھ، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ، آیت اللہ سید حسن رضا غدیری، الغدیر اکیڈمی، لاہور، ایڈیشن: ۴، مارچ ۲۰۱۱ء، ج ۱، ص ۹۶۶

الطباطبائیؒ، سید محمد حسین (آیت اللہ) م ۱۴۰۱ھ، سنن النبی (علی صاحبہا الصلاوۃ والسلام)، ملحقات، محمد ہادی فقیہی، موسسہ النشر الاسلامی، قم، ایڈیشن: ۲، ۱۴۲۲ھ

طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، مُعجَم صَغیر، ترجمہ، عبد الصمد ریالوی، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۴ء

طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المُعجَم الکبیر، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ایڈیشن: ۱، سن ندارد

طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، المُعجَم الاوسط، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ایڈیشن: ۱، سن ندارد

طبرسیؒ، ابو علی فضل بن حسن بن فضل (علامہ)، مجمع البیان، شرکۃ المعارف الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۹ھ

طبرسیؒ، ابو علی فضل بن حسن بن فضل (علامہ)، اعلام الوریٰ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایڈیشن: ۳، سن ندارد

الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد

الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، دار القاموس الحدیث، بیروت

طوسیؒ، عماد الدین ابو جعفر محمد بن علی (محقق) م ۴۶۰ھ، الامالی، دار الثقافۃ، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ

طوسیؒ، محمد بن محمد بن حسن نصیر الدین (خواجہ) م ۶۷۲ھ، اوصاف الاشراف، دار المرتضیٰ، مشہد مقدس، ایڈیشن: ۲، ۱۹۸۲ء

ظ

ظفر، عبدالرؤف (ڈاکٹر)، عصر رواں، سیرۃ النبی کی روشنی میں، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

Marfat.com

ظفر، محمود احمد (حکیم)، پیغمبر اسلام ﷺ اور خلق عظیم، نشریات، لاہور، ۲۰۱۱ء

ظفر، محمود احمد (حکیم)، پیغمبر اسلام ﷺ اور غزوات و سرایا، نشریات، لاہور، ۲۰۱۴ء

ظفیر الدین، محمد (مولانا)، اُسوہ حسنہ، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۲ء

ع

عاملی، جعفر مرتضیٰ، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ، دار الھادی، دار السیرۃ، بیروت، ایڈیشن: ۴، ۱۹۹۵ء

عبدالحیؒ، محمد (ڈاکٹر)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ایڈیشن: ۱، اپریل ۱۹۸۷ء

عبدالحفیظ، ابوسعود (الشیخ)، سبطا رسول اللہ الحسن والحسین، القاھرۃ

عبدالسلام بن محمد (فضیلۃ الاستاذ)، قرآن کریم (اُردو ترجمہ)، دار الاندلس، لاہور، ۲۰۱۳ء

عرجون، محمد صادق ابراھیم، محمد رسول اللہ منھج الرسالۃ، دار الشامیۃ، بیروت، ایڈیشن: ۲، ۱۹۹۵ء

عزام، عبدالرحمٰن، بطل الابطال أو ابرز صفات النبی محمد ﷺ، لجنۃ التعریف بالاسلام، الجمھوریۃ العربیۃ المتحدۃ، ۱۹۵۴ء

عزیز الرحمٰن، سید (ڈاکٹر)، تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۳ء

عزیز الرحمٰن، سید (ڈاکٹر)، درس سیرت، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۶ء

العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، فتح الباری، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

العقیقی، نجیب، المستشرقون، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: ۵، ۲۰۰۶ء

علویؒ، خالد (ڈاکٹر)، پیغمبرانہ منہاج دعوت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، جون ۲۰۰۵ء

العمر، الشیخ ناصر بن سلیمان (الدکتور)، الفتور المظاھر الاسباب العلاج، ترجمہ، مولانا ضیاء الرحمٰن چترالی، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء

عمر ابوالنصرؒ (فضیلۃ الشیخ)، رسول عربی ﷺ، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۵ء

العمری، اکرم (الدکتور)، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف والحکم، مدینۃ المنورۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۲ھ

عمری، سید جلال الدین (مولانا)، اوراقِ سیرت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، مارچ ۲۰۱۵ء

العودۃ، محمد سلمان (الدکتور)، الغرباء الاولون، دار ابن جوزی، الدمام السعودیہ، ایڈیشن: ۳، ۱۹۹۱ء

عیاضؒ، قاضی ابوالفضل الیحصبی (امام)، الشفا فی التعریف بحقوق المصطفیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

غ

غزوی، محمد ھادی یوسفی (الشیخ)، تاریخ تحقیقی اسلام موسوعۃ التاریخ الاسلامی، مترجم: حسین علی، مرکز انتشارات موسسہ امام خمینیؒ، قم المقدسہ، ایڈیشن: ۱، ۱۳۸۲ش

غریباوی، عدی (علامہ) والآخرون، منارۂ ھدایت (خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ترجمہ، نثار احمد زین پوری، مجمع جہانی اہل بیت وامور خیریہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۲ھ

الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد (امام) م ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، تہذیب، عبد السلام ہارون، ترجمہ، نذیر حسین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۰ء

الغزالی، محمد (علامہ)، فقہ السیرۃ، منشورات عالم المعرفۃ، القاھرۃ، سن ندارد

الغضبان، منیر احمد (الدکتور)، فقہ السیرۃ النبویۃ، معھد البحوث العلمیۃ واحیاء التراث، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد

الغضبان، منیر احمد (الدکتور)، الرتبیۃ القیادۃ، دار الوفا، المنصورۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ

غلام قادر، ابوثوبان (ریسرچ اسکالر)، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجی زندگی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء

غلام قادرؒ (مفتی)، صراطِ مستقیم، مرتبہ، سید عزیز الرحمٰن، زوار اکیڈمی، کراچی، جولائی ۲۰۰۷ء

غلام مرتضیٰ شہید، ملک (ڈاکٹر)، خطبات حرم، ڈاکٹر مرتضیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۰ء

الغلاییؒ، قاضی مصطفی (پروفیسر) م ۱۹۴۴ء، سیرۃ المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، جسٹس ملک غلام علی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۵، سن ندارد

ف

فاضل، محمد تقی (حجۃ الاسلام) وھیئت محققین، اسوۂ بشریت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، موسسۃ الامام المنتظر، قم المقدسہ، ۱۴۲۷ھ

فضل الرحمٰن (سید)، ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زوار اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۲۰۱۴ء

فضل الٰہی (ڈاکٹر)، مصیبتوں سے کیسے نمٹیں؟، دار النور، اسلام آباد، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۵ء

فضل ربی (ڈاکٹر)، حرب اسلامی اور دفاع پاکستان، دار الفضل ترلاندی، صوابی، ۲۰۰۵ء

فیروز آبادیؒ، مجد الدین (علامہ)، القاموس المحیط، المطبعۃ المصریہ، مصر، ۱۹۳۳ء

Marfat.com

ق

قاسمی، صہیب احمد (مفتی)، سیرت النبی ﷺ کی ایک جھلک، ویب ایڈریس
(www.darululoom-deoband.com/urdu/articles) ۳ مارچ ۲۰۱۶ء
القحطانی، سعید بن علی بن وہف (الدکتور)، پیغمبر رحمت ﷺ، ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۹ھ
القرطبیؒ، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری (امام) م ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ وآی الفرقان،، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد
القرنی، عائض بن عبداللہ (ڈاکٹر)، حسد قرآن و حدیث کی روشنی میں، ترجمہ، مولانا محمد کلیم خان، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء
القرنی، عائض بن عبداللہ (ڈاکٹر)، لاتغضب، ترجمہ، مولانا عبدالحلیم، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء
قریشی، محمد صدیق (پروفیسر)، پیغمبر حکمت و بصیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء
قسطلانیؒ، احمد بن محمد (امام)، اَلمَوَاہِبُ اللَّدُنِّیَۃ بِالمِنَحِ المُحَمَّدِیہ، ترجمہ، محمد صدیق ہزاروی، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲۰۱۱ء
القشیریؒ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء
القشیریؒ، عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک (علامہ) م ۴۶۵ھ، الرسالۃ القشیریۃ، دارالمعارف، القاہرۃ، سن ندارد

ک

کارلائل، تھامس (پروفیسر)، ہیروز اینڈ ہیرو وارشپ بحوالہ: ویب ایڈریس (۵) www.gainpeace.com
فروری ۲۰۱۵ء
کاشانیؒ، محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض (ملا)، تفسیر صافی، ترجمہ، سید تلمیذ حسنین رضوی، ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکہ، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء
کاندھلویؒ، محمد یوسف (مولانا)، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، ترجمہ، مولانا محمد احسان الحق، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، ۲۰۱۲ء
کلینیؒ، ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، مرکز بحوث دارالحدیث، قم، ۱۴۰۱ھ
کوثر، شہناز، حضور ﷺ کا بچپن، مقبول اکیڈمی، لاہور، سن ندارد
کیلانیؒ، عبدالرحمٰن (مولانا)، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، سن ندارد

Marfat.com

کیلانیؒ، عبدالرحمٰن (مولانا)، محمد رسول اللہ ﷺ صبر و ثبات کے پیکر اعظم، مکتبۃ السلام، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۲۳ھ
کیلانی، محمد ابراہیم طاہر (حافظ) والآخرون، اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دارالسلام ریسرچ سنٹر، الریاض، ۱۴۳۳ھ

گ

گولن، محمد فتح اللہ، طرق الارشاد فی الفکر والحیاۃ، ترجمہ محمد اسلام، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء
گولن، محمد فتح اللہ، نورِ سرمدی فخر انسانیت حضرت محمد ﷺ، ترجمہ محمد اسلام، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء

ل

لاری، سید مجتبیٰ موسوی (آیت اللہ)، انسان کے کمال میں اخلاق کا کردار، مترجمین، اسد علی شجاعتی و سید سعید حیدر زیدی، دارالثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ۱۹۹۵ء
لورابرک، روانشناسی رشد، ترجمہ یحییٰ سید محمدی، آدین بکس، قم المقدسہ، ۱۹۹۵ء
اللویحق، عبدالرحمٰن (الشیخ)، الغلو فی الدین فی حیاۃ المسلمین المعاصرہ، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

م

مالکؒ، ابوعبداللہ بن انس الاصبحی (امام) م ۱۷۹ھ، المؤطا، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء
الماوردیؒ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (امام) م ۴۵۰ھ، البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ترجمہ مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد
مارسڈن، وکٹر۔ای (پروفیسر)، یہودی پروٹوکولز، ترجمہ محمد یحییٰ خان، نگارشات پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۲۰۱۵ء
مبارکپوریؒ، صفی الرحمٰن (مولانا) م ۲۰۰۶ء، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۹۵ء
مجتہدی، سید مرتضیٰ سیستانی (آیت اللہ)، اسرار موفقیت، انتشارات الماس، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء
مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ) م ۱۱۱۱ھ، بحارالانوار، مؤسسۂ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد
مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، م ۱۱۱۱ھ، قصص الانبیاء علیہم السلام، ترجمہ بشارت حسین کامل مرزا پوری، مجلس علمی اسلامی، پاکستان، سن ندارد
محبوب عالمؒ (مولوی) م ۱۹۳۳ء، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۱۹۹۲ء
محسنی، محمد آصف (آیت اللہ)، اسلامی اخلاق کا جدید اسلوب، ترجمہ شیخ محمد شفا بخفی، امامیہ پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۳، ۲۰۰۲ء
محمد اقبالؒ (علامہ) م ۱۹۳۸ء، کلیات، علم و عرفان پبلشرز، لاہور

Marfat.com

محمد شفیعؒ (مفتی) م ۱۳۹۶ھ، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۶ء

المدخلی، ربیع بن ہادی (فضیلۃ الشیخ)، منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل، ترجمہ محمد انور محمد قاسم سلفی، مکتبہ احیاء منہج السلف، کراچی، سن ندارد

مدراسیؒ، محمد صبغۃ اللہ (مولانا) م ۱۲۸۰ھ، فوائد بدریہ، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۴ء

مدنی، انصار الدین (ڈاکٹر)، سیرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، مرکز علوم اسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۸ء

مصباح، محمد تقی (آیت اللہ)، زاد راہ، ترجمہ سید قلبی حسین رضوی، مجمع جہانی اہلبیت (ع)، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء

المصریؒ، محمد رضا (علامہ)، محمد رسول اللہ، ترجمہ علامہ سید نصیر الاجتہادیؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مارچ ۱۹۶۱ء

المصری، محمد محمود (فضیلۃ الشیخ)، لا تحزن، ترجمہ ڈاکٹر مفتی ثناء اللہ محمود، ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، ۲۰۱۴ء

المصریؒ، عبدالوہاب النجار (علامہ)، قصص الانبیاء علیہم السلام، ترجمہ مولانا آصف نسیم، البیان، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۳ء

مطہریؒ، شہید مرتضیٰ (استاد)، سیرت نبوی ایک مطالعہ، ترجمہ سجاد حسین مہدوی، دار الثقلین، کراچی، ۲۰۰۷ء

مطہریؒ، شہید مرتضیٰ (استاد)، نبوت، ترجمہ ابو طالب طباطبائی، تہذیب و تسہیل، سید سعید حیدر زیدی، دار الثقلین، کراچی، ۲۰۱۲ء

مظاہریؒ، محمد عبدالرحمان (مولانا)، پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک، ادارۂ اسلامیات، لاہور، سن ندارد

معتزلیؒ، ابن ابی الحدیدؒ (علامہ)، شرح نہج البلاغہ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرۃ، ۱۹۶۱ء

معظم الحق (مولانا)، دور نبوی کا نظام حکومت، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء

المغربیؒ، محمد بن سلیمان (امام) م ۱۰۹۴ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، دار ابن حزم، ۱۴۰۲ھ

معلوف، لوئیس، المنجد عربی اردو، ترجمہ مولانا سعد حسن خان یوسفی والآخرون، دار الاشاعت، کراچی، ایڈیشن: ۱۱، ۱۹۹۴ء

معین الحقؒ، سید (ڈاکٹر)، سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ کے تناظر میں، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی ۲۰۱۲ء

المغربیؒ، محمد بن سلیمان (امام) م ۱۰۹۴ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، دار ابن حزم، ۱۴۰۲ھ

مفیدؒ، محمد بن نعمان (الشیخ)، ۴۱۳ھ، امالی شیخ مفید، ترجمہ علامہ سید منیر حسین رضوی، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء

مفیدؒ، محمد بن نعمان (الشیخ)، ۴۱۳ھ، الارشاد، الکساء پبلشرز، کراچی، سن ندارد

ملا خاطر، خلیل ابراہیم (ڈاکٹر)، امتیازات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ مفتی محمد خان قادری، حجاز پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۳، ۱۹۹۹ء

المناویؒ، محمد عبدالرؤف بن علی بن زین العابدین (علامہ) م ۱۰۳۱ھ، التوقیف علی مہمات التعاریف، تحقیق، الدکتور محمد رضوان، دار الفکر المعاصر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۰ھ

المنجد، محمد صالح (فضیلۃ الشیخ)، اعمال القلوب، ترجمہ فضل الرحمٰن رحمانی ندوی، الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ

Marfat.com

المنذریؒ، ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی الشامی المصری (حافظ) م ۶۵۶ھ، الترغیب والترھیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

منصور پوریؒ، محمد سلیمان سلمان (قاضی) م ۱۳۴۹ھ، رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۰ء

منظور ممتاز (ڈاکٹر)، انسانِ کامل و نبی اکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۴ء

میرٹھیؒ، محمد بدر عالم (استاذ الحدیث)، ترجمان السنۃ، مصول اکبدمی، لاہور، سن ندار

ن

ناصر، نصیر احمد (ڈاکٹر)، پیغمبر اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، سن ندارد

ناظم زادہ، سید اصغر (آیت اللہ)، تجلیاتِ حکمت، انتشارات کوثر ولایت، قم، اسلامی جمہوریہ ایران، ایڈیشن: ۳، ۱۴۲۴ھ

ناظم، محمد سلطان (الشیخ)، قواعد وفوائد من الاربعین النوویہ، دارالھجرۃ الشقبہ، الخبر، سن ندارد

نانجی، یوسف عباس، عباد الرحمٰن فی کل دھر وزمان، باب العلم دارالتحقیق، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء

نثار احمد (ڈاکٹر)، دعوت نبوی اور مخالفت قریش (نوعیت، اسباب، احوال، تاریخ)، ادارہ نقش تحریر، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۳ء

النجار، محمد طیب (رئیس جامعۃ الازہر)، سیرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، رخسانہ جبیں، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۹ء

نجفی، محمد حسین (آیت اللہ)، سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین، اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد

ندوی، سراج الدین (مولانا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق تربیت، دالابلاغ، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء

ندویؒ، سید ابوالحسن علی (مولانا)، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۲۰۱۴ء

ندویؒ، سید ابوالحسن علی (مولانا)، قرآنی افادات (اہل فکر وقائدین کا مقام اور ذمہ داریاں)، ہفت روزہ القلم، پشاور، ۱ تا ۷ جمادی الثانی ۲۰۱۶ء

النسائیؒ، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، سنن النسائی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

النسائیؒ، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، وفاۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ترجمہ، ابوامامہ نوید احمد بشار، تحقیق، غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، اسلامک بک کمپنی، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء

نسیم، آصف (مولانا)، انبیائے کرام علیہم السلام کی آزمائشیں، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ۱۳۲

Marfat.com

نقوی، سید رضی جعفر (علامہ)، مناجات معصومین، رحمت اللہ بک ایجنسی، کراچی، سن ندارد

نقوی، سید رضی جعفر (علامہ)، قندیل حیات، ادارہ اصلاح، کجھوا، ۲۰۰۸ء

نگار سجاد ظہیر (ڈاکٹر)، سیرت نگاری آغاز و ارتقاء، قرطاس، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء

النوویؒ، ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدمشقی (امام) م ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین، دارالسلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور، سن ندارد

و

الواقدیؒ، ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی (علامہ) م ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، تحقیق، مارسدن جونس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۴ء

وحید الدین خانؒ (علامہ)، پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امجد اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۳ء

ول ڈیورنٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، ترجمہ، تنویر جہاں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۴ء

ہ

ہارٹ، مائیکل (پروفیسر)، (The Hundred Great) سو عظیم شخصیات، ترجمہ، یاسر جواد، تخلیقات پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء

الہاشمی، طالب (مولانا)، فوز و سعادت کے ایک سو پچاس چراغ، مقدمہ کتاب، سید ابو الحسن علی ندویؒ، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ۱۹۹۵ء

ہزاروی، فضل الرحمٰن (مولانا)، استقامت فی الدین، تحریک اصلاح اُمت، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰ء

الھلالی، عامر محمد عامر (فضیلۃ الشیخ)، کیف تواجہ الابتلاء، مکتبہ بیت السلام، الریاض، ۲۰۱۴ء

الھیثمیؒ، نور الدین علی بن ابی بکر (الحافظ) م ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، دارالکتاب، بیروت، ۱۹۹۴ء

ہیکلؒ، محمد حسین (ڈاکٹر)، سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، مولینا محمد وارث کاملؒ مرحوم، کارواں پبلشرز، لاہور اکتوبر ۱۹۶۴ء

ی

یوسف، صلاح الدین (حافظ)، احسن البیان، دارالسلام، الریاض، سن ندارد

یحییٰ، یحییٰ بن ابراہیم (الدکتور)، نفحۃ عبیر من سیرۃ البشیر النذیر، ترجمہ، خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

Marfat.com